قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں

اَلْفَیْضُ الْجَارِیْ

فی شرح

الصَّحِیْحُ الْبُخَارِیْ

دوئم

تصنیف

شیخُ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ
مُفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہٗ العالی

الناشر

ادارہ تالیفاتِ اویسیہ

0321-6820890
0300-6830592

محکم الدین سیرانی روڈ، سیرانی مسجد بہاولپور

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نام کتاب	:	الفیض الجاری فی شرح صحیح البخاری (جلد دوم)
شارح	:	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی
نظرِ ثانی	:	حضرت علامہ محمد عطاء الرسول اویسی مدظلہ العالی
تزئین و آرائش	:	مولانا محمد احمد قادری عطاری، ابوالرضا محمد طارق قادری عطاری (چیئرمین۔ کاروانِ اسلامی انٹرنیشنل)
بااہتمام	:	حضرت علامہ سید حمزہ علی قادری مدظلہ
معاون	:	محمد بشیر احمد قادری اویسی، مولانا محمد مختار اویسی
کمپوزنگ	:	محمد سلمان قادری عطاری (الریحان گرافکس)
ناشر	:	عطاری پبلشرز (مدینۃ المرشد) کراچی
مطبع	:	تجارتی پریس (ناظم آباد نمبر 2) کراچی
ضخامت	:	380 صفحات
طبع اوّل	:	ربیع الثانی 1425ھ بمطابق جون 2004ء
ہدیہ	:	=/225 روپے

ملنے کا پتہ

قطبِ مدینہ پبلشرز

عالمی مرکز فیضانِ مدینہ (باب المدینہ) پرانی سبزی منڈی، کراچی۔

موبائل: 0300-2474833 0300-9249927

ای میل: E-mail: qutbemadina@hotmail.com

ویب سائٹ: www.qutbemadina.com

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کتاب الغسل

ترجمہ: غسل کی کتاب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غسل کی بحث سے پہلے دو آیتیں لکھیں تا کہ معلوم ہو کہ غسل کا وجوب قرآن مجید سے ثابت ہے۔
(الغسل) بالفتح) بمعنی دھونا (بالضم) بمعنی اغتسال یعنی تمام جسم کا دھونا، ربط۔ طہارتِ صغری سے فراغت پا کر طہارتِ کبریٰ کا ذکر فرما رہے ہیں۔

غسل کے اسباب:

(۱) فرض (۲) جنابت (۳) احتلام (۴) خارج منی (۵) فراغت از حیض (٦) فراغت از نفاس۔

نمبر ۲؛ فرض کفایہ۔ مردہ نہلانا نمبر ۳: سنّت۔ جمعہ، عید، بقرعید، عرفہ، کے دن، اور احرام باندھتے وقت۔ نمبر ۴: مستحب۔ مندرجہ امور کے وقت غسل مستحب ہے۔ وقوف عرفات و وقوف، مزدلفہ، حاضری حرم و حاضری سرکار اعظم، ودخولِ منٰی اور جمروں پر کنکریاں مارنے کیلئے تینوں دن۔ اور شب براءت، شب قدر، اور عرفہ کی شب، مجلس میلاد شریف اور دیگر مجالس خیر کی حاضری کیلئے، اور مردہ نہلانے کے بعد۔ اور جنون جانے کے بعد، غشی سے افاقہ کے بعد، اور نشہ اترنے کے بعد اور گنا سے توبہ کرنے، اور نیا کپڑا پہننے کے لئے اور سفر سے آنے والے کیلئے، استحاضہ کا خون بند ہونے کے بعد، نماز کسوف وخسوف واستسقاء، اور خوف و تاریکی، اور سخت آندھی کیلئے نماز، اور بدن پر نجاست خفیفہ لگی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کس جگہ ہے۔ ان سب کیلئے غسل مستحب ہے۔

فائدہ:

منکوحہ سے نہا کر صحبت آداب صحبت سے ہے خصوصاً گرمیوں میں اسطرح مفید ہے بالخصوص نوجوان کو ورنہ کم از کم وضو کر لینے سے نیک اولاد پیدا ہوگی۔ جس طرح کھانا کھانے کے فوراً بعد ورزش یا صحبت مضر ہے البتہ نہا کر کھانا کھا سکتے ہیں اور بہتر ہے۔ اور اسی طرح سونے سے قبل نہانا سونے میں مدد دیتا ہے جلد نیند آ جاتی ہے۔

فائدہ:

ایک بار جماع کے بعد دوبارہ جماع کرنے سے قبل غسل کرے ورنہ وضوء ورنہ ذکر اور فرج کو دھو لینا ضروری ہے ورنہ بیماریوں کا اندیشہ ہے۔ (فائدہ) جنابت کے بعد سونا، کھانا پینا نحوست ہے نہانا افضل ہے ورنہ وضوء ورنہ غرغرہ اور ناک میں پانی چڑھانے کے بعد کھا پی سکتے ہیں لیکن نحوست ہے پھر بھی یہ بوقت سخت ضرورت کر سکتے ہیں عادت نہ بنائیں۔

غسل کے شرعی فوائد:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ منہ اور سر پر پانی چھڑکنے سے نفس پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ غشی بیہوشی دور ہوتی ہے۔ اطباء جب کسی کو زیادہ اسہال آتے ہوں یا غشی طاری ہو تو غسل تجویز کرتے ہیں طہارت کی وجہ سے ملائکہ سے قرب واتصال ہو جاتا ہے اور شیاطین دور اور عذابِ قبر سے بھی نجات ملتی ہے۔ طہارت سے احسان کا درجہ ملتا ہے اس پر مداومت سے نور ملکی حاصل ہوتا ہے اور بہمیت کا اثر مغلوب رہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ (حجۃ اللہ)

ظاہری مذہب کے عجوبے:

مقدمہ میں عرض کیا تھا کہ دور سابق میں دور حاضرہ کی طرح مذاہب کی بھر مار تھی فرق اتنا ہے کہ اکثر محققین علم کے عاشق تھے آج کے خواہشاتِ نفسانی اور اہلِ زمانہ کی سہولت کی تلاش پر داد و آفرین کا بھوت (کے پیروکار)۔ مثلاً اہلِ ظواہر نے لکھا ہے کہ جنبی پاک نہ ہوگا جب تک پانی جاری میں غوطہ نہ لگائے انکی حدیث کی ظاہر دلیل ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ماءٍ راکدٍ۔ یعنی کھڑے پانی میں غسل کرنے سے روکا آج والے اس کے مذہب کو نہ لینگے کیونکہ اسمیں مشقت ہے حالانکہ انکے اکثر استدلال اسی ظاہری مذہب سے ہوتے ہیں۔ (۲) اہلِ ظواہر نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جنبی کو دو غسل کرنے لازم ہیں (ا) جنابت (۲) جمعہ۔ ہمارے دور کے ٹیڈی مجتہدین اس مذہب ظاہری کا مسئلہ نہیں لینگے کیونکہ اسمیں مشقت ہے حالانکہ اہل ظواہر نے صریح حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (۳) اہلِ ظواہر نے کہا کہ ہر غسل جس عضو سے شروع کیا جائے حرج نہیں لیکن جمعہ واجب کے غسل کا آغاز سر سے کرے اور پانی میں غوطہ لگائے تو بھی سر سے وغیرہ وغیرہ ٹیڈی مجتہدین کی مثالیں دوسری جگہ عرض کرونگا جہاں سہولت ملی تو انہی اہل ظواہر (مذھب) یا دوسرے کسی کا دامن تھام لیا۔ اس سے ثابت ہوگا کہ یہ خدا کی رضا کے طالب نہیں یہ نفس کے بندے ہو کر عوام کو خوش کرنے کے خام خیال میں ہیں۔

غسل کے طبی فوائد:

غسل اور وضو و استنجاء میں جتنا اسلام میں نظافت پاکیزگی ہے اتنا کسی دوسرے ادیان و مذاہب میں نہیں اس لئے کہ ہمارے نبی

اکرم ﷺ کی تعلیم دین ودنیاوآخرت کی جامع ہے حضور ﷺ نے ہرامتی کوکم ازکم آٹھویں دن جمعہ کاغسل فرمایا ہےاور جنبی کوفرمایا کہ غسل کرے ورنہ نقصان اُٹھائے گا اطباء نے لکھا کہ یہ رسالتماب ﷺ کے طِب پر حاوی ہونے کی دلیل ہے کہ بالکل غسل نہ کرنے سے برص گندی بغلی پیدا ہوتی ہے ودیگر امراض سوا۔

ربطہ الباب بالباب

وضو جوطہارتِ صغریٰ ہے جب اس کے احکام ومسائل بیان ہو چکےتو اب طہارتِ کبریٰ (غسل) کے مسائل واحکام ومتعلقات کو بیان کیا جاتا ہے۔ غسل کے معنیٰ بدن پر پانی ڈالنے اور گذارنے کے ہیں۔ فقہائے امت نے دلائل شرعیہ کے پیشِ نظر غسل جنابت کے لئے ضروری قرار دیا کہ بدن کے ہر حصہ پر پانی بہہ جائے اور بدن کا کوئی حصہ بھی خشک نہ رہے۔

عادت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت کریمہ یہ ہے کہ عنوان کے مناسب کتاب مجید کی آیات لکھ دیتے ہیں۔ اس عنوان کا افتتاح بھی انھوں نے دو آیتوں سے کیا ہے جن سے مقصود یہ بتانا ہے کہ جنبی پر غسل کرنا کتاب مجید کی رُو سے واجب ہے:

(۱) وقول الله تعالیٰ وان کنتم جنبا فاطهروا

(۲) لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَاتَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم جنب ہوتو خوب پاک ہو جاؤ (۲) اور اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو، اور نہ حالتِ جنابت میں جب تک کہ غسل نہ کرلو (اگر سفر میں پانی نہ ملے تو غسل کی بجائے تیمّم ہے)۔

حل لغات:

جنابة کے لغوی معنیٰ بُعد۔ دوری کے ہیں۔ کیونکہ آدمی اس حالت میں نماز سے دور ہو جاتا ہے اسی لئے اس کو جنب کہا گیا جنب کا اطلاق مرد وعورت دونوں پر ہوتا ہے خواہ وہ ایک ہو یا دو۔ فاطهروا اصل تطهروا تھا۔ اس کے معنی خوب پاک وصاف ہونے کے ہیں۔

باب نمبر ۱

الوضوء قبل الغسل

ترجمہ: غسل سے پہلے وضو کرنے کے بیان میں

شرح:

علماء کا اس میں اختلاف ہے، کہ غسل فرض سے پہلے وضو کرنا واجب ہے یا مستحب یا سنت۔ بعض لوگ استحباب کی طرف گئے ہیں ۔کسی نے واجب قرار دیا۔ احناف کے نزدیک فرض غسل سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے اس لئے کہ حضور ﷺ ایسا کرتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَاءَ فَغَسَلَ یَدَیْهِ ثُمَّ یَتَوَضَّاءُ کَمَا یَتَوَضَّاءُ لِلصَّلٰوةِ یُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِی الْمَاءِ فَیُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ الشَّعْرِ ثُمَّ یَصُبُّ عَلٰی رَاْسِهٖ ثَلٰثَ غُرَفٍ بِیَدِهٖ ثُمَّ یُفِیْضُ الْمَاءَ عَلٰی جِلْدِهٖ کُلِّهٖ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے۔ تو پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے، پھر نماز کی طرح کا وضو فرماتے۔ پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈال کر بالوں کی جڑوں کا خلال فرماتے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے پانی کے تین چلّو لے کر سر پر ڈالتے پھر اپنے پورے بدن پر پانی بہاتے۔

شرح:

اس باب میں غسل کے احکام و مسائل بیان فرماتے ہیں حدیث پاک کے اجمال کو فقیر تفصیل سے عرض کرتا ہے، لیکن اس سے قبل غسل کے فرائض و سنن و مستحبات وغیرہ سمجھنا ضروری ہیں۔

(مسئلہ) غسل سے پہلے وضوء کر لینا سنت ہے۔ فرائض غسل تین ہیں (۱) غرغرہ (۲) ناک میں پانی تا حیشو (۳) تمام جسم پر پانی پہونچانا۔

سنتِ غسل ۱۶ ہیں۔ (۱) نیتِ غسل (۲) دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا (۳) استنجا کی جگہ دھونا (۴) بدن کی نجاست کی جگہ دھونا (۵) نماز کا سا وضوء کرنا اگر زمین نجس ہو اور بدن پر نجس چھینٹیں آئیں تب پاؤں غسل کے آخر میں دھونا (۶) ایسی جگہ نہانا یا غسل کرنا جہاں کوئی نہ دیکھ سکے (۷) اگر ایسی جگہ میسر نہ ہو تب ستر عورت کا ڈھانپنا یعنی ناف سے لیکر مع گھٹنوں کے (۸) اگر پردے کی جگہ برہنہ ہو تب رو بہ قبلہ کو نہ پیٹھ کرنا (۹) بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑنا خصوصاً سردی میں (۱۰) تین بار سیدھے کاندھے پر پانی بہانا (۱۱) تین بار بائیں کاندھے پر پانی بہانا (۱۲) تین بار سر اور تمام بدن پر پانی بہانا (۱۳) تمام بدن کو خوب ملنا (۱۴) پانی بہاتے وقت تمام بدن پر ہاتھ پھیرنا (۱۵) کسی قسم کا

نہ کلام کرنا نہ دعا پڑھنا (۱۶) بوقتِ وضو اگر پاؤں نہیں دھوئے تو اب آخر میں پاؤں دھو کر پاک جگہ منتقل ہونا آج کے جدید دور میں اگر چہ وہ پرانی صورت نہیں لیکن پھر بھی پاؤں آخر میں دھونا چاہئے۔

الجنابۃ:

بمعنی دوری اس لئے کہ اس وقت انسان نماز قرآن پڑھنے سے دور ہوجاتا ہے جنب کا اطلاق مرد عورت ایک دو تین اور اسی کے اوپر سب پر یکساں ہے۔

فائدہ:

غسلِ فرض سے پہلے وضو کرنا سنت ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے یہ فرض وواجب نہیں اور دوسرے غسل (سنت) وغیرہ سے مستحب ہے۔

غسلِ جنب:

جس شخص پر غسلِ جنابت فرض ہو اس کو چاہئیے کہ جنابت کا غسل جلد ادا کرے مگر فوراً نہیں کہ اس سے بیماری کا خطرہ ہے ہاں اس میں زیادہ تاخیر کرنا نحوست ہے اور خیر و برکت سے محرومی بھی ہے۔ غسل کی کبھی اتفاقیہ ضرورت ہوتی ہے اسی لئے اس میں تاخیر نامناسب ہے غسلِ جنابت سے پہلے پیشاب کریں تا کہ کوئی مادہ ہے تو اچھی طرح خارج ہوجائے اگر کوئی مادہ غسل کے بعد نکلا تو غسل دوبارہ فرض ہوجائے گا۔

فائدہ:

غسل جنب سے قبل، ناخن، سر کے بال، خط اور بغل کے بال جدا نہ کئے جائیں اس لئے کہ ناخن اور بال جسم کا حصہ ہیں اور قبل غسل کٹ گئے تو پلید رہے گا۔ جو کہ کل قیامت میں ان کی پلیدی سے پریشانی ہوگی اگر دوسرا غسل ہے تو کوئی حرج نہیں۔

فائدہ:

غسل فرض سے پہلے اپنے بدن سے ایسی شئے دور کر کے غسل کرے جو جسم تک پانی پہونچنے میں رکاوٹ ہو مثلاً ناک میں جمی ہوئی رینٹھ بدن کے کسی حصہ پر بھی کوئی ایسی شے جو چمٹی ہوئی ہو جیسے بعض ایسے پالش جو پانی کیلئے جسم سے حائل بنتے ہیں۔ چھلاّ، انگوٹھی، اور عورت کے وہ زیورات جو بدن پر تنگ اور پانی میں رکاوٹ بنتے ہیں انہیں اتارنا چاہئیے اگر حرکت دینے سے پانی اندر جاسکتا ہے تو کوئی حرج نہیں ورنہ غسل نہ ہوگا۔

غسل کا طریقہ:

غسل خانے میں صابن۔ ڈونگا۔ کپڑے شلوار پاجامہ مع کمر بند اور تولیہ تیل کا انتظام کر کے جنابت کے غسل کی نیت سے داخل ہونا چاہئے کہ بعد میں بولنے آواز دینے کی ضرورت نہ پڑے پہلے ناف سے اوپر کے کپڑے اتارے جائیں آخر میں ناف سے نیچے کے

کپڑے اتاریں۔ پھر اونچی جگہ بیٹھ کر نہایا جائے۔ اگر نلکے، فوارے کا انتظام نہ ہو تو پانی بھی قدرے اونچی جگہ رکھ کر نہائیں۔ البتہ کھڑے ہو کر بھی غسل جائز ہے۔ مگر عورتوں کو بیٹھ کر ہی نہانے کا حکم ہے غسلخانہ میں یا عام جگہ اگر ستر عورت یعنی مرد کی ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ کپڑے سے چھپا ہو تو پھر کسی بھی سمت منہ یا پیٹھ کر کے غسل کر سکتے ہیں اور اگر غسلخانہ میں مرد یا عورت برہنہ ہو تب قبلہ کی طرف نہ منہ ہو اور نہ پیٹھ۔ پہلے ڈونگے وغیرہ اور دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک تین بار دھوئیں یہ اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ ڈونگے اور ہاتھوں کا پاک پانی سے واسطہ رہے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ڈونگا پانی کے برتن میں گر جائے تب اسکو آسانی سے نکال سکیں اور اگر بے طہارت انگلی یا ناخن ہی پانی میں ڈوب گیا تو پورا پانی طہارت کے قابل نہیں رہے گا۔ سب مستعمل یعنی استعمال شدہ ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ہاتھوں کے دھونے کے بعد پیشاب وغیرہ یا ریاح کیا تب بھی ہاتھ بے دھلے ہو گئے۔ کہ برتن بالٹی وغیرہ میں ناخن بھی نہ ڈوبنا چاہئے کہ پانی غسل یا وضو کے قابل نہ رہیگا ریاح وغیرہ کے بعد پھر سے ہاتھ دھوئے جائیں۔

یاد رہے کہ بیت الخلاء میں استنجا کے پانی میں اگر انگلی یا ناخن ڈوب گیا تب بھی اس پانی سے استنجاء کر سکتے ہیں، یہ احتیاط صرف وضو اور غسل کے پانی کیلئے ہی مخصوص ہے پھر غسل کی ایک سنت استنجے کی جگہ کا دھونا ہے (اگرچہ غسلخانہ میں داخل ہونے سے قبل کیا ہو) اگر بدن کو نجاست لگی ہو تو نجاست کی جگہ کا دھونا بھی سنت ہے اس کے بعد نماز کا سا وضو کرنا سنت ہے، اگر اونچی جگہ کا انتظام نہ ہو اور جگہ بھی پاک نہیں تب وضو میں پاؤں کو آخر میں دھویا جائے۔ وضو کے بعد تمام بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑنا خاص کر موسم سرما (جاڑوں) میں کہ بدن خشک ہوتا ہے جس کی وجہ سے کئی کئی بار پانی بہانے سے بھی بدن خشک رہتا ہے۔ غرض کہ ہر جگہ پانی کی تری پہنچانے کے بعد پہلے دائیں کاندھے پر پانی تین بار بہائیں پھر بائیں کاندھے پر، پھر تین بار ہی سر اور تمام بدن پر پانی اس طرح بہائیں کہ ہاتھ بھی پھیرتے رہیں۔ صابن اگر میسر ہو تو صابن سر پر لگائیں۔ پھر تمام بدن پر۔ اس کے بعد چستی سے تمام بدن پر ہاتھ پھیریں۔ اور سر میں کھڑی انگلیوں سے بالوں کی جڑوں میں صابن کے جھاگ پہنچائیں تا کہ سر کا میل، خشکی سر سے جدا ہو سکے۔ اسی طرح بغل، جنگاسوں اور پیٹ کی سلوٹوں وغیرہ میں صابن کے جھاگ کے ذریعہ میل کو جسم سے جُدا کریں۔ گرمی یا سردی میں مناسب گرم پانی استعمال کر سکتے ہیں۔ موسم سرما میں گرم پانی بدن کا میل چھڑانے میں بھی مدد دیتا ہے، اور خون کی حرارت میں بھی تیزی لاتا ہے۔ بدن کھل جاتا ہے تھکان کو مٹاتا ہے۔ البتہ ناک میں پانی چڑھاتے وقت پانی کو معتدل کر لیں، ورنہ تیز گرم پانی نہ چڑھ سکے گا جس کی وجہ سے غسل ادا نہ ہوگا۔ بدن کو خوب سخت ہاتھ سے ملیں تا کہ ٹھہرے ہوئے میل کی بتیاں بن کر جسم سے جُدا ہوں، دوسری مرتبہ صابن سر اور تمام بدن پر معمولی طور پر لگائیں کہ بالوں اور بدن کا میل خارج ہونے کی وجہ سے اب جھاگ بھی زیادہ بنیں گے بیچ سر پر کھڑی انگلیوں سے بالوں کی جڑ میں صابن پہنچائیں اسی طرح دیگر جگہ اس کے بعد سر سے پانی اس طرح بہائیں کہ کہیں بھی صابن کے اثرات نہ رہیں ورنہ صابن نقصان پہنچائے گا خصوصاً بچوں کو نہلاتے وقت اسکا خاص خیال رکھیں کہ کان یا کان کی جڑ میں، بغل، جنگاسوں میں، ہڈی کے جوڑوں میں صابن

لگے رہنے سے یہ جگہیں کٹتی رہتی ہیں اور کافی عرصہ تک وہ زخم رہتے ہیں۔ غرض کہ پانی اس طرح بہائیں کے صابن کی چکناہٹ کہیں بھی نہ رہے اس کے بعد پاک کپڑے تولیہ وغیرہ سے بدن اور خاص کر کان کو جھکا کر انگلی اور کپڑے کی مدد سے کانوں کو اندر سے بھی خشک کریں۔ اور یہ بھی یوں ضروری ہے کہ پانی کان میں جانے سے نزلہ جو کہ خارش کا سبب بھی ہوتا ہے لہٰذا پانی کان میں نہ رہنا چاہیئے۔

(مسئلہ) اگر پانی کان میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کہ یہ خشک نہیں ہوتا اور پھیلتا ہے اور یہ کہ اس کی تری دماغ اور حلق کو پہنچتی ہے جبکہ پانی کی صرف ٹھنڈک۔ پھر برائے نام جسم کے ہر ہر مقام پر تیل ملیں خاص کر ہڈیوں کے جوڑوں میں۔ بغل میں۔ جنگاسوں میں۔ کان کے باہر جڑ میں کہ کبھی کان کے باہر اوپر کے جوڑ اور کبھی درمیانی جڑ میں اور کبھی کان کی گدیا کا جوڑ پکتا ہے خصوصاً بچوں کے ان مقامات پر تیل ضرور لگائیں۔ اور اس وجہ سے بھی تیل تمام جسم پر لگانا ضروری ہے کہ کُھر کُھرے بدن پر دھول اور گرد جم کر بدن کا حصہ بن جاتا ہے اور کبھی ہاتھ پاؤں سردیوں میں پھٹنے لگتے ہیں جب کہ یہی مٹی دھول تیل پر جمے گی تو بدن کا حصہ جز نہیں بنے گی اور آئندہ صابن آسانی سے اترے گا لہٰذا تیل کا استعمال ہوتا رہے تاکہ میل پھول کر آسانی سے اتر سکے اور یوں بھی کہ تیل جسم پر ملنے سے بدن ملائم رہتا ہے جسم پر خشکی نہیں آتی۔

حدیث:

عَنْ مَيْمُوْنَه زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وُضُوْئَهُ لِلصَّلٰوةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ وَغَسَلَ فرجه وَمَا اَصَابَهٗ مِنَ الاذی ثُمَّ اَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثُمَّ نَحّٰى رِجْلَيْهِ فَغَسَلَهُمَا هٰذِهٖ غُسْلُهٗ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غسل سے پہلے نماز والا وضوء فرمایا سوائے پاؤں دھونے کے اور اپنا فرج مبارک اور جہاں دھونے کے لائق آلائش تھی اسے بھی دھویا اسکے بعد اپنے جسم مبارک پر پانی بہایا پھر ہٹ کر دونوں پاؤں مبارک دھوئے یہی آپکی جنابت کا غسل تھا۔

شرح:

اس حدیث شریف میں غسل کا طریقہ بتایا گیا ہے اور وہ فقیر نے پہلے تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ یہاں بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کا تعارف ملاحظہ ہو۔

تعارف سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا:

اس حدیث کی راویہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین ہیں، آپ کا نکاح حضور سرورِ عالم ﷺ کے ساتھ مقام سرف میں ہوا اور وصال بھی یہیں ۵۱ھ میں ہوا۔ یہ عجوبہ ہے کہ جہاں نکاح ہوا وہاں ہی وفات ہوئی اور آج بھی آپ کا مزار محفوظ ہے۔ تفصیل فقیر نے ''سفرنامہ شام وعراق'' میں لکھی ہے۔

درسِ ادب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی جب لوگوں نے جنازہ اُٹھایا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ رسول اکرم ﷺ کی زوجہ ہیں فلہٰذا جنازہ اٹھا کر آہستہ لے چلو۔ حرکت نہ دو۔

بی بی رضی اللہ عنہا کی ۸۶ روایات مرویہ ہیں جن میں چھ (۶) پر بخاری و مسلم (متفق علیہ) ہیں۔

باب نمبر ۲

غسل الرجل مع امرته

ترجمہ: مرد کا اپنی عورت کے ساتھ غسل کرنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا و النَّبِیّ ﷺ مِنْ اَنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنْ قَدَحٍ يُقَالُ لَهُ الْفَرَقُ ۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور میں ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے وہ برتن جسے عرب میں الفرق کہا جاتا ہے۔

حل لغات:

فرق۔ بفتحین بعض کے نزدیک سولہ رطل کا ہوتا ہے بعض کے نزدیک تین صاع کا جمہور کا قول یہی ہے اہل لغت کہتے ہیں کہ فرق مدینہ طیبہ میں ایک مشہور برتن ہے اصل میں یہی برتن سولہ رطل کا ہوتا ہے ہمارے حساب سے سات سیر چھ تولہ پانی کا وزن اسمیں آتا ہے۔

فائدہ:

یہ بطور احتیاط اس برتن کا کہا گیا ہے ورنہ غسل میں پانی کی مقدار متعین نہیں۔

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر زن وشوہر ایک ہی برتن سے ایک جگہ نہائیں اگر چہ درمیان پردہ نہ ہو تو بھی جائز ہے۔

ردمنکر حدیث:

اس قسم کی روایات جنمیں حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے تعلیم امت کے لئے ایسا عمل فرمایا جو عوام کی نظروں میں ایک عامیانہ فعل ہے۔تو اس وقت منکرین حدیث حضور علیہ السلام کے ادب اور تعظیم وتکریم اور علوشان کے درس دینے شروع ہو جاتے ہیں اس طرح سے عوام کو بہکانا انکے لئے آسان ہو جاتا ہے۔فقیر چند معروضات پیش کرتا ہے اگر کسی کو سمجھ آ جائیں تو الحمد اللہ ورنہ ان ادب وتعظیم کے درس والوں سے دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ یہ جب موج میں آتے ہیں تو نبوت کی عصمت دری میں خوب ہاتھ صاف کرتے ہیں چند نمونہ لکھ دونگا۔نوٹ: یادرہے ایسے اعتراض دراصل انگریزوں نے گھڑے اور اب مدعیانِ اسلام اچھال رہے ہیں۔

معلم امت ﷺ:

ماہرین تعلیم وتدریس کو معلوم ہے کہ زبانی تعلیم سے عملی تعلیم زیادہ مؤثر ہے جیسے چودہ سو سال پہلے نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے رائج فرمایا اس سے ہر غبی وذکی اور عامی وعالم مستفید ہوتا ہے اور نہایت آسانی سے اسی لئے حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ہر شعبہ زندگی کو خود سمجھایا آپ کے اس اطوار مبارکہ سے یہود ونصاری ودیگر مذاہب تعلیمی مہارت کے اعتراف کے باوجود طعن وتشنیع کرتے لیکن افسوس کہ آج حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عملی تعلیم سے حقیقت سے آنکھیں بند کر کے منکرین حدیث تو اعتراض کرنے کو اپنا مذہب سمجھتے ہیں تعجب ان پر ہے جو اپنے غلط عقائد کو ثابت کرنے پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بشر بشر کی رٹ لگاتے پھرتے ہیں جبکہ وہ افعال و اعمالِ بشریت حضور علیہ السلام من حیث البشر نہیں بلکہ من حیث النبی (علیہ السلام) تعلیم کے لئے تشریف فرما ہیں (فافھم)

(۲) حضور ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم تمام امت کے معنوی ماں باپ ہیں والدین اولاد کی تعلیم میں اپنے امور کا اظہار فرمائیں اگر چہ عوام کی نظروں میں گھٹیا محسوس ہوں لیکن والدین عوام کی حیثیت کو نہیں اولاد کی تعلیم وتربیت میں نگاہ رکھیں گے منکرین کی طرح اس قسم کا اعتراض یہودیوں نے کیا کہ نبی ﷺ تو اہل اسلام کو خراءۃ۔مرغی کی بیٹھ۔یعنی قضاء حاجت کے طریقے بھی سکھاتے ہیں اس پر صحابہ اور حضور ﷺ نے بجائے اظہارِ نفرت کے فخر محسوس فرمایا کہ الحمد للہ ہماری تعلیم ایسی موثر اور جامع ہے کہ یہودی بھی اس کے کمال کا اعتراف کررہے ہیں اگر چہ طنز وطعن کے رنگ میں۔

(۳) جب زن وشوہر کو اللہ تعالیٰ نے لھن لباس لکم وانتم لباس لھن (پ۲)

ترجمہ: وہ تمھارا لباس اور تم اُن کا۔تو پھر اعتراض کیوں جب وہ ہر معاملہ میں اتنا یگانگت رکھتے ہیں تو پھر غسل کے وقت بلاحجاب از یک دیگر تو اعتراض کیسا (۴) زن وشوہر کی لڑائیاں وبیاہ کیاں دورِ حاضرہ میں زوروں پر ہیں حضور ﷺ نے زن وشوہر کے مابین الفت ومحبت کے طریقے سمجھائے ہیں کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کا لباس یعنی یگانگت وموانست زیادہ اپنا ئینگے اتنا الفت ومحبت میں اضافہ ہوگا اور زن وشوہر کی آپس میں محبت والفت اور موانست پر ہی نہ صرف خانگی معاشرہ کا دارومدار ہے بلکہ دنیاوی زندگی کے اکثر شعبے اس سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔

باب نمبر ۳

الغسل بالصاع و نحوہ

ترجمہ: غسل ایک صاع پانی سے کرنا

قَالَ سَمِعْتُ اَبَاسَلْمَةَ يَقُوْلُ دَخَلْتُ اَنَا وَ اَخُوْ عَائِشَةَ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَاَلَهَا اَخُوْهَا عَنْ غُسْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَدَعَتْ بِاَنَاءٍ نَحْوٍ مِنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَاَفَاضَتْ عَلٰى رَاْسِهَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ الخ .

ترجمہ: ابوبکر بن حفص کہتے ہیں کہ جناب ابوسلمہ نے فرمایا کہ میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کے غسل کے متعلق پوچھا تو آپ نے پانی کا ایک برتن صاع کے برابر منگایا۔ اور غسل فرمایا اور اپنے سر پر پانی ڈالا اور ہمارے اور اُن کے درمیان حجاب تھا الخ۔

شرح:

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں انہیں جناب ام کلثوم بنت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما نے دودھ پلایا تھا ۔ دوسرے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی ہیں جن کا نام عبداللہ بن یزید ہے (مسلم شریف) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے اور بھائی یہ دونوں حاضر ہوئے۔ اور حضور ﷺ کے غسل کی کیفیت کے متعلق اُنہوں نے سوال کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع پیمانہ کے اندر جس قدر پانی آتا ہے اس کی مثل ایک برتن پانی کا منگایا۔ پھر پردہ تان دیا گیا اور آپ نے غسل کر کے دکھایا۔ اور ان دونوں کو جو کیفیت نظر آئی وہ صرف یہ تھی کہ آپ نے اپنے سر پر پانی ڈالا۔ اور اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ سر پر پانی ڈالنے کا یہ مطلب ہے کہ سارے بدن پر پانی بہہ جائے۔

ردِ منکرین حدیث:

ان کا اعتراض ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسا نہانا کہ غسل کرنے کی کیفیت نظر آئے۔ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر افتراء اور بہتان ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ حدیث وضعی ہے اسی لئے کہ سارے کا سارا ذخیرۂ حدیث ہی جعلی ہے۔

الجواب: نمبرا: حدیث کا پورا متن قارئین کرام کے سامنے ہے خود بغور پڑھیں۔ اور یہ دیکھیں کہ اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا ہے جس کا ترجمہ یہ ہو کہ وہ پردہ باریک تھا اور نہانے کی کیفیت نظر آ رہی تھی اور یہ کہ ان دونوں صاحبوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہانے کا مکمل طریقہ دیکھ لیا اور اس کو بیان بھی کیا۔ صرف ان امور ہی کو اگر قارئین ذہن میں رکھ لیں۔ تو منکرین حدیث کے اعتراض کی لغویت کا

حال انہیں معلوم ہو جائے گا۔ جواب نمبر۲: اگر یہ پردہ باریک اگر چہ پردہ باریک ہوتا کہ اس میں سے نہانے والے کی حرکات دکھائی دیتیں تو یہ دونوں یعنی عبداللہ بن یزید وابوسلمہ امور ذیل کو بھی بیان کرتے۔ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بالوں کی جڑوں میں خلال کیا (۲) پھر دائیں طرف پانی بہایا (۳) اس کے بعد بائیں طرف (۴) پھر سینہ پر (۵) پھر پہلوؤں پر پانی ڈالا (۶) پھر جسم کے باقی حصوں پر پانی بہایا وغیرہ وغیرہ حدیث کو دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابوسلمہ وعبداللہ بن یزید غسل کی تمام تفصیلات کو بیان کرنے کی بجائے یہ بتا رہے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر پر پانی ڈالا اور بس۔ جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ان دونوں صاحبوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غسل کی کیفیت سے جو بات دیکھی وہ صرف سر پر پانی ڈالنا تھا۔ اگر پردہ باریک ہوتا۔ تو یہ دونوں صاحب غسل کی پوری کیفیت بیان کرتے۔ آخر ان حضرات نے غسل کی پوری کیفیت کیوں نہیں بیان کی۔ دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد غسل کی پوری کیفیت کو بتانا نہ تھا۔ بلکہ یہ بتانا مقصود تھا کہ ایک مد پانی سے غسل کیا جائے اور آپ نے سر پر پانی ڈالا آپ کا سر مبارک پردہ سے اونچا تھا وہ دکھائی دیا۔ اور سر مبارک پر پانی ڈال کر آپ نے اجمالی طور پر یہ دکھایا کہ غسل میں پورے بدن پر پانی بہانا چاہئے۔

قاعدۂ اویسیہ:

ہر بد مذہب بالخصوص نئے مجتہدین بد مذاہب کا طریقہ ہے کہ اصل عبارت کے مضمون میں اپنی طرف سے مرچ مصالحہ ملا کر مضمون کو غلط انداز میں لے جاتے ہیں اسی لئے اہلِ حق پر لازم ہے کہ اصل مضمون کو دیکھ کر اصل حقیقت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں مثلاً اس حدیث شریف میں صرف ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا طریقۂ غسل کا بیان ہے اور وہ اس حد تک صحیح ہے جو فقیر نے بیان کر دیا۔ لیکن منکرین حدیث روایت کے مضمون کو کہاں سے کہاں تک لے گئے۔

فائدہ:

اناءِ سے مراد فرق مذکور ہے۔ لیکن عرب کے ہاں اناءِ مقرر ہے یعنی وہ برتن جس میں صاع بھر پانی آجائے۔ اس لئے عرف و عادت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی تعریف ترک کر دی۔ نیز عنوان میں نحوہ کا لفظ بھی تو ہے۔ تو حدیث میمونہ نحوہ کے تحت ہے یعنی یہ'' اناء صغیر '' صاع کی مثل یا اس کے برابر تھا۔ صاع ایک مقرر مقدار کا نام ہے لیکن غسل کے تحت ایسا ہو تو حرج نہیں لیکن اسمیں فیل غسل کا وضوء داخل نہیں اسکے لئے علیحدہ پانی ہونا چاہئیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ غسل میں پانی جسم پر ہی جائے اسمیں ایک بال برابر بھی جگہ خشک نہ رہے ورنہ غسل نہ ہوگا۔

ابو جعفر انہ کان عند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ھو وابوہ وعندہ قوم فسائلوہ عن الغسل فقال یکفیک صاع فقال رجل مایکفینی فقال جابر کان یکفی من ھو اوفی منک شعرا او خیر منک ثم امنافی ثوب۔

ترجمہ: سیدنا ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ اور انکے والد گرامی رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں موجود تھے اسوقت کچھ

اور لوگ بھی تھے لوگوں نے ان سے غسل کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا کہ ایک صاع کافی ہے اس نے کہا مجھے تو کافی نہ ہوگا آپ نے فرمایا کہ یہ انکے لئے کافی ہوتا تھا جن کے بال تم سے زیادہ تھے اور وہ تم سے بہتر تھے پھر حضرت جابر نے صرف ایک کپڑا پہن کر ہمیں نماز پڑھائی۔

شرح:

ابوجعفر سے مراد سیدنا امام باقر ابن سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ ہیں۔ خلاصۂ حدیث یہ ہے کہ غسل کے پانی کی مقدار ایک صاع سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بتائی تو سائل کو یہ مقدار کم محسوس ہوئی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ وہ ذاتِ کریم ﷺ جن کے مُوئے مبارک تم لوگوں سے زیادہ تھے اور آپ ﷺ تم سب سے بہتر تھے۔ انکا حال تو یہ تھا کہ ایک صاع پانی انہیں کفایت کر جاتا اور تم لوگ اسے کم سمجھتے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادتِ کریمہ تھی کہ مسئلہ کا اثبات آیاتِ قرآنی کے بعد سنتِ رسول اللہ ﷺ سے کرتے تھے۔ یہی طریقہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو نصیب تھا۔ اگر حدیث صریح میں مسئلہ نہ ہوتا تو صحابہ بھی قیاس سے کام لیتے یہی عادت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تھی بلکہ آپکی یہ عادت اور زیادہ محبوب تھی کہ صحابہ کے اجتہاد کو اپنے اجتہاد پر ترجیح دیتے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا ترجمہ "مناقب الموفق یعنی القول المحقق المعروف مناقب امام اعظم مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور پاکستان" البتہ تابعین کے قیاس پر اپنے قیاس کو ترجیح دیتے اور فرماتے۔ ھم رجال و نحن رجال۔ چونکہ آپکے حاسدین کی علمی قوت آپکے علوم کے سامنے ہوا ہو جاتی اس لئے ان حاسدین نے آپکو صاحب الرائے مشہور کر دیا۔ اور آپکے حاسدین آپکے ساتھ کسطرح غلط طریقوں سے آپ پر افتراء و بہتان تراشیاں کرتے اسکی تفصیل بھی فقیر کی کتاب مذکور میں دیکھئے اسکی مثال آج کے حاسدین غیر مقلدین کو دیکھ لیجئے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی ﷺ و میمونة کانا یغتسلان من اناء واحد قال ابو عبد اللہ کان ابن عینیه یقول اخیرا عن ابن عباس عن میمونة والصحیح ما (رواہ ابونعیم)

ترجمہ: نبی پاک ﷺ اور سیدہ میمونہ ایک ہی برتن سے غسل کر لیتے تھے ابوعبداللہ یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ابن عینیہ اخیر عمر میں اس روایت کو ابن عباس کے توسط سے میمونہ سے روایت کرتے تھے صحیح وہ ہے جو جسطرح ابونعیم نے روایت کی۔

فائدہ:

اس حدیث کی شرح سیدہ میمونہ کی پہلی روایت میں بیان ہو چکی۔

باب نمبر ۴

مَنْ اَفَاضَ عَلٰی رَاْسِہٖ ثَلاَ ثًا

(ترجمہ) جو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے

(۱) جبیر بن مطعم قال قال رسول اللہ ﷺ اما انا فافیض علی راسی ثلاثا واشار بیدیہ کلتیھما۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں تو پانی اپنے سر پر تین مرتبہ بہاتا ہوں اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے بتلایا۔

(۲) عن جابر بن عبداللہ قال ان النبی ﷺ یفرغ علی راسہ ثلاثاً۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے۔

(۳) ابو جعفر قال لی جابر اتانی ابن عمک یعرض بالحسن بن محمد بن الحنفیۃ قال کیف الغسل من الجنابۃ فقلت کان النبی ﷺ یاخذ ثلث اکف فیفیضھا علی راسہ ثم یفیض علی سائر جسدہ فقال لی الحسن انی رجل کثیر الشعر فقلت کان النبی ﷺ اکثر منک شعراً۔

ترجمہ: حضرت ابوجعفر نے بیان کیا کہ ہم سے جابر نے فرمایا "میرے پاس تمہارے چچازاد بھائی آئے ان کا اشارہ حسن بن محمد بن حنفیہ کی طرف تھا، انھوں نے پوچھا کہ جنابت کے غسل کا کیا طریقہ ہے۔ میں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ تین چلو لیتے تھے اور ان کو اپنے سر پر بہاتے تھے، پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہاتے تھے حسن نے اس پر کہا کہ میں تو بہت بالوں والا آدمی ہوں، میں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کے تم سے زیادہ بال تھے۔

شرح:

تینوں احادیث سے ثابت ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ غسل کے وقت اپنے سرِ مبارک پر تین بار پانی بہاتے تھے۔ محقق عینی نے لکھا۔ اس سے استنباط ہوا کہ تین بار سر پر پانی بہا دینا کافی ہے اگر چہ غسل کرنے والے کے سر پر بال بہت زیادہ بھی ہوں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پورے جسم پر پانی بہانے سے قبل سر پر پانی ڈالنا چاہئیے، نیز اس امر کی ترغیب ہوئی کہ امورِ دین میں علماء سے سوال کرنا چاہئیے اور علم ہو تو عالم کو اس کا جواب بھی دینا ضروری ہے، پھر کان النبی علیہ السلام کی تعبیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کی عادتِ مبارکہ اسی طرح تھی اور آپ التزام کے ساتھ تین مرتبہ پانی غسل کے وقت ڈالا کرتے تھے (عمدہ ص ۱۷ جلد ۲)

ازالہ وہم:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمک پر لکھا: یہ ابن عم کا لفظ بطور مجاز وتسامح کے طریقہ پر بولا گیا ہے کیونکہ حضرت حسن بن محمد بن الحنفیہ حضرت ابو جعفر کے چچازاد بھائی نہ تھے بلکہ ان کے والد کے چچازاد بھائی تھے۔

فائدہ:

اکثر منک شعرا پر حافظ نے لکھا: یعنی رسول اکرم ﷺ تم سے زیادہ بالوں والے اور زیادہ نظافت پسند بھی تھے پھر بھی جب انھوں نے تین بار سر پر پانی ڈالنے اور کم مقدار پر اکتفا کیا تو معلوم ہوا کہ صفائی و پاکیزگی اتنے سے ضرور حاصل ہو جاتی ہے اور اس سے زیادہ پر مدار سمجھنا بڑائی خود پسندی کی بات ہے، یا وہم و وسوسہ کی وجہ سے ہے، جس کو اہمیت دینا مناسب نہیں (فتح صفحہ ۲۵۵ جلد ا)

ردِ شیعہ:

بعض ذاکرین شیعہ عوام اہلسنت کو دھوکہ دیتے ہیں کہ امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے اہلبیت کرام سے روایت نہیں لی حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد احادیث میں اہل بیت کرام سے روایت لی ہے منجملہ انکے یہ روایت نمبر ۳ بھی ہے کہ اس میں دو بزرگوں کا ذکر ہے (ا) امام جعفر الباقر (۲) حسن بن محمد بن علی رضی اللہ عنہم اور ان دونوں حضرات کا سلسلہ نسب اس طرح ہے (ا) ابو جعفر (الباقر) بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب (۲) حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ''حنفیہ'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دوسری بیوی تھیں، جن سے آپ نے حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نکاح فرمایا تھا اور حضرت محمد کی شہرت اپنی والدہ ماجدہ ہی کی نسبت سے ہو گئی تھی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

باب نمبر ۵

الغسل مرة واحدة

ترجمہ: ایک بار سارے جسم پر پانی ڈال کر غسل کرنا

شرح:

اگر بلاشک متردد کے صرف ایک بار پانی سے نہانے سے کہ تمام بدن کے تمام حصوں کا پورا غسل ہو جائے تو حنفیوں کے نزدیک بھی یہ غسل جائز ہے اور ایسے غسل سے جنابت کا اثر ختم ہو جاتا ہے لیکن سنت وہی ہے کہ تین بار تمام جسم پر پانی بہایا جائے۔

عن ابن عباس قال قالت میمونة و ضعت للنبی ﷺ ماء للغسل فغسل یدیه مرتین او ثلاثا ثم افرغ علی شماله فغسل مذاکیره ثم مسح یده بالارض ثم مضمض و استنشق و غسل وجهه و یدیه ثم افاض علی جسده ثم تحول من مکانه فغسل قدمیه۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ میں نے حضور ﷺ کے نہانے کے لئے پانی رکھا۔ تو پہلے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دو یا تین بار دھویا پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر استنجاء فرمایا۔ پھر ہاتھ زمین پر مار کر ملا (اور دھویا) پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور منہ ہاتھ دھوئے پھر اپنے (تمام) بدن پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے الگ ہو کر پائے مبارک دھوئے۔

شرح:

اس حدیث شریف میں غسل کا طریقہ بتایا گیا ہے اور فقیر ابتداء میں غسل کا مفصل طریقہ لکھ چکا ہے۔

قاعدہ:

اس حدیث میں اور غسل کے متعلق دوسری احادیث میں ''ثــم ثــم '' کا لفظ آتا ہے۔ جس کے معنی ''پھر'' ہیں مثلاً یوں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھویا (ثم) پھر استنجا فرمایا پھر نماز کا سا وضو کیا۔ تو لفظ پھر کے ساتھ جو فعل بیان ہوا وہ خود بھی سنت ہے۔ اور اس کا اسی ترتیب سے ہونا جیسے کہ احادیث میں آیا ہے وہ بھی سنت ہے۔ مثلاً اگر کسی نے غسل میں پہلے بائیں مونڈھے پر پانی بہایا۔ پھر دائیں پر تو اس طرح سے غسل تو ہو جائے گا مگر ترتیبِ سنت ادا نہ ہوگی۔

استدلال احناف رحمہم اللہ:

اس حدیث میں کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے کا ہی ذکر ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غسل جنابت میں یہ دونوں کام واجب ہیں۔ اگر کسی نے کلی نہ کی یا ناک میں پانی نہ لیا تو غسل ادا نہ ہوگا۔ یہ نہ کہا جائے کہ حدیث ہذا سے وجوب کیسے ثابت ہوا۔ کیونکہ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے وجوب کا قول آیہ مبارکہ ان کنتم جنبا فاطھروا سے کیا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ''اگر تم جنبی ہو جاؤ تو اپنے بدن کو خوب پاک کرو'' اور یہ حکم ناک اور منہ کو بھی شامل ہے۔

باب ۶

مَنۡ بَدَا بِالۡحِلَابِ اَوِ الطِّيۡبِ عِنۡدَ الۡغُسۡلِ

ترجمہ: باب حلاب یا خوشبو سے غسل کرنا

شرح:

حلاب ایک بڑا سا برتن ہوتا تھا جس میں اونٹنی کا دودھ اہل عرب دوہتے تھے۔ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ حلاب میں دودھ کا کچھ نہ کچھ اثر باقی رہتا ہے اگر کوئی شخص اس برتن میں پانی لے کر نہانا چاہے تو کوئی مضائقہ نہیں دودھ بہر حال ایک پاک مشروب ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ معمولی مقدار میں اگر پانی کے اندر پڑ جائے یا اس کا کچھ اثر پانی میں محسوس ہو تو اس سے پانی کے پاک کرنے کی صلاحیت میں کچھ فرق آ جائے۔ اسی طرح غسل سے پہلے کوئی خوشبودار چیز بدن پر مَل لی جائے اور غسل کے بعد اس کا اثر باقی رہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ہمارے یہاں خوشبودار چیز عطر وغیرہ عام طور پر غسل کے بعد استعمال کرنے کا رواج ہے لیکن بعض جگہوں میں غسل سے پہلے تیل وغیرہ مل کر غسل کرتے ہیں بلکہ موسم سرما میں سردی سے بچاؤ کے لئے عموماً تیل مل لیا جاتا ہے۔ اس طرح کے امور کا حکم بتایا گیا خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پارہ میں مستقل طور ایک باب باندھا ہے ''من قطیّب ثم اغسل الخ '' اس سے معلوم ہوا کہ کسی پاک بدن پر مَل کر غسل کرنے کے متعلق جو احکام شرع شریف کے ہیں انہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تفصیل سے بتانا چاہتے ہیں۔ اور بعض دوسرے محدثین نے حلاب ایک ایسا برتن بتایا ہے جس میں خوشبو رکھی جاتی ہے یعنی آپ ﷺ کبھی خوشبو والا برتن منگواتے اور کبھی خوشبو (فائدہ) پہلا معنی لغت وغیرہ میں زیادہ مشہور ہے۔

عَنْ عائشة قالتْ كان النَّبيّ ﷺ اذا اغتسَلَ مِن الْجنابة دعا بشئٍ نحو الْحلاب فاخذَ بكفه فبدَأ بِشقِّ راسهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ الْاَيْسَرِ فقَالَ بِهِمَا عَلٰى وَسْطِ رَاسِهٖ

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ جب غسلِ جنابت کرنا چاہتے تو حلاب کی طرح ایک چیز منگاتے تھے (بہت سی دوسری روایتوں میں بسینہ حلاب منگانے کا ذکر ہے) پھر (پانی) اپنے ہاتھ میں لیتے تھے اور سر کے داہنے حصے سے غسل کی ابتدا کرتے تھے پھر بائیں حصہ کا غسل کرتے تھے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو سر کے بیچ میں لگاتے تھے۔

باب نمبر ۷

المضمضة والاستنشاق فی الجنابة

ترجمہ: غسلِ جنابت میں کلّی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

شرح:

اس حدیث شریف میں غسل کے فرائض کا بیان ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ غسل کے تین فرض ہیں انہیں تفصیلی طور یاد کیجئے۔

فرائضِ غسل: (۱) کلّی کہ مُنہ کے ہر پُرزے گوشت ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے اکثر لوگ یہ جانتے ہیں کہ تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اُگل دینے کا نام کلّی ہے، اگر چہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک پانی نہ پہنچے یوں غسل نہ ہوگا نہ اِس طرح غسل کرنے کے بعد نماز جائز بلکہ فرض ہے کہ داڑھوں کے پیچھے، گالوں کی تہہ میں، دانتوں کی جڑ، اور کھڑکیوں میں زبان کی ہر کروٹ میں، حلق کے کنارے تک پانی بہے۔

مسئلہ: دانتوں کی جڑوں یا کھڑکیوں میں کوئی ایسی چیز جو پانی بہنے سے روکے جمی ہو تو اُس کا چھڑانا ضروری ہے۔ جبکہ چھڑانے سے ضرر اور حرج نہ ہو جیسے چھالیا کے دانے گوشت کے ریشے، اور اگر چھڑانے میں ضرر اور حرج ہے جیسے بہت پان کھانے سے دانتوں کی جڑوں میں چونا جم جاتا ہے، یا عورتوں کے دانتوں میں مسّی کی ریخیں اگران کے چھیلنے میں مضرت کا اندیشہ ہے تو معاف ہے۔

(۲) ناک میں پانی ڈالنا یعنی دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم جگہ ہے دھلنا کہ پانی کو سونگھ کر اوپر چڑھائے بال برابر جگہ رہ گئی تو غسل نہ ہوگا۔ (۳) تمام ظاہری بدن یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر پرزے ہر رونگٹے پر پانی بہہ جائے۔

انتباہ:

بہت سے عوام بلکہ بڑے سمجھدار کہلوانے والے پڑھے لکھے یہ کرتے ہیں کہ سر پر پانی ڈالکر بدن پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ غسل ہو گیا حالانکہ بعض اعضاء ایسے ہیں کہ جب تک ان کی خاص طور پر احتیاط نہ کی جائے نہیں دھلیں گے۔ اور غسل نہ ہوگا۔

سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے۔ اور عورت پر صرف تر کر لینا ضروری ہے۔ ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بغیر کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تب کھولنا ضروری ہے۔ کانوں میں ٹاپس جھمکے یا بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا بھی یہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم غسل و وضو میں ہے۔ یعنی کہ سوراخوں میں پانی بہانا فرض ہے اگر سوراخ بند ہوں تب صرف حرکت دینا ضروری ہے۔ بھوؤں اور مونچھوں اور ڈاڑھی کے بال کا جڑ

سے نوک تک اوران کے نیچے کی کھال کا دھلنا کان کا ہر پرزہ اوراس کے سوراخ کا منہ، کانوں کے پیچھے کے بال ہٹا کر پانی بہائے ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بغیر منہ اٹھائے نہ دھلے گا۔ بغلیں بے ہاتھ اٹھائے نہ دھلیں گی۔ بازو کا ہر پہلو پیٹھ کا ہر ذرہ پیٹ کی بلٹیں اٹھا کر اچھی طرح دھوئیں۔ ناف کو انگلی ڈالکر دھوئیں۔ جسم کا ہر رونگٹا جڑ سے نوک۔ ران اور پاؤں کا جوڑ۔ ران اور پنڈلی کا جوڑ جب کہ بیٹھ کے نہائیں۔ دونوں سرین کے ملنے کی جگہ خصوصاً جب کھڑے ہوکر غسل کریں۔ رانوں کی گولائی، پنڈلیوں کی کروٹیں ذکر وانثیین کے ملنے کی سطحیں کہ بغیر جدا کئے نہ دھلیں گی انثیین کی سطح زیرین جوڑ تک۔ انثیین کے نیچے کی جگہ جڑ تک، جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اگر کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھوئے اور کھال کے اندر پانی چڑھائے۔

عورتوں کے لئے ہدایات:

ڈھلکی ہوئی پستان کو اُٹھا کر دھونا، پستان اور شکم کے جوڑ کی تحریر، فرج خارج کا ہر گوشہ ہر ٹکڑا نیچے اوپر خیال سے دھونا ضروری ہے۔ حیض ونفاس سے فارغ ہوکر غسل سے پیشتر پُرانے کپڑے سے فرج داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کر لینا مستحب ہے۔ ماتھے پر افشاں چُنی ہو یا بندیا لگی ہو اس کا چھڑانا ضروری ہے۔

مسئلہ: کسی زخم پر پٹی وغیرہ باندھی ہو کہ اس کے کھولنے میں ضرر یا حرج ہو کسی جگہ مرض یا درد کے سبب پانی بہنا ضرر کرے تب اس پورے عضو کا مسح کریں، اور نہ ہو سکے تو پٹی پر مسح کرلیں کافی ہے۔ البتہ پٹی موضع حاجت پر ہی بندھی ہے مثلاً بازو پر ایک طرف زخم ہے اور پٹی باندھنے کے لئے بازو کی اتنی ساری گولائی پر ہونا اس کا ضرور ہے تب اس کے نیچے بدن کا وہ حصہ بھی آجائے گا جسے پانی ضرر نہیں کرتا تو اگر کھولنا ممکن ہو تو کھول کر اس حصہ کا دھونا فرض ہے۔ اور اگر ناممکن ہو اگرچہ یونہی کھول کر پھر ویسی نہ باندھ سکے گا، اور اُس میں ضرر کا اندیشہ ہے تب ساری پٹی پر مسح کریں۔

مسئلہ: پکانے والے کے ناخن میں آٹا، لکھنے والے کے ناخن وغیرہ پر سیاہی کا جُرم جُدا کرنا ضروری ہے۔

انتباہ ضروری:

غسل خانہ میں کوئی کلام، حتیٰ کہ دعا بھی نہ پڑھنا، پھل فروٹ، مٹھائی، ٹافی، کا چھپ کر کھانے اور نیز گانا گانے سے سخت پرہیز کرنا چاہئیے۔

عن ابن عباس قال حد ثنا میمونة قالت صببت للنبی ﷺ غسلاً فافرغ بیمینه قالت سببت للنبی ﷺ غسلاً فافرغ بیمینه علی یساره فغسلهما ثم غسل فرجه ثم قال بیده علی الارض فسح بالتواب ثم غسلها ثم مضمضنی واستنشق ثم غسل وجهه وافاض علی راسه ثم تزحی فغسل قد میه ثم اتی مندیل فلم ینفض بها ۔

ترجمہ: ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا۔ کہا کہ ہمیں والد نے بیان۔ کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہا مجھ سے بیان کیا کریب کے واسطہ سے وہ ابن عباس سے کہ ہمیں بیان فرمایا کہ میں نے نبی پاک ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا آپ نے پانی کو دائیں ہاتھ سے

بائیں پر گرایا۔ اس طرح دونوں ہاتھوں پر پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر اسے ملا اور دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر اپنے چہرے مبارک کو دھویا۔ اور اپنے سر مبارک پر پانی بہایا پھر ایک طرف ہو کر دونوں پاؤں دھوئے پاؤں دھونے کے بعد آپ کی خدمت میں بدن خشک کرنے کیلئے کپڑا پیش کیا آپ نے اس سے پانی کو خشک نہیں کیا۔

شرح:

تولیہ وغیرہ سے بدن خشک کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ خلاف مستحب ہے اور حضور ﷺ نے اس وقت نہیں خشک کیا ہوگا۔

فائدہ:

اس حدیث شریف میں حضور ﷺ کا عمل بدن مبارک کو کپڑے سے نہ پونچھنے کا ہے۔ اسکے کئی اسباب بتائے گئے (۱) تواضع (۲) آپ ﷺ پہلے بھی بدن پاک کو صاف فرماتے تھے۔ اگر بار بار فرماتے تو سنت مؤکدہ یا واجب ہو جاتا آپ ﷺ نے اپنی امت کی سہولت کے لئے اب ترک فرمایا تا کہ معلوم ہو کہ یہ عمل مستحب ہے۔ (۳) ایک وجہ محدثین اور فقہاء نے یہ بتائی ہے کہ کپڑا میلا تھا اور آپ ﷺ میل کچیل سے کراہت کرتے تھے اسی لئے میلے کپڑے سے بدن مبارک صاف نہ کیا۔

انتباہ:

اس وجہ کی امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ رحمۃ الرحمٰن نے تردید فرمائی کہ بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا پر بے ادبی کا الزام آتا ہے اور ام المؤمنین گستاخی اور بے ادبی سے منزہ ہیں بے ادبی یہ لازم آتی ہے کہ ام المؤمنین نے سرکار مدینہ ﷺ کو نظافت ونزاکتِ طبع کے پیشِ نظر میلا کپڑا ہرگز پیش نہیں کیا ہوگا۔

فائدہ:

اس سے امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت اور عشقِ رسول ﷺ کی داد دیجئے کہ کیسے پیارے انداز میں محدثین وفقہاء رحمھم اللہ کے قول کی تنقیح فرمائی ہے تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ''امام احمد رضا اور اختلافِ اسلاف'' اور الاحادیث اکسنیه فی الفتاوی الرضویہ۔

باب نمبر ۸

مسح الید بالتراب لتکون النقی

ترجمہ: ہاتھ پر مٹی ملنا تا کہ خوب پاک ہو جائے

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہاتھ کو اچھی طرح پاک صاف کرنا چاہئے (سوال) یہی بات تو سابق باب میں گذری اب دوبارہ لانا تکرار محض ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں۔ (جواب) پہلے باب میں ہاتھ کو مٹی سے مارنا ملنا مذکور تھا یہاں ہاتھ کو دیوار پر رگڑنا ملنا مراد ہے (عینی)

دانایانِ فرنگ کو چیلنج:

حدیثِ میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے گذری ہے جو اس کے متعلق لکھنا تھا لکھ دیا یہاں صرف دانایانِ فرنگ کے دلدادگان مدعیانِ اسلام سے گذارش کو جی چاہتا ہے وہ یوں کہ دلدادگانِ فرنگ فرنگیوں کی تہذیب کو ترجیح دینا عقلمندی سمجھتے ہیں خود فرنگیوں کی تہذیب کو بھی اپنی تہذیب پر ناز ہے بالخصوص صفائی کے معاملہ میں خود کو فسٹ باقی تہذیبوں کو تھرڈ سے بھی کم تر اور اسلام سے انہیں ازلی دشمنی ہے اسے تو کسی قطار میں نہیں لاتے لیکن انہوں نے اسلام کے مطالعہ کے باوجود تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے اور مسلمان کو مطالعہ کی فرصت نہیں ورنہ تہذیبِ اسلام کے جواہر و موتی ایسے ہیں جنہیں فرنگیوں کو کیا جملہ ادیان کو ڈھونڈے نہ ملے بالخصوص صفائی کا وہ جوہر ہے کہ جملہ ادیان بالخصوص فرنگی تہذیب کو اسکا عشرِ عشیر بھی نصیب نہیں۔

مختصر پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اس حدیث مبارک کی مناسبت فرنگی تہذیب کے دلدادگان کو معلوم ہے کہ وہ استنجاء کے وقت بجائے مٹی کے ڈھیلے کے پلاسٹک پیپر استعمال کرتے ہیں جبکہ اسکے بعد ختم اسلام نے ڈھیلے کے استعمال کے بعد پانی کے استعمال کا حکم فرمایا پھر رومال وغیرہ سے صفائی کے بعد ہاتھوں کو مٹی سے رگڑنے کا تاکہ صفائی میں کسی قسم کی کمی باقی نہ رہے مٹی سے رگڑنے کے بعد پھر پانی سے صاف کرنا۔ اگر اسلام کو صرف اور صرف ہاتھ پاک کرنا مطلوب تھا تو وہ تو پانی بہانے سے پاک ہوگیا۔ لیکن نہیں چکنائی یا معمولی آلائش دور کرنے کے لئے پھر مٹی سے رگڑ کر پانی سے دھونے کا حکم ہے یہ ایسے ہے جیسے ہم پانی سے ہاتھ دھونے کے بعد صابن سے صفائی کرتے ہیں اور اسے نفاست سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ نفاست اسلام نے صدیوں پہلے سمجھائی ہے یہ علیحدہ بات ہے وہ صابن کا دور نہ تھا لیکن مٹی کی رگڑ کو تو پھر بھی صابن نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن یہ راز سمجھے تو اسلام کا عاشق سمجھے اور جس نے فرنگی کے ہاتھ میں دل دیدیا وہ کب سمجھے پھر اسے خدا سمجھائے

استنجاء و غسل کی کہانی فرنگی تہذیب کی زبانی:

استنجاء کے باب میں فقیر نے چند ضروری بحثیں لکھ دی ہیں اسلامی غسل کا طریقہ بھی بیان ہو چکا ہے اب فرنگی غسل بھی ملاحظہ ہو اور ساتھ ہی استنجاء بھی پھر غور فرمایئے اسلام کیا سکھاتا ہے اور دشمنانِ اسلام کیا کہتے ہیں اور مسلمان دلدادۂ فرنگ کہاں جا کر پھنسا ہے۔

عن ابن عباس عن میمونۃ ان النبی ﷺ اغتسل من الجنابۃ فغسل فرجہ بیدہ ثم دلک بھا الحائط ثم غسلھا ثم

توضاء وضوء ہ للصلوۃ فلما فرغ من غسله غسل رجلیه۔

ترجمہ: ابن عباس سے وہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ نے غسلِ جنابت کیا تو اپنی شرمگاہ کو اپنے ہاتھ سے دھویا، پھر ہاتھ کو رگڑ کر دھویا، پھر نماز کی طرح وضو کیا اور جب آپ اپنے غسل سے فارغ ہو گئے تو دونوں پاؤں دھوئے۔

باب نمبر ۹

یدخل الجنب یدهٗ فی الاناء قبل ان یغسلها اذالم یکن علی یده قذر غیرا لجنابة

(ترجمہ) کیا جنبی اپنے ہاتھوں کو برتن میں داخل کر سکتا ہے دھونے سے پہلے جب اسکے ہاتھ پر نجاست نہ ہو جنابت کے سوا

وادخل ابن عمر والبرآء بن عازب یده فی الطهور ولم یغسلها ثم توضاولم یر ابن عمر وابن والبرء بن عازب یده فی طهور ولم یغسلها توضاء ولم یرو بن عمر و ابن عباس باء سا بما ینتفح من غسل الجنابة۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ہاتھ دھونے سے پہلے غسل کے پانی میں ہاتھ ڈالا تھا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اس پانی سے غسل میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے جس میں غسل جنابت کا پانی ٹپک کر گر گیا ہو۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت کنت اغتسل انا والنبی ﷺ من اناء واحد تختلف ایدینا فیه۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور میں ایک برتن میں اس طرح غسل کرتے تھے کہ ہمارے ہاتھ بار بار اس میں پڑتے تھے۔

عائشة قالت کان رسول الله ﷺ اذا اغتسل من الجنابة غسل یده۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ غسلِ جنابت فرماتے تو (پہلے) اپنا ہاتھ دھوتے تھے۔

عن عائشة قالت کنت اغتسل انا و النبی ﷺ من اناء واحد من جنابة ومن عبدالرحمن بن القاسم عن ابیه عن عائشة مثله۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اور نبی ﷺ ایک برتن میں غسل جنابت کرتے تھے۔ عبدالرحمن بن قاسم اپنے والد سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

عن عبدالله بن عبد الله بن جبر قال سمعت انس بن مالک يقول كان النبی ﷺ والمراة من نساء ه يغتسلان من اناء واحد زادمسلم ووهب بن جرير عن شعبة من الجنا بة۔

ترجمہ: عبداللہ بن عبداللہ بن جبر نے کہا کہ میں نے انس بن مالک کو یہ کہتے سنا کہ نبی ﷺ اور آپ کی کوئی زوجہ مطہرہ ایک برتن میں غسل کرتے تھے اس حدیث میں مسلم نے یہ زیادتی کی ہے۔اور شعبہ سے وہب کی روایت میں من الجنابة (جنابت سے) کالفظ ہے (یعنی غسلِ جنابت ہوتا تھا)۔

باب نمبر ۱۰

من افرغ بيمينه على شماله فی الغسل

ترجمہ: جس نے غسل میں اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں پر پانی گرایا

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر بھی پانی ڈال سکتے ہیں۔

عن ابن عباس عن ميمونه بنت حارث قالت وضعت لرسول الله ﷺ غسلا وسترته فصب على يديه فغسلها مرة او مرتين قال سليمان لاادرى اذكر الثالثة ام لاثم افرغ بيمينه على شماله فغسل فرجه ثم ذلک يده بالارض اوبالحائط ثم تمضمض واستنشق وغسل وجه ايد يه وغسل راسه ثم صب على جسده ثم تنجى فغسل قدميه فنا وللہ خرقة فقال بيده هكذاولم يردها۔

ترجمہ: میمونہ بنت حارث نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا اور پردہ کر دیا آپ ﷺ نے (غسل میں) اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا اور اسے ایک یا دو مرتبہ دھویا سلیمان اعمش کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ راوی نے تیسری بار کا بھی ذکر کیا یا نہیں۔ پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا اور شرمگاہ دھوئی۔ پھر ہاتھ کو زمین یا دیوار پر رگڑا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور سر مبارک دھویا پھر بدن اقدس پر پانی بہایا پھر ایک طرف ہوئے دونوں پائے اقدس دھوئے بعد کو میں نے ایک کپڑا دیا آپ نے ہاتھوں سے پانی جھاڑ لیا لیکن کپڑا نہ لیا۔

تائیدِ احناف:

یہ حدیث شریف احناف کی مؤید ہے احناف کہتے ہیں کہ،

وضو میں اعضاء کو متفرق طور پر دھونا جائز ہے: یعنی پہلے ہاتھ اور منہ دھویا، سر کا مسح کیا (یہاں تک کہ یہ اعضاء سوکھ گئے) پھر آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور پاؤں مبارک دھوئے (موطا امام مالک) اس سے واضح ہوا کہ اعضاء وضو کو اگر کسی نے متفرق طور پر دھویا۔ تو یہ جائز ہے، حضرت امام شافعی و امام ابوحنیفہ، حضرت ابن عمر و ابن المسیب، عطاء و طاؤس، امام نخعی، حسن، سفیان بن سعید، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکیم رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ البتہ سیدنا امام اعظم بلکہ غالباً مذکورہ بالا تمام حضرات کے نزدیک سنت یہی ہے کہ اعضاء کو اس طرح دھوئے کہ پہلے والا عضو سوکھنے نہ پائے۔

باب نمبر ۱۱

تفریق الغسل والوضوء

ترجمہ: غسل اور وضوء کے درمیان فصل کرنا

ویذکر عن ابن عمر انه غسل قدمیه بعد ماجف وضوءُہ۔

ترجمہ: منقول ہے کہ آپ نے اپنے قدموں مبارک کو وضوء کے خشک ہو جانے کے بعد دھویا۔

شرح:

اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ وضو کے ارکان میں موالات یعنی اعضائے وضو کو پے در پے دھونا واجب نہیں یہی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس حدیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال فرمایا۔

واقعہ ابن عمر رضی اللہ عنہ:

مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ آپ بازار میں تھے پیشاب کے بعد وضوء فرمایا، چہرہ مبارک، ہاتھ، پاؤں دھوئے سر کا مسح کیا پھر نماز جنازہ کے لئے بلائے گئے مسجد نبوی میں پہونچکر خفین کا مسح کر کے نماز جنازہ پڑھائی۔ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسح خفین کے بجائے غسل القدمین پاؤں دھونا کہا اسکی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ آپ نے روایت بالمعنی کی ہے اسی لئے یذکر صیغہ تمریض سے ذکر فرمایا۔

سوال:

موطا صحاح میں سے ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ تصنیف سے پہلے مستند سمجھی جاتی تھی اسکے علاوہ دوسرے جامعین احادیث کے مجموعوں میں بھی مسح الخفین ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کیخلاف کر کے غسلِ قدمیہ کہا (اگر چہ روایت بالمعنی سہی) کیوں لکھا اور وہ بھی صیغہ تمریض سے۔

جواب:

متفقہ فیصلہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطمح نظر صرف اور صرف حدیث نبوی ﷺ کی صحت تھی اور بس۔ انہیں آثار صحابہ کی تحقیق کی طرف توجہ نہ تھی یہی وجہ ہے کہ اتنا بلند درجہ صرف احادیث بخاری کو حاصل ہے اسی لئے دوسری تصانیف بخاری کو یہ مرتبہ نہ ملا اور نہ ہی آثار صحابہ رضی اللہ عنہ کو وہی مرتبہ ہے اگر چہ بخاری شریف میں بھی نقل کیا اسی لئے بعض لوگوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس اثر میں مسح الخفین کو انکے تسامح پر محمول کیا ہے لیکن ہم نے فتح الباری کی تقلید میں ادباً عرض کر دیا ہے۔ یہ روایت بالمعنی پر محمول ہے کیونکہ خطا بزرگاں گرفتن خطاست۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا کمال:

اس سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے کمال محنت کا اعتراف غیروں نے کیا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ جہاں احادیث مبارکہ کی مکمل تحقیق و تدقیق کے بعد فیصلہ فرماتے ہیں وہاں آثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر گہری نگاہ رکھتے ہیں کہ انکے **مافیہا و علیہا** کا احاطہ کر کے فیصلہ فرماتے ہیں اسی لئے آپکی فقاہت کو دوسرے مجتہدین رحمہم اللہ تعالی پر غلبہ حاصل ہے کہ آپ کے فیصلے میں احادیث و آثار کا گوشہ تشنہ تکمیل نہیں رہتا۔

ٹیڈی مجتہدین:

اس مسئلہ موالات میں بھی کئی مذاہب ہیں لیکن سہولت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب میں ہے اسی لئے یہ حضرات اس مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا دامن تھامیں گے حالانکہ دوسرے مذاہب والوں کے پاس بھی احادیث و قرآن کے دلائل ہیں لیکن فوقیت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دلائل کو ہے اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باوجود امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علیحدگی اختیار کئے تب بھی انکے مسلک کو ترجیح دی ہے۔

قالت میمونة وضعت للنبی ﷺ ماءً یغتسل به فافرغ علی یدیه فغسلهما مرتین مرتین اوثلثاً ثم افرغ بیمینه علی شماله فغسل مذاکیره ثم دلک بالا رض ثم تمضمض واستنشق ثم غسل وجهه ویدیه ثم غسل راسه ثلا ثا ثم صب علی جسده ثم تنحی من مقامه فغسل قد میه۔

ترجمہ: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے حضور نبی پاک ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا تو آپ نے پانی پہلے ہاتھوں پر گرا کر انہیں دو دو بار دھویا پھر داہنے ہاتھ میں سے بائیں پر گرا کر اپنی شرمگاہ دھوئی اور ہاتھ کو زمین پر رگڑا پھر کلی کی ناک مبارک میں پانی ڈالا اور چہرے مبارک اور ہاتھوں کو دھویا پھر سر کو تین بار دھویا اور بدن مبارک پر پانی بہایا پھر ایک طرف ہو کر قدموں اقدس کو دھویا۔

باب نمبر ۱۲

اذا جامع ثم عاد ومن دار علی نسائه فی غسل واحد

ترجمہ: جس نے جماع کیا اور پھر دوبارہ کیا کئی بیبیوں سے ہم بستر ہو کر ایک غسل کیا

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اپنی عورت سے ایک بار جماع کرنے کے بعد دوبارہ جماع کرے تو اسکے کیا احکام ومسائل ہیں۔ باب کے دوسرے جملہ میں۔ من دار الخ کا مطلب یہ ہے کہ جس کی متعدد بیویاں ہوں وہ ایک شب میں سب سے جماع کرے تو اسکے احکام کیا ہیں۔

مسئلہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ اول میں فرمایا کہ دوبارہ جماع کے لئے وضو مستحب ہے۔ انکا استدلال ابوداؤد ونسائی شریف کی حدیث سے ہے۔ کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے ایک زوجہ مکرمہ کو نواز کر غسل فرمایا پھر دوسری کو نوازا تو غسل فرمایا، ابورافع صحابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا ایک غسل کافی نہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا۔ ھذا ازکیٰ و اطیب۔ یہی زیادہ پاکیزہ اور زیادہ ستھرا ہے جیسے فقیر نے عرض کیا کہ نوجوان کے لئے ایسا کرنا صحت کے لئے نہایت مفید ہے اسیطرح متعدد جماع کے لئے ہے اگر کوئی تمام جماعوں کے بعد آخر میں ایک غسل کرے تو بھی احناف کے نزدیک جائز ہے لیکن وضوء واستنجاء بہتر ہے جیسا کہ گذرا۔ لیکن بعض آئمہ کے نزدیک ہر جماع کے بعد غسل واجب ہے۔

ٹیڈی مجتہدین:

اب دوسرے آئمہ کے اقوال ترک کر کے حنفی بن جاتے ہیں کہ اسمیں سہولت ہے۔

غلبۂ حنفیت:

بفضلہٖ تعالیٰ احناف کے نزدیک تقریباً ہر مسئلہ میں احادیث مبارکہ کی تصریحات ہیں جیسا کہ غسل بعدِ جماع کی حدیث اوپر گذری۔ اسکے بعد استنجاء کی احادیث ملاحظہ ہو، مسلم شریف میں ہے حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا جو ایک جماع کے بعد دوبارہ جماع کرے۔

فلیتوضاء بینھما ۔توان کے درمیان میں وضوء کرے۔کاش احناف کے ہاں جو صاحب درم ہوتا تو قلم ہمارا احادیثِ احناف پر ڈھیر لگا دیتا لیکن افسوس کہ دل کی مراد دل میں رہی۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک

فقاہت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب کسی محدث وفقیہ ومجتہد کا مقولہ پیش کیا گیا کہ وہ فرماتے ماحب ان اصبح محرماًانفخ طیباً۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں رات کو خوشبو لگاؤں اور صبح کو بحالت احرام مجھ سے خوشبو مہکے (کرمانی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سن کر انکی تردید فرمائی جو اوپر حدیث میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ رات کو ازواج مکرمات کو نوازتے اور میں آپ کو خوشبو لگاتی پھر صبح کو بحالتِ احرام آپ سے خوشبو ظاہری مہکتی رہتی۔

مسائلِ فقہیہ:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے فقہاء کرام نے ان مسائل کا استنباط کیا۔(۱) احرامِ حج سے پہلے خوشبو لگانا مستحب ہے (۲) خوشبو کا اثر تادیر رہے احرام کو نقصان نہیں احرام کے بعد خوشبو ممنوع ہے (۳) جماع کے بعد فی الفور غسل واجب نہیں بلکہ مستحب ہے جیسے احناف نے کہا۔ہاں نماز کا وقت جا رہا ہے تو وہ ایک معقول عذر ہے اسوقت غسل واجب ہے تا کہ نماز قضاء نہ ہو۔

فوائد:

(۱) صحابہ کرام سے وقوع سہو وخطاء ممکن ہے لیکن وہ خطا اجتہادی ہوتی ہے (۲) صحابی کو حدیث نہ ملے وہ اسپر عمل نہ کرے تو گناہ نہیں بلکہ اسکے لئے عین صواب ہے ہاں جو ہمارے دور کے ٹیڈی مجتہدین اسی صحابی کے اجتہاد پر عمل کرے اور دوسرے مجتہدین صحابی کو ترجیح یا صریح حدیث کو نظر انداز کردے تو وہ ضرور مجرم ہے (۳) ینضخ از نضخ بمعنی فور ۔پانی کا بہنا، چھلکنا ہے۔عینان نضاختان ۔دو چشمے چھلکنے والے (سورۃ رحمٰن) اسی سے ہے۔اصل منقولہ ہے غیر منقولہ ینفخ بھی آیا ہے معنی دونوں کا ایک ہے (عینی)۔

شرح:

اس حدیث پاک سے منکرینِ حدیث کو احادیث پر اعتراض کا موقعہ مل گیا تو لگے بغلیں بجانے لیکن الحمد للہ جب تک غلامانِ مصطفیٰ ﷺ زندہ ہیں انہیں کامیابی کی امید نہیں رکھنی چاہئے۔

ردِ منکرینِ حدیث:

منکرینِ حدیث چونکہ علومِ عربیہ اصولِ اسلامیہ سے عموماً نابلد ہوتے ہیں صرف سطحی طور اعتراض کر کے عوام یا بے خبر وہ علماء جنہیں مطالعہ کتب اصول سے دلچسپی نہیں ہوتی کو مرعوب کرتے ہیں۔

سوالات:

(۱) صحابی رضی اللہ عنہ نے تو حضور ﷺ میں ایسی بات نہیں دیکھی ہوگی لامحالہ بقول شما حضور ﷺ نے خود بتایا ہوگا۔ ادھر کہتے ہو کہ حضور ﷺ کنواری عورت سے بھی زیادہ باحیا تھے تو پھر ایسی کیفیت کا اظہار ایک عام آدمی بھی نہیں کرسکتا تو حضور ﷺ نے کیسے ظاہر فرمایا۔ مان لیا جائے تو اس سے بڑھکر حضور ﷺ کی گستاخی کیا ہوگی۔ (۲) ایک عام آدمی ایک رات میں متعدد بیویوں سے جماع یہ حرص علی الجماع اور شہوانی انسان کی حالت حضور ﷺ کے سامنے بیان کرنا (توبہ، توبہ) یہی باتیں لیکر تو عیسائی مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرتے ہیں (یہ معاذ اللہ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے افسانے ہیں یا راویوں کے۔ (۳) عقل بھی باور نہیں کرسکتی کہ ایک آدمی ایک رات میں متعدد بیویوں سے جماع کرسکے (۴) ادھر کہتے ہو کہ ازواج متعددہ میں شب باشی میں تقسیم واجب ہے اس ایک شب میں یہ قاعدہ کہاں گیا جبکہ وہی شب کسی ایک بی بی کی ہوگی تو حضور ﷺ کے لئے اس وجوب کے خلاف بیان دینا نبوت پر برابری کے خلاف تہمت لگانا ہے اور حضور ﷺ ہر ایسی تہمت سے پاک ہیں۔ یہی ادب کا تقاضا ہے۔ (۵) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں کان یہ استمرار کی دلیل ہے اس سے عیسائیوں کے غلط پروپگنڈہ کو اور ہوا ملتی ہے کہ ایسا واقعہ ایک دو بار نہیں بلکہ بار بار ہوا (معاذ اللہ) یہ وہ سوالات ہیں جن پر منکرینِ حدیث کو ناز ہے فقیر ان اعتراضات کو پرکاہ کے برابر نہیں سمجھتا لیکن کیا کیا جائے کہ تفصیل سے تطویل کا خطرہ ہے اجمال سے باکمال انسان تو سمجھ سکتا ہے لیکن منکرین میں کمال کہاں انہیں تو صرف اعتراض سے غرض ہے اور بس اسی لئے عوام کو مرعوب کرنے کے لئے اب باادب بھی بن رہے ہیں اور عیسائیوں کے ایجنٹ ہونے کے باوجود عیسائیوں کے خطرات کا اظہار بھی کررہے ہیں۔ بہرحال فقیر کے جواباتِ ذیل ان شاء اللہ تعالیٰ اہل فہم کے لئے کافی ہیں مزید تفصیل فقیر کی کتاب ''متعدد ازواج پر اعتراضات کے جوابات'' میں ہے

جوابات:

چند اجمالی جوابات عرض کردوں جو انکے اکثر اعتراضات کے جواب میں کام آئینگے، ان شاء اللہ۔ (۱) منکرین حدیث کو حدیث سے سوالات کا حق نہیں کیونکہ جب وہ حدیث کے منکر ہیں تو اس سے استدلال کیسا جبکہ وہ اصول حدیث سے نابلد ہیں پہلے حدیث کی حقانیت کا اقرار کریں اسکے بعد اصول حدیث کے ضوابط سامنے رکھیں اسکے بعد اعتراض ہو تو۔۔۔ (۲) وہابیوں نجدیوں کی طرح من حیث البشر حضور ﷺ کو مدنظر رکھ کر سوال نہ کریں بلکہ **من حیث النبی** حضور ﷺ کے کوائف سامنے رکھیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنه** (پ۲۱) (تمھارے لئے رسول اللہ کے عادات واخلاق نمونہ ہیں) جب **من حیث النبی** (ﷺ) ہم آپکی ہر حالت وکیفیت پر علمی نمونہ پیش کرینگے تو جو مسئلہ سمجھ نہ آئیگا وہ اپنا قصور سمجھیں گے نہ کہ نبوت پر اعتراض کرینگے کیونکہ یہ اعتراض تو اللہ تعالیٰ پر ہوگا کہ ایسے قصوروار کو (معاذ اللہ) رسول بنا کر کیوں بھیجا۔

(۳) نبوت کے چند ایسے خصوصیات بھی ہوتے ہیں جو دوسرے عوام کو نصیب نہیں ہوتے بلکہ ہمارے نبی ﷺ تو امام الانبیاء ﷺ ہیں

آپ کے فیض خصوصیات ایسے بھی ہیں جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نصیب نہ ہوئے۔ یہ جملہ مسلّمات میں منکرین کو تسلیم ہوگا۔

اصل اعتراضات کے جوابات:

(۱) پہلے گذارش تفصیل سے گذری کہ حضور ﷺ کی عملی تعلیم ہے صرف لسانی نہیں اور آپ امت کے لئے بمنزلہ اَب (روحانی کے) ہیں اسی لئے ہم نے عیسائیوں سمیت تمام مذاہب کو چیلنج کیا کہ ہمارے نبی ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی ایسے محفوظ ہے کہ کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا اور تمہارا حال یہ ہے کہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے سے بڑا کارنامہ بھی محفوظ نہیں کر سکے۔ پھر چونکہ نبوت حضور ﷺ پر ختم ہے۔ اسی لئے تا قیامت آپکی پیروی ہر امتی کو ہر دور میں لازم ہے تو اگر تعلیم کے لئے اپنی امت کے باوفا افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنائے سمجھائے تو ہمیں کونسا حرج ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا۔ ان اللہ لا یستحی۔ تم (منکرین حدیث) حضور ﷺ کیلئے حیاء کی بات کر کے بے ادبی کا الزام لگا رہے ہو تو اظہار حق کے لئے اللہ تعالیٰ پر کونسی گستاخی و بے ادبی کا الزام لگاؤ گے۔

(۲) عیسائیوں سے تو ہمیں خطرہ نہیں کیونکہ وہ خود انبیائے بنی اسرائیل (علیہم السلام) پر جو کچھ لکھ چکے ہیں یہ انکا عشرِ عشیر بھی نہیں جنہیں لکھ کر اب ان کے قلم خود شرما رہے ہیں لیکن خطرہ ہمیں ان بدقسمتوں سے ہے جو عظیم الشان نبی علیہ السلام پر ایسا گمان بد سامنے رکھتے ہیں ورنہ تعلیمی نظام قائم کرنے والے نبی علیہ السلام کے لئے شہوانی کیفیت خود بدگمان انسان کے لئے جہنم کا سامان کافی ہے۔ ہاں یہاں صرف یہ ذہن میں رکھ لیں کہ حضور ﷺ جو کچھ کرتے ہیں تعلیم امت کے لئے کرتے ہیں شہوانی تصور اپنے لئے رکھیں کیونکہ وہ پاکباز رسول ﷺ جو جوانی کے دور تک صرف ایک (خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا) سے گذار دے جوانی ڈھلنے پر متعدد ازواج کو نوازے تو یہ تعلیم کے لئے تو ہو سکتا ہے، کسی بدگمان کی بدگمانی کو تصور نہیں ہو سکتا اس جواب کی تکمیل آنے والے جواب سے ہوگی (۳) خصوصیات نبوت بالخصوص امام الانبیاء ﷺ۔ ذہن میں رکھئے اگر ذہن قبول نہیں کر رہا تو قرآن مجید کا مطالعہ کیجئے کہ امت کے لئے صرف چار اور انکے لئے۔ ترجی من تشاء و تؤوی الیک من تشاء (پ۲۲، احزاب) اس عموم میں شمار کرتے رہو ہاں حدیث شریف کو مانو تو ویسے تو متعدد ازواج کو حضور ﷺ نے نوازا لیکن بیک وقت گیارہ ازواج کریمہ پر سب کا اتفاق ہے۔

اعتراض والی حدیث کے وقت دو کا وصال پہلے ہو گیا تو اب نو (۹) (ازواج) ہی سہی اس خصوصیت سے انکار نہیں تو پھر وہابیوں، نجدیوں، دیوبندیوں والا تصور بھی ذہن سے اتاریئے کہ حضور ﷺ کو من حیث البشر نہ دیکھیں بلکہ من حیث النبی ﷺ سمجھیں۔

قوۃِ مردمی:

حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ کو قوۃ اربعین رجلا کل رجل من رجال اھل الجنۃ (رواہ ابونعیم فی الحلیہ وعینی صفحہ ۳۰ جلد ۱) اور ترمذی شریف میں ہے کہ ایک جنتی کی طاقت (ماۃ رجل) دنیا کے سو مردوں کے برابر ہوتی ہے، چالیس کو سو پر ضرب دینے

سے چالیس ہزار مردوں کی قوتِ مردمی حضور ﷺ کے لئے تسلیم کرنا ضروری ہے اب منکرین سے پوچھنا تو بے سود ہے کیونکہ انہوں نے نہ ماننے کی قسم کھا رکھی ہوگی بلکہ انہیں سے سوال ہے کہ منکرین چالیس ہزار انسان کی طاقت کا معاملہ ہے اس سے بڑھکر ماننا بھی عقل وفہم کے عین مطابق ہے لیکن جس کھوپڑی میں سرے سے عقل وفہم نہ ہو تو۔۔۔۔

فائدہ:

راویوں کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ایک ہی وقت میں عام حالات میں بھی تمام ازواج مطہرات کے پاس ہمبستری کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے لیکن ایسا امر صرف ایک مرتبہ پیش آیا جب آپ تمام ازواج کے ساتھ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لیجا رہے تھے۔ اسکے علاوہ اور کسی موقعہ پر کسی ایسے واقعہ کا ثبوت نہیں اسی لئے بخاری شریف میں ترجمۃ الباب میں بھی اسی کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور حضور ﷺ نے یہ عمل حج کے بعض مصالح کی بنا پر کیا تھا۔

نکتہ:

ہمارا موقف ہے کہ حضور ﷺ کے اکثر امور تعلیم امت کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ بتقاضائے بشریت ورنہ ظاہر ہے کہ حج کے دوران عام حاجی کا کیا حال ہوتا ہے لیکن قوی اور مضبوط حاجی کیلئے جواز کی صورت بنائی حالانکہ خود آپ ﷺ اس وقت ساٹھ سال سے متجاوز تھے۔

عن ابراھیم بن محمد بن المنتشر عن ابیه قال ذکرته لعائشة فقالت یرحم الله ابا عبدالرحمن کنت اطیب رسول الله ﷺ فیطوف علی نسائه ثم یصبح محرما ینضخ طیبا۔

ترجمہ: ابرہیم بن محمد بن المنتشر نے اپنے والد سے انھوں نے کہا کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس مسئلہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے (انہیں غلط فہمی ہوئی) میں نے رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی اور پھر آپ اپنی تمام ازواج کے پاس تشریف لے گئے اور صبح کو احرام اس حالت میں باندھا کہ خوشبو سے بدن مہک رہا تھا۔

شرح:

اس حدیث پاک سے منکرین حدیث کو احادیث پر اعتراض کا موقعہ ملتا ہے اسکی تردید فقیر نے گذشتہ اوراق میں عرض کردی ہے۔

(الحمد للہ علی ذلک)

انس بن مالک قال کان النبی ﷺ یدور علی نسائه فی الساعة الواحدة من اللیل والنھار و ھن احدی عشرة قال قلت لانس اوکان یطیقه قال کنا نتحدث انه اعطی قوة ثلاثین وقال سعید عن قتادة انا نتحدث ان انساحدثھم تسع نسوة۔

انس بن مالک نے بیان کیا کہ نبی ﷺ دن اور رات کے ایک ہی وقت میں اپنی ازواج کے پاس گئے اور یہ گیارہ تھیں (نو منکوحہ اور دو باندیاں) راوی نے کہا میں نے انس سے پوچھا کیا حضور ﷺ اس کی قوت رکھتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی ہے اور سعید نے کہا قتادہ کے واسطہ سے کہ ہم کہتے تھے کہ انس نے ان سے نو ازواج کا ذکر کیا۔

شرح:

احرام کی حالت میں اگر کوئی شخص خوشبو استعمال کرے تو یہ جنایت ہے اور اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے لیکن اگر احرام سے پہلے خوشبو استعمال کی گئی اور احرام کے بعد اس کا اثر بھی باقی رہا تو یہ بھی جنایت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کی تو آپ نے تردید کی اور ثبوت میں آنحضور ﷺ کا عمل پیش فرمایا۔ ابو عبدالرحمٰن ابن عمر کی کنیت ہے۔ امام اعظم بھی اس پر ہیں اور جمہور امت احرام سے پہلے کی خوشبو میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے خواہ اس کا اثر احرام کے بعد باقی رہے۔

باب نمبر ۱۳

غسل المذی والوضوء

ترجمہ: مذی کا دھونا اور اسکی وجہ سے وضو کرنا

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مذی کو دھونے اور اس سے وضوء ضروری کا حکم بتاتے ہیں۔ باب پہلے میں بھی گذرا اور چند احکام وہاں بھی بیان ہوئے چند یہاں بھی عرض کئے جاتے ہیں۔

فائدہ:

مذی بچوں منی اور مذی بروزن ضرب۔ فعل دونوں طرح آیا ہے وہ رطوبت جو تقبیل بوسہ وبغلگیری وغیرہ سے خارج ہو عرب کا محاورہ ہے کل ذکر یمذی و کل انثی تمذی، ہر ذکر رطوبت خارج کرتا ہے ہر فرج رطوبت خارج کرتی ہے اسکے علاوہ ودی بھی ہوتی ہے اس سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اسکی لزوجت سے پیشاب کا تیز مادہ احلیل پر اثر انداز نہیں اور وہ پیشاب سے قبل یا بعد کو خارج ہوتی ہے ان دونوں سے غسل فرض نہیں البتہ وضوء ضروری ہے، وضوء ہو تو انکے خروج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ:

ودی و مذی دونوں پیشاب کی طرح ہیں اگر کپڑے پر پڑ جائیں تو دھونا ضروری ہے احناف کے نزدیک مذی و ودی کی صرف خروج کی جگہ کا دھونا کافی ہے بعض ائمہ نے تمامی ذکر کا دھونا لکھا ہے۔

فائدہ:

اس مسئلہ کے اصل سائل سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہیں لیکن دوسروں کے ذریعے یہ مسئلہ حضور ﷺ سے پوچھا اسی لئے کبھی احادیث مبارکہ میں انکا اسم گرامی بھی آجاتا ہے۔

عن علی قال کنت رجلا مذاء فامرت رجلا یسال النبی ﷺ لمکان ابنته فسال فقال توضاء وغسل ذکرک ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے مذی بکثرت آتی تھی۔ چونکہ میرے گھر میں نبی پاک ﷺ کی لختِ جگر تھیں اس لئے میں نے ایک شخص سے کہا کہ وہ آپ سے اس کے متعلق سوال کریں۔ انہوں نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وضوء کرو اور شرمگاہ کو دھولو۔

شرح:

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ بوجہ دامادی حضور سرورِ عالم ﷺ سے مسئلہ پوچھنا مناسب نہ سمجھ کر دوسرے کے ذریعہ پوچھا یہ حیاء کا اعلیٰ مقام ہے۔

فائدہ:

وہ گاڑھا پانی جو عورت سے ملاعبت اور بوس و کنار کے بعد ذکر سے خارج ہو اس سے غسل واجب نہیں ہاں وضوء ٹوٹ جاتا ہے ذکر کو دھو کر وضوء کرے بہتر ہے اسکے بعد پیشاب بھی کرلیا جائے تاکہ مذی کا رکا ہوا بقایا مکمل طور پر خارج ہو جائے۔

باب ۱۴

من یطیب ثم اغتسل و بقی اثر الطیب

ترجمہ: جس نے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر اب بھی باقی رہا

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ جنابت سے پہلے خوشبو لگانے میں حرج نہیں۔ اگرچہ خوشبو کا اثر غسل کے بعد بھی بدن پر باقی رہے۔

فائدہ:

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جماع سے قبل مرد و عورت کو خوشبو کا استعمال مسنون ہے۔ بالخصوص ذکر پر لگانا قوتِ مردمی کے لئے مفید ہے۔ وبیص بروزن شریف بمعنی چمک۔ یہ مطلق ہے صرف خوشبو کے لئے نہیں۔

مضرق بمعنی مانگ یعنی وہ دائرہ جو سر کے درمیان میں ہوتا ہے۔

مانگ کے احکام:

اسکے مکمل و مفصل احکام توان شاءاللہ تعالیٰ کتاب ''السلباس ''میں آئینگے ہاں بقدر ضرورت عرض ہے (۱) مانگ سنت ہے لیکن یہ دولت اسے نصیب ہے جس کے سر پر بال ہوں اسی لئے سر کے بال رکھنا سنت ہے۔ منڈانے سے بال رکھنا افضل ہے (۲) خشک بالوں کی مانگ نہ نکالیں پہلے سر کے بالوں کو تیل سے تر کریں یا کم از کم پانی سے۔

فوائد:

تیل کے سر کے بالوں تک پہونچانے کے بہت فوائد ہیں (۱) خشکی دور ہوگی (۲) بالوں کی جڑیں مضبوط ہوں گی (۳) بال لمبے سیاہ اور طاقتور ہونگے ورنہ گنجا پن میں مبتلا ہونگے آجکل یہ بیماری اسی لئے عام ہو رہی ہے کہ لوگ سر کے بالوں میں تیل وغیرہ کو جڑوں تک نہیں پہونچاتے (۴) تیل سر و دماغ کو تر و تازہ، ہشاش بشاش رکھتا ہے (۵) چمک پیدا کرتا ہے (۶) مقوی دماغ ہے۔

فائدہ:

(۱) سر کے بالوں کی جڑوں تک تیل نہ پہونچانے سے خشکی پیدا ہوگی (۲) مانگ نہ نکالنے کنگھا نہ کرنے سے سر میں کھجلی اور جوئیں پیدا ہونے کا خطرہ ہے (۳) یہ گنجہ پن کا پہلا مرحلہ ہے (۴) سستی ڈھیلا پن کام چوری کی پہلی منزل ہے (۵) دُنیوی نقصانات مذکورہ کے علاوہ سنتِ حبیبِ خدا ﷺ سے محرومی ہے (۶) تیل ایک دن چھوڑ کر ڈالا جائے۔

سر اور داڑھی میں کنگھا:

کنگھی یا کنگھا سر یا داڑھی میں جب کیا جائے تو بیٹھ کر ہی کیا جائے، اور ایسی جگہ بیٹھ کر کریں جہاں سے بال کھانے پینے کی کسی شے میں اڑ کر بھی نہ جا سکیں، معمولی بے احتیاطی کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دودھ، روٹی، سالن وغیرہ میں عزیز، دوست مہمان کے سامنے جب بال نکلتا ہے تو وہ گھن کھاتا ہے، بعض اوقات جی متلی کرنے کے سبب قے تک ہو جاتی ہے۔ اور گھر کا کنگھا مشترک نہ ہو بلکہ ہر ایک کا اپنا علیحدہ علیحدہ ہو۔ کنگھا کے دندانے صابون وغیرہ سے صاف کر لیا کریں۔ ایک کا کنگھا دوسرا نہ کرے کہ دل میں کدورت پیدا ہونے کا خطرہ ہے اگر کنگھا کرنا ہے تو وہ اسے ہبہ کر دے پھر چاہے واپس کر دے۔ بھنوؤں اور پلکوں پر تیل لگانے سے بال مضبوط گھنے، سیاہ چمکدار اور پلک کے بال گرنے کے مرض سے بھی محفوظ ورنہ آنکھیں منڈی منڈی ہونے کے سبب چہرے پر بدرونقی مسلط ہوتی ہے۔ رات کو کنگھا نہ کریں نہ ہی آئینہ دیکھیں مرض لقوہ کا خطرہ ہے۔ کنگھا ہرگز نہ کریں۔ خاص کر مساجد میں کنگھا کرنا عظیم گناہ ہے۔ اور اگر داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کوئی بال اکھڑ جائے یا ٹوٹ جائے تو اس کو مسجد کے احترام کی وجہ سے جیب میں رکھ لیں۔ البتہ وضوء کی جگہ پر کنگھا کر سکتے ہیں۔ کہ وہ جگہ خارجِ مسجد ہے اور جب کنگھی یا کنگھا کیا جائے تب یہ احتیاط بھی رہے کہ کوئی بال قصداً نہ ٹوٹے کہ ہمارے شفیق آقا و مولیٰ ﷺ کو ایک

بال کے کم ہونے یا اکھڑ جانے یا ٹوٹ جانے کی تکلیف شاق گذرتی ہے۔لہٰذا بالوں کو احتیاط سے سلجھائیں۔خصوصاً داڑھی کے بالوں میں کنگھا کرتے وقت احتیاط کریں۔سر میں کنگھا کرتے وقت مانگ بیچ سر میں نکالیں یہی سنت ہے دائیں بائیں ہرگز نہ ہو۔مانگ سادہ ہو۔پیشانی پر بالوں کی پھول پتیوں اور بل کھاتی ہوئی مانگ نہ ہو۔بالوں کی ڈیزائننگ وارٹ سے پرہیز مرد وعورت دونوں پر ہے۔البتہ عورت صرف اپنے شوہر کو دکھانے کی غرض سے کرے تو دوگنا ثواب ہوگا۔مزید کتاب اللباس میں دیکھیں۔

عن ابراهيم بن محمد بن المنتشر عن ابيه قال سالت عائشة و ذكرت لها قول ابن عمر مااحب ان اصبح محرما انضح طيبا فقالت عائشة انا تطيبت رسول الله ﷺ ثم طاف فى نسائه ثم اصبح محرما؛

ترجمہ:ابراہیم بن محمد بن منتشر سے وہ اپنے والد سے کہامیں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور ان سے ابن عمر کے اس قول کا ذکر کیا کہ میں اسے گوارا نہیں کرسکتا کہ میں احرام باندھوں اور خوشبو میرے جسم سے مہک رہی ہو۔تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے خود حضور ﷺ کو خوشبو لگائی ہے، پھر آپ اپنی تمام ازواج کے پاس گئے اور اس کے بعد احرام باندھا۔

عن عائشة قالت كانى انظر الى وبيص الطيب فى مفرق النبى ﷺ وهو محرم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا گویا میں آنحضور ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں اور آپ احرام میں تھے۔

باب نمبر ۱۰

تخليل الشعر حتى اذاظن انه قدارو ى بشرته افاض عليه

ترجمہ: بالوں کا خلال کرنا اور جب یقین ہو جائے کہ کھال تر ہوگئی تو اس پر پانی بہا دینا

عن عائشة رضى الله عنهاقالت كان رسول الله ﷺ اذا غتسل من الجنا بة غسل يديه و توضا وضوءهٗ للصلوة ثم اغتسل ثم تخلل بيده شعرهٗ حتى اذاظن انه قد اروى بشرته افاض عليه الماء ثلاث مرات ثم غسل سائر جسده وقالت كنت اغتسل انا ورسول الله ﷺ من انا ء واحد تغرف منه جميعا۔

ترجمہ:سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کا غسل کرتے تو اپنے ہاتھوں کو دھوتے اور نماز کی طرح وضوء کرتے پھر اپنے ہاتھ سے بالوں کا خلال فرماتے، یقین ہو جاتا کہ کھال تر ہوگئی ہے تو تین مرتبہ اس پر پانی سے بدن کا غسل کرتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن میں سے غسل کرتے تھے۔ہم دونوں اس سے چلو بھر بھر کر پانی لیتے تھے۔

باب نمبر ۱۶

من توضا فی الجنابة ثم غسل سائر جسده ولم یعد غسل مواضع الوضوء منه مرة اخری

ترجمہ: جس نے جنابت کی حالت میں وضوء کیا پھر بدن کا غسل کیا لیکن وضوء کئے ہوئے حصے کو دوبارہ دھویا

عن میمونة قالت وضع رسول الله ﷺ وضوء االجنابة فاکفابیمینه علی یساره مرتین اوثلا ثم غسل فرجه ثم ضرب یده بالارض اوالحائط مرتین اوثلا ثا ثم تمضمض واستنشق غسل وجهه وذراعیه ثم افاض علی راسه الماء ثم غسل جسده ثم تنحی فغسل رجیله قالت فاتیته بخر قه فلم یردها فجعل ینفض بیده ۔

ترجمہ: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے لئے غسل جنابت کا پانی رکھا گیا آپ نے پانی دو یا تین مرتبہ داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر ڈالا پھر ہاتھ کو زمین پر یا دیوار پر دو یا تین مرتبہ مار کر دھویا پھر ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور بازوؤں پر ڈالا اور سارے بدن کا غسل کیا۔ پھر اپنی جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھوئے میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں ایک کپڑا لائی تو آپ نے نہیں لیا اور ہاتھوں سے پانی جھاڑا۔

باب نمبر ۱۷

اذا ذکر فی المسجد انه جنب خرج کماهو ولا تیمم

ترجمہ: مسجد میں جب اپنے جنبی ہونے کو یاد کرے تو اسی وقت باہر آ جائے اور تیمّم نہ کرے

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مختار مذہب پر دلیل لاتے ہیں کہ اگر کوئی جنبی بھول کر مسجد میں داخل ہو جائے پھر

جب بھی اسے یاد آ جائے تو فوراً باہر نکل آئے اسے تیمّم کی ضرورت نہیں جیسے حدیث مذکور میں حضور ﷺ نے فرمایا۔

فائدہ:

ذکر ماضی از ذکر (بالضم) بمعنی تذکر یاد کرنا نہ از (بالکسر) (عینی)

عن ابی هریرة قال اقیمت الصلوة و عدلت الصفوف قیاما نخرج الینا رسول الله ﷺ فلما قام فی مصلاه ذکر انه جنب فقال لنا مکانکم ثم رجع فاغتسل ثم خرج الینا وراسه یقطر فکبر نصلینا معه تابعه عبد الاعلی عن معمر عن الزهری ورواه الاوزاعی عن الزهری ۔

ترجمہ: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز کی تیاری ہو رہی تھی اور صفیں درست کی جا رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے جب آپ مصلے پر کھڑے ہو چکے تو یاد آیا کہ آپ جنابت کی حالت میں ہیں اس وقت آپ نے ہم سے فرمایا، اپنی جگہ کھڑے رہو اور آپ واپس چلے گئے پھر آپ نے غسل کیا اور واپس تشریف لائے تو سر سے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے نماز کے لئے تکبیر کہی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی اس روایت کی متابعت کی ہے عبد الاعلیٰ نے معمر سے روایت کر کے اور وہ زہری سے اور اوزاعی نے بھی زہری سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

شرح:

حضور سرورِ عالم ﷺ کے علمِ غیب کے منکرین اس حدیث پر اپنے دعویٰ میں خوب اچھلتے ہیں لیکن اہلِ فہم کو یقین ہے کہ آپ ﷺ کا ایسے کرنا تعلیمِ امت کے لئے ہے کہ اگر کسی کو ایسا موقعہ پیش آئے تو وہ ایسے کرے جیسے آپ ﷺ نے کیا اس سے ایک طرف امت کے گناہ کی معافی کا سبب بہم پہونچایا دوسری طرف امت کے گناہوں کا بوجھ ہلکا کیا ورنہ حضور اکرم ﷺ ایسے نہ کرتے تو مذکورہ بالا دو خرابیاں امت کے لئے آسان کیسے ہوتیں۔ تفصیل مزید فقیر کی کتاب (البشریہ لتعلیم الامتہ) کا مطالعہ کیجئے۔ ورنہ ہر کم فہم بھی جانتا ہے کہ ایک معمولی عقل کا انسان بھی اپنی زوجہ سے جماع کو اتنی جلد بھول نہیں جاتا۔ اور آپ ﷺ ایسی بڑی اہم بات کو بھول جائیں جبکہ آپ عقلِ کل کے بھی امام و مرشد ہیں اور کئی نسیان کے ماروں کے نسیان کی جڑ کاٹی، زیادہ سے زیادہ عدمِ التفات پر محمول کیا جائے گا اور عدمِ التفات لاعلمی نہیں۔

باب نمبر ۱۸

نفض الید من غسل الجنابة

ترجمہ: غسل جنابت کے بعد ہاتھوں سے پانی جھاڑنا

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں غسل جنابت کے بعد پانی جھٹکنا جائز ہے۔

فوائد:

(۱) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو باب غسل میں چھ بار پہلے ذکر کیا اور یہ ساتویں بار ہے آٹھویں بار چند احادیث کے بعد ذکر کریں گے۔

(۲) حدیث الباب کے راوی ابوحمزہ کا نام محمد بن میمونہ السکری المروزی ہے رحمۃ اللہ علیہ ان کا لقب سکری ہے۔ از سکر اس لئے نہیں کہ وہ شکر فروخت کرتے بلکہ شیریں کلام کی وجہ سے بعض نے کہا کہ وہ آستین میں شکر اٹھاتے اور مستجاب الدعوۃ تھے۔ (عینی)

قالت میمونة وضعت للنبی ﷺ غسلا فسترته بثوب و فصب علی یدیه فغسلهما ثم صب بیمینه علی شماله فغسل فرجه فضرب بیده الارض فمسحها ثم غسلها فمضمض واستنشق و غسل وجهه ذراعیه علی راسه وافاض علی جسده ثم تنحی فغسل قدمیه فنا ولته ثر بافلم تاخذ ه فانطلق وهو ینقض یدیه۔

ترجمہ: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا اور ایک کپڑے سے پردہ کر دیا۔ پہلے آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ اور انہیں دھویا پھر داہنے ہاتھ میں پانی لیا اور شرمگاہ دھوئی پھر ہاتھ کو زمین پر رگڑا اور دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ اور چہرے اور بازو دھوئے۔ پھر سر پر پانی بہایا اور سارے بدن کا غسل کیا اس کے بعد ایک طرف ہو گئے اور دونوں پاؤں دھوئے اس کے بعد میں نے آپ ﷺ کو ایک کپڑا دینا چاہا تو آپ ﷺ نے اسے نہیں لیا اور آپ ﷺ ہاتھوں سے پانی جھاڑنے لگے۔

باب نمبر ۱۹

من بداء بشق راسه الایمن فی الغسل

ترجمہ: جس نے اپنے سر کے داہنے حصے سے غسل شروع کیا

شرح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب سے مقصد یہ ہے کہ وضوء کی طرح غسل کو بھی دائیں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے۔

(سوال) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سر کا نام لیا تم نے تمام جسم کس طرح کہہ دیا؟

(جواب) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد تمام جسم ہے جزء بول کر کل مراد لی ہے۔

(سوال) حدیث میں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا فعل مذکور ہے حضور ﷺ کا فعل تو مذکور نہیں؟

(جواب) اس حدیث کو مرفوع کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ بظاہر حضور ﷺ اس پر مطلع ہونگے (عینی و فتح الباری)

عن عائشة قالت كنا اذا اصاب احدنا جنابة اخذت بيديها ثلاثا فوق راسها ثم تاخذ بيدها على شقها الايمن وبيدها الاخرى على شقها الايسر۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم ازواج (مطہرات) میں سے کسی کو اگر جنابت لاحق ہوتی تو وہ پانی ہاتھوں میں لے کر سر پر تین مرتبہ ڈالتیں پھر ہاتھ میں پانی لے کر سر کے داہنے حصے کا غسل کرتیں اور دوسرے ہاتھ سے بائیں حصے کا غسل کرتیں۔

باب نمبر: ۲۰

من اغتسل عریاناً وحده فی الخلوة ومن تستر والتستر افضل

ترجمہ: جس نے خلوت میں تنہا ننگے ہو کر غسل کیا اور جس نے کپڑا باندھ کر ان میں سے کپڑا باندھ کر غسل کرنا افضل ہے

وقال بهز عن ابيه عن جده عن النبى ﷺ الله احق ان يستحى منه من الناس۔

ترجمہ: بہز نے اپنے والد سے اسکے والد نے بہز کے دادا سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ تنہائی میں ننگے نہانا جائز ہے۔ لیکن افضل ہے تہبند باندھنا۔ جیسا کہ آجکل غسلخانے کمروں کی شکل میں ہیں تو افضل ہے کہ یہاں بھی ننگے نہ ہوں۔ اسکی علت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتائی کہ تنہائی میں انسان نہ سہی لیکن اللہ تعالیٰ سے تو حیاء چاہئے اگر چہ اسکے لئے برہنہ اور تستر برابر ہے۔ لیکن بایں معنیٰ کہ وہ موجود ہے تو پھر لوگوں کی موجودگی میں برہنگی سے شرم محسوس ہونا تو وہ اسکا زیادہ مستحق ہے کہ اسی سے حیاء و شرم کیا جائے۔

فوائد:

اگرچہ تنہائی میں برہنہ نہانا بلا کراہت جائز ہے لیکن حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عموماً تنہائی میں بھی ننگے نہیں نہاتے تھے۔ مجھے اہلِ سندھ کی ادا بہت پسند آئی کہ وہ غسلخانوں میں بھی عموماً کپڑا باندھ کر نہاتے ہیں۔ اور لوگ چنداں اسکی احتیاط نہیں کرتے غسلخانوں میں ننگے نہانے میں حرج نہیں لیکن تقویٰ کے خلاف ہے غسل کے وقت لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہونا واجب ہے۔ (مسئلہ) جسطرح قابل ستر جسم دوسروں کے آگے ظاہر نہیں کرسکتا ایسے ہی دوسروں کو بھی جائز نہیں کہ بے ضرورت انہیں دیکھیں (مسئلہ) ننگے نہانے والے کی گواہی نا قابل قبول ہے۔ عام شاہراہوں میں نہ کہ غسلخانہ اور باپردہ مکان میں۔ (مسئلہ) مرد اور بیوی ایک دوسرے کے جسم کو دیکھ سکتے ہیں۔ دلائل گذرے ہیں۔

فائدہ:

اسمیں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قوم کی بدگمانی دور کرنے کیلئے ایسے کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے عیوب و نقائص کا سننا گوارہ نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ انکے عیوب و نقائص براءت کے اسباب بھی اللہ تعالیٰ خود تیار فرماتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام پر بدگمانی کفر ہے۔ وہ بدگمانی انکے اجساد مبارکہ سے متعلق ہو یا عادات وخصال مبارکہ سے۔ (۳) ثابت ہوا کہ پتھروں میں بھی انکے لائق جان بھی ہے اور شعور وغیرہ بھی۔

حدیثِ موسیٰ علیہ السلام:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمائی ہے۔

عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال كانت بنو اسرائيل يغتسلون عراة ينظر بعضهم الى بعض و كان موسى ﷺ يغتسل وحده فقالو اوالله مايمنع موسى ان يغتسل معنا الا انه ا درفذهب مرة يغتسل فوضع ثوبه على حجر ففر الحجر بثوبه فجمع موسى فى اثره يقول ثوبى ياحجر ثوبى يا حجر حتى نظرت بنو اسرائيل الى موسى وقالو والله مابموسى من با س واخذثوبه وطفق با لحجر ضرباقال ابو هريرة والله انه لندب بالحجر ستة اورسبعة ضربا بالحجر وعن ابى هريرة عن النبى ﷺ قال بينا ايوب يغتسل عريانا فخر عليه جواد من ذهب فجعل ايو ب يحتثى فى ثوبه فنا ده ربه ياايوب الم اكن اغنيتك عما ترى قال بلى وعز تك ولكن لاغنى بى عن بر كتك و رواه ابراهيم عن موسى بن عقبة عن صفوان عن عطاء بن يسارعن ابى هريرة عن النبى ﷺ بينا ايوب يغتسل عريانا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ بنی اسرائیل اس طرح نہاتے تھے کہ ایک شخص دوسرے کو

دیکھتا ہوتا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا غسل فرماتے۔ اسپر انھوں نے کہا کہ بخدا موسیٰ علیہ السلام کو ہمارے ساتھ غسل کرنے میں صرف یہ چیز مانع ہے کہ آپ آماس خصیہ میں مبتلا ہیں۔ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام غسل کے لئے تشریف لے گئے آپ نے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے، اتنے میں پتھر کپڑوں سمیت بھاگنے لگا اور موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے بڑی تیزی سے دوڑے۔ آپ کہتے جاتے تھے، اے پتھر میرا کپڑا، اے پتھر میرا کپڑا۔ اس عرصہ میں بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کپڑوں کے بغیر دیکھ لیا اور کہنے لگے بخدا موسیٰ علیہ السلام کو کوئی بیماری نہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے کپڑا اپالیا اور پتھر کو مارنے لگے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا اس پتھر پر چھ یا سات مار کا اثر باقی تھا، اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایوب علیہ السلام فرمار ہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں آپ پر گرنے لگیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے کپڑوں میں سمیٹنے لگے، اتنے میں ان کے رب نے انھیں آواز دی اے ایوب! کیا میں نے تمہیں اس چیز سے بے نیاز نہیں کر دیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ ایوب علیہ السلام نے جواب دیا ہاں تیرے غلبہ کی قسم لیکن تیری برکت سے میرے لئے بے نیازی کیونکر ممکن ہے اور اس حدیث کی روایت ابراہیم نے موسیٰ بن عتبہ سے وہ صفوان سے وہ عطا بن یسار سے وہ ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے اس طرح کرتے ہیں "جب کہ حضرت ایوب علیہ السلام ننگے ہو کر غسل کر رہے تھے"۔

شرح:

نبی میں کوئی ایسا عیب نہیں ہوتا کہ جس سے عام طور پر لوگ نفرت کرتے ہیں۔ چونکہ ایک ایسے ہی عیب کی تہمت بنی اسرائیل آپ پر لگاتے تھے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے چاہا کہ آپ کی براءت کردی جائے اور اس کیلئے یہ صورت پیدا کردی گئی۔ اگرچہ اس میں بھی ایک ایسی صورت سے گذرنا پڑا جو شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ تھی لیکن بہرحال براءت مقدم تھی۔ پتھر کے بھاگنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں بھی جان ہے اور اس کا یہ بھاگنا خدا کے حکم کے مطابق ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس پر تفصیلی گفتگو ان شاء اللہ مناقب انبیاء علیہم السلام کے باب میں عرض کرونگا مختصراً یہاں عرض کئے دیتا ہوں۔

کسی بیماری کا گمان:

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عیب دار بیماری کی بدگمانی کی وہ عیب دار بیماری کیا تھی محدثین نے برص کا بھی ذکر کیا ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت اذر ہے اور اذر کے معنی ہیں۔ یعنی ایک خصیہ کا بڑھ جانا۔ (۲) جب زخم اچھا ہو جائے اور جلد پر جو نشان باقی رہ جائے اس کو ندب کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ندب کے لفظ سے بتا رہے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر جو ضربیں لگائیں پتھروں کے نشان بھی آ گئے تھے اور یہ ان کا معجزہ تھا جیسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قدم مبارک کا پتھر پر نشان آ جاتا تھا۔

فائدہ:

وہ نشان قدم مبارک کا فقیر نے ملک شام میں بھی دیکھا الحمد للہ بنی اسرائیل ایک دوسرے کے سامنے یہ بیان کرتے تھے سیدنا موسیٰ علیہ السلام حیاء کی وجہ سے خلوت میں نہاتے تھے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی اس کیفیت پر بنی اسرائیل نے اپنی جہالت سے یہ رائے قائم کرلی چونکہ آپ ... ہیں اس لئے ہمارے ساتھ برہنہ نہیں نہاتے اللہ عزوجل نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس الزام سے بری ہوں تو اس کی صورت وہ ہوئی جس کا قصہ حدیث میں مذکور ہے۔ حضرت سعید ابن جبیر جو جلیل القدر تابعی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غسل کے لئے کپڑے اتار کر رکھے تھے۔ وہی پتھر تھا جو آپ کے ساتھ سفر میں رہتا تھا اور جس سے بنی اسرائیل کے لئے پانی کے چشمے جاری ہوتے تھے۔ (عینی، ج ۲، ص ۵۱)

فائدہ:

معجزات میں دوام ہوتا ہے وہی اختیار انبیاء علیہم السلام کا ہے لیکن منکرینِ کمالات انبیاء کا عقیدہ ہے کہ معجزہ وقتی طور ہوتا ہے۔ پتھر کا کپڑے لے کر بھاگنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر جو ضربیں لگائیں اس کے نشان پتھر پر نمودار ہوئے جس کو شارحین احادیث نے معجزہ ہی تسلیم کیا ہے۔ علامہ عسقلانی وکرمانی وقسطلانی وعینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اس کے معجزہ ہونے کی تصریح کی ہے علامہ عینی نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پتھر نے ذوی العقول کا سا کام کیا یعنی آپ کے کپڑے لے کر بھاگا تو سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اس کو اسی طرح پکارا جیسے ذوی العقول کو پکارتے ہیں۔ (عینی، ج ۲، ص ۴۹) اور جب آپ کے روکنے اور آواز دینے سے پتھر نہ رکا تو آپ نے اس کو پیٹا بھی۔ رہی یہ بات کہ آپ برہنہ پتھر کے پیچھے کیوں بھاگے تو یہ انسان کی فطرت ہے اگر ایسا ہی واقعہ ہمارے آپ کے ساتھ پیش آجائے۔ تو یقیناً اس وقت بے اختیار ہم بھی بھاگنے پر مجبور ہوں گے۔ بہر حال پتھر کے بھاگنے پر وہ لوگ معترض ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت اور معجزات انبیاء علیہم السلام کے منکر ہوں۔ لیکن ایک صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے تو اس واقعہ میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خدا جو پتھر سے پانی جاری کرنے اور شیر خوارگی کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کلام کرا کر سیدنا بی بی مریم سلام اللہ علیہا کی پاک دامنی کا اظہار فرما سکتا ہے کیا وہی خدا اپنی قدرتِ کاملہ سے پتھر میں چلنے اور کپڑے لیکر بھاگنے کا شعور پیدا نہیں کرسکتا۔ اور پتھر کے ذریعہ ایک جلیل القدر نبی کو ان کی قوم کے جاہلانہ اعتراض سے بری نہیں کرسکتا۔

علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے۔

ان اللہ کمل انبیآءہٗ خَلقاً و خُلقاً ونزھم عن المعایب و النقائص (عینی، ج ۲، ص ۵۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو از روئے خلق وخلق کامل بنایا ہے اور عیوب ونقائص سے پاک کیا ہے۔

تردید منکرین کمالات انبیاء واولیاء:

اس سے ان لوگوں کے خیال کی تردید ہوگئی جو خلوت میں برہنہ ہوکر نہانے کو ناجائز کہتے ہیں۔البتہ یہ صحیح ہے کہ خلوت میں بھی کپڑا باندھکر نہانا مستحب ہے۔بوقت ضرورت کسی خبر کو قسم کے ساتھ بیان کرنا جائز ہے۔جیسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی اس سے معلوم ہوا کہ پتھر وغیرہ پر نشانات کا آجانا شاید انبیاء کرام کی خصوصیات سے سے ہے آئندہ حدیث میں حضرت ایوب علیہ السلام کے تذکرہ میں علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جہاں آپ کی قبر مبارک ہے وہاں ایک نشان بھی ہے جس پر حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کا نشان قدم بتایا جاتا ہے۔ان حقائق کے ہوتے ہوئے جو لوگ محض اپنی ذاتی رائے کی بنیاد پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک کا پتھر پر نشان آجانے کو جعلی قرار دیتے ہیں ان کی تردید ہوجاتی ہے۔

علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جیسے پتھر کا کپڑے لے کر بھاگنا معجزہ ہے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے جو ضرب پتھر پر لگائی اور اس پر نشان آگئے یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔(فتح الباری قسطلانی،ج ۲،ص ۵۰)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام کے پتھر کو مارنے کے بعد نشان باقی رکھنا اظہار معجزہ کے لئے ہے۔

ردمنکرین:

حضور سرور عالم علیہ الصلوۃ والسلام کا معجزہ تھا کہ آپ پتھر پر قدم مبارک رکھتے تو اس پر ایسے نشان پڑ جاتے جیسے ریت اور عام مٹی پر قدم رکھا گیا اور ریت وغیرہ پر قدم رکھتے تو ریت پتھر کی طرح ہوجاتی کہ کہیں آپ کو تکلیف محسوس نہ ہو اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ ''اعجاز خیر البشر فی نقش القدم فی الحجر'' میں پڑھئے۔وہ نشانات اب بھی موجود ہیں ایک کی فقیر نے ملکِ شام کے شہر دمشق میں زیارت کی اور اس کا عکس بھی عزیزم الحاج محمد عابد صراف لے آئے۔فقیر کے ''سفرنامہ شام وعراق'' میں دیکھئے۔اور ایک نشان ترکی کے عجائب گھر میں ہے۔لیکن افسوس کہ منکرین نہیں مانتے۔

حدیث ایوب علیہ السلام:

سیدنا ایوب علیہ السلام کے واقعہ سے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہی دکھانا چاہتے ہیں کہ خلوت میں جہاں دیکھنے والا کوئی نہ ہو اور باپردہ مکان ہو ننگے نہانا جائز ہے لیکن یہاں نبی ایوب علیہ السلام کے لئے مطلق ننگا ہونے کا تصور نہ کرنا بلکہ یہ مطلب ہو کہ آپ برہنہ جسم تو ہونگے لیکن کپڑا باندھ کر۔اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام سے بھی اس فعل کا صدور نہیں ہوتا جو عوام کی نگاہوں میں گرا ہوا متصور ہو۔

فوائد:

(۱) سونے کی ٹڈیاں گرنا ایوب علیہ السلام کا معجزہ ہے (۲) اللہ تعالیٰ کا سوال کرنا لاعلمی کی دلیل نہیں بلکہ یہاں عاشق ومعشوق رمزیست والا معاملہ ہے۔(۳) اللہ تعالیٰ کا سوال کرنا امتحان تھا ایوب علیہ السلام کا جواب اسکے امتحان میں کامیابی کی دلیل ہے کہ کریم کے

خزانے سے کچھ حاصل کرنا بھی اس کی کریمی کے اظہار کے لئے ہے۔

مزار ایوب علیہ السلام:

۱۴۱۰ھ ماہ شوال میں فقیر چند رفقاء کے ساتھ سیدنا ایوب علیہ السلام کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا۔ کوفہ سے بابل کی جانب سڑک جانے والی شاہراہ کے شرقی جانب واقع ہے صاف ستھرا ماحول اگر چہ آبادی نہیں۔ لیکن مزار شریف پرسکون ماحول میں ہے۔ صرف زیارت سے مشرف ہوئے مزید انکشافات کا موقع نہ مل سکا اور نہ ہی اس پتھر مبارک کی زیارت ہوسکی جس کے لئے امام بدر الدین شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ یہاں ایک پتھر ہے جس پر ایوب علیہ السلام کا نشان قدم ہے اور نہ ہی وہ چشمہ دیکھا جس سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں۔ (عینی، ج۲،ص ۵۱)

نکتہ:

ایوب علیہ السلام کا برمحل موزوں جواب دینا انبیاء علیہم السلام کے علوشان کی دلیل ہے۔

مسائل:

ذات کے سوا صفات کی قسم جائز ہے۔ (۲) حلال مال کے حصول کا حرص محمود ہے مذموم نہیں (۳) غنا تنگدستی سے افضل ہے بالخصوص جس غناء میں سخاوت بھی ہے۔ خلوت میں ننگا نہانا جائز کپڑا باندھ کر نہانا مستحب ہے۔ (۴) انبیاء علیہ السلام پر بدگمانی حرام ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے مال جمع کرنے پر بدگمانی کا ازالہ کرایا کہ میرا حرص نفسانی نہیں رحمانی ہے۔

باب نمبر ۲۱

التستر فی الغسل عند الناس

ترجمہ: لوگوں میں نہاتے وقت پردہ کرنا

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ کپڑا باندھکر غسل کیا جائے اور وہاں عام لوگ یہاں تک کہ محارم بھی نہ ہوں۔

أُمِ هَانِیءٍ بِنْتَ اَبِیْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَ جَدْ تَهُ یغتسل وفاطمة تستره فقال من هذِهِ فقلتُ انا اُمِ هانیءٍ.

ترجمہ: ام ہانی بنت ابی طالب نے کہا کہ میں فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ غسل کررہے ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کررکھا ہے۔ آں حضور ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میں ام ہانی ہوں۔

عن میمونة قالت سترت النبی ﷺ وھو یغتسل من الجنا بة فغسل ید یه ثم صب بیمینه علی شماله فغسل فر جه' وما اصابة ثم مسح بیده علی الحائط او الارض ثم توضاء وضوء ہ للصلوٰة غیر رجلیه ثم افاض علی جسدہ الماء ثم تنحی فغسل قد میه تابعه ابو عو انة وابن فضیل فی الستر۔

ترجمہ: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے جب نبی کریم ﷺ غسلِ جنابت کررہے تھے آپ کا پردہ کیا تھا، تو آپ نے اپنے ہاتھ دھوئے پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی بہایا اور شرمگاہ دھوئی اور جو کچھ اس میں لگ گیا تھا اسے دھویا پھر ہاتھ کو زمین یا دیوار پر رگڑ کر دھویا۔ پھر نماز کی طرح وضو کیا پاؤں کے علاوہ پھر پانی اپنے بدن پر بہایا اور اس جگہ سے ہٹ کر دونوں قدموں کو دھویا۔ اس حدیث کی متابعت ابوعوانہ اور ابن فضیل نے ستر کے ذکر کے ساتھ کی ہے۔

اگر زمین پختہ نہ ہو اور نہاتے وقت مٹی کے ساتھ پانی کے چھینٹے پاؤں پر آ جاتے ہوں تو پاؤں غسل کے بعد دھونا چاہئے لیکن پختہ فرش پر اس کی ضرورت نہیں۔

شرح:

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور سرور عالم ﷺ غسل فرمارہے تھے چونکہ کپڑا حائل تھا اور وہ خاصہ موٹا تھا اسی لئے بی بی ام ہانی رضی اللہ عنہا کا آنا تو محسوس ہوا لیکن یہ ظاہر نہ ہوا کہ کون ہے اسی لئے آپ ﷺ نے ان کے متعلق پوچھا اس سے جاہل لوگ حضور ﷺ کی لاعلمی ثابت کرتے ہیں حالانکہ قاعدہ ہے کہ سوال لاعلمی سے نہیں ہوتا بلکہ مبنی بر حکمت ہوتا ہے تفصیل دیکھئے ''لاعلمی میں علم'' یہاں بھی حکمت ہے۔

باب نمبر ۲۲

اذا حتلمت المر اة

ترجمہ: جب عورت کو احتلام ہو

عن ام سلمة ام المؤ منین انھا قالت جاء ت ام سلیم امراة ابی طلحة الی رسول اللہ ﷺ فقالت یا رسول اللہ ان اللہ لا یستحي من الحق علی المراةِ من غسل اذا ھی احتلمت فقال رسول اللہ ﷺ نعم اذا رات الماء۔

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ام سلیم ابوطلحہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حق سے حیا

نہیں کرتا۔ کیا عورت پر بھی جب کہ اسے احتلام ہو غسل واجب ہوجاتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں اگر پانی دیکھے۔

شرح:

عورت کو احتلام ہوجاتا ہے ایک عجوبہ ہے اسی لئے بی بی ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیا اور احتلام میں مرد وعورت کے احکام برابر ہیں۔

(نکتہ) ہمارے نبی پاک ﷺ چونکہ جامع العلوم والحکم ہیں اسی لئے وہ مسائل واحکام جو دانشور اور اطباء و حکماء حل نہ کرسکے وہ حل کردیئے اشاروں سے طیبہ والے نے (ﷺ)

اطبائے قدیم میں عورت کے مادہ منویہ میں اختلاف تھا۔

ارسطو کا نظریہ یہ ہے:

کہ عورت کے بھی منی ہوتی ہے اور بچہ عورت اور مرد دونوں کی منی سے بنتا ہے لیکن جالینوس کا خیال یہ ہے کہ بچہ صرف مرد کی منی سے بنتا ہے اور عورت کی منی نہیں ہوتی۔ ایک رطوبت ہوتی ہے جو منی کے مشابہ ہے۔ حدیث میں ہے مرد کی منی غلیظ اور بدبودار ہوتی ہے۔ اور عورت کی منی رقیق زردی مائل ہوتی ہے۔ تو زوجین میں سے جس کی منی غالب آجائے بچہ اسی کی شکل پر ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے جالینوس کے خیال کی تردید کردی۔

شانِ انبیاء علیہم السلام:

انبیاء علیہم السلام خود بھی احتلام سے پاک ہوتے ہیں ان کی ازواج مطہرات بھی یہاں تک کہ رشتہء ازدواج سے پہلے بھی اس لئے کہ احتلام میں شیطان کی مداخلت ہوتی ہے اور شیطانی مداخلتوں سے ازواج مطہرات پاک ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ جب ام سلیم نے احتلام کے متعلق سوال کیا تو حضرت ام المومنین ام سلمہ کو اس سوال پر تعجب ہوا۔

باب نمبر ۲۳

عرق الجنب وان المسلم لاینجس

ترجمہ: جنبی کا پسینہ اور مسلمان نجس نہیں ہوتا

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ جنابت معنوی پلیدی ہے اسی لئے انسان پر جب تک حقیقی پلیدی نہ ہو

جیسے، پیشاب، پاخانہ وغیرہ نہ ہوا سے نجس نہ کہا جائے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد کے جو لوگ قائل نہیں انہیں معلوم ہو کہ ہزاروں اجتہادات ان کے احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں اور پھر اجتہاد میں خطاء کا احتمال بھی ہے اور ان کے اجتہاد میں خطا ہو تو قابل گرفت نہیں جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ اجتہاد منجملہ انہی سے ہے اور یہ اجتہاد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ادب کے پیش نظر کیا ثابت ہوا کہ عشق وادب کے لئے جدید دلیل کی ضرورت نہیں عشق وادب اپنی دلیل خود ہیں۔ انکے اجتہاد کی حضور ﷺ نے تو تردید فرمائی لیکن ادب کا رد کہاں۔ اسی لئے نفس مسئلہ سمجھا دیا اس کے آگے یہ نہ فرمایا کہ میرے ادب کے پیش نظر ایسا نہ کرنا۔

مسائل: اسی حدیث سے فقہاء نے مسائل شرعیہ کا استنباط کیا (۱) جنب مومن ہو یا کافر نجس نہیں ہوتا (۲) جنبی کا پسینہ، لعاب، جھوٹا وغیرہ نجس نہیں۔ (۳) غسل جنب میں جلدی کا حکم نہیں جیسے آگے تفصیل سے آئے گا۔

عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ **لقیہ فی بعض طریق المدینۃ وھو جنب فانتجست منہ فذھبت فاغتسلت ثم جاء فقال این کنت یا ابا ھریرۃ قال کنت جنبا فکرھت ان اجالسک وانا علی غیر طھارۃ قال سبحان اللہ ان المؤمن لاینجس.**

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مدینے کے کسی راستہ میں رسول اللہ ﷺ سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ اس وقت ابو ہریرہ جنب کی حالت میں تھے۔ اس لئے آہستہ سے نظر بچا کر وہ چلے گئے۔ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہاں چلے گئے تھے انہوں نے جواب دیا کہ میں جنابت سے تھا اس لئے میں نے آپ کے ساتھ بغیر غسل بیٹھنا مناسب نہیں سمجھا آپ نے ارشاد فرمایا۔ سبحان اللہ، مومن ہرگز نجس نہیں ہوسکتا۔

باب نمبر ۲۱

کینو نۃ الجنب فی البیت اذا تو ضاقبل ان یغتسل عن ابی سلمۃ قال سالت عائشۃ اکان النبی ﷺ یرقد وھو جنب قالت نعم ویتوضا

ترجمہ: غسل سے پہلے جنبی کا گھر میں ٹھہرنا جبکہ وضو کرے۔ ابو سلمہ نے کہا میں نے عائشہ

رضی اللہ عنہا سے سنا کہ رسول کریم ﷺ جنابت کی حالت میں گھر میں سوتے تھے وضو کر لیتے تھے

شرح:

اس باب میں بتانا چاہتے ہیں کہ جنبی جنابت کے بعد دنیوی امور سے محروم نہیں ہو جاتا امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چند بزرگوں کے اقوال وافعال نقل کر کے خود حضور سرور عالم ﷺ کا عمل مبارک روایت فرمایا ہے کہ آپ زوجہ مکرمہ کو مشرف فرما کر اسی شب کو دوسری زوجہ محترمہ کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے جاتے اس سے ثابت ہوا کہ جنب میں بازار آنا جانا ممنوع نہیں اسی پر استدلال از احادیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ جنابت کی حالت میں بازار میں نکلے تو حضور علیہ السلام کی ملاقات ہو گئی جس کا ذکر اوپر ہوا۔

مسئلہ:

احناف کے نزدیک جنبی کو بال منڈانا، ناخن کتروانا بحالت جنب مکروہ ہے (عالمگیری) اسکے وجوہ شروح بخاری میں ہیں۔

فائدہ:

ایک ہی رات میں نو ازواج مطہرات کا نوازنے کا یہ دیگر واقعہ ہے اور جو منکرین حدیث کے جوابات میں ہم نے لکھا ہے وہ حجۃ الوداع کے احرام کے ابتداء کا واقعہ ہے جس کی مکمل تفصیل اور منکرین کی تردید کامل گذر چکی ہے۔ اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سمجھایا ہے کہ جنبی کو وضوء کے بغیر سونا یا ویسے ہی وقت گذارنا اچھا نہیں۔ (سوال) ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس گھر میں کتا۔ یا جاندار کی تصویر ہو تو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (جواب) علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مذکور حدیث صحیح ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ جنبی سستی کر کے خواہ مخواہ تضیع اوقات نہ کرے یہاں تک کہ نماز قضا ہو جائے اس کی عادت نہ بنالے ورنہ جائز ہے۔ (شرح بخاری)

فائدہ:

کینونۃ کان یکون کا مصدر ہے ایسے مصادر نادرۃ الوجود ہیں مثلاً یائی میں: توحید ورۃ اور طیرورۃ اور واوی میں کینونۃ کے علاوہ کیعوعۃ ودیمومۃ وقیدودہ آنے ہیں (عینی)

فائدہ:

جنابت کے بعد امور کئی قسم ہیں (۱) خروج، چلنا پھرنا، غسل کی کاروائی وغیرہ بلا کراہت و بلا اختلاف جائز ہے۔ (۲) نیند وغیرہ

وضوء مستحب ہے۔داؤدظاہری کے نزدیک واجب ہے۔غیر مقلدین اکثر اسکے پیچھے لگتے ہیں لیکن یہ مشکل ہے۔اسی لئے یہ دوسری طرف چلے گئے جہاں حنفی ہیں۔(۳) دوبارہ جماع کے بارے میں جمہور وضوء کے استحباب کا فرماتے ہیں لیکن اہل الظواہر وابن حزم اس کے وجوب کے قائل ہیں لیکن غیر مقلدین سہولت کے پیش نظر جمہور کے مقلد ہیں۔

فائدہ:

ہمارے علماء نے اس صورتِ آخر میں وضوء کے استحباب کے ساتھ بصورت تاخرِ غسل تیمم کی اجازت بھی دی ہے۔

فائدہ:

حضور سرور عالم ﷺ کا جماع کے بعد بلا وضو سونا ثابت نہیں بلکہ آپ ہمیشہ باوضوء ہو کر آرام فرماتے چنانچہ حدیث شریف میں ہے

وانکان جنباً توضا وضوء الرجل للصلوۃ:

آپ اگر آرام فرماتے ہیں تو جماع کے بعد نماز کا وضو کر کے آرام فرماتے۔

فائدہ:

یہاں صاحب فتح الباری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواز کے لئے بلا وضو آرام فرمانے کا قول کیا تو علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احادیث کے دلائل سے ان کی تردید فرمائی ہے۔

فائدہ:

احتلام ہو جائے تو اپنی عورت سے بلا وضو جماع نہ کرے کہ اس سے اولاد پاگل پیدا ہونے کا خطرہ ہے اسی طرح اطباء نے لکھا ہے۔

باب نمبر ۲۵

نوم الجنب

ترجمہ: جنبی کا نیند کرنا

شرح:

اس باب میں جو آداب سکھائے ہیں اس پر مفصل لکھا جا چکا ہے اس میں یہی فرمایا گیا ہے کہ جنبی کے آداب میں ایک یہ ہے کہ اگر وہ سونا چاہے تو بے وضوء نہ سوئے اور استحباب کے لئے یعنی لغوی معنی مراد نہیں بلکہ وضوء کے شرعی معنی مراد ہے۔

سیرتِ رسول ﷺ

(۱) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ بحالتِ جنابت کوئی شے نہ کھاتے جب تک کہ وضوء نہ کر لیتے (جمع الزوائد طبرانی) (۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ نے بھی بحالتِ جنابت کچھ کھایا فرمایا وضوء کر کے لیکن قرآۃ ونماز تو بغیر غسل کے نہیں کیا نہ کرونگا۔

(۳) حضرت سیموہ بنت سعد رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا کہ ہم بحالتِ جنابت کھا پی سکتے ہیں فرمایا وضوء کے بغیر نہ کھایا جائے، عرض کی سو سکتے ہیں فرمایا بغیر وضوء سونا مجھے پسند نہیں کیونکہ خوف ہے کہ موت آجائے اور جبریل علیہ السلام اسکی نماز جنازہ میں شرکت نہ کریں۔

ان عمر بن الخطاب سال رسول الله ﷺ ایرقد احدنا وهو جنب قال نعم اذاتوضأ احدکم فلیر قد وهو جنب .

ترجمہ: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم جنابت کی حالت میں سو سکتے ہیں فرمایا ہاں وضوء کر کے جنابت کی حالت میں بھی سو سکتے ہیں۔

شرح:

حدیث سے ثابت ہوا کہ بلا غسل سونا جائز ہے ہاں وضوء کر لینا بہتر ہے لیکن الحاوی للفتاوی میں امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث نقل فرمائی کہ جو جنبی بلا غسل سو جانے کی عادت بنا لے اسے مرتے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زیارت نہ ہوگی۔

انتباہ:

بعض مسائل احادیث محض جواز کے لئے ہوتے ہیں تا کہ امت کو مشقت نہ ہو ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جواز سے آگے ۔ت پر عمل ہو تو اسمیں دارین کی بہبودی اور فلاح ہے۔

باب نمبر ۲۶

الجنب یتوضاثم ینام

ترجمہ: جنبی وضوء کر لے پھر سوئے

عن عائشة قالت کان النبی ﷺ اذاارادان ینام وهو جنب غسل فرجه وتوضاالصلوٰة .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب جنابت کی حالت میں ہوتے اور سونے کا ارادہ کرتے تو شرمگاہ کو دھو لیتے اور نماز کی طرح وضوء کرتے۔

عن عبداللہ بن عمر قال استفتی عمر النبی ﷺ اینام احدنا وھو جنب قال نعم اذا توضا.

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم جنابت میں سو سکتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں لیکن وضوء کر کے۔

قال ذکر عمر بن الخطاب لرسول اللہ ﷺ انہ تصیبہ الجنابة من اللیل فقال لہ رسول اللہ ﷺ توضا واغسل ذکرک ثم نم.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ رات میں انھیں غسل کی ضرورت ہو جایا کرتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وضوء کر لیا کرو اور شرمگاہ دھو کر سو جایا کرو۔

باب نمبر ۲۷

باب اذا التقی الختان

ترجمہ جب دونوں ختان ایک دوسرے سے مل جائیں

عن ابی ہریرة عن النبی ﷺ **قال اذا جلس بین شعبھا الا ربع ثم جھد ھا فقد وجب الغسل تابعہ عمر و عن شعبة وقال موسی حدثنا حبان قال ثنا قتادة قال انا الحسن مثلہ قال ابو عبداللہ ھذا اجود واوکدہ انما بینا الحدیث الآخر لاختلافھم والغسل.**

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

جب مرد عورت کے چہار زانوں میں بیٹھے اور اس کے ساتھ کوشش کی تو غسل واجب ہو گیا اس حدیث کی متابعت عمر نے شعبہ کے واسطہ سے کی ہے اور موسیٰ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسی حدیث کی طرح ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ یہ حدیث اس باب کی تمام احادیث ہم نے دوسری احادیث فقہا کے اختلاف کے پیش نظر بیان کی اور غسل میں احتیاط زیادہ ہے۔

شرح:

علماء مجتہدین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر میاں بیوی ہم بستر ہوئے اور کسی وجہ سے انزالِ منی سے پہلے ہی دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تو کیا اس صورت میں ان پر غسل واجب ہو گا احناف کا اس صورت میں مسلک یہ ہے کہ مرد کی شرمگاہ جب عورت

کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے تو صرف اس دخول سے غسل دونوں پر ضروری ہوتا ہے انزال منی ہو یا نہ ہو اس کی دلیل ہے صحابہ کا اجماع امام طحاوی نے اس مسئلہ پر طویل بحث کرتے ہوئے صحابہ کے اجماع کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں یہ مسئلہ اٹھا تو صحابہ نے پہلے مختلف رائیں ظاہر کیں۔ کسی نے کہا انزال منی کے بعد ہی غسل واجب ہوگا کیونکہ حدیث ہے انما الماء من الماء کسی نے کہا یہ حدیث احتلام کے باب کی ہے۔ مسئلہ یوں ہے کہ انزال ہو یا نہ ہو صرف دخولِ ذکر سے غسل واجب ہو جاتا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آپ لوگ اہلِ بدر اخیار ہیں۔ جب آپ ہی لوگوں میں مسائل سے متعلق اختلاف ہے تو پھر آپ کے بعد کیا ہوگا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اس مسئلہ کو معلوم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات کی خدمت میں کسی کو بھیج کر پوچھا جائے۔ سب نے اس کی تائید کی اور ایک شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب ختان ختان سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے یعنی آپ نے اس کی تصدیق فرمائی کہ غسل کے لئے صرف دخولِ ذکر کافی ہے انزالِ منی کی ضرورت نہیں۔ یہ مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں اکابر صحابہ کی موجودگی میں طے ہوا اور حضرت عائشہ کے فیصلہ پر جو اس طرح کے مسائل کی سب سے زیادہ صحابہ میں جاننے والی تھیں کسی نے اس کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا اور بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اس کے خلاف میں نے اب کسی سے کچھ سنا تو اسے لوگوں کے لئے عبرت بنادوں گا اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب اس مسئلہ میں بہت قوی ہے۔

بخاری میں حنفیت:

یہ حدیث جو امام بخاری نے نقل فرمائی ہے یہ حنفیت کی دلیل ہے اور یہ اسطرح ہے جیسے طلاق ثلاثہ میں اجماعِ صحابہ کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پر سختی سے عمل کرایا اس سے غیر مقلدین نے الزام لگایا کہ یہ فاروق اعظم کا عمل ہے یہ ان کا بہتان ہے بلکہ اسے یوں سمجھئے کہ ارشادات نبویہ پر عمل کرانے کا نام سنت عمری نہیں کہی جاسکتی اس طرح بیس تراویح کو سمجھئے اسی طرح مسئلہ متعہ وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں بتایا ہے کہ زن وشوہر کے اب بصورت جماع سے غسل واجب ہے اگرچہ انزال نہ ہو غیر مقلدین اور جمہودی یعنی ٹیڈی مجتہدین اس کے خلاف ہیں کیونکہ آرام اسی میں ہے وہ کہتے ہیں دور حاضرہ کا تقاضہ ہے۔ لیکن جب انہیں اس کی سزا ملے گی تب معلوم ہوگا کہ تقلید کے دامن چھوڑنے اور جمہور توڑنے کا مزا کیسا ہے اب کیا کہا جائے یا کیا کہا جاسکتا ہے۔

فوائد:

- الختان بکسر الخاء غیبوته حشفه شعب،بضم الشین وفتح العین شعبہ کی جمع کیفیت جماع کنایہ کے طور بیان کی ہے اس کے باوجود منکرین حدیث اعتراض سے باز نہیں آئے اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ انہوں نے اعتراض کرنے کی قسم کھا رکھی ہے ورنہ

اعتراض کیسا اگر کچھ ہے تو فقیر نے سابقاً اس قسم کے سوالات کے جوابات تفصیل سے لکھ دیئے ہیں۔

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور شارحین حدیث بھی یہی فرماتے ہیں۔ وقد کان فیه خلاف العقد الاجماع علیه، پہلے دور میں خلاف ضرور تھا لیکن اب تو اجماع ہو چکا ہے کہ انزال ہو یا نہ ہو حشفہ کی غیوبت سے غسل واجب ہے لیکن غیر مقلدین اور جمہودی یعنی ٹیڈی مجتہدین کس کی سنیں کیونکہ جبکہ دور کی نزاکت کے خلاف ہے۔

(۳) بخاری شریف میں صرف واجب الغسل ہے، غسل واجب ہے لیکن مسلم شریف میں اس سے مزید تصریح ہے کہ وان لم ینزل، اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔

(لطیفہ)

غیر مقلدین عام طور کہتے ہیں صحاح ستہ کی روایت چاہیئے جب صحاح میں تصریح ہو تو پھر بخاری شریف کو ترجیح جب بخاری شریف میں بھی خلاف ہو تو پھر اپنا اجتہاد بے بنیاد (لا حول ولا قوۃ)

ناسخ روایات:

عدم اغتسال کی منسوخ احادیث تو مخالفین پیش کرتے ہیں ناسخ روایات میں سے صرف ایک روایت ملاحظہ ہو۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ کسی نے جماع کیا لیکن انزال نہ ہوا تو کیا حکم ہے، بی بی صاحبہ نے فرمایا: فعلته انا ورسول الله ﷺ فاغتسلنا منه جمیعا (ترمذی وطحاوی) ترجمہ: میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا تو ہم دونوں نے غسل کیا۔

حدیث ردِ منکرین:

ماں بیٹے کو مسئلہ بتائے یا بیٹا ماں سے مسئلہ پوچھے اس میں حرج کیا ہے تفصیلی جوابات پیچھے گذرے۔

نسخ کی دوسری روایت یہی ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت فرمائی ہے۔

باب نمبر ۲۸:

غسل ما یصیب من فرج المراۃ

ترجمہ: اس شے کا دھونا جو عورت کی فرج سے لگ جائے

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ عورت کی فرج کی رطوبت جسم یا کپڑے وغیرہ پر لگ جائے تو اسکے متعلق کیا حکم ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے جتنا اس بارہ میں جتنی احادیث ذکر فرمائیں وہ منسوخ ہیں۔ مگر غیر مقلدین نے اسی میں سہولت دیکھی تو انہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ مذہب پسند آ گیا اسی لئے اس مسئلہ میں غیر مقلدین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ مذہب کے مقلد ہیں۔

ٹیڈی مجتہدین:

یہ صاحبان بھی چونکہ حنفی ہونے کے باوجود جمود پر اڑتے ہیں انہیں بھی تقریباً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اسی مذہب کی تقلید پسند آ گئی اس سے سمجھتے جائیں کہ غیر مقلدیت اور جمود پر اڑنے والے حق کے پروانے نہیں سہولت و نفسانیت کے پروانے ہیں۔

رطوبتِ فرج:

خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب نہیں بلکہ وہ رطوبت فرج کی نجاست کی طرح عورت سے جماع کے وقت التقاء الختنین سے غیبوبۃ حشفہ سے غسل ضروری ہے لیکن نفسانیت کا بھوت سوار ہو تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کیا ہیں انکی نظروں میں تو بڑے بڑے مجتہدین کا اجتہاد بیکار ہے۔

ان زید بن خالد الجھنی اخبر انہ سال عثمان بن عفان فقال ارایت اذا جامع الرجل امراتہ فلم یمن قال عثمان یتوضاء کمایتوضاء للصلوۃ ویغسل زکرہ وقال عثمان سمعتہ من رسول اللہ ﷺ فسالت عن ذلک علی بن ابی طالب والزبیر بن العوام و طلحۃ بن عبید اللہ و ابی بن کعب فامروہ بذلک واخبرنی ابو سلمۃ ان عروۃ بن الزبیر اخبرہ ان ابا ایوب اخبرہ انہ سمع ذلک من رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: زید بن خالد جہنی نے عثمان بن عفان سے سوال کیا کہ اس مسئلہ کا حکم تو بتائیے کہ مرد اپنی بیوی سے ہمبستر ہوا لیکن انزال نہیں ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کی طرح وضو کرلے اور ذ کر کو دھولے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سُنی ہے، میں نے اس کے متعلق علی بن ابی طالب، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ، وابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو

انھوں نے بھی یہی فرمایا۔ اور ابو سلمہ نے مجھے بتایا کہ انھیں عروہ بن زبیر نے خبر دی انھیں ابوایوب نے خبر دی کہ یہ بات انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔

ابی بن کعب انہ قال یارسول اللہ ﷺ اذا جامع الرجل المراۃ فلم ینزل قال یغسل مامس المراۃ منہ ثم یتوضاء ویصلی قالو ابو عبداللہ الغسل احوط ذلک الآخر بیناۃ الاختلافھم والماء انقی۔

ترجمہ: اُبی ابن کعب نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ جب مرد عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو (تو اس کا کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا عورت سے جو کچھ لگ گیا ہے اسے دھوئے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے ابوعبداللہ نے کہا کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے اور یہ آخری احادیث ہم نے اس لئے بیان کردیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور پانی (غسل) زیادہ پاک کرنے والا ہے۔

(کتاب الغسل ختم شد۔ **الحمد للہ علیٰ ذلک**)

کتاب الحیض

وقول للہ تعالیٰ ویسئلو نک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلو االنساء فی المحیض و لا تقربو ھن حتی یطھرن ج فاذاتطھرن فاتو ھن من حیث امر کم اللہ ج ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔

حیض کا بیان

ترجمہ: اور خداوند تعالیٰ کا قول ہے، اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا فرمایئے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک وہ پاک نہ ہوں پھر جب خوب پاک ہوجائیں تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے بے شک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے۔

شرح:

حسب عادت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اثبات مسائل کے لئے اس باب میں سب سے پہلے قرآنی آیت لکھی ہے یہ آیت پارہ دوم سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۲۲ ہے صحیح مسلم میں ہے کہ یہودیوں میں جب کسی عورت کو حیض آتا تو اسے نہ اپنے ساتھ کھلاتے نہ اپنے پاس گھروں میں رکھتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسکے متعلق سوال کیا تو آیۃ مذکورہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماع کے سوا ہر شے کرو یہ خبر یہود کو پہونچی تو کہنے لگے کہ یہ نبی اکرم ﷺ ہماری بات کا خلاف کرنا چاہتے ہیں اس پر اُسید بن حضیر اور عباد بن بشیر نے آکر عرض کی کہ یہود ایسا ایسا کہتے ہیں تو کیا ہم عورتوں سے جماع نہ کریں تاکہ یہود کی پوری مخالفت ہوجائے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس میں ناراضگی کے آثار نمودار ہوئے یہانتک کہ گمان ہوا کہ آپ ﷺ ان دونوں پر ناراض ہیں وہ دونوں چلے گئے حضو ﷺ

کے پاس دودھ ہدیہ آیا آپ نے آدمی بھیج کر انہیں بلوا کر پلایا اب معلوم ہوا کہ آپ ناراض نہیں ہوئے۔

باب نمبر ۱

کیف کان بدا الحیض وقول النبی ﷺ هذا شیء کتبه الله علی بنات ادم وقال بعضهم کان اول ما ارسل الحیض علی بنی اسرائیل قال ابو عبد الله وحدیث النبی ﷺ اکثر

ترجمہ: حیض کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کی تقدیر میں لکھ دیا ہے بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل میں آیا۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث تمام عورتوں کو شامل ہے

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو کہتے ہیں کہ یہ عارضہ حیض بنی اسرائیل کی عورتوں سے شروع ہوا ہے یہ قول غلط ہے صحیح وہی ہے جو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کا ابتدائی مرض ہے۔

قاعدہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو روایت بلا سند بیان فرمائیں وہ روایت بھی صحیح ہوتی ہے۔

حیض کی حکمت:

عورت بالغہ کے بدن میں فطرۃً ضرورت سے کچھ زیادہ خون پیدا ہوتا ہے کہ حمل کی حالت میں وہ خون بچے کی غذا میں کام آئے اور بچے کے دودھ پینے کے زمانہ میں وہی خون دودھ ہو جائے اور ایسا نہ ہو تو حمل اور دودھ پلانے کے زمانے میں اس کی جان پر بن جائے یہی وجہ ہے کہ حمل اور ابتدائے شیر خوارگی میں خون نہیں آتا اور جس زمانہ میں نہ حمل ہو نہ دودھ پلانا وہ خون اگر بدن سے نہ نکلے تو قسم قسم کی بیماریاں ہو جائیں۔

احادیثِ مبارکہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایات شرح میں آتی ہیں چند روایات مزید یہاں حاضر ہیں۔

(**حدیث نمبر۱**) ترمذی وابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حیض والی سے یا عورت کے پیچھے کے مقام میں جماع کرے یا کاہن کے پاس جائے اس نے کفران کیا اس چیز کا جو محمد ﷺ پر اتاری گئی۔ (**حدیث نمبر۲**) رزین کی روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میری عورت جب حیض میں ہو تو میرے لئے کیا چیز اس سے حلال ہے فرمایا تہبند (ناف) سے اوپر اور اس سے بھی بچنا بہتر ہے۔ (**حدیث نمبر۳**) اصحاب سنن اربعہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی بی بی سے حیض میں جماع کرے تو نصف دینار صدقہ کرے۔ ترمذی کی دوسری روایت انہیں سے یوں ہے کہ فرمایا جب سرخ خون ہو تو ایک دینار اور جب زرد ہو تو نصف دینار۔

عائشة تقول خرجنا لانراد الا الحج فلما كنا بسرف حصنت فد خل على رسو ل الله ﷺ وانا ابكى فقال مالك انفست قلت نعم قا ل ان هذ ا امر كتبه الله على بنا ت ادم فاقضى مايقضى الحاج غير ان لاتطوفى با لبيت قالت وضحى رسول الله ﷺ عن نسائه بالبقر۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی۔ اس بات پر میں رو رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا تمہیں کیا ہوگیا، کیا حائضہ ہوگئی ہو میں نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے لکھ دیا ہے۔ اس لئے تم بھی حج کے افعال پورے کرلو۔ البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کے عارضہ (حیض) کے متعلق انکشاف فرمایا کہ یہ ایک ایسا عارضہ ہے کہ اس میں ہر عورت کو مبتلا ہونا ضروری ہے اسمیں ان خواتین کے لئے عبرت ہے جو تہذیب نو کے غلط تصور میں مبتلا ہو کر مرد کی برابری کا دم بھرتی ہیں حالانکہ اسلام نے انکے اعلیٰ حقوق متعین فرمائے ہیں اس سے متجاوز ہو کر اسلام کی بغاوت پر کمر بستہ ہیں اور مثالیں ایسی عورتوں کی دیتی ہیں جو بعض امور میں عام مردوں سے برتری حاصل کرلیتی ہیں یہ دلیل اس لئے غیر معتبر ہے کہ اسلام کے حدود متعینہ کی بات اور ہے اور کسی امور اور جزوی کمال دیگر شے ہے مثلاً ماہواری کا عارضہ عورت کا خاصہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی بی بی کو اسمیں مبتلا نہ کرے تو وہ شے دیگر ہے مثلاً چند مقدس خواتین اس عارضہ میں مبتلا نہ ہوئیں یہ انکی جزوی فضیلت ہے جیسے سیدہ طیبہ طاہرہ بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا۔

باب نمبر ۴

غسل الحآئض راس زوجھا و تر جیلہ

ترجمہ: حائضہ عورت کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اس میں کنگھا کرنا

عن عائشة قالت کنت ارجل راس رسو ل اللہ ﷺ وانا حائض۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کو حائضہ ہونے کی حالت میں بھی کنگھا کرتی تھی۔

عن عروة انہ سئل اتخدمنی الحائض اوتدنو امنی المراة وھی جنب فقال عروة کل ذلک علی ھین وکل ذلک تخذمنی ولیس علی احد فی ذلک باس اخبرتنی عائشة انھا کانت ترجل رسول اللہ ﷺ وھی حائض و رسول اللہ ﷺ حینئذ یجاور فی المسجد یدنی لھا راء سہ وھی فی حجرتھا فترجلہ وھی حائض۔

ترجمہ: ہشام بن عروۃ کے واسطہ سے بتایا کہ ان سے کسی نے سوال کیا۔ کیا حائضہ میری خدمت کرسکتی ہے۔ یا ناپاکی کی حالت میں عورت مجھ سے قریب ہوسکتی ہے عروہ نے فرمایا میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس طرح کی عورتیں میری بھی خدمت کرتی ہیں اور اس میں کسی کیلئے بھی کوئی حرج نہیں، مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو حائضہ ہونے کی حالت میں کنگھا کرتی تھیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس وقت مسجد میں معتکف ہوتے۔ آپ اپنا سر مبارک قریب کردیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہونے کے باوجود اپنے حجرہ مبارک ہی سے کنگھا کردیتیں۔

شرح:

ان احادیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حیض ایک معنوی شے ہے اس مرض میں جب کوئی خاتون مبتلا ہوتو اسکا ظاہری جسم پلید نہیں ہوجاتا اسی لئے یہ مسئلہ بتلادیا کہ اگر مرد مسجد میں ہو اور حائضہ مسجد سے باہر کی کوئی خدمت بجالائے تو جائز ہے اسطرح سے مرد کے اعتکاف میں بھی فرق نہ آئیگا۔

حیض کے بعض مسائل:

حیض کے مسائل کی تفصیل تو کتب فقہ میں ہے چند مسائل حاضر ہیں۔ (۱) بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادی طور پر نکلتا ہے اور بیماری یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو اسے حیض کہتے ہیں اور بیماری سے ہوتو استحاضہ اور بچہ ہونے کے بعد ہوتو نفاس کہتے

ہیں۔(۲) حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین راتیں یعنی پورے ۷۲ گھنٹے ایک منٹ بھی اگر کم ہے تو حیض نہیں اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں ہیں۔(۳) بہتر۷۲ گھنٹے سے ذرا بھی پہلے ختم ہو جائے تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے ہاں اگر کرن چمکی تھی کہ شروع ہوا اور تین دن تین راتیں پوری ہو کر کرن چمکنے ہی کے وقت ختم ہوا تو حیض ہے اگر چہ دن بڑھنے کے زمانہ میں طلوع روز بروز پہلے اور غروب بعد کو ہوتا رہے گا اور دن چھوٹے ہونے کے زمانہ میں آفتاب کا نکلنا بعد کو اور ڈوبنا پہلے ہوتا رہے گا۔جس کی وجہ سے ان تین دن اور رات کی مقدار بہتر گھنٹے ہونا ضرور نہیں مگر عین طلوع سے طلوع اور غروب سے غروب تک ضرور ایک دن رات ہے ان کے ماسوا اگر اور کسی وقت شروع ہوا تو وہی چوبیس گھنٹے پورے کا ایک دن رات لیا جائے گا۔مثلاً آج صبح کو ٹھیک ۹ بجے شروع ہوا اور اس وقت پورا پہر دن چڑھا تھا تو کل ٹھیک ۹ بجے ایک دن رات ہوگا اگر چہ ابھی پورا پہر بھر دن نہ آیا جبکہ آج طلوع کل کے طلوع سے بعد ہو یا پہر بھر سے زیادہ دن آ گیا ہو جب کہ آج کا طلوع کل کے طلوع سے پہلے ہو۔(۴) دس رات دن سے کچھ بھی زیادہ خون آیا تو اگر یہ حیض پہلی مرتبہ اسے آیا ہے تو دس دن تک حیض ہے بعد کا استحاضہ اور اگر پہلے اسے حیض آ چکے ہیں اور عادت دس دن سے کم کی تھی تو عادت سے جتنا زیادہ ہوا استحاضہ ہے اسے یوں سمجھو کہ اس کو پانچ دن کی عادت تھی اب آیا دس دن تو کل حیض ہے۔اور بارہ دن آیا تو پانچ دن حیض کے باقی سات دن استحاضہ کے اور ایک حالت مقرر نہ تھی بلکہ کبھی چار دن کبھی پانچ دن تو پچھلی بار جتنے دن تھے وہی اب بھی حیض کے ہیں باقی استحاضہ۔(۵) یہ ضروری نہیں کہ مدت میں ہر وقت خون جاری رہے جبھی حیض ہو بلکہ اگر بعض وقت بھی آئے جب بھی حیض ہے(۶) کم سے کم نو برس کی عمر سے حیض شروع ہوگا اور انتہائی عمر حیض آنے کی پچپن سال ہے اس عمر والی عورت کو آئسہ اور اس عمر کو سن ایاس کہتے ہیں۔(۷) نو برس کی عمر سے پیشتر جو خون آئے استحاضہ ہے یوں ہی پچپن سال کی عمر کے بعد جو خون آئے ہاں پچھلی صورت میں اگر خالص خون آئے یا جیسا پہلے آتا تھا اسی رنگ کا آیا، تو حیض ہے(۸) حمل والی کو جو خون آیا استحاضہ ہے۔یوں ہی بچہ ہوتے وقت جو خون آیا اور ابھی آدھے سے زیادہ بچہ باہر نہیں نکلا وہ استحاضہ ہے۔(بہار شریعت)

باب نمبر ۳

قراءۃ الرجل فی حجرا مراتہ وھی حائض وکان ابو وائل یرسل خادمہ وھی حائض الی ابی رزین فتاتیہ بالمصحف مسکہ بعلاقتہ

ترجمہ: مرد کا اپنی بیوی کی گود میں حائضہ ہونے کے باوجود قرآن پڑھنا ابو وائل اپنی

خادمہ کو حیض کی حالت میں ابو رزین کے پاس بھیجتے تھے اور خادمہ قرآن مجید ان کے یہاں سے جزدان میں لپٹا ہوا اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لاتی تھی

ان عائشة حدثتها آن النبی ﷺ کان فی حجری وانا حائض ثم یقرا القرآن۔

ترجمہ: حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ میری گود میں سر مبارک رکھ کر قرآن پڑھتے تھے حالانکہ میں اس وقت حائضہ ہوتی تھی۔

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ حائضہ خود تو قرآن نہیں پڑھ سکتی اگر کوئی قرآن مجید اسکی گود وغیرہ میں پڑھے تو کوئی حرج نہیں ایسے ہی حالت حیض میں قرآن مجید پر غلاف جو قرآن (مجید کا کالجزء) ہو تو اس کو اٹھا اور ہاتھ لگا سکتی ہے۔

فائدہ:

اس حدیث شریف میں حیض پر لفظ نفاس کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ نام بدلنے سے کام نہیں بگڑتا اسی لئے یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مقصد ہے کہ نفاس بھی حیض ہی تو ہے اس لئے ظاہر ہے کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا لیکن جب بچے کی ولادت ہوتی ہے فم رحم کھل جاتا ہے اور جمع شدہ خون کثیر مقدار میں نکل آتا ہے جو حمل کی حالت میں فم رحم بند ہو جانے کیوجہ سے رک گیا تھا یہی خون بچے کی غذا بھی بنتا تھا اور جو باقی بچتا ہے وہ نفاس کی صورت میں ولادت کے بعد نکلتا ہے۔

نکتہ:

یہ عام بشر کے لئے ہے لیکن حضور ﷺ نور بصورت بشر ہیں اس لئے یہ خون آپ کی غذا نہیں بنا اور نہ ہی اسکا تصور کیا جا سکتا ہے۔
اسکی تفصیل و تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کی تصنیف (البشریۃ تعلیم الامتہ)

باب نمبر ۴

من سمّی النفاس حیضاً

ترجمہ: جس نے نفاس کا نام حیض رکھا

زینب بنت ام سلمة حدثتة ان ام سلمة حدثتها قالت بینا انا مع النبی ﷺ مضطجعة فی خمیصة اذ حضت فانسلکت فاخذت ثیاب حیضتی فقال اانفست قلت نعم فدمانی فاضطجعت معه فی الخمیصة۔

ترجمہ: زینب بنت ام سلمہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی اتنے میں مجھے حیض آ گیا۔ اس لیے میں آہستہ سے باہر نکل آئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لئے۔ حضو ﷺ نے پوچھا کیا تمہیں نفاس آ گیا ہے۔ میں نے عرض کی جی ہاں پھر مجھے آپ نے بلالیا اور میں چادر میں آپ کے ساتھ لیٹ گئی۔

شرح:

جس طرح حضور ﷺ نے حیض کی تعبیر نفاس سے فرمائی۔ نفاس کی تعبیر حیض بھی کی جا سکتی ہے اور اس طرح نام بدل کر تعبیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں صرف لغت اور استعمال کے فرق کو نہیں بتانا چاہتے بلکہ اس عنوان سے ان کا مطلب یہ ہے کہ اصلاً نفاس بھی حیض ہی کا خون ہے کیونکہ حاملہ کو حیض نہیں آتے اور جب ولادت ہوتی ہے تو فم رحم کھل جاتا ہے اور جمع شدہ خون کثیر مقدار میں نکل آتا ہے جو حمل کی حالت میں فم رحم بند ہو جانے کی وجہ سے رک گیا تھا۔ یہی خون بچے کی غذا بھی بنتا ہے اور جو باقی بچتا ہے وہ نفاس کی صورت میں ولادت کے بعد نکلتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نفاس بھی دراصل حیض ہی ہے۔

فائدہ:

حیض کے چھ رنگ ہیں۔ سیاہ۔ سرخ۔ سبز۔ زرد۔ گدلا۔ مٹیلا۔ سفید رنگ کی رطوبت حیض نہیں۔

باب نمبر ۵

مباشرة الحائض

ترجمہ: حائضہ کے ساتھ مباشرت

عن عائشة قالت كنت اغتسل انا والنبی ﷺ من اناء واحد كلانا جنب وكان يامرنی فاتزر فيباشرنی وانا حائض وكان يخرج راسه الی وهو معتكف فاغسله وانا حائض۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کرتے اور دونوں جنبی ہوتے تھے۔ اور آپ مجھے حکم فرماتے تو میں ازار باندھ لیتی پھر آپ میرے ساتھ مباشرت کرتے اس وقت کہ میں حالت حیض میں ہوتی اور آپ اپنا سر مبارک میری طرف کر دیتے۔ اس وقت آپ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور میں حیض میں ہونے کے باوجود آپ ﷺ کا سر مبارک دھوتی۔

عن عائشة قالت كانت احدانا اذا كانت حائضا فاراد رسول الله ﷺ ان يباشرها امرها ان تتزر فی فور حيضتها ثم يباشرها قالت ايكم يملك اربه كما كان النبی ﷺ يملك اربه تابعه خالد وجرير عن الشيبانی۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم ازواج میں سے کوئی جب حائضہ ہوتیں۔ اس حالت میں رسول اللہ ﷺ اگر مباشرت کا ارادہ کرتے تو آپ ازار باندھنے کا حکم دیتے باوجود حیض کی زیادتی کے، پھر مباشرت کرتے، آپ نے کہا تم میں سے ایسا کون ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرح اپنی خواہش پر قابو یافتہ ہوگا۔ اس حدیث کی متابعت خالد اور جریر نے شیبانی کی روایت سے کی ہے۔

قال سمعت میمونة قالت كان رسول اللهﷺ اذا اراد ان يباشر امراة من لساء ه امرها فاتزرت وهي حائض ورواه سفيان عن الشيباني ۔

ترجمہ: کہا میں نے میمونہ سے سنا انھوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ ازواج میں سے کسی سے مباشرت کرنا چاہتے اور وہ حائضہ ہوتیں تو آپ ﷺ کے حکم سے وہ پہلے ازار باندھ لیتیں (یہ یاد رہے کہ ان تمام احادیث میں حیض کی حالت میں مباشرت سے مراد شرمگاہ کے علاوہ سے مباشرت کرنا ہے)

شرح:

یہ باب حدیث فعلی وقولی دونوں پر مشتمل ہے تاکہ مسئلہ عوام کو اچھی طرح ذہن نشین ہو۔ اور فعلی حدیث کے متعلق عرض ہے کہ یہ مباشرت شرمگاہ خاص کے علاوہ میں ہوتی تھی اور اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ازار باندھنے کے لئے کہتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں متعدد واقعات مختلف حالات کے بیان کئے گئے ہیں اس لیے حدیث کو سمجھنے کے لئے اس کو بھی جاننا ضروری ہے۔ غسل جنابت کا واقعہ علیحدہ ہے، مباشرت کا علیحدہ اور اعتکاف کی حالت میں سر مبارک کو دھونے کا علیحدہ اس طرح کے واقعات متعدد مرتبہ پیش آئے ہوں گے جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

فائدہ:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین مسئلے بتائے ہیں۔

(۱) زن وشوہر ایک برتن سے پانی لیکر نہا سکتے ہیں اگرچہ دونوں جنب کا غسل کریں اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔ (۲) حائضہ سے سوائے جماع کے باقی جملہ امور جائز ہیں۔ (۳) حائضہ کا جسم نجس نہیں حیض معنوی نجاست ہے فلہٰذا وہ مرد کو تیل لگائے اور کوئی خدمت کرے جائز ہے خواہ مرد اعتکاف میں ہو اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔

ردِ منکرین حدیث، عیسائیت اور رافضیت:

اس جیسی احادیث سے دشمنانِ اسلام انکار حدیث کے رنگ میں اور عیسائیت اپنی حسد کی بیماری سے اور رافضیت صرف عوام کو اندھیرے میں رکھکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر طعن وتشنیع کے خیال پر الزام لگایا کہ حائضہ سے مباشرت توبہ توبہ اور وہ بھی حضور امام الانبیاء ﷺ کے لئے (معاذ اللہ) اور مباشرت سے مراد جماع لیتے ہیں۔

جواب: ایسے اعتراضات کا نام ہے چوری اور سینہ زوری ورنہ حدیث شریف میں صاف ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ صدیقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا فاتزر ۔ایسی صراحت کے باوجود پھر بھی بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے جماع کا تصور جمانا کسی پاگل دماغ کا کام تو ہو سکتا ہے سمجھدار انسان ایسی غلط بیانی کو بیحیائی سے بدتر کام سمجھے گا۔اور مباشرت عربی لفظ ہے مفاعلہ کا باب ہے بشرۃ ہے بمعنی دو جسموں کا بلا حائل آپسمیں ملنا اسکا مباشرت کا معنی اردو میں جماع کا معنی مجازاً ہے اور ایسے بیشمار عربی الفاظ اردو میں مجازاً ایسے مستعمل ہوتے ہیں کہ گویا وہی انکا حقیقی معنی ہے ایسے محاورات سے فائدہ اٹھا کر جہاں علامہ نما عوام کو دھوکہ دیتے ہیں جیسے علامہ شبلی نعمانی نے تہتر ۷۳ فرقہ والی حدیث پر امام ترمذی کی صحیح روایت پر غریب کا لفظ دیکھکر عوام کو دھوکہ دیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ غریب اور غریب کا معنی بحاورۂ اردو کمزور لکھدیا۔(انا اللہ وانا الیہ راجعون) یہی حال ہمارے حریفوں منکرین حدیث اور روافض کا ہے۔

ردعیسائیت:

عیسائیوں اور دہریوں کیمونسٹ مع منکرین حدیث کا یہ پہلوتشنہ لب نہ رہے کہ ایسی عام باتیں نبوت اور اہلخانہ نبوت کے لائق نہیں جو ایک عام آدمی بھی حیاء شرم سے نہیں کہہ سکتا اسکی تفصیل تو فقیر پہلے پارہ میں لکھ آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بمنزلہ باپ کے اور آپکی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بمنزلہ ماؤں کے ہیں ماں باپ کی تعلیم بچوں کے لئے حیاؤ شرم والی بات کی محتاج نہیں خود اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے واللہ لایستحی من الحق (پ۲۲۔احزاب) جب اللہ تعالیٰ حق کے اظہار کے لئے ہر چھوٹی بڑی ضروری بات سے حیا نہیں فرماتا تو رسول اللہ ﷺ کیلئے حق کے اظہار کے لئے شرم وحیاء کا سوال کیسا۔

اور چونکہ حضور سرورِ عالم ﷺ عملی دین ہیں اسی لئے ہر فعل خود عمل کر کے دکھلایا اور عمل تعلیم میں زیادہ مؤثر ہے بہ نسبت قول کے اور اسلام اعتدال سکھاتا ہے اسی لئے حضور ﷺ نے یہودیت ونصرانیت کی بے اعتدالیوں سے عورت کے حقوق متعین فرمائے تاکہ رہتی دنیا تک عورت کے حقوق پامال نہ ہوں۔اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہودی ایام ماہواری والی عورت کو ذلیل وخوار کرتے کہ اسکے ساتھ میل جول تو بڑی بات ہے اسکے ہاتھ سے پانی پینا تک گوارہ نہ کرتے اور نصاریٰ ایام ماہواری میں جماع جائز سمجھتے جو عورت کے ساتھ ایک قسم کا ظلم ہے کہ ان دنوں اس سے جماع سے اسے سخت ایذا پہونچتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا قل ھو اذی، فرمایئے وہ اذیت ہے (پ۲) اسلیئے حضور ﷺ نے عورتوں کو ان دونوں کے ظلم سے محفوظ فرمایا کہ ان ایام میں جماع نہ کرو۔باقی امور جائز ہیں جسکی تفصیل فقہ میں ہے۔

تہذیبِ نَو سے مانوس ہونیوالی خواتین سے اپیل ہے:

مسلم خواتین سے گذارش ہے کہ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے حقوق کا کتنا خیال فرمایا ہے کہ معاشرہ میں تمہارا مقام بلند فرمایا اور یہود ونصاریٰ کی ذلتوں سے بچا کر اعلیٰ مقام بخشا لیکن اب تم انہیں ذلیل لوگوں کی تہذیب کو ترجیح دیتی

ہو یہ اسلام سے تمہاری ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے۔

فائدہ:

اس حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد واقعات ومختلف حالات بیان کئے گئے مثلاً غسل جنابت کا واقعہ حالتِ اعتکاف میں سر مبارک دھونا وغیرہ وغیرہ اسطرح کے واقعات متعدد بار پیش آئے ہونگے جیسا کہ حدیث شریف کے الفاظ سے ظاہر ہے اور یہ آپ ﷺ امت کی تعلیم کے لئے مثلاً حیض کی ازار بندھوا کر شرمگاہ کے علاوہ دیگر جسم کی مباشرت سے یہی مقصد تعلیم امت تھا ورنہ اگر مقصد قضائے شہوت ہوتا تو دیگر ازواج مطہرات سے ایسا کیوں نہ کیا گیا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق چونکہ حضور سرورِ عالم ﷺ جانتے تھے کہ ان سے ہی عوام امت علمی استفادہ کرینگے اسی لئے ان سے یہ سلسلہ کیا اور اسپر اعتراضات کے جوابات پہلے عرض کر دیئے۔

دیو بندی مان گئے:

مذکورہ بالا تقریر سے ہم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ امور حضور سرورِ عالم ﷺ نے صرف اور صرف اپنی امت کی تعلیم کے لئے فرماتے ہیں نہ کہ آپکو اسکی ضرورت تھی اور نہ ہی اسکے محتاج تھے۔ یہی بات تفہیم البخاری میں ظہور الباری فاضل دیو بند لکھتا ہے کہ حضور ﷺ کا اس طرزِ عمل کا مقصد تعلیم امت کا تھا۔ کیونکہ عمل میں لاکر کسی مسئلے کی اہمیت وحیثیت زیادہ وضاحت کے ساتھ کی جاسکتی ہے حیض کی حالت میں ازار بندھوا کر شرمگاہ کے علاوہ کے ساتھ مباشرت سے یہی مقصد تھا ورنہ اگر مقصد قضائے شہوت ہوتا تو دوسری ازواج بھی تھیں ازواج مطہرات بھی آپ کے اس مقصد کو سمجھتی تھیں اور اسی لئے انہوں نے اپنے اس نجی معاملہ کو عوام کے سامنے بیان فرمایا

حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارب کی تحقیق:

ارب بکسر الھمزہ مع اسکان الراء وہ عضو جس سے تمتع (لذت) حاصل کی جاتی ہے۔ یعنی فرج (ذکر وغیرہ) وفتح الہمزہ والراء بمعنی حاجت وخواہش نفسانی شہوت انسانی۔ پہلی حدیث شریف میں جواز ہے اسمیں اعتراض کیوجہ بتائی ہے کہ انسان نفس کی شہوت کا غلبہ مغلوب کر کے اسے جماع پر مجبور کر دیگا جو اس کے بس کی بات نہیں اور ایام ماہواری میں جماع سخت نقصان دہ ہے اس سے عسیر العلاج بیماریاں پیدا ہوتی ہیں منجملہ انکے (جذام کوڑھ) ہے جسکا علاج ناممکن نہیں تو سخت ضرور ہے جس پر ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کے بعد بھی زہے نصیب ہے۔

ایامِ حیض میں جماع کے نقصانات:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتعلیم حبیب خدا ﷺ اپنی روحانی اولاد کو تا قیامت ایک جملہ سے ہزاروں نقصانات سے بچالیا۔ ایامِ حیض میں جماع کے بے شمار نقصانات کی تفصیل علمِ طب میں پڑھیے۔

باب نمبر ۶

ترک حائض الصوم

ترجمہ: حائضہ روزے چھوڑ دے گی

عن ابی سعید الخدری قال خرج رسول اللہ ﷺ فی اضحی اوفطر الی المصلی فمر علی النساء فقال یا معشر النساء تصدقن فانی اریتکن اکثر اھل النار فقلن وبم یا رسول اللہ قال تکثرن اللعن وتکفرن العشیر مارایت من ناقصات عقل ودین اذھب للب الرجل الحازم من احدکن قلن ومانقصان دیننا وعقل یارسول اللہ قال الیس شھادۃ المراۃ مثل نصف شھادۃ الرجل قلن بلی قال فذلک من نقصان عقلھا الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم قلن بلٰی قال فذلک من نقصان دینھا ۔

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ عیدالضحیٰ یا عیدالفطر کے موقعہ پر عیدگاہ تشریف لے گئے۔ آپ عورتوں کی طرف گئے اور فرمایا اے بیبیو! صدقہ کرو، کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ عورتوں ہی کو دیکھا۔ انھوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم لعن طعن کثرت سے کرتی ہو۔ اور شوہر کی نافرمانی کرتی ہو، باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک زیرک اور تجربہ کار مرد کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔ عورتوں نے عرض کی اور ہمارے دین اور عقل میں نقصان کیا ہے؟ یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے آدھے برابر نہیں ہے، عورتوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بس یہی اس کی عقل کا نقصان ہے پھر آپ نے پوچھا کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو نہ کچھ پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔ عورتوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حائضہ کو روزہ نہ رکھنے کی روایت بیان فرمائی ہے لیکن اسمیں چند امور اور مذکور ہیں (۱) حضور سرورعالم ﷺ نے خواتین کو صدقہ وخیرات کی ترغیب وتحریص دلائی۔ اسکی تفصیل آئیگی ان شاءاللہ۔ (۲) نبی اکرم ﷺ کے لئے عوالم کا قرب وبُعد یکساں ہے کہ ابھی سے جہنم کی بھرتی کا بتایا کہ اسمیں عورتیں زیادہ ہیں (۳) عورتوں کی جہنم میں کثرت کی دوعلتیں بتائیں (الف) لفظ لعنت زبان پر بکثرت لاتی ہیں (ب) شوہروں کی ناشکری میں ضرب المثل ہیں (تبصرہ اویسی غفرلہ) اگر خواتین برا نہ منائیں تو دونوں سودے نقد ہیں اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ان دونوں باتوں کی تمہارے ہاں تصدیق ہے یا تردید تردید تو کر نہیں سکتیں اس لئے مشاہدہ کا کون انکار کرسکتا ہے۔

انتباہ:

بعض خواتین کا استثناء قاعدہ کے عموم کونہیں توڑ سکتا ورنہ جہاں یہ دونوں امر بعض عورتوں میں نہیں تو دونوں امر کی بعض مردوں میں بھی کمی نہیں رسول اللہ ﷺ کی تعلیم عمومی ہے خواص کی خصوصی حیثیت آپ کے ضوابط واصول کونہیں توڑ سکتی ۔(فقیراویسی غفرلہ) کے اس قاعدہ کو ہر جگہ ضرور ملحوظ رکھیں اور یہ میرا عریضہ بھی اسلام پسند خواتین کی خدمت میں ہے اور جن خواتین نے اسے ملازم سمجھ رکھا ہے ان کو ہم کیا کہہ سکتے ہیں انکے لئے پھر وہی وعید ہے جو مذکورہ حدیث شریف میں ہے اور یہ بھی حضور سرورِ عالم ﷺ کا معجزہ ہے کہ دوزخ میں عورتوں کی کثرت لازمی امر ہے خواہ وہ مذکورہ بالا امور سے ہو یا پھر محسنِ نسواں نبی آخرالزمان ﷺ کے دین سے بغاوت ہے جب خواتین کی فطرت شوہر کی ناشکری انکی مجبوری ہے تو محسن اعظم ﷺ کے اصول سے ان میں ناشکری اور زیادہ ہونی چاہئے تو پھر شوہر غریب کیا ہے جسکی معمولی سی دل شکنی سے انہیں جہنم میں جانا پڑیگا تو جو ذات سراپا شکریہ کی مستحق ہے اسکی ناشکری تو کہیں سخت سزا کا موجب ہے لیکن ان خواتین کی بات ہی کیا جو محسن اعظم ﷺ کی شکرگذاری میں بعض مردوں سے ہزار گنا بڑھ گئیں ہیں۔

خواتین کا ایک اور عظیم امتحان:

حضور سرورِ عالم ﷺ نے عورتوں کی دوزخ میں جانے کی علت اصلی جو بتائی اس سے یورپ کی تہذیب کو ترجیح دینے والی خواتین ناراض ہوکر رسول اکرم ﷺ کا نام کھل کر لینے سے گھبرا کر ملا غریب کو غیظ وغضب کا نشانہ بناتی ہیں حالانکہ ملا غریب کون لگتا ہے جو کسی خاتون کی عزت میں کمی کا اظہار کرے ملا غریب کا یہ قصور ضرور ہے کہ وہ اپنے آقا ومولیٰ حضرت محمد ﷺ کا پیغام جوں کا توں سناتا ہے پھر کوئی خاتون ناراض ہوکر اسے کوستی ہے تو یہ بھی اسکی خوش قسمتی ہے کہ وہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کی آرزو کا مصداق ہے دراصل یہ خواتین کا ایک امتحان ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ یہ ناقصات العقل ودین ہیں دین کی نقص پر تو بعض خواتین کو غصہ نہیں اس لئے کہ ایسی خواتین دین کے امور میں دخیل ہی نہیں بلکہ ان سے کوسوں دور ہیں اسی لئے انہیں اس نقص کا احساس نہیں ورنہ ظاہر ہے کہ خاتون کو ہر ماہ میں ماہواری کے مرض میں مبتلا ہونا پڑتا ہے اب وہ نہ نماز کی نہ روزے کی نہ تلاوت قرآن پاک کی وغیرہ وغیرہ۔

اور اس کمی پر اسلام کی شیدائی خواتین کو یقین ہے اسی لئے ایسی بیبیاں اسلام سے بغاوت کا تصور بھی نہیں کرسکتیں اسی لئے انہیں جیسے اپنے نقص عقل پر ایمان ہے اور جو بیبیاں اپنے نقص اول یعنی نقص اموراسلامی کی ہر ماہ کامل بجاآوری سے معذور ہیں اور مانتی بھی ہیں لیکن حضور علیہ السلام کے نقص عقل کے ارشاد سے ناراض ہیں اس لئے یہ انکی عزت وآبرو کا مسئلہ ہے۔ تو جو خواتین عزت نفس کو رسول اللہ ﷺ پر قربان کر دیتی ہیں وہ کامیاب ہیں ورنہ یہی ضد جہنم کا مصداق بنارہی ہے۔

ناقص العقل:

یہ انکے لئے ہے جو شہوت نفسانی سے مغلوب ہیں ورنہ بعض خواتین عقل کی قوت میں وہ پرواز رکھتی ہیں جہاں بعض مردوں کے عقول وفہوم انکی گرد تک نہیں پہونچ سکتے مثلاً سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ لیجئے کہ حضور ﷺ نے اپنے دین کا فہم 1/3 انکے نام منسوب فرمایا اور وہ عالمہ جنکے سامنے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رضی اللہ عنہم گھٹنے ٹیک دیتے ہیں اسی لئے خواتین کو بجائے غصہ و غضب کے اپنی فطرت یعنی جنسِ نسوانی پر غور وفکر کرنا چاہئیے جسے چودہ سو سال کے بعد دانشورانِ فرنگ نے مانا کہ واقعی عورت میں یہ نقص ہے اور اسکے وجوہ بھی بتائے۔

باب نمبر ۷

تقضی الحائض المنا سلک کلھا الا الطواف بالبیت وقال ابراھیم لاباس ان تقراء ولاية ولم یرابن عباس بالقراء ۃ للجنب باساًوکان النبی ﷺ یذکر اللہ علٰی کل احیانه وقالت ام عطیة کنا تؤمران تخرج الحیض فیکبر ن بتکبیرھم ویدعون وقال ابن عباس اخبر نی ابو سفیان ان ھر قل دعا بکتاب النبی ﷺ فقراء ہ فاذا فیه بسم اللہ الرحمن الرحیم ویاھل الکتاب تعالو الی کلمة سواء بیننا وبینکم الانعبدوالا اللہ ولا نشرک به شیاء الی قوله مسلمون و قال عطاء عن جابر حاضت عائشة فنسکت المناسک کلھا غیر الطواف بالبیت ولا تصلی وقال الحکم انی لاذبح وانا جنب وقال اللہ عزوجل ولا تاکلو مما لم یذکر اسم اللہ علیه۔

ترجمہ: حائضہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے باقی مناسک پورا کریگی ابراہیم نے کہا آیت کے پڑھنے میں کوئی حرج نہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ جنبی کے لئے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور حضور ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ام عطیہ نے فرمایا ہمیں حکم ہوتا تھا کہ ہم حائضہ عورتوں کو (عید کے دن) باہر نکالیں۔ پس وہ مردوں کیساتھ تکبیر کہتیں اور دعاء کرتیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ ان سے ابوسفیان نے بیان کیا کہ ہرقل نے نبی کریم ﷺ کے مکتوب گرامی کو طلب کیا اور اسے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا (ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

(ہے)۔اور اے اہلِ کتاب ایک ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، خدا تعالیٰ کے قول مسلمون تک، عطاء نے جابر کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو (حج میں) حیض آ گیا تو آپ نے تمام مناسک پورے کئے سوا بیت اللہ کے طواف کے اور نماز بھی آپ نہیں پڑھتی تھیں۔اور حکم نے کہا ہے میں جنبی ہونے کے باوجود ذبح کروں گا جبکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اُسے نہ کھاؤ۔(اس لئے حکم کی مراد بھی ذبح کرنے میں اللہ کے ذکر کو جنبی ہونیکی حالت میں کرنا ہے)۔

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حائضہ کے متعلق چند مسائل بیان فرمائے کچھ تو صریح احادیث صحیحہ کے مطابق صحیح ہیں لیکن بعض مسائل میں انہوں نے کوئی صریح حدیث بیان نہیں کی چند مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد پیش کیا مثلاً حائضہ قرآن مجید بھی پڑھ سکتی ہے اسکی دلیل حضرت ابراہیم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال ہیں۔

دلائلِ احناف:

حنفیوں کا مذہب ہے کہ حائضہ کو قرآن مجید پڑھنا تو درکنار ہاتھ لگانا بھی ممنوع ہے قرآن مجید کے صریح الفاظ ہیں۔لا یمسہ الا المطھرون (قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگائیں) ہے اسکے متعلق احادیث مرفوعہ ہیں جنہیں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ فضائل قرآن مجید میں بیان کرینگے۔امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کا واضح ثبوت ہیں۔

لطیفہ:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس اس مسئلہ میں قرآن واحادیث کی تصریح موجود ہے اور آپکے مخالفین غیر مقلدوں کے پاس صرف عقلی ڈھکوسلہ ہے صریح حدیث کوئی نہیں اسکے باوجود شور بر پا کرتے ہیں کہ ہم احادیث پر عمل کرتے ہیں اور حنفی قیاس ورائے پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے موقف پر یہ حدیث لائے ہیں کہ حضور ﷺ ہر وقت ذکر اللہ کرتے تھے یہ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد جو سراسر حقیقت کے خلاف ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد یہ ہے کہ جیسے ذکر اللہ ہر وقت جائز ہے قرآن مجید بھی جنب وغیرہ کو پڑھنا جائز ہے۔

جواباتِ احناف:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اجتہاد قرآن مجید کے لئے کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔اس لئے کہ ذکر اللہ شے دیگر ہے اور تلاوت

قرآن کلام الٰہی شے دیگر۔اورذکراللہ صرف زبان سے نہیں اسکا تعلق قلبی ذکر سے بھی ہے آپ ﷺ کے جس ذکر کا بیان حدیث میں ہے وہ ذکر قلبی ہے جو ہروقت آپ ﷺ سے جاری رہتا تھا بلکہ آپکی امت کے کاملین بھی اسی سے ہروقت سرشار رہتے ہیں جسے اصطلاح صوفیہ میں "پاس انفاس" کہتے ہیں اس میں لسانی ذکر کی بھی تصریح نہیں اور نہ یہ ذکر لسانی مراد ہوسکتا ہے۔مثلاً بول و براز کے وقت۔ بلکہ حضور ﷺ نے تو وضوء کے بغیر کسی پر السلام علیکم کہنا بھی گوارہ نہ فرمایا۔اسکی مزید تحقیق فضائل قرآن پاک کے باب میں آئیگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اعجوبه :

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موقف کے لئے اُم عطیہ کے قول اور ہرقل کے عمل کو بھی دلیل بنایا ہے اس سے اس اجتہاد پر تعجب ہے کہ یہ کہاں ہے کہ عورتیں بحالت حیض قرآن شریف پڑھتی تھیں وہ تو تکبیر و دعاء کا کہہ رہی ہیں اور اسکا احناف کو انکار کہاں اور ہرقل کے عمل سے استدلال بھی عجیب تر ہے اس لئے کہ وہ تو کافر تھا اور کافر احکام شرعیہ کا مکلف نہیں اور نہ ہی اس کا قول و فعل ہمارے لئے حجت ہے۔بلکہ رسول اکرم ﷺ کے ارشادات و اعمال حجت ہیں۔۔۔ اور وہ صراحۃً نہیں تو موقف احناف کا صحیح اور حق ہے۔

حنفی:

اسی لئے ہم غیر مقلدین کو کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحت نقل حدیث و روایت کی امامت میں ہمیں انکار نہیں لیکن اجتہادی امور میں انہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں پیش کرنا سورج کے سامنے دیا لانا ہے اسکی مثال انکے اس اجتہاد کی بھی ہے کہ وہ جنبی کے لئے قرآن مجید پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں اور اجتہاد کے دلائل جو قائم کئے انکا حال اوپر مذکور ہوا ہے تفصیل دیکھئے۔فقیر کی کتاب "فیض الباری فی موازنہ ابی حنیفہ و البخاری"۔

الا ستحاضه الخ:

استحاضہ جو ماہواری حیض کے بعد علاوہ بیماری کیوجہ سے آتا ہے اسکے احکام مختلف ہیں انکی تفصیل فقیر نے اگلے باب میں لکھی ہے۔

باب نمبر ۸

الا ستحاضة

عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت ابی حبیش لرسول الله ﷺ یارسول الله انی لا اطهر افادع الصلوة فقال رسول الله ﷺ انما ذلک عرق ولیس بالحیضة فاذااقبلت الحیضة فاترکی الصلوة فاذ اذهب قدرها فاغسلی عنک الدم فصلی۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز بالکل چھوڑ دوں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں ہے۔ اس لئے جب حیض کے دن (جن میں تمہیں عادۃً حیض آیا کرتا تھا) آئیں تو نماز چھوڑ دو اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گذر جائیں تو خون کو دھو لو اور نماز پڑھو۔

شرح:

اس حدیث شریف میں استحاضہ کی ایک جامع صورت بیان فرمادی ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ دو حیضوں کے درمیان کم از کم پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے یونہی نفاس وحیض کے درمیان بھی پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے تو اگر نفاس ختم ہونے کے بعد پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ خون آیا تو یہ استحاضہ ہے۔ (قاعدہ) حیض اس وقت سے شمار کیا جائیگا کہ خون فرج خارج میں آ گیا۔ اگر کوئی کپڑا رکھ لیا ہے جسکی وجہ سے فرج خارج میں نہیں آیا داخل میں رکا ہوا ہے تو جب تک کپڑا نہ نکالے گی حیض والی نہ ہوگی نمازیں پڑھیگی روزہ رکھے گی۔

ممسک حیض گولیاں:

آجکل ایسی گولیاں بھی ہیں جنکے استعمال سے چند روز حیض رک جاتا ہے تو ایسی گولیاں بوقت ضرورت استعمال کرنا جائز ہے۔

خوش قسمت خواتین:

بعض خواتین عمرہ کی سعادت سے نوازی جاتی ہیں اور حرم نبوی کی سعادت سے بھی بہرہ اندوز ہوتی ہیں لیکن انہیں زیادہ ایام حرمین میں ٹھہرنے کا وقت بھی نہیں تو ایام حیض کو مؤخر کرنے کے لئے انہیں ایسی تدبیر جائز ہے۔

مسائل الاستحاضہ:

مسئلہ دس دن کے اندر رطوبت میں ذرا بھی میلا پن ہے تو وہ حیض ہے۔ اور دس دن رات کے بعد بھی میلا پن باقی ہے تو عادت والی کے لئے جو دن عادت کے ہیں حیض ہے اور عادت سے بعد والے استحاضہ اور اگر کچھ عادت نہیں تو دس دن رات تک حیض باقی استحاضہ۔

مسئلہ:

گدی جب تر تھی تو ان میں زردی یا میلا پن تھا بعد سوکھ جانے کے سفید ہوگئی تو مدتِ حیض میں حیض ہی ہے اور اگر جب دیکھا تھا سفید تھی سوکھ کر زرد ہوگئی تو یہ حیض نہیں۔

مسئلہ:

جس عورت کو پہلی مرتبہ خون آیا اور اس کا سلسلہ مہینوں یا برسوں تک برابر جاری رہا کہ بیچ میں پندرہ دن کے لئے بھی نہ رکا تو جس دن سے خون آنا شروع ہوا اس روز سے دس دن تک حیض اور بیس دن تک استحاضہ کے سمجھے اور جب تک خون جاری رہے یہی قاعدہ برتے۔

مسئلہ:

اور اگر اس سے پیشتر حیض آچکا ہے تو اس سے پہلے جتنے دن حیض کے تھے ہر تیس دن میں اتنے دن حیض کے سمجھے باقی جو دن بچیں استحاضہ۔

مسئلہ:

جس عورت کو عمر بھر خون آیا ہی نہیں یا آیا مگر تین دن سے کم آیا تو عمر بھر وہ پاک ہی رہی اور اگر ایک بار تین دن رات خون آیا پھر کبھی نہ آیا تو وہ فقط تین دن رات حیض کے ہیں باقی ہمیشہ کے لئے پاک۔

مسئلہ:

جس عورت کو دس دن خون آیا اس کے بعد سال بھر تک پاک رہی پھر برابر خون جاری رہا تو وہ اس زمانہ میں نماز روزے کے لئے ہر مہینہ میں دس دن حیض کے سمجھے باقی دن استحاضہ۔

مسئلہ:

کسی عورت کو ایک بار حیض آیا اس کے بعد کم سے کم پندرہ دن تک پاک رہی پھر خون برابر جاری رہا اور یہ یاد نہیں کہ پہلے کتنے دن حیض کے تھے اور کتنے طہر کے مگر یہ یاد ہے کہ مہینہ میں ایک ہی مرتبہ حیض آیا تھا تو اس مرتبہ جب سے خون شروع ہوا تین دن تک نماز چھوڑ دے پھر سات دن تک ہر نماز کے وقت میں غسل کرے اور نماز پڑھے اور ان دسوں دن میں شوہر کے پاس نہ جائے پھر بیس دن تک ہر نماز کے وقت تازہ وضوء کر کے نماز پڑھے اور دوسرے مہینے میں انیس دن وضوء کر کے نماز پڑھے اور ان بیس یا انیس دن میں شوہر اس کے پاس جا سکتا ہے اور جو یہ بھی یاد نہ ہو کہ مہینے میں ایک بار آیا تھا یا دو بار تو شروع کے تین دن میں نماز نہ پڑھے پھر سات دن تک ہر وقت میں غسل کر کے نماز پڑھے پھر آٹھ دن تک ہر وقت میں وضوء کر کے نماز پڑھے اور صرف ان آٹھ دنوں میں شوہر اس کے پاس جا سکتا ہے اور ان آٹھ دن کے بعد بھی تین دن تک ہر وقت میں وضو کر کے نماز پڑھے اور یہی سلسلہ ہمیشہ جاری رکھے اور اگر طہارت کے دن یاد ہیں مثلاً پندرہ دن تھے اور باقی کوئی بات یاد نہیں تو شروع کے تین دن تک نماز نہ پڑھے پھر سات دن تک ہر وقت غسل کر کے نماز پڑھے پھر آٹھ دن وضو کر کے نماز پڑھے اس کے بعد تین دن اور وضوء کر کے نماز پڑھے پھر چودہ دن تک ہر وقت غسل کر کے نماز پڑھے پھر ایک دن وضوء ہر وقت میں کرے اور نماز پڑھے پھر ہمیشہ کے لئے جب تک خون آتا رہے ہر وقت غسل کرے اور اگر حیض کے دن یاد ہیں مثلاً تین دن تھے اور طہارت کے دن یاد نہ ہوں تو شروع سے تین دنوں میں نماز چھوڑ دے پھر اٹھارہ دن تک ہر وقت وضو کر کے نماز پڑھے جن میں پندرہ پہلے تو یقینی طہر ہیں اور تین دن پچھلے مشکوک پھر ہمیشہ ہر وقت غسل کر کے نماز پڑھے اور اگر یہ یاد ہے کہ مہینے میں ایک ہی بار حیض آیا تھا اور یہ کہ وہ تین دن تھا مگر یہ یاد نہیں کہ وہ کیا تاریخیں تھیں تو ہر ماہ کے ابتدائی تین دنوں میں وضوء کر کے نماز پڑھے اور ستائیس دن تک ہر وقت

غسل کرے۔ یوں ہی چار دن یا پانچ دن حیض کے ہونا یاد ہوں تو ان چار پانچ دنوں میں وضو کرے باقی دنوں میں غسل اور اگر یہ معلوم ہے کہ آخر مہینے میں حیض آتا تھا تاریخیں بھول گئیں تو ۲۷ دن وضو کر کے نماز پڑھے اور تین دن نہ پڑھے پھر مہینہ ختم ہونے پر ایک بار غسل کر لے اور اگر یہ معلوم ہے کہ اکیس سے شروع ہوتا تھا اور یہ یاد نہیں کہ کتنے دن تک آتا تھا تو بیس دن کے بعد تین دن تک نماز چھوڑ دے اس کے بعد سات دن جو رہ گئے ان میں ہر وقت غسل کر کے نماز پڑھے اور اگر یہ یاد ہے کہ فلاں پانچ تاریخوں میں تین دن آیا تھا مگر یہ یاد نہیں کہ ان پانچ میں وہ کون کون دن ہیں تو دو پہلے دنوں میں وضو کر کے نماز پڑھے اور ایک دن بیچ کا چھوڑ دے اور اس کے بعد کے دو دنوں میں ہر وقت غسل کر کے پڑھے اور چار دن میں تین دن ہیں تو پہلے دن وضو کر کے پڑھے اور چوتھے دن ہر وقت میں غسل کرے اور بیچ کے دو دنوں میں نہ پڑھے اور اگر چھ دنوں میں تین دن ہوں تو پہلے تین دنوں میں وضو کر کے پڑھے پچھلے تین دنوں میں ہر وقت میں غسل کر کے اور اگر سات یا آٹھ یا نو یا دس دن میں تین دن ہوں تو پہلے تین دنوں میں وضو اور باقی دنوں میں ہر وقت غسل کرے۔ خلاصہ یہ کہ جن دنوں میں حیض کا یقین ہو اور ٹھیک طرح سے یہ یاد نہ ہو کہ ان میں وہ کون سے دن ہیں تو یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ دن حیض کے دنوں سے دونے ہیں یا دونے سے کم یا دونے سے زیادہ اگر دونے سے کم ہیں تو ان میں جو دن یقینی حیض ہونے کے ہوں ان میں نماز نہ پڑھے پھر ہر وقت میں غسل کر کے اور یاد نہ ہو کہ کتنے دن حیض کے تھے اور کتنے طہارت کے نہ یہ کہ مہینے کے شروع کے دس دنوں میں تھا یا بیچ کے دس یا آخر کے دس دنوں میں تو جی میں سوچے جو پہلو جمے اس پر پابندی کرے اور اگر کسی بات پر طبیعت نہیں جمتی تو ہر نماز کے لئے غسل کرے اور فرض و واجب و سنتِ مؤکدہ پڑھے۔ مستحب اور نفل نہ پڑھے اور فرض روزے رکھے نفل روزے نہ رکھے اور ان کے علاوہ اور جتنی باتیں حیض والی کو جائز نہیں اس کو بھی ناجائز ہیں جیسے قرآن پڑھنا یا چھونا یا مسجد میں جانا سجدہ تلاوت وغیرہا۔

مسئلہ:

جس عورت کو نہ پہلے حیض کے دن یاد نہ یہ یاد کہ کن تاریخوں میں آیا تھا اب تین دن یا زیادہ خون آ کر بند ہو گیا پھر طہارت کے پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ پھر خون جاری ہوا اور ہمیشہ کو جاری ہو گیا تو اس کا وہی حکم ہے جیسے کسی کو پہلی پہل خون آیا اور ہمیشہ کو جاری ہو گیا کہ دس دن حیض کے شمار کرے پھر بیس دن طہارت کے۔

مسئلہ:

جس کی ایک عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی مثلاً چھ دن حیض کے ہوں اور کبھی سات اب جو خون آیا تو بند ہوتا ہی نہیں تو اس کے لئے نماز روزے کے حق میں کم مدت یعنی چھ دن حیض کے قرار دیئے جائیں گے اور ساتویں روز نہا کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے مگر سات دن پورے ہونے کے بعد پھر نہانے کا حکم ہے اور ساتویں دن جو فرض روزہ رکھا ہے اس کی قضا کرے اور عدت گزرنے یا شوہر کے پاس رہنے کے بارے میں زیادہ مدت یعنی سات دن حیض کے مانے جائیں گے یعنی ساتویں دن اس سے قربت جائز نہیں۔

مسئلہ:

کسی کو ایک دو دن خون آ کر بند ہو گیا اور دس دن پورے نہ ہوئے کہ پھر خون آیا اور دسویں دن بند ہو گیا تو یہ دسوں دن حیض کے ہیں اور اگر دس دن کے بعد بھی جاری رہا تو اگر عادت پہلے کی معلوم ہے تو عادت کے دنوں میں حیض ہے باقی استحاضہ ورنہ دس دن حیض کے باقی استحاضہ۔

مسئلہ:

کسی کی عادت تھی کہ فلاں تاریخ میں حیض ہو اب اس سے ایک دن پیشتر خون آ کر بند ہو گیا پھر دس دن تک نہیں آیا اور گیارھویں دن پھر آ گیا تو خون نہ آنے کے جو یہ دس دن ہیں ان میں سے اپنی عادت کے دنوں کے برابر حیض قرار دے اور اگر تاریخ تو مقرر تھی مگر حیض کے دن معین نہ تھے تو یہ دسوں خون نہ آنے کے حیض ہیں۔

مسئلہ:

جس عورت کو تین دن سے کم خون آ کر بند ہو گیا اور پندرہ دن پورے نہ ہوئے کہ پھر آ گیا تو پہلی مرتبہ جب سے خون آنا شروع ہوا ہے حیض ہے اب اگر اس کی کوئی عادت ہے تو عادت کے برابر حیض کے دن شمار کر لے ورنہ شروع سے دس دن تک حیض اور پچھلی مرتبہ کا خون استحاضہ۔

مسئلہ:

کسی کو پورے تین دن رات خون آ کر بند ہو گیا اور اس کی عادت اس سے زیادہ کی تھی پھر تین دن رات کے بعد سفید رطوبت عادت کے دنوں تک آتی رہی تو اس کے لئے صرف وہی تین دن رات حیض کے ہیں اور عادت بدل گئی۔

مسئلہ:

تین دن رات سے کم خون آیا پھر پندرہ دن تک پاک رہی پھر تین دن رات سے کم آیا تو نہ پہلی مرتبہ کا حیض ہے نہ یہ بلکہ دونوں استحاضہ ہیں۔ (بہار شریعت)

باب نمبر ۹

غسل دم الحیض

ترجمہ: حیض کا خون دھونا

عن اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی الله عنهما انها قالت سالت امراة رسول الله ﷺ فقالت یارسول الله ﷺ ارایت احدانا اذااصاب ثوبها الدم من الحیضة کیف تصنع فقال رسول الله ﷺ اذا اصاب ثوب احد کن الدم من الحیضة فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فیه۔

ترجمہ: اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ایک ایسی عورت کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے کپڑوں پر حیض کا خون لگ گیا ہو۔ اسے کیا کرنا چاہئیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی عورت کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو اُسے رگڑ ڈالے اس کے بعد اسے پانی سے دھوئے پھر اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے۔

عن عائشة قالت کانت احدانا تحیض ثم تقترص الدم من ثوبها عند طهر ها فتغسله وتنضح علی سائره ثم تصلی فیه۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں حیض آتا تو کپڑے کو پاک کرتے وقت ہم خون کو مل دیتے پھر اسی جگہ کو دھو لیتے یا تمام کپڑے پر پانی بہا دیتے اور اسے پہن کر نماز پڑھتے۔

شرح:

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ کپڑے پر جہاں خون حیض لگا ہو اس جگہ کو اچھی طرح کھرچ کر خون دور کر کے اس جگہ کو اچھی طرح دھونا چاہئے اور سارے کپڑے کو دھو یا بھی جائے تو بہتر ہے لیکن مبالغہ کے ساتھ دھونے کی ضرورت نہیں جو ضروری جگہ تھی اس میں مبالغہ ہو۔

فائدہ:

نضح بمعنی دھونا بھی آتا ہے۔

باب نمبر ۱۰

اعتکاف المستحاضة

ترجمہ: استحاضہ کی حالت میں اعتکاف

عن عائشة رضی الله عنها ان النبی ﷺ اعتکف معه بعض نسآئه وهی مستحاضة تری الدم فربما وضعت الطست تحتها من الدم و زعم ان عائشة رات ماء العصفر فقالت کان هذا شیئ کانت فلانة تجدهٗ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کی بعض ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا حالانکہ وہ مستحاضہ اور انہیں خون آتا تھا۔ اس لئے خون کی وجہ سے اکثر طشت اپنے نیچے رکھ لیتیں۔ اور عکرمہ نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسم کا پانی دیکھا تو فرمایا کہ یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے فلاں صاحبہ کو استحاضہ کا خون آتا تھا۔

عن عائشة قالت اعتکف مع رسول الله ﷺ امراة من ازواجه فکانت تری الدم والصفرة والطست تحتها وھی تصلی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپکی ازواج مطہرات میں سے ایک نے اعتکاف کیا وہ خون اور زردی نکلتے دیکھتیں طشت ان کے نیچے ہوتا اور نماز ادا کرتی تھیں۔

عن عائشة ان بعض امهات المؤمنین اعتکفت وھی مستحاضه۔

ترجمہ: ہم سے مسدد نے بیان کیا کہا ہم سے معتمر نے خالد کے واسطہ سے بیان کیا وہ عکرمہ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا بعض امہات المومنین نے استحاضہ کی حالت میں اعتکاف کیا۔

شرح:

حدیث شریف میں جس بی بی کا مجمل ذکر کیا ہے اسکے متعلق تین اقوال ہیں (۱) حضرت سودہ (۲) حضرت اُم حبیبہ (۳) حضرت زینب بنت جحش۔ صحیح یہ ہے کہ ان تینوں میں کوئی نہ تھیں بی بی ام سلمہ تھیں جیسا کہ علامہ ابن حجر نے بیان فرمایا ہے۔

فائدہ:

عصفر کسم کے پھول کو کہا جاتا ہے یہ پیلے رنگ کا ہوتا ہے اور یہ بھی حیض کے رنگوں میں سے ہے جیسا کہ ہم نے حیض کے رنگ لکھے ہیں۔

باب نمبر ۱۱

هل تصلی المراة فی ثوب حاضت فیه

ترجمہ: کیا عورت اسی کپڑے سے نماز پڑھ سکتی ہے جن میں اُسے حیض آیا ہو؟

قالت عائشة ما کان لاحدانا الا ثوب واحد تحیض فیه فاذا اصابه شیء من دم قالت بر یقها فمصعته بظفرھا۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا جسے ہم حیض کے وقت پہنتے تھے۔ جب اس میں خون لگ جاتا تو اس پر تھوک ڈال لیتے اور پھر اسے ناخنوں سے مسل دیتے۔

شرح:

اس باب کی روایت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی عُسرت کا یہ حال

تھا کہ انکے ہاں صرف ایک ہی کپڑا تھا۔ جسمیں ایامِ ماہواری گذارتیں لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نماز بھی اسی کپڑے کے ساتھ پڑھتی ہوں نماز پڑھنے کا مسئلہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اجتہاد سے فرمایا ہے جو دوسری روایات سے تصریح ہے کہ ازواج مطہراتؓ رضی اللہ عنہن کے لئے ماہواری کا کپڑا علیحدہ ہوتا اور عام پہننے کا علیحدہ۔ بلکہ دوسرے محدثین نے اسی حدیث سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعدد کپڑے موجود ہونے پر استدلال کیا ہے۔

دلیلِ احناف:

احناف کے نزدیک تھوک پاک ہے اور اس سے معمولی نجاست دھوئی جاسکتی ہے انکی دلیل یہی روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم کپڑے پر خون کے قطرات تھوک سے صاف کر لیتی تھیں۔ اسکی دوسری روایات سے بھی تائید ملتی ہے۔ مثلاً ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم خون کا ایک قطرہ دیکھتے تو اس پر تھوک لگا کر مسل دیتے اس سے کوئی تہذیب کے خلاف تصور نہ کرے اس لئے کہ عرب میں پانی کی قلت پر ایسی معمولی نجاست تھوک سے پاک وصاف کر لینا کوئی معیوب متصور نہ تھا۔ ہر ملک اور ہر زمانہ کا اپنا عرف ہوتا ہے جو دوسرے علاقوں اور زمانوں میں نہیں ہوتا یا اسکے برعکس ہوتا ہے عرب کے اس دور کے عرف میں ایسا کرنا معیوب نہ تھا۔

باب نمبر ۱۲

الطیب للمرۃ عند غسلھا من الحیض

ترجمہ: حیض کے غسل میں خوشبو استعمال کرنا

عن ام عطیہ قالت کنا ننھی ان نحد علی میتٍ فوق ثلثِ الاعلٰی اربعۃ اشھرو عشراولا نکتحل ولا نتطیب ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب و قد رخص کنا عند الطھر اذ ااغتسلت احدنا فی محیضھا فی نبذۃ من کست اطفار و کنا ننھی عن اتباع الجنائز رواہ ھشام بن حسان عن حفصۃ عن ام عطیۃ عن النبی ﷺ۔

ترجمہ: ام عطیہ نے فرمایا کہ ہمیں کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ یا غم منانے سے روکا جاتا تھا لیکن شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن کا حکم تھا۔ ان دنوں میں نہ ہی سرمہ استعمال کرتے نہ خوشبو اور عصب یمن کی بنی ہوئی چادر ہوتی تھی کے علاوہ کوئی رنگین کپڑا ہم استعمال نہیں کرتی (۲) اور عدت کے دنوں میں حیض کے غسل کے بعد کچھ اظفار، بحرین میں ایک جگہ ہے یا عورتوں کی ایک خاص خوشبو "بر کے کست"

ایک خوشبو جو چین اور کشمیر میں ہوتی ہے۔ استعمال کرنے کی اجازت تھی اور ہمیں جنازہ کے پیچھے چلنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس حدیث کی روایت ھشام بن حسان نے حفصہ سے انہوں نے ام عطیہ سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کی۔

حل لغات:

ثوب عصبیہ یمنی دھاری دار چادروں کی ایک قسم ہے جسکے سوت کو پہلے رنگتے ہیں پھر بنتے ہیں بعض نے کہا کہ سوت کو باندھکر رنگتے تھے پھر بنتے تھے اس سے چادریں کہیں کہیں چتیاں پڑ جاتی تھیں بعض نے کہا ہلکے کالے رنگ کی یمنی چادر ہوتی تھی یہاں یہی معنی مراد ہے اس لئے کہ دھاری دار یمنی چادریں اعلیٰ لباس میں شمار ہوتی تھیں وہ رؤساؤ امراء اور سلاطین استعمال کرتے تھے۔ (عینی شرح البخاری)

کست اظفار:

یہ کست ظفار بھی آیا ہے اور قسط اطفار بھی واقع ہوا ہے کست بڑے کاف کے ساتھ بھی کہتے ہیں مثلاً بخاری میں کتاب الطلاق میں ہے یقال الکست والقسر الکافور والقافور کست ہندی کسب کا ہے یہ شاید کست کا معرب ہے ظفار یمن میں ایک ساحلی شہر ہے جہاں ہندوستان قسط جاتی تھی اور وہیں سے حجاز وغیرہ میں سپلائی ہوتی تھی ظفار قطام کی طرح مبنی علی الکسر ہے قُسط وظفر واؤ کے ساتھ مناسب ہے اس لئے قسط ایک الگ چیز ہے ظفار ایک خوشبودار لکڑی ہے جو غلاف دار ناخن کے مشابہ ہوتی ہے جسکی دھونی سے کپڑے بساتے ہیں اسے بھی اظفار الطیب کہتے ہیں۔

شرح:

حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ عورت کیلئے شوہر کا سوگ تب ہے جب وہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ کنیز ہو یا آزاد۔

(مسئلہ) چھوٹی بچی پر سوگ نہیں۔ (مسئلہ) سوگ والی عورت ہر طرح کے سنگار سے پرہیز کرے (مسئلہ) حیض سے پاک ہونے کے بعد اندام نہانی میں کوئی خوشبودار چیز لگانا مستحب اگر سوگ میں ہو تب بھی جائز ہے (مسئلہ) عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا منع ہے۔

باب نمبر ۱۳۰

ذلک المراۃ نفسھا اذا لطھرت من المحیض و کیف تغتسل و تاخذ فرسة ممسکة فتتبع بھا اثر الدم

ترجمہ: حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت کا اپنے بدن کو نہاتے وقت ملنا

اور یہ کہ عورت کیسے غسل کرے اور مشک میں بسا ہوا کپڑا لے کر خون لگی ہوئی جگہوں پر اسے پھیرے

عن عائشة ان امراة سالت النبی ﷺ عن غسلها من المحیض فامرها کیف تغتسل قال خذی فرصة من مسک فتطهری بها قالت کیف الطهر بها قال تطهر ی بها قالت کیف قال سبحان الله تطهری فاجتذ بتها الی فقلت تتبی بها اثر الدم ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک انصاریہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں حیض کا غسل کیسے کروں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشک میں بسا ہوا ایک کپڑا لے کر اس سے پاکی حاصل کر وانہوں نے عرض کیا اس سے کس طرح پاکی حاصل کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے پاکی حاصل کرو دوبارہ پوچھا کہ کس طرح، آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ۔ پاکی حاصل کرو، پھر میں نے اُسے اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا کہ انہیں خون لگی ہوئی جگہوں پر پھیر لیا کرو۔

شرح:

واقعہ حدیث شریف میں واضح ہے اور وہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ہے اسمیں سے ہم نصاریٰ کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں نصاریٰ حضور سرورِ عالم ﷺ کی کثرت ازواج مطہرات پر معترض ہیں ہم کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی کثرت ازواج مطہرات صرف اور صرف اشاعتِ اسلام مدنظر تھی اسی لئے احکام نسواں حیادار مرد نہیں سمجھا سکتا اور عورت اپنا مسئلہ بھی کسی مرد سے نہیں سمجھ سکتی عورت کو عورت بلا جھجک تفصیل سے سمجھا سکتی ہے جیسا کہ حدیث شریف مذکورہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصاریہ خاتون کی گتھی سلجھائی۔

فائدہ:

صاحبہء قصہ کون خاتون تھیں اس میں اختلاف ہے اکثر مشہور تو ہے اسماء بنت شکل رضی اللہ عنہا بعض صاحبان نے اسماء بنت یزید بن اسکن مراد لی ہے۔ مستند روایت پہلی صورت کی موید ہیں۔

باب نمبر ۱۴

غسل الحیض

ترجمہ: حیض کا غسل

عن عائشة ان امراة من الا نصار قالت للنبی ﷺ کیف اغتسل من المحیض قال خذی فرصة ممسکة وتوضی ثلاثا ثم ان النبی ﷺ استحیی فاعرض بوجهه اوقال توضی بها فاخذ تها فجذبتها فاخبر تها بما یرید النبی ﷺ۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں حیض کا غسل کس طرح کروں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مشک میں بسا ہوا کپڑا لے کر اس سے پاکی حاصل کرو، یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا، پھر حضور ﷺ شرمائے اور آپ ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک پھیرلیا۔ (یا صرف آپ ﷺ نے اتنا ہی) فرمایا کہ اس سے پاکی حاصل کرو، پھر میں نے انہیں پکڑ کر کھینچ لیا اور نبی اکرم ﷺ کی بات سمجھائی۔

باب نمبر ۱۵

امتشاط المراء ة عندغسلها من الحیض

ترجمہ: عورت کو حیض کے غسل کے بعد کنگھا کرنا

ان عاشة قالت اهللت مع النبی ﷺ فی حجة الوداع فکنت ممن تمتع ولم یسق الهدی فزعمت انها حاضت ولم تطهر حتٰی دخلت لیلة عرفة قالت یا رسول الله هذه لیلة یوم عرفة وانما کنت تمتعت بعمرة فقال لها رسول الله ﷺ انقضی راسک و استشطی وامسکی عن عمر تک ففعلت فلما قضیت الحج امرعبدالرحمن لیلة العصبة فاعمر نی من التنعیم مکان عمرتی التی نسکت ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا میں بھی تمتع کرنے والوں میں شامل تھی اور ہدی (قربانی کا جانور) اپنے ساتھ نہیں لے گئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے متعلق بتایا کہ وہ حائضہ ہوگئیں۔ عرفہ کی رات آ گئی اور ابھی تک وہ پاک نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آج عرفہ کی رات ہے اور میں

عمرہ کی نیت کر چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے سر کو کھول ڈالو اور کنگھا کو لو اور عمرہ کو چھوڑ دو، میں نے ایسا ہی کیا پھر میں نے حج پورا کر لیا اور لیلۃ الحصبہ میں عبدالرحمن کو حضور ﷺ نے حکم دیا۔ وہ مجھے اس عمرہ کے بدلہ میں جس کی نیت میں نے کی تھی تنعیم سے (دوسرا) عمرہ کرالائے۔

باب نمبر ۱۶

نقض المراءۃ شعرھا منه غسل المیحض

ترجمہ: حیض کے غسل کیوقت عورت کا اپنے بالوں کا کھولنا

عن عائشة قالت خرجنا موافين لهلال ذى الحجة قال رسول الله ﷺ من احب ان يهل بعمرة فليهل فانى لولانى اهديت بعمرة فاهل بعضهم بعمرة واهل بعضهم بحج و كنت انا ممن اهل بعمرة فادركنى يوم عرفة وانا حائض فشكوت النبى ﷺ فقال وهى عمرتك وانقضى راسك وامتشطى واهلى بحج ففعلت عنى اذا كان ليلة الحصبه ارسل سعى اخى عبدالرحمن بن ابى بكر فخرجت الى التنعيم فاهللت بعمرة مكان عمرتى قال هشام ولم يكن فى شىء من ذلك هدى ولاصوم ولا صدقة.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم ذی الحج کا چاند دیکھتے ہی نکل پڑے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا دل عمرہ کے احرام کو چاہے تو اسے باندھ لینا چاہئے کیونکہ اگر میں ہدی ساتھ نہ لاتا تو عمرہ کا احرام باندھتا تو اس پر بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا میں بھی ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا لیکن میں نے یوم عرفہ تک حیض کی حالت میں گذارا میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا عمرہ چھوڑ دو اور اپنا سر کھول لو اور کنگھا کر لو اور حج کا احرام باندھ لو میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب حصبہ کی رات آئی تو حضور ﷺ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کو بھیجا میں تنعیم گئی اور وہاں سے اپنے عمرہ کے بدلہ دوسرے عمرہ کا احرام باندھا ہشام نے کہا ان میں سے کسی بات کی وجہ سے بھی نہ ہدی واجب ہوئی نہ روزہ نہ صدقہ۔

حل لغات:

موافین کا مادہ وفا ہے بمعنی پورا کرنا۔ اس کا صلہ علٰی آئے تو معنی ہوتا ہے اشراف جھانکنا اب مطلب یہ ہوا کہ ہم ذوالحجہ کو جھانک رہے تھے یعنی اسکی رؤیت قریب تھی اور اس مضمون کے موافق ہے کہ حضور ﷺ ۲۶ ذوقعدہ بروز ہفتہ مدینہ طیبہ سے نکلے تھے اور چار ذوالحجہ کو مکہ معظمہ رونق افروز ہوئے۔ لیلۃ الحصبۃ سے تیرہ ذوالحجہ کے بعد والی رات مراد ہے یعنی شب چودہ۔ اور حصبہ ایک مقام ہے منیٰ و مکہ کے درمیان جہاں حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر قیام فرمایا مدینہ طیبہ والے حاجی صاحبان (اونٹوں) کے سفر کے زمانہ میں یہیں

اکھٹے ہوکر واپس ہوتے تھے اسے وادی محصّب اور خیف بنی کنانہ کہتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حج تمتع:

حج کی تین قسمیں ہیں تفصیل تو کتاب الحج میں آئیگی، ان شاءاللہ۔ یہاں بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے حج تمتع سمجھنے سے پہلے فقیر اجمالاً حج کی قسمیں عرض کرتا ہے۔

حج کی اقسام:

حج کی اقسام تین ہیں (۱) اِفراد۔ اس طریقے کو کہتے ہیں جس میں حج کا احرام باندھا جاتا ہے عازم حج اس میں عمرہ نہیں کرتا بلکہ وہ صرف حج ہی کرتا ہے احرام باندھنے سے حج کے اختتام تک عازم حج کو احرام کے شرائط کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ (۲) قِران۔ وہ طریقہ ہے جس میں عازم حج عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھتا ہے اور مکہ معظمہ پہنچ کر پہلے عمرہ کرتا ہے پھر عمرے سے فارغ ہوکر حج تک احرام کی حالت میں رہتا ہے اور اسی احرام سے وہ حج کرتا ہے مطلب یہ کہ اگر حج کرنے میں مہینہ یا پندرہ دن کی دیر ہوا اور اس دوران احرام گندہ ہوجائے ناپاک ہوجائے تو احرام کو تبدیل تو کرسکتا ہے مگر اس پر احرام کی تمام پابندیاں حج کرنے تک برقرار رہتی ہیں۔ (۳) تمتع: تمتع وہ طریقہ ہے جس میں دو رکعت نماز نفل پڑھ کر پہلے عمرہ کی نیت کی جاتی ہے اور مکہ مکرمہ میں عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کی حالت سے باہر آسکتے ہیں اور روزمرہ کے کپڑے پہن سکتے ہیں۔ اس طرح احرام کی پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ پھر حج کے ایام شروع ہونے سے پہلے یعنی ۸ ذی الحجہ کو جب حج کرنے جاتے ہیں تو اس سے پہلے حج کا احرام باندھ لیتے ہیں اور بجائے عمرہ کے حج کی نیت کرتے ہیں اور حج مکمل کرنے تک احرام کی پابندیاں عائد رہتی ہیں۔ اس میں عمرہ اور حج ایک ہی سفر میں کرنا ضروری ہے۔

ان تینوں اقسام میں سے ''تمتع'' کی نیت کریں جو آسان طریقہ ہے۔ ''اِفراد'' اور ''قِرانِ'' کے لئے پابندیاں کافی سخت ہوتی ہیں۔ اس لئے عوام ان کی نیت نہ کریں بلکہ ''تمتع'' کی نیت کریں۔

احناف کے قِران کی فضیلت کے دلائل انشاءاللہ کتاب الحج میں آئینگے۔

سوال: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حج تمتع تم نے کیسے لکھ دیا اس کی دلیل کیا ہے۔

جواب: حدیث شریف مذکور میں قرائن موجود ہیں مثلاً انہیں حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ سر کھول کر کنگھا کرو حج کا احرام باندھو۔ اگر یہ قِران ہوتا تو میقات سے احرام باندھ لیا ہوتا اب احرام باندھنے سے تمتع ہی ثابت ہوا پھر اگر قران کا احرام پہلے سے ہوتا تو کنگھا کرنے کا کیا معنیٰ جبکہ کنگھا سے تو بال ٹوٹتے ہیں اور یہ احرام کے خلاف ہے۔ نیز حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد صاف ہے ''دعی عمرتک''

اور کسی میں فرمایا'' وارفضی عمر تک'' واضح ہوتا ہے کہ بی بی صاحبہ نے پہلے احرام باندھا تھا تو اسے چھوڑنے کا حکم ہو رہا ہے۔
اس بخاری میں تمتع کی تصریح بھی بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کنت تمتعتُ بعمرة۔

تعارف تنعیم:

تنعیم مکہ معظمہ میں مدینہ طیبہ کی جانب ایک مشہور مقام ہے جسے آج کل مسجد عائشہ بھی کہا جاتا ہے قیام مکہ مکرمہ کے دوران عمرہ جات کیلئے یہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔

باب نمبر ۱۷

قول الله عزوجل مخلّقة وغير مخلّقة

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مخلّقة (كامل الخلقة) اور ناقص الخلقة

عن انس بن مالكٍ عن النبي ﷺ قال ان الله تبارك و تعالىٰ وكل بالرحم ملكاً يقول يارب نطفة يارب علقة يارب مضغة فاذا اراد الله ان يقضىَ خلقه قال اذكرام انثىٰ شقى'' ام سعيد'' فما الرزق وما الاجل قال فيكتبُ في بطن اُمّه.

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رحم مادر میں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے فرشتہ کہتا ہے اے رب نطفہ ہے۔ اے رب علقہ ہو گیا مضغہ ہو گیا۔ پھر جب خدا چاہتا ہے کہ اسکی خلقت پوری کرو، مذکر ہے یا مؤنث، بدبخت ہے یا نیک بخت روزی کتنی اور عمر کتنی۔ فرمایا پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ تمام باتیں فرشتہ لکھ دیتا ہے۔

شرح:

مخلّقہ وغیر مخلّقہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آیت کے ایک جملہ سے اپنی دلیل قائم فرمائی مکمل آیت یوں ہے

يايها الناس ان كنتم في ريب من البعث فانا خلقنكم من ترابٍ ثم من نطفةٍ ثمَّ من علقةٍ ثمّ من مضغةٍ مخلقةٍ وغير مخلقةٍ لنبين لكم ونقر في الارحام مانشاء الى اجل مسمّىً ثم نخرجكم طفلاً ثم لتبلغوآ اشدكم ومنكم من يتوفى ومنكم من يرد الى ارذل العمر لكيلا يعلم من بعد علمٍ شيئاً وترى الارض هامدةً فاذا انزلنا عليها الماء اهتزتْ وربت وانبتت من كل زوج بهيج ذلك بان الله هو الحق وانه يحي الموتى وانه على كل شيء

قدیر۔ (پ ۱۷، الحج۔۵،۶، کنزالایمان)

شرح:

مخلقة وغیر مخلقة مصور وغیر مصور ایک اجمال تھا ہم نے پوری آیت لکھ دی ہے اس میں انسان کی تخلیق اور نشوونما کا تفصیلی ذکر آ گیا ہے پھر جس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درج فرمایا وہ بھی اجمالی ہے۔ اسکی قدرے تفصیل دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں کا مادۂ پیدائش ماں کے شکم میں چالیس روز تک نطفہ رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت خون بستہ ہو جاتا ہے پھر اتنی ہی مدت گوشت کی بوٹی کی طرح رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے۔ جو اس کا رزق اسکی عمر اسکے عمل اس کا شقی یا سعید ہونا لکھتا ہے پھر اس میں روح پھونکتا ہے (الحدیث) اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش اس طرح فرماتا ہے اور اس کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کرتا ہے۔

ربط:

یہ حدیث بظاہر بے ربط محسوس ہوتی ہے کہ حیض کی بحث میں اس کا کیا تعلق لیکن غور سے دیکھا جائے تو حدیث کتاب الحیض سے اسے دو طرح سے مناسبت ہے (۱) خون حیض جو پیٹ میں بچہ بچی کی غذا بنتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور اطباء کی تحقیق سے ثابت ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ حیض کے احوال میں ایک حال یہ بھی ہے جو احادیث میں مذکور ہے (۲) جمہور کا مذہب ہے کہ ایام حمل میں جو خون ظاہر ہو وہ حیض نہیں استحاضہ ہے۔ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اس حدیث میں امام بخاری امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اتباع میں ہیں ورنہ شافعی مذہب کے قول جدید میں حمل کا خون حیض ہے۔ ہاں قول قدیم میں شوافع احناف کے مطابق ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس قول و مذہب پر متعدد روایات دلالت کرتی ہیں۔

حدیث سے مسلکِ حق اہلسنّت کی تائید:

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ انسان کے حالات زندگی ماسبق و مافی الغد کا علم رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور انکے طفیل اولیاء کرام کو بھی۔ لیکن منکرین کمالات انبیاء و اولیاء اس عقیدہ کو شرک کہتے ہیں اس کے رد میں حدیث بخاری کے علاوہ حدیث ذیل کافی ہے۔

حدیث شریف:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نطفہ ماں کے پیٹ میں واقع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اس سے کچھ پیدا فرمائے تو وہ نطفہ ماں کے رونگٹے رونگٹے یہاں تک کہ ماں کے ناخنوں اور بال بال میں پھیل جاتا ہے اسی طرح وہ چالیس روز تک اسی حالت میں رہتا ہے اس کے بعد اس کو خون کی صورت میں جمع کر کے بچہ دانی میں پہنچایا جاتا ہے۔ پہلی حدیث شریف میں جمع

کرنے کا یہی معنی ہے۔ اس کے بعد چالیس روز تک خون رہتا ہے چالیس دن کے بعد علقہ بنتا ہے۔ اسی طرح پھر چالیسویں دن کے بعد مضغہ پھر چالیسویں دن اس میں روح پھونکنے کے لئے فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے۔

فائدہ:

اس سے ثابت ہوا کہ انسانی نقشہ دوسرے چالیسویں کے بعد بنتا ہے۔ اس لئے کہ نقشہ اسی حالت میں ممکن ہے اس سے قبل اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں لیکن عادۃً ممکن نہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتے کو انسان کے لئے چار کلمات لکھنے کا حکم فرماتا ہے۔

فائدہ:

حدیث شریف میں لفظ کلمہ واقع ہے اس سے قضاء وقدر کا ہر ایک علیحدہ علیحدہ باب مراد ہے۔ مثلاً وہ فرشتہ انسان کا رزق اور اجل یعنی اس کے عالم دنیا میں رہنے کے کل لمحات اور اس کے اعمال اور پھر یہ کہ وہ بد بخت ہے یعنی ایسا کہ اس کے لئے دوزخ واجب اور نیک بخت یعنی اس کے لئے بہشت واجب ہوگی۔ یہ تمام باتیں اسکی ماں کے پیٹ کے اندر لکھی جاتی ہیں۔ یہ حدیث شریف ہمارے (اہلسنت و الجماعت کے) ان دلائل میں سے ایک ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ اور ان کے طفیل دیگر محبوبوں کو مافی الا رحام کا علم عطا فرماتا ہے۔ اس پر فقیر اویسی کا رسالہ ''ازالتہ الاوھام فی علوم مافی الارحام'' پڑھئے۔

سر دست چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ہمارے دلائل علم غیب کلی کے عموم میں یہ علم بھی ثابت ہے علم کلی کے متعلق علماء کرام نے فرمایا۔

اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمْ یَخْرُجْ مِنَ الدُّنیا حتّی اَعْلَمَہُ اللّٰہُ بِجَمِیْعِ مُغِیْبَاتِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ (تفسیر صاوی، علی الجلالین تحت آیت یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا۔)

ترجمہ: کہ حضور ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا اور آخرت کے سارے علم دے دیئے۔

(۲) اور علوم خمسہ کے متعلق بھی علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ۔

وَلَکَ اَنْ تَقُوْلَ اِنَّ عِلْمَ ھٰذِہِ الْخَمْسَۃَ وَاِنْ کَانَ لَایَعْلَمُھَا اَحَدٌ اِلَّا اللّٰہَ لٰکِنْ یَجُوْزُ اَنْ یُعَلِّمَھَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ مُحِبِّیْہِ وَاَوْلِیَآئِہٖ بِقَرِیْنَۃِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ عَلٰی اَنْ یَکُوْنَ الْخَبِیْرُ بِمَعْنَی الْمُخْبِرِ۔ (تفسیر احمدیہ، ص ۴۰۵)

تحت آیت آخری سورۃ لقمان۔ ترجمہ: اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں علوم کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں اور ولیوں میں سے جس کو چاہے سکھائے اس قول کے قرینے سے کہ اللہ تعالیٰ جاننے والا بتانے والا ہے خبیر بمعنی مخبر۔

اور اولیاء کرام کے لئے فرمایا:

وکیف یخفی امر الخمس علیہ ﷺ والواحد من اھل التصرف من امتہ الشریفۃ لا یمکنہ التصرف

الابمعرفة هذه الخمس (الابریز شریف ص ۲۸۳)

ترجمہ: حضور ﷺ پر علوم خمسہ کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں جبکہ آپ کی امت کے کسی اہلِ تصرف کو تصرف ممکن نہیں جب تک کہ ان علوم خمسہ کی معرفت حاصل نہ ہو۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

فهو ﷺ لا یخفی علیه شیء من الخمس المذکورة فی الایات الشریفة و کیف یخفی علیه ذلک والا قطاب السبعة من امته الشریفة یعلمونها وهم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والاخرین الذی هو سبب کل شیء ومنه کل شیء۔ (الابریز شریف ص ۵۳۶)

ترجمہ: حضور ﷺ پر ان پانچوں مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اور حضور ﷺ پر یہ امور مخفی کیوں کر ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت کے سات قطب ان کو جانتے ہیں حالانکہ وہ غوث سے مرتبہ میں نیچے ہیں، پھر غوث کا کیا کہنا، پھر حضور ﷺ کا کیا پوچھنا جو تما اولین وآخرین سارے جہاں کے سردار ہیں اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر چیز ان سے ہے۔

سید علی الخواص رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

لا یکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریده فی انتقاله فی الاصلاب وهو نطفة من یوم الست بربکم الی استقراره فی الجنة او فی النار۔ (کبریت احمر، ص ۱۶۵)

ترجمہ: ہمارے نزدیک تو آدمی تب تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو اپنے مرید کی حرکتیں اس کے آباء کی پیٹھ میں معلوم نہ ہوں یعنی جب تک یہ معلوم نہ کرے کہ یوم الست سے کس کی پیٹھ میں ٹھہرا اور اس نے کس وقت حرکت کی یہاں تک کہ اس کے جنت اور دوزخ میں قرار پکڑنے تک کے حالات جانے۔

تاج العارفین شیخ ابوالوفاء فرماتے ہیں:

لا یکون الشیخ شیخا حتی یعرف من کاف الی قاف فقیل له ماکاف وماقاف فقال یطلعه الله عزوجل علی جمیع مافی الکونین من ابتداء خلقه بکن الی مقام وقوفهم انهم مسئولون۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۱۴۳)

ترجمہ: کوئی شخص اس وقت تک شیخ کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ کاف سے قاف تک کی معرفت حاصل نہ کر لے پوچھا گیا، کاف اور قاف کیا ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل اس شیخ کامل کو دونوں جہان کی مخلوقات کی اطلاع دیتا ہے یعنی کلمہ کُن سے پیدائش کی ابتدا سے لے کر دوزخ کے اس مقام تک کی اطلاع جہاں دوزخیوں کو کھڑا کر کے ان سے سوال کیا جائے گا۔

یہ حضور ﷺ کے غلاموں کا علم ہے جس آقا ﷺ کے غلاموں کا اتنا علم ہو کہ وہ ابتدائے آفرینش خلق سے لے کر مخلوق کے جنت اور دوزخ میں جانے تک کے تمام حالات جانتے ہیں اس آقا کا اپنا علم کتنا ہوگا۔

(۳) صاحب تفسیر عرائس البیان آیت ویعلم مافی الارحام کے تحت فرماتے ہیں وسمعت ایضاً من بعض الاولیاء اللہ انه اخبر مافی الرحم من ذکر وانثی ورایت بعینی ما اخبر ۔(التفسیر عرائس البیان) ترجمہ: میں نے بعض اولیاء اللہ سے یہ بھی سنا ہے کہ انہوں نے مافی الرحم کی خبر دی کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ انہوں نے جیسی خبر دی ویسا ہی وقوع میں آیا۔

دلائل سے ثابت ہو گیا کہ ملائکہ۔ صحابہ۔ اور اولیاء اللہ کو بھی مافی الارحام کا علم عطا ہوتا ہے۔ تو پھر حضور امام الاولین والآخرین سے یہ علم کیونکر مخفی رہ سکتا ہے۔ جبکہ وہ تمام مخلوقات سے افضل اور اعلم ہیں۔ یہ صرف قیاس آرائی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علوم مافی الارحام عطا فرمائے جس کے شواہد اَن گنت ہیں۔

(۴) حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے کی خبر دی جیسا کہ مشکوۃ شریف میں روایت ہے کہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے آج شب ایک نہایت ناپسند خواب دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، وہ کیا۔ عرض کیا، وہ بہت سخت ہے۔ فرمایا، ہے کیا؟ عرض کیا میں نے دیکھا کہ گویا ایک ٹکڑا حضور والا کے جسم اقدس کا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا۔ تو سرکار اکرم ﷺ نے فرمایا۔

رایت خیرا تلد فاطمة ان شاء الله غلاماً یکون فی حجرک فولدت فاطمة الحین فکان حجری کماقال رسول الله ﷺ (ص ۲، ۵۷۲)

ترجمہ: تو نے اچھا خواب دیکھا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں لڑکا ہوگا اور وہ تیری گود میں ہوگا پس حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو تولد فرمایا وہ میری گود میں آئے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔

حضور نبی پاک ﷺ نے امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے کی خبر سنائی، جو بعد میں پیدا ہوں گے۔ جو صحیح حدیثوں میں مذکور اور عوام الناس میں مشہور ہے۔ یہ خبر آپ نے لڑکا ہونے کی اس وقت دی جبکہ نطفہ باپ کی پیٹھ میں نہیں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے متعلق تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب ''امام مہدی'' اور ''آئینہ شیعہ نما'' کی شرح میں ہے۔

عن انس قال مات ابن لابی طلحة من ام سلیم فقالت لاهلها لاتحدثوا اباطلحة بابنه حتی اکون انا احد ثه قال فجاء فقربت الیه عشاء فاكل وشرب قال ثم تصنعت له احسن ماكان تصنع قبل ذلک فوقع بها فلما ء ات انه قد شبع رااصاب منها قالت یاانا طلحة ارائیت لوان قوماً اعادوا عاریتهم اهل بیت فطلبو اعاریتهم الهم ان

یستحیوا ھم قال لاقالت فاحتسب ابنک قال فغضب فقال ترکتنی حتی ثم اخبر تنی بابنی فانطلق اتی رسول الله ﷺ بارک الله لکما غابر لیلتکما قال فحملت۔(رواہ مسلم فی فضائل ام سلیم رضی اللہ عنہا)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ کا بیٹا جو ام سلیم کے پیٹ میں تھا فوت ہو گیا انھوں نے اپنے گھر والوں سے کہا ابو طلحہ کو خبر نہ کرنا ان کے بیٹے کی، جب تک کہ میں خود نہ کہوں۔ آخر ابوطلحہ آئے۔ ام سلیم شام کا کھانا سامنے لائیں۔ انھوں نے کھایا اور پیا۔ پھر ام سلیم نے اچھی طرح بناؤ سنگھار کیا ان کے لئے، یہاں تک کہ انہوں نے جماع کیا ان سے۔ جب ام سلیم نے دیکھا کہ وہ سیر ہو گئے اور ان کے ساتھ صحبت بھی کر چکے۔ اس وقت انہوں نے کہا اے ابوطلحہ! اگر کچھ لوگ اپنی چیز کسی گھر والے کو مانگنے پر دیں پھر اپنی چیز مانگیں، تو کیا گھر والے اس کو روک سکتے ہیں؟ ابوطلحہ نے کہا، نہیں روک سکتے۔ ام سلیم نے کہا، تو میں تم کو خبر دیتی ہوں تمہارے بیٹے کے فوت ہو جانے کی۔ یہ سن کر ابوطلحہ غصے ہوئے اور کہنے لگے، تُو نے مجھ کو خبر نہ کی، یہاں تک کہ میں آلودہ ہوا اب مجھ کو خبر کی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے تمہاری گزری ہوئی رات میں (ام سلیم حاملہ ہو گئیں)۔

فائدہ: حدیث شریف سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابی کو ایک خفیہ بات کی خبر دے کر اس کی بیوی کے لئے حاملہ ہونے کی اطلاع دی۔ چنانچہ اسی روایت میں ہے کہ "فولدت غلاماً" تو بی بی کو بچہ پیدا ہوا۔

اور یہ کمال نہ صرف حضور ﷺ تک محدود تھا بلکہ آپ کے فیضان کرم سے آپ کے فیض یافتگان اور آپ کی امت کے اولیاء کرام کو بھی حاصل تھا، چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(۵) عن عروة قال لقی رسول الله ﷺ رجلاً من اهل البادیه وهو یتوجه الی بدر لقیه بالروحاء فساء له القوم عن خبر الناس فلم یجد واعندهٔ خبراً فقالو اله سلم علی رسول الله ﷺ فقال اوفیکم رسول الله ﷺ قالو نعم قال الا عرابی فان کنت رسول الله ﷺ فاخبر نی مافی بطن ناقتی هٰذهٖ فقال لهٗ سلمة بن سلامة بن دوقش و کان غلاماً حدثا لاتسال رسول الله انا اخبرک نزوت علیه ففی بطنهاسخلة منک (رواہ الحاکم فی مستدرک، ج۳ ص۳۱۸۔ وقال ھذا صحیح مرسل وحکاہ ھشام فی سیرتہ ونقلہ الدمیری فی حیوۃ الحیوان)

ترجمہ: عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی جنگ کو جا رہے تھے تو مقام روحا پر ایک بدوی ملا اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کچھ حالات پوچھے لیکن اس نے کچھ نہ بتایا پھر اسے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیجئے۔ کہا کیا تم میں رسول ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں اعرابی بدوی نے کہا بتاؤ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری حرکت نالائق کا نتیجہ ہے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے نوعمر صحابی نے پیٹ کا حال بتا دیا۔

حضور ﷺ نے اعرابی کا یہ سوال سن کر خاموشی فرمائی تا کہ اس کی نالائق حرکت کا پردہ فاش نہ ہو۔ لیکن حضرت سلمہ نے اس اعرابی کو بتا دیا کہ اس اونٹنی کے

پیٹ میں کس کا علقہ ہے۔

حضور سید المرسلین ﷺ کی رؤف رحیمی پر قربان جنہوں نے علم ہونے کے باوجود ابن اعرابی کا پردہ فاش کرنا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کا یہ خبر دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آقائے دو عالم ﷺ کے علم کی شان تو بہت بلند ہے لیکن ان کی بدولت غلاموں کو بھی مافی الارحام کا علم ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اعرابی حیران ہو گیا۔

عن عائشة زوج النبی ﷺ انها قالت ان ابا بکر الصدیق کان نحلها جاد عشرین وسقاً من ماله بالغابة فلما حضرته الوفاة قال والله یابنی مامن احد احب الی غنی بعدی منک ولا اعز علی فقراً بعدی منک وانی کنت نحلتک جاد عشرین وسقاً فلو کنت جددتیه واخترزیته کان ذلک وانما هو الیوم مال وارث وانما هما اخواک واختاک فاقسموه علی کتاب الله قالت عائشة یاابت والله لو کان کذاو کذالترکته انما هی اسماء فمن الا خری قال ذوبطن ابنة خارجة اراها جاریة (رواہ البیہقی ج ۶ ص ۱۷۰۔ والطحاوی ج ۲ ص ۲۴۵۔ تاریخ الخلفاء ص ۶۱۔ اصابہ ص ۲۸۶)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک درخت کھجور کا دے دیا تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے بیٹی! خدا کی قسم مجھے تیرا غنی ہونا بہت پسند ہے اور غریب ہونا بہت ناگوار۔ اس درخت سے اب تک جو کچھ تم نے نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تھا لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے اور وارث تمہارے صرف دو بھائی اور دونوں بہنیں ہیں اس ترکہ کو موافق حکم شرع کے تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایسا ہو سکتا ہے لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہی ہیں آپ نے دوسری کون سی بتادی؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک تو اسماء ہیں، دوسری بہن ماں کے پیٹ میں ہے، میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے۔ پس اُم کلثوم پیدا ہوئیں۔

ایسے بے شمار واقعات اولیاء کرام کے ہیں صرف ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

استاذ الکل حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بستان المحدثین (ص ۱۱۴) میں فرماتے ہیں:

نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر را فرزندی زیست کشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید۔ شیخ فرمود از پشتِ تو فرزندی خواہد بر آمد کہ بعلم دنیا را پُر کند۔

پیٹ میں بچہ کے ٹھہرنے کی مدت:

تمام آئمہ رحمھم اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیٹ میں بچہ کے ٹھہرنے کی ادنیٰ مدت چھ ماہ ہے اور زیادہ مدت کے متعلق انکا اختلاف ہے یعنی ائمہ کا، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو سال اور امام شافعی کے نزدیک چار سال اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانچ سال ہے۔

فائدہ:

مروی ہے کہ ضحاک بن مزاحم تابعی رحمۃ اللہ علیہ ماں کے پیٹ میں دوسال اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تین سال ٹھہرے۔ کذا ذکرا لسیوطی۔

فائدہ:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کی ہمسایہ عورت نے بارہ سال میں تین بچے جنے جن میں سے ہر ایک ماں کے پیٹ میں چار چار سال ٹھہرتا تھا۔

فائدہ:

اس میں اشارہ ہے کہ جن بچوں کو ماں کے پیٹ کے اندر اللہ تعالیٰ ٹھہرانا نہیں چاہتا تو وہ بچہ کچا گر جاتا ہے۔

لطیفہ:

کمالاتِ مصطفےٰ ﷺ کے منکرین ہر بات میں بالخصوص بشریت کے بارے میں خود کو رسول اللہ ﷺ کے برابر سمجھتے ہیں ان بھلے مانسوں سے کون پوچھے کہ جسطرح تمہاری تخلیق احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے پھر اسکی تفصیل جسطرح ہے کیا رسول اللہ ﷺ کی تخلیق پھر اسکی تفصیل بھی اسی طرح ہے اگر فرق ہے اور یقیناً فرق ہے پھر کس منہ سے کہتے ہو وہ بھی بشر میں بھی بشر،

ہاں وہ بشر ضرور ہیں لیکن نوری بشر

تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''البشریۃ لتعلیم الامۃ''

باب نمبر ۱۸

کیف تھل الحائض بالحج والعمرۃ

ترجمہ: حائضہ حج اور عمرہ کا احرام کس طرح باندھے

عقیل عن ابن شھاب عن عروۃ عن عائشۃ قالت خرجنا مع النبی ﷺ فی حجۃ الوداع فمنامن اھل بعمرۃ ومنا من اھل بحج فقد منا صلۃ فقال رسول اللہ ﷺ من احرم بعمرۃ ولم یھد فلیحلل ومن احرم بعمرۃ واھدی فلا یحل حتی یحل نحر ھدیہ ومن اھل بحج فلیتم حجہ قالت فحضت فلم ازل حائضا حتی کان یوم عرفۃ ولم اھلل الابعمرۃ فامرنی النبی ﷺ ان انفض راسی وامتشط واھل بالحج واترک العمرۃ ففعلت ذلک حتی قضیت حجتی فبعث معی عبدالرحمن بن ابی بکر فامرنی ان اعتمر مکان عمرتی من التنعیم:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے لئے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا پھر ہم مکہ آئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی ساتھ نہ لایا ہو تو وہ حلال ہو جائے گا اور جس کسی نے احرام باندھا ہو اور ہدی بھی ساتھ لایا ہو تو وہ ہدی کی قربانی سے پہلے اور جس نے حج کا احرام باندھا ہو تو اُسے حج پورا کرنا چاہیئے۔ میں نے کہا کہ میں حائضہ ہو گئی اور عرفہ کے دن تک برابر حائضہ رہی ہوں۔ عمرہ کا احرام باندھا تھا پس مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ میں احرام کھول لوں۔ کنگھا کرلوں اور حج کا احرام باندھ لوں اور میں نے ایسا ہی کیا اور اپنا حج پورا کرلیا، پھر میرے ساتھ آں حضور ﷺ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا اور مجھ سے کہا کہ میں اپنے چھوٹے ہوئے عمرہ کے عوض تنعیم سے دوسرا عمرہ کروں۔

اقبال المحیض و ادبارہ و کن نساء یبعثن الی عائشة بالدرجة فیها الکرسف فیه الصفرة فتقول لاتعجلن حتی ترین القصة البیضاء ترید بذلک الطهر من الحیضة وبلغ بنت زید بن ثابت ان نساء یدعون بالمصابیح من جوف اللیل ینظرون الی الطهر فقالت ماکان النساء یعنعن هذوعابت علیهن ۔

ترجمہ: حیض کا آنا اور اس کا ختم ہونا۔ عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ڈبیا بھیجتی تھیں جس میں کرسف ہوتا تھا۔ اس میں زردی ہوتی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں جلدی نہ کرو۔ یہاں تک کہ صاف سفیدی دیکھ لو اس سے مراد حیض سے پاکی ہوتی تھی۔ زید بن ثابت کی صاحبزادی سے معلوم ہوا کہ عورتیں رات کی تاریکی میں چراغ منگا کر پاکی ہونے کو دیکھتی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں انہوں نے اس غیر ضروری اہتمام پر اعتراض کیا۔

عن عائشة ان فاطمة بنت ابی حبیش کانت تستحاض فسالت النبی ﷺ فقال ذلک عرق ولیست بالحیضة فاذا اقبلت الحیضة فدعی الصلوٰة واذاادبرت تغتسلی فصلی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ کا خون آیا کرتا تھا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے اس لئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب حیض کے دن گذر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھ لیا کرو۔

حل لغات:

الدرجہ۔ بکسر الدال و بفتح الراء نیز بضم الدال و بسکون الراء اس کپڑے کو کہتے ہیں جسمیں دوالت کر کے بیمار اونٹنی کی فرج میں رکھتے ہیں اور چھوٹی ٹوکری کو بھی کہتے ہیں جسمیں عورتیں خوشبو وغیرہ رکھتی ہیں یعنی ڈبہ اگر چہ دھات وغیرہ کی ہو۔ الکرسف اصل میں روئی کو کہتے ہیں یہاں وہ خاص روئی مراد ہے جو ایام حیض میں عورتیں خاص طریقہ سے استعمال کرتی ہیں۔ القصہ بمعنی چونا اور بمعنی روئی پہلے معنی اسی لئے کہ حیض میں سفیدی دیکھے اب وہ حیض نہ ہوگا طہر ہوگا دوسرے معنی اس لئے روئی سوکھ جائے یعنی حیض ختم ہو جائے۔

تائید بخاری برائے احناف:

اس حدیثِ بخاری میں احناف کی تائید ہے یہ فرماتے ہیں سفیدی جب تک نہ ہواسوقت تک عورت کے خون کا ہر رنگ حیض میں شامل ہوگا۔

حدیث مرفوع:

یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے اور قاعدہ ہے کہ جو روایت عقل سے وراء ہو وہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہوگا اگر اس روایت میں آپ کے اسم گرامی کی تصریح نہ ہو تو وہ حدیث مرفوع ہوتی ہے۔

نکتہ:

حیض کے شش رنگ ہم نے پہلے بیان کئے ان میں حکمت یہ ہے کہ خون کا بدلنا عورت پر اور اسکی غذا پر منحصر ہے عورت تندرست اور معتدل مزاج کے معتدل غذا کا خون سرخ پھر عوارض سے رنگ بدلیگا غذا۔ موسم وغیرہ۔

تعارف بنت زید بن ثابت رضی اللہ عنہا:

اسمیں اختلاف ہے حضرت زید کی آٹھ صاحبزادیاں تھیں تو بعض نے کہا کہ اُمِ سعد تھیں اور بعض نے کہا یہ اُم کلثوم ہیں۔

باب نمبر ۱۹

لاتقضی الحائض الصلوۃ فقال جابر ابن عبداللہ وابو سعید عن النبی ﷺ تدع الصلوۃ

حائضہ نماز قضا نہیں کرے گی اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ابو سعید نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حائضہ نماز چھوڑ دے

شرح:

پہلے فقیر قاعدہ لکھ چکا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بے سند روایت بھی مستند ہوتی ہے اگر چہ ہمیں اسکی سند نہ ملے یہ روایت بھی اسی قاعدہ پر مبنی ہے۔ اسی قاعدہ پر ہم اہلسنت اپنے مواقف مختلف فیہا مسائل کہتے ہیں کہ حوالہ کے بعد ہمارا کام نہیں کہ اس کی سند تلاش

کرتے پھریں جب ناقل ثقہ ہے تو سند پر بھ سہ کر کے مسائل مرتب کئے جا سکیں گے جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے یہ قاعدہ مخالفین مان رہے ہیں تو انہیں دوسرے ثقہ علماء فقہاء کے لئے بھی مان لینا چاہیئے ہاں غیر ثقہ کے لئے ہم بھی نہیں کہتے۔ اس قاعدہ کی تفصیل ہم نے علم المناظرہ میں عرض کر دی ہے خلاصۃ الباب یہ ہے کہ حائضہ پر ایام حیض کی نمازیں معاف ہو جاتی ہیں۔ ہاں روزہ معاف نہیں۔ اسکی قضا لازم ہے۔ اسکی تصریح باب ھذا کی حدیث ذیل میں ہے۔

ان امرءۃ قالت لعائشۃ الخبزی احدنا صلو'تها اذا طهرت فقالت احروریته انت قد کنا تحیض مع النبی ﷺ فلایا مر نابه او قالت فلانفعله۔

ترجمہ: ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ہم حیض سے پاک ہوں تو نماز کی قضا کریں فرمایا کیا تو حروریہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہمیں حیض آتا تو حضور ﷺ ہمیں قضا نماز پڑھنے کا حکم نہیں فرماتے یا، بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا کہ ہم اس نماز کی قضاء نہیں کرتی تھیں۔

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہی ہے کہ حائضہ پر نماز کی قضاء نہیں، اس روایت میں ایک دلچسپ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عورت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ پوچھا کہ حیض سے فراغت کے بعد نمازیں قضاء پڑھنی جائیں یا نہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بجائے مسئلہ بتانے کے فرمایا کیا حروریہ (فرقہ) سے تعلق رکھتی ہے اس سے صلح کلی قسم کے لوگ سمجھیں کہ اماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بی بی کو اس طنز سے دین کا کتنا فائدہ کر رہی ہیں جبکہ حضور ﷺ نے ان سے تہائی دین کا واحد ارشاد فرمایا تو ثابت ہوا کہ بد مذہب کو رسوا کرنا بھی دین اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سنت ہے۔

لطیفہ:

وہ سائلہ عورت کا حروریہ فرقہ سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن چونکہ اس نے ان کے مذہب کے مشابہ مسئلہ پوچھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس تشابہت سے اسے حروریہ کہہ دیا یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی پوچھے کہ کیا درباروں مزاروں پر جانا جائز ہے تو ہم اسے کہہ دیں کہ کیا تو وہابی ہے۔ اسی طرح ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُسے فرمایا کہ کیا تو حروریہ ہے یعنی تو وہابن تو نہیں۔

تعارف حرورہ:

یہ خوارج کا لقب ہے اس لئے کہ حروراء بستی انکا مرکز ہے اسی لئے انہیں اور انکے پیروکار لوگوں کو حروری، حروریہ کہا جاتا ہے جیسے وہابی عقیدہ کے لوگ جن کا مرکز دیوبند ہے انکے مرکز کی وجہ سے انہیں اور انکے پیروکار وہابیوں کو دیوبندی کہا جاتا ہے، یہ ڈالڈے وہابی ہیں اصلی وہابیوں کا مرکز نجد ہے اسی لئے انہیں نجدی کہا جاتا ہے۔ حروراء ایک بستی جو کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے یہ ان لوگوں کا مرکز تھا

جنھوں نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی اختیار کر کے اس بستی کو مرکز بنا کر سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف محاذ قائم کرلیا۔

خوارج کا تعارف:

شیخ ابوزہرہ پروفیسر جامعۃ الظاہرہ لکھتے ہیں خوارج اپنے عقائد وافکار کی حمایت ودفاع نیز تدین وتشرع میں تمام اسلامی فرقوں سے زیادہ سخت تھے یہ چند الفاظ کے ساتھ سختی سے چمٹے رہے ان کے ظواہر کو انہوں نے دین مقدس کا درجہ دیدیا۔ سیدنا عثمان اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہما سے بیزاری کا خیال ان کے دل ودماغ پر اس قدر چھا گیا کہ ان کے لئے حق تک رسائی کے سب دروازے بند ہوگئے۔ خوارج کا نعرہ تھا کہ ایمان کا کلمہ حکم الا للہ۔ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور عمل کالاتھ عمل ظالمین سے برأت ہے ان الفاظ کی آڑ میں انہوں نے ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا یہ لوگ ان مسلمانوں کو جو حضرت عثمان۔ علی المرتضی۔ طلحہ۔ زبیر رضی اللہ عنہم سے برأت کا اظہار نہ کرتے واجب القتل قرار دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن خباب خارجیوں کے ہاتھ آ گئے ان کے ہمراہ ان کی حاملہ زوجہ بھی تھیں۔ خارجیوں نے ان سے پوچھا (الحکیم) سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے خلاف کے فیصلہ کے لئے جو دو حکیم یا منصف تسلیم کر لئے تھے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے عبد اللہ نے جواب دیا میری یہ رائے ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ تم سے زیادہ کتاب الٰہی کا علم رکھتے ہیں وہ تم سے زیادہ نیک تم سے زیادہ دین کے نگہبان اور تم سے زیادی صاحب بصیرت ہیں۔ خوارج نے کہا تم سچائی کی پیروی نہیں کرتے بلکہ لوگوں کے بھاری بھرکم ناموں کی پیروی کرتے ہو۔ آجکل بھی بعض لوگ دوسروں کو شخصیت پرستی کا طعنہ دیتے ہیں۔ اس کے بعد خوارج نے عبداللہ بن خباب اور ان کی حاملہ زوجہ کو قتل کر دیا۔

دوسری طرف ایک گری ہوئی کھجور اٹھانے سے پہلے اس کے نصرانی مالک سے اجازت چاہی۔ اس نے کہا خباب جیسے پرہیز گار آدمی اور ان کی زوجہ اور اسکے پیٹ میں جو مظلوم بچہ تھا انہیں قتل کرنے میں تمہیں کوئی خوف نہیں اور گری ہوئی کھجور کھانے میں اتنا احتیاط برتتے ہو (اسلامی مذاہب)

مندرجہ ذیل واقعہ خوارج کے طرز عمل اور ظاہر پرستی پر وسوسہ ڈالتا ہے دو مسلمان خوارج کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ان میں سے ایک پڑھا لکھا تھا دوسرا اتنا پڑھا لکھا نہ تھا خوارج انہیں اپنے سردار کے پاس لے جانے لگے تو راستہ میں پڑھے لکھے شخص نے اپنے ساتھی کو سمجھا دیا کہ تم وہاں خاموش رہنا۔ میں ان کے سوالات کا جواب دوں گا۔ خارجی سردار نے پوچھا تم کون ہو اس نے جواب دیا ہم مشرک ہیں خارجی نے پوچھا یہاں کس لئے آئے ہو اس نے جواب دیا قرآن پاک سننے پھر اس نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی کہ اگر کوئی مسلمان تمہارے پاس قرآن پاک سننے کے لئے آئے تو اسے قرآن پاک سناؤ اور پھر اسے اس کے محفوظ ٹھکانے پر پہنچادو۔ خارجی سردار نے انہیں قرآن پاک میں سے آیت سنائیں اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ انہیں محفوظ جگہ پہنچادیں کہ وہ کہتے ہم مسلمان ہیں۔ ورنہ خارجی انہیں ضرور موت کے گھاٹ اتار دیتے۔

خوارج ہر گناہ گار کو کافر بلکہ مرتد قرار دیتے دوسرے وہ عام مسلمانوں کو مشرک سمجھتے اور قرآن پاک میں جو آیات مشرکوں کے بارے میں ہیں وہ سب ان پر چسپاں کر دیتے۔ جیسے آجکل ہمارے دور میں وہابیوں دیوبندیوں کا طریقہ ہے کہ بتوں والی آیات انبیاء و اولیاء پر چسپاں کر دیتے ہیں۔

مزید تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ''ابلیس تا دیوبند''۔

اقتداء ا لامّ رضی اللہ عنہا:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سائلہ کے صرف اس سوال پر کہ حیض سے طہارت پر ہم نماز کی قضاء کریں اسے بد مذہبیت کا فتویٰ لگا دیا اور ثابت ہوا کہ بد مذہبی اتنا منحوس ہے کہ اسکے معمولی سے شبہ پر اس سے بچنا لازم ہے۔ آجکل لوگ دعوے تو لمبے چوڑے کرتے ہیں کہ ہم عاشقان مصطفیٰ ﷺ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے عاشق ہیں لیکن عاشقوں کا عشق اور تابعداروں کے اتباع کا عشق کہاں چلا جاتا ہے جب وہ بد مذہبوں سے صلح کلی بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کا سچا عشق اور سچی تابعداری نصیب فرمائے آمین۔

سائلہ کا تعارف:

یہ سائلہ بی بی معاذہ راویہ حدیث تھیں جیسا کہ مسلم شریف میں دوسرے طریق کی روایات میں اسکی تصریح ہے، مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ جواب میں معاذہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی میں حروریہ نہیں لیکن میں سائلہ ہوں۔

لطیفہ:

معاذہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شاگردہ تھیں گویا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بد مذہبوں سے سخت نفرت کے اظہار کے لئے کہا تھا ورنہ جب آپ جانتی ہیں کہ یہ میری شاگردہ معاذہ حروریہ نہیں تو پھر کیوں فرمایا۔ جیسا کہ ہم کسی سے وہابیہ طرز کے سوال پر طنزاً کہہ دیتے ہیں کیا تو وہابی، دیوبندی وغیرہ تو نہیں۔

فائدہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا الزام اس لئے تھا کہ خوارج کا مذہب تھا۔ اور ہے کہ حائضہ پر نمازوں کی قضا ضروری ہے غور فرمائیے کہ خوارج نیکی کے کتنے عاشق تھے احادیث کی تصریحات کی پرواہ کئے بغیر نماز کے عشق کا دم بھرتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ نیکی کا عشق ایمان کی علامت نیکی لانے والے نبی وولی سے محبت ایمان کی علامت ہے۔

باب نمبر ۲۰

النوم مع الحائض وھی فی ثیابھا

ترجمہ: حائضہ کے ساتھ سونا جب کہ وہ حیض کے کپڑوں میں ہو

ان ام سلمۃ قالت حضت وانا مع النبی ﷺ فی الخمیلۃ فانسللت فخرجت منھا فاخذت ثیاب حیضتی فلبستھا فقال لی رسول اللہ ﷺ انفست قلت نعم فدعانی فادخلنی معہ فی الخمیلۃ قالت وحدثتنی ان النبی ﷺ کان یقبلھا وھو صائم وکنت اغتسل انا و النبی ﷺ من اناء واحد من الجنابۃ۔

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ اس لئے میں چپکے سے نکل آئی۔ اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں حیض آ گیا؟ میں نے کہا جی ہاں، پھر مجھے آپ نے بلا کر اپنے ساتھ چادر میں کر لیا۔ زینب نے کہا کہ مجھ سے اُم سلمہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ روزے سے ہوتے تھے اور اسی حالت میں ان کا بوسہ لیتے تھے اور آپ نے اور نبی کریم ﷺ نے ایک ہی برتن میں جنابت کا غسل کیا۔

شرح:

اس حدیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حائضہ کا ظاہری جسم پلید نہیں ہوتا اسی لئے حضور ﷺ نے خود بھی عملی طور پر سیدہ کو ساتھ سلایا اور امت کو حکم بھی سنا دیا کہ ایام حیض میں عورتوں کو دور رکھنا اور ان سے نفرت کرنا یہودیوں کا کام ہے۔

(مسئلہ)

ایام حیض میں روزہ دار اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے لیکن انسانی کمزوری کے پیش نظر روزہ توڑ دینے کا خطرہ بھی ہے اسی لئے اس سے بچ کر رہے تو بہتر ہے۔ تفصیل کتاب الصوم میں آئیگی ان شاء اللہ۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفاس کا لفظ حیض کیلئے کلّی مستعمل ہوتا ہے۔

باب نمبر ۲۱

من اتخذثیا ب الحیض سویٰ ثیاب الطھر

ترجمہ: جس نے حیض کے لئے طہر کے لئے پہنے جانے والے کپڑے کے علاوہ کپڑا بنایا

عن یحییٰ عن ابی سلمة عن زینب بنت ابی سلمة عن ام سلمة قالت بینا انا مع النبی ﷺ مضطجعة فی خصیلة حضت فانسللت فاخذت ثیاب حیضتی فقال انفست فقلت نعم فدعانی فاضطجعت معه فی الخمیلة۔

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ اس لئے میں چپکے سے نکل آئی۔ اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں حیض آ گیا؟ میں نے کہا جی ہاں، پھر مجھے آپ نے بلا لیا اور میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔

شھود الحائض العیدین و دعوة المسلمین ویمتزلن المصلیٰ۔

ترجمہ: حائضہ کی عیدین میں اور مسلمانوں کے ساتھ دعا و یہ شرکت اور یہ عورتیں عیدگاہ سے ایک طرف ہو کر رہیں۔

عن حفصة قالت کنا نمنع عواتقنا ان یخرجن فی العیدین فقدمت امراء ة فنزلت قصر مبنی خلف غدفت ان اجتھاوکان زوج اختھاغر مع النبی ﷺ ثنتی عشرة فزوة وکانت اختی معه فی ست قالت فکنا نداوی الکلمی ونقوم علی المرضی فسالت اختی النبی ﷺ اعلی احدنا باس اذالم یکن لھا جلباب ان لاتخرج قال لتلبسھا صاعبتھا صاعبتھا من جلبابھا ولتشھد الخیر و دعوة المؤمنین فلما قدمت ام علیة سالتھا اسمعت النبی ﷺ قالت بابی نعم وکانت لاتذ کرہٗ الا قالت بابی سمعتهٗ یقول تخرج العواتق و ذوات الخدوز والحیض والیشھدن الخیر و دعوة المؤمنین و تعتزل الحیض المصلی قالت حفصة فقلت الحیض فقالت الیست تشھد عرفة و کذا وکذا۔

ترجمہ: محمد بن سلام نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالوہاب، حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم عورتوں کو عیدگاہ جانے سے روکتے تھے پھر ایک عورت آئی اور بنی خلد کے محل میں اتریں۔ انہوں نے اپنی بہن کے حوالہ سے نقل کیا۔ ان کی بہن نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بارہ غزووں میں شریک ہوئی تھیں اور ان کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ غزووں میں گئی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔

اور مریضوں کی تیمارداری کرنے کیلئے میری بہن نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر (جو برقعہ کے طور پر باہر نکلنے کے لئے عورتیں استعمال کرتی تھیں) نہ ہو تو کیا اس کے لئے اس میں کوئی حرج ہے کہ وہ باہر نہ نکلے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس کی ساتھی کو چاہئے کہ اپنی چادر میں سے کچھ حصہ اسے اڑھادے پھر وہ خیر کے مواقع پر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہو۔ پھر جب ام عطیہ آئیں تو میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ میرے باپ آپ پر فدا ہوں آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ جوان لڑکیاں پردہ والیاں اور حائضہ عورتیں باہر نکلیں اور مواقع خیر میں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں اور حائضہ عورت عیدگاہ سے دور رہے حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے پوچھا کیا حائضہ بھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ عرفہ اور فلاں فلاں جگہ نہیں جاتی۔

حل لغات:

العواتق جمع عاتق وہ لڑکی جو بالغ ہو چکی ہو لیکن اسکا بیاہ نہ ہوا ہو کلمی کلیم کی جمع جیسے مریض کی جمع مرضیٰ بمعنی زخمی۔ جلباب وہ چادر جو کپڑوں کے اوپر سے عورتیں اوڑھتی ہیں جس سے سر اور سینہ چھپا رہے۔ نقاب کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ الخذور جمع خدر وہ پردہ جو گھر اور خیمے میں ایک کنارے تان لیا جائے تاکہ کنواری لڑکیاں اسمیں رہیں۔ یہاں کنواری باپردہ عورتیں مراد ہیں۔

شرح:

ان تمام اعمال سے مقصود امت کی تعلیم ہوتی تھی پہلے بھی کئی احادیث میں گذر چکا کہ آپ ازواج مطہرات کے ساتھ مباشرت کرتے تھے اور ازار بندھوا لیتے تھے اس سے بھی مقصود صرف امت کی تعلیم تھی اور اسی وجہ سے آپ کی ازواج مطہرات نے آپکے وصال (ظاہری) کے بعد اپنے نجی معاملات عام لوگوں کے سامنے بیان فرمایا کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کے مقصد کو سمجھتی تھیں حیض کے وقت عام مشرکین اور یہودیوں کا عورتوں کے ساتھ یہ طریقہ تھا کہ حائضہ عورت کے قریب بھی نہیں جاتے تھے اور ہر طرح ترک تعلق کر لیتے تھے۔ اسلام میں بھی حیض کو گندگی بتایا گیا ہے لیکن اسمیں بہت زیادہ غلو سے کام نہیں لیا گیا۔ چنانچہ آپ نے عرب کے اس تصور پر ضرب خود اپنے عمل سے لگائی یہی حال روزہ کی حالت میں بوسہ لینے کا ہے وجہ یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ کے عمل سے کسی کام کی اہمیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی تصنیف ''البشریة تعلیم الامة'' میں ہے۔

ہدایہ میں اس کی تصریح ہے کہ عورتیں عیدگاہ میں جاسکتی ہیں لیکن موجودہ زمانہ میں فسادِ معاشرہ کی وجہ سے فتویٰ ہے کہ نوجوان عورتیں جمعہ، عید یا کسی بھی مردوں کے اجتماع میں نہ جائیں۔ یاد رہے کہ زمانہ قدیم میں عیدگاہ کے لئے علیحدہ کوئی عمارت نہیں ہوتی لیکن دور قدیم کے بعد اب اسکی ہیئت کذائیہ مسجد کی طرح کر دی گئی ہے بعض جگہ محراب بھی مینار بھی اور دیوار بھی وغیرہ وغیرہ یہ سب بدعات ہیں لیکن حسنہ اور یہ بدعات مخالفین کو ہضم ہو گئیں۔ لیکن وہ بدعات حسنہ انہیں ہضم نہیں ہو رہیں جنہیں نبی اکرم ﷺ اور اولیاء کرام یا اہلسنت کے معمولات سے تعلق ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ''بدعت ہی بدعت'' میں۔ بہر حال موجودہ عیدگاہ میں حائضہ عورتوں کو نہیں جانا چاہئے۔

تعارف بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا:

یہ حفصہ ام المؤمنین نہیں بلکہ ابن سیرین کی بہن ہیں انکی کنیت ام الہذیل ہے قصر بنی خلف یہ بصرہ میں ہے۔

ازالہ وہم:

ایسی روایات سے ٹیڈی مجتہدین آجکل کی عورتوں کے لئے مجمعوں اور جلسوں کی زینت بننے کا جواز نکالتے ہیں لیکن انکے اجتہاد کے ماننے والے بھی اس قسم کے ہیں جیسے وہ مجتہدین خود ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ غزوات جیسی جانکاہ جگہوں میں جانا ایمان کامل والی خواتین کا کام ہے، اور وہ اس لئے جاتیں کہ زخم خوردہ مجاہدین کا پُرسانِ حال کوئی نہ تھا بوقت مجبوری انہیں یہ کام سنبھالنا پڑا کیونکہ تمام مرد تو جنگ جہاد میں مصروف ہوتے اگر بیبیاں بھی مرہم پٹی نہ کرتیں تو زخمی زخموں کی تاب نہ لا کر مر جاتے۔

یہ اضطراب کہاں اور دور حاضرہ کی خواتین کا زینت والے جلسوں کا اختیار کہاں۔

باب نمبر ۲۲

اذا حاضت فی شهر ثلاث حیض ومایصدق النساء فی الحیض والحمل فیما یمکن من الحیض بقول الله تعالٰی 'ولایحل ان یکتمن وما خلق الله فی ارحامهن

ترجمہ: جب کسی عورت کو مہینہ میں تین حیض آئیں اور حیض وحمل کے متعلق شہادت پر جبکہ تین حیض آنا ممکن ہوتا عورتوں کی تصدیق کیجائیگی اسکی، اللہ تعالٰی کا قول ہے کہ "انکو لائق نہیں کہ جو کچھ اللہ نے انکے رحم میں پیدا کیا ہے وہ چھپائیں"

ویذکر عن علی وشریح ان جاءت ببینته من بطانة اهلهاممن یرضیٰ دینه انهاحاضت ثلثا فی شهر صدقت به وقال عطاء اقراؤها ما کانت وبه قال ابراهیم وقال عطاء الحیض یوم الیٰ خمسة عشر وقال معتمر عن ابیه قال سالت ابن سیرین عن المراءة تری الدم بعد قرءها بخمسة ایام قال النساء اعلم بذالک۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ وقاضی شریح رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر عورت اپنے گھر کے مخصوص افراد میں سے کسی کو گواہ لائے جسکے دین کو وہ پسند کرے (یعنی دیندار کو) کہ اسے ایک مہینے میں تین بار حیض آ گیا تو اسکی بات مانی جائے گی اور امام عطاء نے فرمایا کہ عدد ایام

میں اسکے حیض وہی ہیں جو عِدّت سے پہلے تھے یہی ابراہیم نے کہا اور عطا نے کہا حیض ایک دن سے پندرہ دن تک ہے، معمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انکے باپ نے ابن سیرین سے اس عورت کے بارے میں پوچھا جو حیض آنے کے پانچ دن بعد پھر خون دیکھے تو انہوں نے فرمایا کہ عورتیں اسے اچھی طرح جانتی ہیں۔

شرح:

حدیث شریف میں کئی بزرگوں کے نام قابل تعارف ہیں۔ ان میں اسوقت حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کے بارے میں عرض کرنا ہے اپنے دور میں آپ نے منصبِ قضاء کو خوب نبھایا بڑے سے بڑے تک اپنے عہدے کے منصب کو استعمال کرنے سے نہیں جھجکتے تھے یہاں تک سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی پیشی کے وقت خصم کے ساتھ کھڑا کر دیا، یمن میں جو فارسی النسل آباد ہو گئے تھے آپ انہیں کی نسل سے ہیں عہدِ نبوت انہیں ملا لیکن رسول اللہ ﷺ سے شرفِ حاضری سے مشرف نہ ہو سکے۔ ائمہ تابعین میں سے صف اول اور قاضی کے نام سے بہت مشہور تھے۔

عابد، زاہد، عالم، فاضل، شاعر سبھی خوبیاں ان میں جمع تھیں۔ عرب ہی نہیں دنیا کے عظیم قاضیوں میں سے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفے کا قاضی بنایا تھا۔ اس زمانے سے لے کر حجاج کے عہد تک مسلسل کوفے کے قاضی رہے درمیان میں صرف تین سال حضرت عبداللہ بن زبیر کے عہد خلافت میں اس عہد سے الگ رہے۔

ہدایہ نھایہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں معزول کر دیا تھا پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنے عہد حکومت میں کوفے ہی کو قاضی بنایا۔ حجاج کے زمانے میں استعفا دے کر علیحدہ ہو گئے۔ درمیانی تین سال چھوڑ کر پچہتر سال اس عہدے پر رہے ۹۸ھ میں یا اس سے کچھ پہلے ایک سو بیس سال کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ ان کا وصال کب ہوا اس میں کثیر اختلاف ہے علامہ عینی نے وہی لکھا ہے جو ابھی ہم نے ذکر کیا۔

تفویضِ قضا کا قصہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے ایک گھوڑا خریدا اس سے پوچھکر اس کو جانچنے کے لئے اس پر سوار ہوئے۔ کچھ دور جا کر گھوڑا مر گیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے مالک سے کہا اپنا گھوڑا لے اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا چلو ہم دونوں کسی کو حکم مان لیں۔ اس نے انھیں قاضی شریح کا نام لیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تسلیم کر لیا۔ قاضی شریح نے طرفین کا بیان سنکر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا، امیر المؤمنین یا تو جیسا اس کا گھوڑا تھا یعنی زندہ ویسے ہی واپس کیجئے یا پھر اس کی قیمت دیجئے۔ فاروق اعظم نے یہ فیصلہ سن کر فرمایا۔ فیصلہ یہ ہے کوفے جاؤ میں نے تم کو وہاں کا قاضی بنایا۔ قدرت نے ایسا ملکہ دیا تھا کہ چہرہ دیکھ کر پہچان لیتے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

ایک بار ایک عورت روتی ہوئی آئی، اس حال میں اپنا دعویٰ پیش کیا کہ آنسوؤں کے تار بندھے ہوئے تھے دیکھنے والے نے کہا یہ

مظلوم معلوم ہوتی ہے، قاضی صاحب نے فرمایا یہ ضروری نہیں۔ حضرت یوسف کے بھائیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے وجاءو اباھم عشاء یبکون، اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے آئے۔ آخرکار فیصلہ اس عورت کے خلاف ہوا۔

بہت دلچسپ باتیں کرتے تھے۔ زیاد بن ابیہ نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے لئے عراق بائیں ہاتھ سے قابو کرلیا ہے۔ داہنا ہاتھ آپ کی اطاعت کیلئے خالی ہے، مجھے حجاز کا بھی والی بنادیں۔ یہ خبر جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ملی، یہ اس وقت مکہ میں تھے، تو یہ دعا کی اے اللہ زیاد کے داہنے ہاتھ کو ہم سے دور رکھ۔ یہ دعا تیر قضا بن گئی۔ زیاد کے داہنے ہاتھ میں طاعون کی گلٹی نکل آئی معالجین نے کہا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ زیاد نے قاضی شریح سے مشورہ کیا فرمایا رزق مقسوم ہے موت کا وقت مقرر ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ تم دنیا میں رہو اور تمھارا ہاتھ کٹا ہوا ہو۔ یا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں جاؤ اور پوچھے کہ یہ ہاتھ کیوں کٹوایا تو تم یہ کہو تیری ملاقات سے بچنے کے لئے۔ زیاد نے ان کا مشورہ قبول کرلیا اسی دن مر گیا۔ عوام کو زیاد سے عداوت تھی وہ یہی چاہتے تھے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ لوگوں نے قاضی صاحب کو ملامت کی تو فرمایا۔ زیاد نے مجھ سے مشورہ کیا تھا، اور جس سے مشورہ کیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے ورنہ میں بھی یہی پسند کرتا تھا کہ روز اسکے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔

اس عہد کے آپسی جھگڑوں میں ہمیشہ الگ تھلگ رہے حتی کہ لڑائی جھگڑے کے واقعات بھی نہیں سنتے تھے۔ نہ کسی سے پوچھتے تھے اس پر ایک صاحب نے کہا اگر میں نہ پوچھوں تو مر جاؤں۔

اثر اوّل:

پورا یہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت اور مرد آئے۔ مرد نے اس عورت کو طلاق دے دی تھی۔ عورت کا یہ کہنا تھا کہ میری عدت ختم ہوگئی ہے، حالانکہ ابھی طلاق دیئے ایک ہی مہینہ ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح سے کہا تم فیصلہ کردو، انھوں نے عرض کیا حضور موجود ہیں اور میں فیصلہ کروں۔ فرمایا فیصلہ کرو۔ قاضی شریح نے یہ فیصلہ کیا۔ اگر اپنے گھر کی عادل دیندار عورتوں میں سے کسی کو لائے جو یہ گواہی دے کہ اس مدت میں اسے تین حیض آچکے ہیں ہر حیض پر پاک ہو کر اس نے نماز پڑھی ہے تو عدت پوری ہوگئی ورنہ نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ قالون، یعنی تم نے اچھا فیصلہ کیا، یہ رومی لفظ ہے۔ دوسرا اور تیسرا اثر یعنی حضرت عطاء اور حضرت ابراہیم نخعی کا قول بھی عدت ہی کے بارے میں ہے۔ مراد یہی ہے کہ عدت کے پہلے اس کی جتنے دنوں میں حیض آنے کی عادت تھی عدت میں بھی اسی کا اعتبار ہوگا۔

پانچویں اثر یعنی حضرت ابن سیرین کے قول کا مطلب یہی ہے کہ عورت کو جیسی عادت ہو اس کے مطابق اسکے حیض کے ایام ہوں گے۔

باب کی توضیح:

یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

اذا حاضت فی شھر ثلث حیض وما یصدق النساء فی الحیض والحمل فیما یمکن۔

ترجمہ: جب عورت کوایک مہینے میں تین حیض آئے۔حیض وحمل کے معاملے میں عورتوں کی بات مانی جائیگی اگر وہ جو کہیں ممکن ہوتو۔

باب کا دوسرا حصہ اجماعی ہے۔البتہ پہلا حصہ اختلافی ہے۔امام بخاری نے باب کی تائید میں جو آیت ذکر کی ہے۔اس سے صرف دوسرا حصہ ثابت ہوتا ہے۔ پہلا حصہ یعنی یہ کہ ایک مہینے میں تین آسکتے ہیں ثابت نہیں ہوتا۔لامحالہ امام بخاری کو اقوال رجال کا سہارا لینا پڑا اور افسوس یہ ہے کہ احادیث مرفوعہ کے مقابلے میں،وہ بھی بعض ایسے اقوال رجال سے جو امام بخاری کے طریقے پر ضعیف ہیں۔مثلاً حضرت علی اور قاضی شریح کے اثر کے راوی شعبی ہیں،شعبی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں اگرچہ ایک زمانہ رہے۔

حیض وطہر کی اقل مدت:

اس کی تفصیل یہ ہے حیض وطہر کی اقل مدت اور اکثر مدت کے سلسلے میں چاروں ائمہ کے چار مذہب ہیں۔۔حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے۔عدت کے معاملے میں حیض کی اقل مدت تین دن ہے اور نماز روزے اور وطی کے معاملے میں ایک قطرہ تک ہے یعنی ایک قطرہ خون آ کر رک جائے تو حیض ختم۔اقل طہر کی کوئی علامت نہیں۔حنبلی حضرات کا مذہب مختار یہ ہے کہ اقل حیض کی کوئی مدت نہیں۔البتہ اقل طہر کی مدت تیرہ دن ہے۔امام شافعی رضی اللہ عنہ کے یہاں اقل حیض کی مدت ایک دن اور اقل طہر کی مدت پندرہ دن۔ہمارے یہاں اقل مدت حیض تین دن اور تین راتیں ہیں اور اقل مدت طہر پندرہ دن ہے۔

قاضی شریح کا فیصلہ امام مالک اور امام احمد کے مذہب کے مطابق ہوسکتا ہے۔امام مالک کے مذہب پر بالکل ظاہر ہے جب ان کے یہاں عدت کے معاملے میں اقل حیض کی مدت تین دن ہے۔اور اقل طہر کی کوئی مدت نہیں۔تو نو دن چند ساعت میں عدت پوری ہوسکتی ہے۔اسی طرح امام احمد کے یہاں جب اقل حیض کی کوئی مدت نہیں ۔اور اقل اطہر کی تیرہ دن ہے۔تو ۲۶ دن اور چند ساعت میں عدت پوری ہوسکتی ہے۔مثلاً شوہر نے طلاق دی۔فوراً خون کا ایک قطرہ آیا پھر تیرہ دن بند رہا۔پھر ایک قطرہ آیا۔پھر تیرہ دن بند رہا پھر ایک قطرہ آیا اور بند ہوگیا۔عدت پوری ہوگئی۔

البتہ ہمارے اور شوافع کے یہاں ایک مہینے میں عدت پوری نہیں ہوسکتی۔امام شافعی رضی اللہ عنہ کے یہاں تو اس لئے کہ ان کے یہاں عدت تین طہر ہے اور جس طہر میں طلاق دیا وہ بھی عدت میں شمار ہوگا۔فرض کیجئے کسی نے طہر میں طلاق دی۔طلاق دینے کے بعد فوراً حیض جاری ہوگیا۔اب اس کے بعد ایک دن حیض کا پندرہ دن طہر کا پھر ایک دن حیض پندرہ دن طہر کے،اب تین طہر ہوگئے۔یہ کل بتیس ۳۲ دن ہوگئے،اس سے کم میں امام شافعی کے مذہب کی رو سے عدت پوری ہونے کی کوئی صورت نہیں۔اس سے ظاہر کہ ان کے مذہب میں بتیس دن سے کم میں عدت پوری نہیں ہوسکتی۔ہمارے یہاں عدت کے لئے کم از کم انتالیس دن ضروری ہیں۔تین حیض کے لئے نو دن دو طہر کے لئے تیس دن۔

اب لامحالہ احناف اور شوافع کو، قاضی شریح کے اس فیصلے کی تاویل کرنی پڑے گی۔ مگر میرے خیال میں تاویل کی ضرورت نہیں۔ اولاً اس کے الفاظ میں خود اضطراب ہے جو روایت دارمی میں، یعلی بن عبید کے طریقے سے ہے۔ اس میں ''حاضر فی شھر'' ہے اور ابن حزم نے جو بطریق ھشیم روایت کی ہے، اس میں ''فی شھر او خمس و ثلثین لیلۃ'' ہے۔ ثانیاً جب احادیثِ مرفوعہ سے ثابت کہ اقل مدت حیض تین دن اور اکثر مدت حیض دس دن ہے۔ اور اقل طہر کی مدت پندرہ دن تو بہر حال احادیث مرفوعہ کو قاضی شریح کے فیصلے کے مقابلے میں ترجیح ہوگی۔ ان احادیثُ پر اگر چہ باعتبار کلام کیا گیا ہے مگر تعدد طرق سے قوت پا کر درجہ حسن تک پہنچ چکی ہیں۔ جیسا کہ علامہ عینی نے شرح ہدایہ اور شرح بخاری میں ثابت فرمایا ہے۔ حدیثِ حسن احکام میں بھی حجت ہیں۔

رہ گئے بقیہ آثار، ان سب کے جواب میں یہی گذارش ہے کہ ارشاداتِ رسول ﷺ کے مقابلے میں کسی کو ترجیح نہیں نیز ان کے بالمقابل انھیں حضرات کے درجے کے دوسرے حضرات کے اقوال ہمارے موافق ہیں، جن کی فہرست عینی ہدایہ میں موجود ہے علاوہ ازیں استحاضہ کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں اور خود امام بخاری نے یہاں جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں، قدر الایام اللتی ہے ۔حضرت امام رازی اگر چہ شافعی ہیں۔ مگر انھوں نے اس سے استدلال کیا کہ اقل حیض کی مدت تین ہی دن ہوگی اس سے کم نہیں اور اکثر مدت دس دن ہے اس سے زیادہ نہیں۔ وہ اس طرح جمع ہے۔ اقل جمع تین ہے۔ اور اعداد کی تمیز میں عشرۃ (دس) تک جمع لاتے ہیں بولتے ہیں تسعتہ ایام عشرۃ ایام واحد لاتے ہیں کہتے ہیں۔ احد عشر یوما ،لفظ ایام سے جہانتک اقل مدت پر استدلال ہے وہ سو فیصدی صحیح ہے۔ البتہ اکثر مدت پر استدلال میں خلجان ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ہے۔

کلو ا واشربو اھنیا بما اسلفتم فی الا یام الخالیہ (الحاقہ ۲۴) گذشتہ دنوں میں جو کچھ آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ پیؤ۔

اس آیت میں ایام سے تقریباً پوری زندگی مراد ہے۔ ایضاح البخاری کے حاشیے میں خود مصنف کی جو تاویل نقل کی ہے کہ اس سے مراد وہ ایام ہیں جو آیہ کریمہ ان یو ما عندربک کالف سنۃ مما تعدون میں مذکور ہے۔ یعنی ہمارے دنوں سے ایک ہزار دن کا ایک دن۔ اس کی تشریح مرتب صاحب نے یہ کی ہے، کہ حضرت آدم سے ابتک تقریباً آٹھ ہزار سال گذر چکے ہیں۔ اگر ایام خالیہ سے دس دن مراد لئے جائیں تو وہ الف سنۃ کے حساب سے دس ہزار سال ہوتے ہیں اس طرح دنیا کی زندگی تین ہزار سال اور ہو سکتی ہے اور معلوم ہے کہ دنیا اب قیامت کے دہانے پر ہے۔ (ج ۱۲، ص ۱۴۵)

یہ تاویل بچند وجوہ باطل محض ہے، بلکہ قرآن کی تحریف معنوی ہے۔ اولاً یہاں جمع کا مقابلہ جمع سے ہے اس لئے آحاد کی آحاد پر تقسیم ہوگی مطلب یہ ہوا کہ یہ ہر جنتی سے کہا جائیگا۔ تو کیا ہر جنتی دس ہزار سال تو بڑی بات ہے ایک ہزار سال بھی دنیا میں رہا ہے؟

ثانیاً آپ نے کیسے جان لیا کہ دنیا قیامت کے دہانے پر آ گئی ہے کہ تین ہزار سال کے بعد قیامت آ جائے گی جبکہ آپ لوگوں کے عقیدے کی رو سے حضور ﷺ کو بھی قیامت کا علم نہ تھا۔ ثالثاً آٹھ میں تین ملانے سے گیارہ ہوتے ہیں، دس نہیں ہوتے رابعاً گیارہ

ہو گئے تو امام رازی کا استدلال رخصت، خامسا آیت کا صریح منطوق یہ ہے کہ اس آیت میں "ایام خالیہ" سے مراد اس دنیا کے ایام ہیں عند ربک والے ایام نہیں سادسا فرمایا۔

یایها الذین امنو اکتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایاما معدودات (بقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والوتم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم اللہ سے ڈرو گنتی کے چند دن۔

اس میں کیا کہیں گے۔ سابعا آپ مستدل کیلئے احتمال کافی نہیں ہے۔ مجھے کہنے دیجئے کوئی عجوبہ روزگار بات کہکر طلبہ سے داد و تحسین حاصل کر لینا اور بات ہے، اس کا فی الواقع صحیح ہونا اور بات ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ عدد کیساتھ جب تمیز آتی ہے تو دس کے بعد واحد اور اس سے پہلے جمع آتی ہے۔ اور جب عدد کیساتھ نہ ہو تو جمع بول کر ہزار ہا ہزار مراد ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابن سیرین کے ارشاد میں آیا ہے۔ بعد قرئها۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس میں قرء سے مراد طہر ہے اسلئے کہ پہلے تری الدم اسی پر قرینہ ہے۔ خون کے بعد خون دیکھنے کا کیا معنی۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ نہیں "قرء" سے مراد حیض ہی ہے۔ یہاں سوال کا مقصد یہ ہے کہ عورت کو مخصوص دن خون آنے کی عادت تھی۔ اتنے دن خون آچکا پھر پانچ دن مزید آیا تو یہ پانچ دن حیض ہی میں شمار ہونگے یا نہیں۔ ابن سیرین نے جواب دیا، عورتیں اسے جانتی ہیں کہ عادت کے دنوں میں حیض ہے اور اس کے بعد استحاضہ۔ صاحب توضیح نے بھی یہی فرمایا کہ "قرء" سے مراد حیض ہے۔ خود ابن سیرین قرء سے مراد حیض لیتے تھے۔ اور ہر متکلم کے کلام کے وہی معنی متعین ہیں جو خود اس کا محاورہ ہو۔

باب نمبر ۲۳

اذا حاضت فی شهر ثلاث حیض وما یصدق النساء فی الحیض والحمل فیمایمکن من الحیض لقول الله تعالیٰ ولایحل لهن ان یکتمن وماخلق الله فی ارحامهن ویذکر ان علی و شریح ان جاء ت ببینة من بطانة اهلها ممن یرضی دینه انها حاضت ثلاثا فی شهر صدقت وقال عطاء اقراء ها ماکانت و به قال ابراهیم وقال عطاء الحیض یوم الی خمسة عشرو قال معتمرعن ابیه قال سالت ابن سیرین عن المراة تری الدم بعد قوئها

بخمسة ایام قال النساء اعلم بذلک

ترجمہ: جب کسی عورت کو ایک مہینہ میں تین حیض آئیں! اور حیض اور حمل سے متعلق شہادت پر جب کہ حیض آنا ممکن ہو عورتوں کی تصدیق کی جائے گی۔ اس کی دلیل خدا تعالیٰ کا قول ہے کہ ان کے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں پیدا کیا ہے وہ اسے چھپائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شریح سے منقول ہے کہ اگر عورت کے گھرانے کا کوئی فرد گواہی دے اور وہ دیندار بھی ہو کہ یہ عورت ایک مہینہ میں تین مرتبہ حائضہ ہوئی تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔ عطاء نے کہا کہ عورت کے حیض کے دن اتنے ہی ہوں گے جتنے پہلے ہوتے تھے (یعنی طلاق وغیرہ سے پہلے) ابراہیم نے بھی یہی کہا ہے اور عطاء نے کہا ہے کہ حیض ایک دن سے پندرہ دن تک ہوسکتا ہے۔ معتمر اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے ابنِ سیرین سے ایک ایسی عورت کے متعلق پوچھا جو اپنی عادت کے مطابق حیض آ جانے کے بعد پانچ دن تک خون دیکھتی ہے (یعنی اب بھی روزہ نماز اسے چھوڑے رکھنا چاہیئے یا نہیں) تو آپ نے فرمایا کہ عورتیں اس کا زیادہ علم رکھتی ہیں

عن عائشة ان فاطمة بنت ابی حبیش سالت النبی ﷺ فقالت انی استحاض فلااطھر ا فادع الصلوة فقال لاان ذلک عرق ولکن دعی الصلوة قدر الا یام التی کنت تحیضین فیھا ثم اغتسلی و صلی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے اور

(مدتوں) پاک نہیں ہوتی۔ تو کیا میں نماز چھوڑ دیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، یہ تو ایک رگ کا خون ہے، ہاں اس دنوں میں نماز ضرور چھوڑ دیا کرو جن میں اس بیماری سے پہلے تمہیں حیض آیا کرتا تھا، پھر غسل کر کے نماز پڑھا کرو۔

شرح:

حائضہ عورت کے عیدگاہ میں جانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ ان کے خیال میں عیدگاہ میں جانے کا مقصد صرف وہاں پہنچ کر مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کرنا ہوسکتا ہے اور حائضہ نماز پڑھ نہیں سکتی، لیکن حضورِ انور ﷺ نے اس کی تردید کی۔ علماء نے لکھا ہے کہ حائضہ عورتوں کو بھی عیدگاہ میں لے جانے سے مقصود مسلمانوں کی شان وشوکت کا اظہار ہے۔

حیض اور طہر کے جو مسائل ائمہ نے بیان کئے ہیں ان میں سے کسی کے مسلک کے اعتبار سے بھی ایک مہینہ میں کسی عورت کو تین حیض نہیں آ سکتے۔ اس لئے امام بخاری نے اس عنوان اور اسکے ماتحت جتنے دلائل دیئے ہیں ان سب کی تاویل ضروری ہے مثلاً سند کو راوی نے حذف کر دیا ہے یا یہ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اس میں اگرچہ کوئی صورت ممکن نہیں لیکن یہ محال ممکن ہو تو کیسے ہوگا۔

فائدہ:

اور ام عطیہ جب بھی حضور ﷺ کا ذکر کرتیں تو یہ ضرور فرماتیں کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ انہوں نے کہا میں نے آپ کو کہتے سنا تھا۔

باب نمبر ۲۴

الصفرة والكدرة فی غیر ایام الحیض

ترجمہ: زرد اور مٹیالا رنگ حیض کے دنوں کے علاوہ

عن ام عطية قالت كنا لانعد الكدرة والصفرة شيئا۔

ترجمہ: ام عطیہ نے فرمایا کہ ہم زرد اور مٹیالے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے (یعنی سب کو حیض سمجھتے تھے)

باب نمبر ۲۵

عرق الاستحاضة

ترجمہ: استحاضہ کی رگ

عن عائشة زوج النبی ﷺ ان ام حبیبة استحیضت سبع سنین فسالت رسول الله ﷺ عن ذلک فامرها ان تغتسل فقال هذا عرق فکانت تغتسل لکل صلوة۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ ام حبیبہ سات سال تک مستحاضہ رہیں، آپ نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے انھیں غسل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ رگ ہے۔ پس ام حبیبہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

شرح:

یہاں پر حدیث کے ظاہری الفاظ سے مختلف معانی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ امام بخاری حدیث کا جو مطلب بیان کرنا چاہتے ہیں وہ ان کے عنوان سے ظاہر ہے یعنی جب حیض آنے کی مدت ختم ہو جائے تو مٹیالے یا زرد رنگ کی طرح کسی چیز کے آنے کی حیض کے راستے سے ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے لیکن حیض کے دنوں میں رنگ سے ہم حیض کے ختم ہو جانے یا جاری رہنے کا فیصلہ کر لیتے تھے شوافع اس حدیث کا مفہوم یہ بتاتے ہیں کہ ام عطیہ یہ بتانا چاہتی ہیں کہ حیض کے متعلق ہم لوگ حیض کے خون کا رنگ دیکھ کر کیا کرتے تھے۔ حنفیہ نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ ہم رنگ کو کسی زمانے میں کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔

تعارف اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا:

یہ اُمِ حبیبہ اُمّ المؤمنین نہیں بلکہ جحش بن عبد المطلب کی صاحبزادی ہیں ہاں ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش کی بہن اور عبد الرحمٰن بن عوف کی اہلیہ ہیں بعض روایت میں ہے کہ اس ام حبیبہ کا نام زینب تھا اور ام المؤمنین سیدہ زینب کا نام برّہ تھا حضور سرورِ عالم ﷺ نے برّہ سے زینب بدلا پھر بی بی ام حبیبہ کا نام زینب برقرار رکھکر اپنا نام بدلنے کے بجائے ام حبیبہ سے شہرت دی تاکہ بہنوں میں التباس نہ ہو۔

باب نمبر ۲۶

المراة تحیض بعد افاضة

ترجمہ: عورت جو حج میں طوافِ زیارت کے بعد حائضہ ہو

عن عائشة زوج النبی ﷺ انها قالت لرسول الله ﷺ یارسول الله ﷺ لعلها تحبسنا الم تکن طافت معکن فقالو ابلی قال فاخرجی۔

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ

ﷺ صفیہ بنت حیّ کو حج میں حیض آ گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمیں روکیں گی۔ کیا انہوں نے تم لوگوں کے ساتھ طواف زیارت نہیں کیا۔ عورتوں نے جواب دیا کہ کرلیا ہے آپ نے اس پر فرمایا کہ پھر چلی چلو۔

عن عبداللہ بن عباس قال رخص للحائض ان تنفر اذا حاضت و کان ابن عمر یقول فی اول امرہ انھا لاتنفر ثم سمعتہ یقول تنفر ان رسول اللہ ﷺ رخص لھن۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حائضہ کے لئے (جب کہ اس نے طواف زیارت کرلیا ہو) رخصت ہے کہ اگر وہ حائضہ ہوگئی تو گھر چلی جائے۔ ابن عمر ابتداء میں اس مسئلہ میں کہتے تھے کہ اسے جانا چاہیئے۔ پھر میں نے انہیں کہتے سنا کہ چلی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی رخصت دی ہے۔

حل لغات:

الافاضہ یعنی طواف **افاضہ** سے طواف زیارت بھی کہا جاتا ہے یہ حج کا دوسرا رکن اور فرض ہے اسکا وقت دس ذوالحج سے بارہ ذوالحج تک ہوسکتا ہے مگر دسویں ذوالحج کو کرنا بہتر ہوتا ہے تفصیل کتاب الحج میں آئیگی ان شاءاللہ۔

اجتہاد کا حکم:

جولوگ قیاس واجتہاد کے منکر ہیں انکے لئے دلائل ہماری طرف سے بیشمار ہیں منجملہ انکے اجتہاد صحابہ بھی ہے لیکن اجتہاد وقیاس کا نمبر صریح حدیث صحیح کے بعد ہے جیسے روایت ھذا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اجتہاد سے کام لیا لیکن جب حدیث مل گئی تو اجتہاد ترک کردیا یہی طریقہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا تھا کہ احادیث صحیحہ کے علاوہ اقوال صحابہ کے مقابلہ میں بھی اپنا قیاس واجتہاد کردیتے تھے البتہ خود تابعی تھے اس لئے فرماتے **ھم رجال و نحن رجال**۔

تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''مناقب امام اعظم'' **مناقب المو فق**

ادارات المستحاضة الطھر قال ابن عباس تغتسل و نصلی ولو ساعة من النھاو یاتیھا زوجھا اذا صلت الصلوة اعظم.

ترجمہ: جب مستحاضہ کو خون آنا بند ہو جائے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے ہی ایسا ہو اور اس کا شوہر نماز ادا کر لینے کے بعد اس کے پاس آئے کیونکہ نماز کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

عن عائشة قالت قال النبی ﷺ اذا اقبلت الحیضة فدعی الصلوة و اذا ادبرت فاغسل نک الدم وصلی

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مستحاضہ سے وطی جائز ہے یا نہ صحابہ کرام کا اختلاف تھا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا

مسلک تھا کہ مستحاضہ سے وطی جائز نہیں۔
جمہور کا مذھب جواز کا ہے۔ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذھب ہے۔ انکے بیشمار دلائل ہیں مثلاً اُم حبیبہ بی بی حمنہ وغیرہما کے شوہران سے استحاضہ میں وطی کرتے تھے۔

باب نمبر ۲۷

اذا رات المستحاضة الطهر

ترجمہ: جب مستحاضہ طہر دیکھے

اس باب کے دو مطلب ہیں (۱) واقعی حیض بند ہو جائے (۲) حکماً طہر دیکھے مثلاً اس کی عادت کے دن پورے ہوئے یا یہ کہ خالص سفید رطوبت آنے لگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اقل طہر کی کوئی مدت نہیں۔ ایک ساعت بھی ہوسکتی ہے۔ یہ جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔ جمہور اور ہمارا اور شوافع کا مسلک یہ ہے کہ اقل طہر کی مدت پندرہ دن ہے۔
مستحاضہ سے وطی جائز ہے یا نہیں اس سلسلے میں خودِ صحابہ کرام میں اختلاف تھا۔ ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مسلک یہ تھا کہ جائز نہیں۔ اور یہی زہری ابراہیم نخعی ابن سیرین اور حکم کا قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ہمیں ایسی ہی احادیث ملی ہیں جن میں صرف نماز کی اجازت ہے ہمبستری کے بارے میں کوئی اجازت وارد نہیں۔
جمہور فرماتے ہیں جماع سے ممانعت صرف حیض کی حالت میں تھی اس لئے کہ وہ اذی ہے۔ جب حیض ختم، تو اباحت لوٹ آتی ہے، علاوہ ازیں ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے استحاضے کی حالت میں ان کے شوہر ہمبستری کرتے تھے۔ نیز دار قطنی اور ابوداؤد میں ہے، کہ حمنہ رضی اللہ عنہا کے شوہر بھی اس حالت میں ان سے ہمبستری کرتے تھے۔ " الصلوٰۃ اعظم " کے بارے میں علامہ عینی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ امام بخاری کا قول ہے، یہ ان کا استخراج ہے یعنی حضرت ابن عباس کا قول نہیں۔

باب نمبر ۲۸

المراة تحيض بعد الافاضه

ترجمہ: عورت جو (حج میں) طوافِ زیارت کے بعد حائضہ ہو

مالک عن عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن عائشة زوج النبی ﷺ انها قالت لرسول الله ﷺ یا رسول الله ان صفية بنت حی قد حاضت قال رسول الله ﷺ لعلها تحبسنا الم تكن طافت معكن فقالو ابلی قال فاخرجی۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ صفیہ بنت حُیَی کو (حج میں) حیض آ گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمیں روکیں گی، کیا انھوں نے تم لوگوں کے ساتھ طواف (زیارت) نہیں کیا، عورتوں نے جواب دیا کہ کرلیا ہے آپ نے اس پر فرمایا کہ پھر چلی چلو۔

اقوال صحابہ کے مقابلہ میں بھی اپنا قیاس واجتہاد کر دیتے تھے البتہ خود تابعی تھے اسی لئے فرماتے ہم رجال ونحن رجال۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''مناقبِ امام اعظم'' کا ترجمہ ''مناقب الموفق''۔

باب نمبر ۲۹

اذارات المستحاضة الطهر

ترجمہ: جب مستحاضہ کوخون آنا بندہو جائے

قال ابن عباس تغتسل و تصلی ولو ساعة من النها ر ویاتیها زوجها اذا صلت الصلوة اعظم۔

ترجمہ: ابن عباس نے فرمایا کہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگر چہ تھوڑی دیر کے لئے ہی ایسا ہوا ہو اور اس کا شوہر نماز ادا کر لینے کے بعد اسکے پاس آئے کیونکہ نماز کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ اذا اقبلت الحيضة فدعی الصلوة واذا ادبرت فاغسلی عنک الدم وصلی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب حیض کا زمانہ آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب یہ زمانہ گذر جائے تو خون کو دھولو اور نماز پڑھو۔

شرح:

اس باب کا اصل مقصد یہ ہے کہ مستحاضہ سے وطی جائز ہے یا نہ صحابہ کرام کا اختلاف تھا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسلک تھا کہ مستحاضہ سے وطی جائز نہیں جمہور کا مذہب جواز کا ہے یہی امام ابوحنیفہ کا مذھب ہے انکے بیشمار دلائل ہیں مثلاً ام حبیبہ بی بی حمنہ وغیرہما کے شوہران سے استحاضہ میں وطی کرتے تھے۔

باب نمبر ۳۰

الصلوۃ علی النفساء وسنتھا

ترجمہ: زچہ پر نماز جنازہ اور اس کا طریقہ

عن سمرۃ بن جندب ان امراۃ ماتت فی بطن فصلی علیھا النبی ﷺ فقام وسطھا ۔

ترجمہ: سمرہ بن جندب سے ہے کہ ایک عورت کا زچگی میں انتقال ہوگیا تو حضور ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اس وقت آپ ان کے جسم کے وسط کو سامنے کر کے کھڑے ہوئے۔

بعض اہل علم نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ عنوان اور حدیث میں یہاں مطابقت نہیں کیونکہ حدیث میں صرف یہ الفاظ ہیں کہ ان کا انتقال پیٹ کی وجہ سے ہوا تھا اور امام صاحب نے اس پر عنوان لگایا کہ اس عورت پر نماز کا بیان جس کا (نفاس) زچگی میں انتقال ہوا لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں کیونکہ اس حدیث کی دوسری روایت میں جسکا ذکر امام بخاری نے کتاب الجنائز میں کیا ہے نفاس کی حالت میں مرنے کی تصریح موجود ہے یہاں پر بھی فی بطن کی تاویل بسبب بطن بمعنی الحمل کی جا سکتی ہے۔

تعارف حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ:

بنی فزارہ کے چشم و چراغ تھے۔ یہ ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ انھیں لیکر ان کی والدہ مدینہ آئیں۔ بہت خوبصورت خاتون تھیں، بہت سے لوگوں نے پیغام دیا۔ لیکن ان کی ماں نے یہ شرط کی کہ میں اسی سے شادی کروں گی جو اس بچے کی بھی پرورش کا وعدہ کرے گا ایک انصاری نے اسے قبول کیا ان کے ساتھ انکا عقد ہوگیا۔ یہ اپنی ماں کے ساتھ انصار میں رہنے لگے۔ انصار کرام کی عادت تھی کہ ہر سال اپنے بچوں کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کرتے۔ جو جہاد کے لائق ہوتا اسے قبول فرمالیتے۔ ایک بار ایک صاحبزادے کو حضور ﷺ نے لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دیدی۔ اس کے بعد حضرت سمرہ پیش ہوئے تو انھیں مسترد فرمادیا انھوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ نے انہیں اجازت دیدی اور مجھے واپس فرمادیا۔ اگر ہم دونوں کشتی لڑیں تو اسے میں پچھاڑ دونگا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ پھر لڑ کر دکھاؤ۔ دونوں میں کشتی ہوئی حضرت سمرہ نے انھیں پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے انھیں بھی لشکر اسلام میں شامل ہونے کی اجازت دیدی۔

زیاد بن ابیہ انھیں چھ مہینے بصرہ کا والی بناتا اور چھ مہینے کوفے کا۔ جب زیاد مرا تو بصرہ کے والی تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں سال بھر اس عہدے پر باقی رکھا پھر معزول کر دیا۔ یہ خوارج کے معاملے میں بہت سخت تھے اسی لئے خوارج ان کو برا کہتے تھے ایک مرتبہ یہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک صاحب اور موجود تھے۔ حضور ﷺ نے ان تینوں سے خطاب فرماتے ہوئے

ارشاد فرمایا، تم تینوں میں جو سب کے بعد مریگا وہ آگ میں مریگا۔ اسی کے مطابق ہوا۔ انھیں بہت سخت کزاز (پیچش) ہوگئی اس کے لئے وہ بھپارا لیتے ایک بار بھپارا لیتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں گر پڑے اور یہی پیام اجل ثابت ہوا۔ بصرہ ہی میں وصال ہوا۔ ۵۹ھ سن وصال ہے۔ ان سے ایک سو تیئس (۱۲۳) احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے چار بخاری نے روایت کی ہیں۔ ایک حدیث انھیں سے یہ مروی ہے۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ حضرت سمرہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما علمی مذاکرہ کررہے تھے۔ حضرت سمرہ نے کہا میں نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کا دوبار ''سکتہ'' یعنی ''وقفہ'' یاد رکھا ہے۔ ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد دوسرا وَلَاالضَّآلِیْن کے بعد۔ حضرت عمران نے اسے نہیں مانا۔ لوگوں نے مدینہ طیبہ، حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ سمرہ نے سچ کہا اور یاد رکھا ان کی بیوی کا نام ام کعب تھا۔ یہ انصاری خاتون تھیں۔ فی بطن میں۔ فی تعلیلیہ ہے جیسے اس حدیث میں ہے۔ دخلت امراۃ فی ھرۃ جلست۔ اور جیسا کہ آیت کریمہ۔ فذلک الذی لمتتنی۔ میں ہے۔ فی بطن سے مراد بچے کی پیدائش کیوجہ سے موت واقع ہوئی جیسا خود بخاری کتاب الجنائز اور دوسری کتابوں میں ماتت فی نفاسھا۔ ہے وسط میں دو روایت ہے۔ سین کو فتحہ اور سین کو سکون جو سین کو فتحہ پڑھتے ہیں وہ اس کو اسم مانتے ہیں اور جو سکون پڑھتے ہیں وہ ظرف۔ منتشر اجزاء کے لئے، سین کے سکون کے ساتھ ہے جیسے ناس ودواب وغیرہ اور مجتمع الاجزاء کے لئے۔ سین کے فتح کے ساتھ جیسے گھر وغیرہ۔ مگر یہ قاعدہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔ ارشاد ہے۔ وجعلنا کم امۃ وسطا۔ اور ظاہر ہے کہ امت متفرق الاجزاء ہے۔

(۱) جو عورت جنابت حیض یا نفاس کی حالت میں مرجائے تو اس کی بھی نماز جنازہ جائز ہے (۲) اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا کہ میت اگر عورت ہے تو امام اس کی کمر کے پاس کھڑا ہوگا مگر احناف کا مختار و مفتی بہ یہ ہے کہ میت مرد ہو یا عورت امام سینے کے برابر کھڑا ہوگا۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ کمر کے پاس کھڑے ہوئے بلکہ ''وسطھا'' ہے اسے اگر ''وسط'' سین کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی بیچ کے ہوں گے۔ اب اگر ہاتھ پاؤں کو الگ مان کر دیکھیں تو بیچ سینہ ہی ہوگا اور اگر ہاتھ پاؤں کو ملا کر دیکھیں تو سینے سے اوپر دو عضو سر اور ہاتھ ہیں۔ اور سینے سے نیچے دو عضو یعنی پیٹ اور پاؤں ہیں بیچ کا عضو سینہ ہوگا۔ اور اگر ''وسط'' سین کے سکون کے ساتھ پڑھیں تو اس کے معنی ہوئے درمیان کے۔ اور ظاہر ہے کہ درمیان سینے کو بھی شامل جسم کے درمیانی اعضاء میں یہ بھی ہے۔ وسط کی دلالت کمر پر قطعی نہیں۔

رد غیر مقلدین:

انکا مقصد چونکہ احناف کے خلاف کرنا ہے اسی لئے احادیث کے مجمل الفاظ کی وہ تشریح جو احناف کرتے ہیں انہیں الفاظ کی وہ اپنی تشریح بیان کر کے تاثر دیتے ہیں کہ جو انہوں نے بیان کیا ہے وہی حدیث میں ہے حالانکہ یہ انکا طریقہ غلط اور سراسر غلط ہے مثلاً اسی حدیث کو دیکھئے کہ لفظ وسط سے مراد کمر نہیں بلکہ درمیان ہے یعنی لفظی معنی مراد ہے اور اسکی تشریح اوپر ہم نے کردی ہے مزید بھی کتاب الجنائز میں آئیگا، ان شاء اللہ

باب نمبر ۳۱

عن عبدالله بن شداد قال سمعت خالتی میمونة زوج النبی ﷺ انها کانت تکون حائضا لاتصلی وهی مفترشة بحذاء مسجد رسول الله ﷺ وهو یصلی علی خمرته اذا سجدا صابنی بعض ثوبه

ترجمہ: عبداللہ بن شداد نے کہا میں نے اپنی پھوپھی میمونہ سے جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں سنا کہ میں حائضہ ہوئی تو نماز نہیں پڑھتی تھی اور یہ کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے (گھر میں) نماز پڑھنے کی جگہ کے قریب لیٹی ہوئی تھیں۔ آپ نماز اپنی چٹائی پر پڑھتے، جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کوئی حصہ مجھ سے چھو جاتا

شرح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب لکھ کر آگے کچھ نہیں لکھا بعض شارحین نے اسکا عنوان جمایا ہے۔ اصابة ثوب المصلی علی الحائض نمازی کے کپڑے کا حائضہ کے جسم کو مس کرنا۔ یہ عنوان موزوں بھی ہے اس لئے مضمون حدیث کا خلاصہ ہے اور حدیث کے ترجمہ سے مطلب واضح ہے۔

تعارف عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ:

عہد رسالت میں پیدا ہوئے ان کی والدہ سلمٰی بنت عمیس تھیں۔ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی اخیافی بہن۔ ان دونوں کی ماں کا نام ہند بنت عوف ہے۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ، حارث کی صاحبزادی ہیں اور سلمٰی، عمیس بن معد کی۔ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن شداد نے حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کو خالہ کہا۔

فوائد:

(۱) مسجد سے مراد نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ خود بخاری کتاب الصلوۃ میں بجائے مسجد کے یہ ہے۔ کان رسول اللہ ﷺ یصلی و انا حذائه ۔رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور میں حضور ﷺ کے برابر ہوتی۔(۲) کانت تکون ۔میں تین وجہ ہو سکتی ہیں(1) دونوں میں سے ایک کو زائد مانیں۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔ وجیران لنا کانو اکرام میں "کانوا" زائد ہے۔ کرام جیران کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے(2) کانت میں ضمیر قصہ اس کا اسم ہے اور تکون حائضاً۔ اس کی خبر ہے۔(3) تکون تصیر ۔کے معنی میں لیں اور یہ کانت کی خبر ہو جائے اور ۔کانت۔ کی ضمیر مستتر اس کا اسم ہے۔

(نکتہ) امام بخاری رضی اللہ عنہ کا عنوان قائم نہ کرنے میں لطیف اشارہ ہے وہ یہ کہ اس سے قبل کے باب سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفاس سے ظاہر بدن نجس نہیں ہوتا اور اس بلا عنوان روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض سے بھی ظاہر بدن پلید نہیں ہوتا۔ اس خصوصی حکم میں حیض و نفاس برابر ہیں جب حکم میں برابر ہیں تو اسکے نئے نئے عنوان کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔

فوائد:

(۱) بارہا عرض کیا گیا ہے حیض و نفاس حکمی نجاستیں ہیں جہاں نجاست نہ ہو وہ جگہ پلید نہیں (۲) نمازی کے آگے کوئی سو رہا ہے تو کوئی حرج نہیں جبکہ نمازی کا دل اس میں نہ بٹے یہ ان عوام کی غلطی کا ازالہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ نمازی کے آگے سونا مُردہ سے مشابہت ہے اس مشابہت سے بچنے کے لئے نمازی کے آگے سونا منع ہے۔(۳) مسجد میں چٹائی وغیرہ مثلاً جاء نماز، قالین، دری وغیرہ بھی ہو تو نماز جائز ہے لیکن افضل نماز مسجد کی خالی جگہ پر ہے کہ جہاں زمین کے درمیان میں کوئی شے حائل نہ ہو۔ لیکن آجکل کوئی مسجد اس افضلیت کی حامل نہیں افسوس ان لوگوں کو ہے کہ وہ ہر بدعت کے کام کو غلط اور گناہ سمجھتے ہیں لیکن مساجد میں بہترین قالین، چپس، پکی اینٹوں اور سیمنٹ وغیرہ سے فرش کو سجاتے ہیں۔

اس سے انہیں شرم نہیں آتی

کتاب التیمم

تیمّم کا بیان

وقول اللہ عزوجل فلم تجدوا ماء ً فتیمموا صعید اطیبا فامسحوبو جو ھکم وایدیکم منہ۔

ترجمہ: اوراللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ ''پھر نہ پاؤتم پانی تو قصد کرو پاک مٹی کا اورمل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے''۔

عن عائشۃ زوج النبی ﷺ قالت خرجنامع رسول اللہ ﷺ فی بعض اسفارہ حتی اذا کنا بالبیداء اوبذات الجیش انقطع عقدلی فاقام رسول اللہ ﷺ علی التماسہ واقام الناس معہ ولیسوا علی ماء فاتی الناس الی ابی بکر الصدیق فقالو االاتری ماصنعت عائشۃ اقامت برسول اللہ ﷺ والناس ولیسوا علی ماء و لیس معھم ماء فجاء ابوبکر و رسول اللہ ﷺ واضع راسہ علی فخذی قد نام فقال حسیت رسول اللہ ﷺ والناس ولیسو اعلی ماء ولیس معھم ماء ولیس معھم ماء عائشۃ فعاھتی ابو بکر وقال ماشاء اللہ ان یقول وبعل یطغنی بیدہ فی خاصرتی فلا یمنعنی من التحرک الامکان رسول اللہ ﷺ علی فخذی فقام رسول اللہ ﷺ حین اصبح علی غیرماء فانزل اللہ عزوجل ایۃ التیمم فتیممو افقال اسید ابن الحضیر ماھی باول برکتکم یا ال ابی بکر قالت فبعثنا البعیر الذی کنت علیہ فاصبنا العقدتحتہ۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بعض سفر (غزوۂ بنی المصطلق) میں گئے۔ جب ہم مقام بیداء یاذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار گم ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے لیکن پانی کہیں قریب میں نہیں تھا۔ لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا'' عائشہ رضی اللہ عنہا کی کار گذاری نہیں دیکھتے رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو ٹھہرا رکھا ہے اور پانی بھی قریب میں نہیں اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے''۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو روک رکھا ہے اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگائے رسول اللہ ﷺ کا سر میری ران پر ہونے کی وجہ سے میں حرکت نہیں کرسکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب صبح کے وقت اُٹھے تو پانی کا وجود نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی اور لوگوں نے تیمّم کیا۔ اس پر اسید بن حضیر نے کہا۔ آل ابی بکر یہ تمھاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر ہم نے اس اُونٹ کو ہٹایا جس پر میں تھی تو ہار اسی کے نیچے سے ملا۔

حدثنا محمد بن سنان هو العوفی قال حدثنا هشیم ح قال وحدثنی سعید بن النصر قال اخبر ناهشیم قال اخبر نا سیار قال حدثنا یزید الفقیر قال اخبر نا جابر بن عبدالله ان النبی ﷺ قال اعطیت خمسالم یعطهن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرة شهر وجعلت لی الارض مسجد اوطهور ا فایمارجل من امتی ادرکته الصلوة فلیصل واحلت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعة وکان النبی الی قومه خاصة وبعثت الی لناس عامة۔

ترجمہ: ہم سے محمد بن سنان عوفی نے بیان کیا۔ کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کہا اور مجھ سے سعید بن نضر نے بیان کیا، کہا ہمیں خبر دی ہشیم نے کہا ہمیں خبر دی سیار نے کہا ہم سے یزید الفقیر نے بیان کیا۔ کہا ہمیں جابر بن عبداللہ نے اطلاع دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں عطا کی گئی تھیں، ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی جاتی ہے اور تمام زمین میرے لئے مسجد (سجدہ گاہ) اور پاکی کے لائق بنائی گئی۔ پس میری امت کا جو فرد نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے نماز ادا کر لینی چاہئیے اور میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا۔ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے حلال نہیں تھا اور مجھے شفاعت عطا کی گئی اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن میری بعثت تمام انسانوں کے لئے عام ہے۔

شرح:

تیمم لغت میں بمعنی قصد۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا لا تیمموا (الآیہ) اور قصد نہ کرو اور اصطلاح شرع میں پاک مٹی سے منہ اور ہاتھ کا مسح کرنا۔۔۔

امام بخاری حسبِ عادت اس مسئلہ کو بھی قرآن سے ثابت فرماتے ہوئے پارہ نمبر ۴ کی آیت مبارکہ لائے ہیں آیت کی تفصیل فقیر کی تفسیر فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان میں ملاحظہ ہو۔

شانِ نزول:

یہ حدیث شریف آیۃ مذکورہ کا شان نزول ہے۔

حدیث:

یہی حدیث ہے جس کو خوارج دور حاضرہ میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس میں کوئی ایک صریح جملہ بھی موجود نہیں جس میں حضور ﷺ کے علم مبارک کی نفی ہو محض اس گمان سے کہ علم ہوتا تو آپ بتا دیتے بارِ تلاش کیوں کرایا۔ اس کی تلاش میں جنگل ویرانے میں کیوں قیام کیا؟ وغیرہ وغیرہ اس کے تفصیلی جوابات فقیر نے اپنی تصنیف غایۃ المامول فی علم الرسول میں لکھے ہیں اجمالاً چند جوابات ملاحظہ ہوں۔

نبی علیہ السلام کے افعال مبنی بر حکمت ہوتے ہیں انہیں اپنے اوپر قیاس کرنا گمراہی ہے بلکہ اس میں تو حضور علیہ السلام کا علم ثابت ہوتا ہے۔

(۱) اس لئے کہ جب آپ کو معلوم تھا کہ یہاں پانی نہ ملے گا تو ایسے ویران مقام پہ ڈیرہ کیوں جمایا جہاں پانی کا دور دور تک نام ونشان نہیں تھا۔ اس لیئے (کہ بیدا یا ذات الجیش وہ مقام ہیں جو مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے درمیان واقع ہیں) وہ ہار جسے تلاش کرایا جار ہا تھا وہ قیمتی بھی نہ تھا صرف ۱۲ درم کا تھا۔ نماز کا وقت ہے تو پانی تلاش کرانا تھا۔ جب کہ آپ کے ہاں تیز رفتار اونٹ گھوڑے اور بہترین شہسوار صحابہ موجود تھے یہ حکم فرماتے کہ اور کہیں سے نہیں تو مکہ یا مدینہ سے پانی کی مشکیں بھر کر لاؤ تا کہ نماز قضا نہ ہو جائے۔ ہار کی اتنی اہمیت تھی تو آپ کو فکر لاحق ہوتی لیکن نہیں بلکہ آپ بے فکر ہو کر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی ران مبارک پر سر اقدس رکھ کر آرام فرما ہو جاتے ہیں ان وجوہ کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو آپ ہار کے لئے نہیں بلکہ آیتِ تیمّم کے نزول کے انتظار میں تھے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ حکم یہاں نازل ہونا ہے اسی لیئے عمداً ویران مقام کا انتخاب فرمایا پھر نہ پانی تلاش کراتے ہیں اور نہ ہی معجزہ کا اظہار حالانکہ سفروں کے حالات پڑھ لیں جب بھی پانی کی ضرورت پڑی فوراً پانی کے دریا بہا دیئے۔

ابواب المعجزات اس کے شاھد ہیں آپ نے اگر دعا مانگی تو فوراً بادل اُمڈ آئے وغیرہ۔

(۲) حقیقت یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اسی آرزو میں رہتے کہ امت کو ایسی آسانی اور سہولت میسر ہو کہ پانی نہ ملے یا پانی کا استعمال نقصان دے تو غسل و وضوء کی ضرورت تیمّم سے پوری کی جاسکے آج وہ آرزو پوری ہو رہی تھی آپ کو علم تھا کہ تیمّم کا حکم یہاں نازل ہونا ہے اسی لئے اسی جگہ قیام فرمایا اور تاخیر پر ہار کی گمشدگی کو سبب بنالیا ورنہ آپ کے لئے ہار کی کوئی اہمیت نہ تھی معمولی قیمت کے علاوہ یہ ہار بی بی اسماء رضی اللہ عنہا کا تھا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں بی بی عائشہ نے عاریۃً ان سے لیا تھا ہار کا مسئلہ تو گھر کا تھا اس کی تلاش تو صرف ایک سبب تھی ورنہ درحقیقت آیت تیمّم کے نزول کا انتظار تھا جو ایک اہم امر تھا کہ بعد نزول صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے بی بی عائشہ کا شکریہ ادا کیا مثلاً فرمایا کہ اے آل ابو بکر یہ کوئی تمھاری پہلی برکت نہیں یعنی ایسی برکتیں تمہاری وجہ سے (پہلے بھی نازل ہوتی رہی ہیں) یہی وجہ ہے کہ آج بھی وفادار اُمتی آل ابوبکر کو دعائیں دے رہا ہے لیکن غدار امتی اب بھی نبی و آل ابوبکر کی عیب چُنی سے باز نہیں آتے۔

(۳) نزولِ آیۃ کے بعد اونٹ کو اٹھایا گیا تو نیچے سے ہار مل گیا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کی شرح میں وجد کا فاعل حضور علیہ السلام کو بتایا اس پہ غور ہو کہ جس ذات کی نگاہ عرش تا فرش پر پڑتی ہے کیا وہ اونٹ کے نیچے کے ہار سے بے خبر تھی۔ زیادہ سے زیادہ عدم التفات کہا جاسکتا ہے تو بقول حاجی امداداللہ رحمۃ اللہ علیہ عدم التفات علم کی نفی نہیں کرتا (شمائم امدادیہ) لیکن یہ توجیہ ہم کریں بھی کیوں جبکہ حضور علیہ السلام کا مطمع نظر ہار نہ تھا بلکہ نزول حکم تیمّم تھا تو جب وہ پورا ہو گیا اب ہار بھی مل گیا۔

ہار نہ بتانے کی حکمتیں:

(۱) نہ بتانا لاعلمی نہیں ہوتی بلکہ اس کے وجوہ ہوتے ہیں کفار و مشرکین کے درجنوں سوالات قرآن مجید میں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان

کے جوابات نہیں دیئے تو کیا وہ بھی لاعلمی سے تھا۔
(۲) حضور نبی پاک ﷺ کو علم ہوتا مگر آپ اس کا اظہار نہ فرماتے وہ کسی خاص وقت پر موقوف ہوتا اس کی درجنوں مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں یہاں بھی یہی تھا کہ تیمم کے حکم کا انتظار تھا جب وہ پورا ہو گیا تو ہار کا پتہ بھی دے دیا۔

تعلیمِ امت:

یہ مُسلّم ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ ہی سے شریعت بنی آپ کے قول وفعل امت کی تعلیم کے لیئے ہوتے اسی لئے آپ کی طرزِ ادا پر یہ گمان کرنا کہ آپ ہماری طرح بے بس، مجبور اور بے خبر ہیں (معاذ اللہ) جہالت وحماقت ہے۔

ہار والے واقعہ سے محدثین کرام اور فقہائے عظام نے مندرجہ ذیل مسائل شرعیہ مرتب فرمائے ہیں۔
(۱) سفر کی تھکان اتارنے کے لئے اس گمان کو سامنے رکھا جائے کہ یہاں نماز قضاء ہو جائے گی (۲) گمشدہ شے اگرچہ کتنا ہی کم قیمت ہو تلاش کرنا سنت بن گئی وہ گمشدہ شے اپنی ہو یا عاریۃ کی (۳) سب کو ہار کی تلاش میں اس لئے لگایا تا کہ امت کو معلوم ہو کہ فرد واحد کا نقصان پوری جماعت کا نقصان ہے (۴) قیام کے لیئے آبادی ضروری نہیں اور نہ ہی اسباب یہاں تک کہ یہ معلوم ہو کہ یہاں پانی نہ ملے گا تب بھی قیام کرنے میں حرج نہیں (۵) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عزت وعظمت کا اظہار کہ ان کے لئے تمام قافلہ خدمت میں مصروف ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی محبوبہ محبوب ﷺ کی پاس خاطر ہے کہ ان کے ہار کی گمشدگی کو تمام امت پر تیمم جیسی نعمت کا مرہون منت بنا دیا۔ (۶) نماز قضا ہو جانے کی فکر نہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور ﷺ کی نیند مبارک میں خلل کی فکر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز قضاء کر دی ایسے ہی ان صحابہ نے کہا (جیسا کہ دوسری روایات میں ہے) لیکن حضور ﷺ کو بیدار نہ کیا (۷) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ زیادہ رقیق القلب تھے لیکن حضور ﷺ کے لئے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوکھ پر کوچکے لگائے اور نہایت سخت ناراض ہوئے (۸) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کا کتنا بےحد احترام تھا کہ کوکھ پر کوچکے جھیل رہی ہیں لیکن مجال ہے کہ معمولی سی حرکت کریں کہ کہیں حبیبِ خدا ﷺ کے آرام میں خلل نہ آجائے حالانکہ ایسی حالت میں انسان بے قابو ہو جاتا ہے لیکن بی بی رضی اللہ عنہا کے ادب پہ قربان کہ خود کو اتنا ضبط کیا کہ معمولی سی حرکت بھی سرزد نہ ہوئی (۹) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اہلِ بیت رسول ﷺ کا کتنا احترام تھا کہ ہار کی تلاش میں پس وپیش نہ کی اور نہ ہی بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا پر کسی قسم کی طعن وتشنیع کی بلکہ نزولِ آیت کے بعد بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا شکریہ ادا کیا۔

فوائدِ علمیہ:

(۱) ہار گم ہوا حدیث افک میں بھی اس کا ذکر ہے اس کی تفصیل وشرح فقیر نے ''شرح حدیثِ افک'' میں بیان کر دی ہے لیکن یہ ہار گم ہوا تو اس پر آیت تیمّم کا نزول ہوا اس کے سوال وجواب اوپر مذکور ہو چکے۔

(۱) جس غزوہ میں یہ واقعہ پیش آیا وہ ۵ھ بیداء مزدلفہ کے قرب میں ایک بستی کا نام ہے ذات الجیش مدینہ سے نصف منزل پر وادی عتیق سے سات میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے یہ اس لئے عرض کیا ہے کہ یہاں پانی کے لئے کوشش کی جاتی تو کوئی مشکل کام نہ تھا لیکن حضور ﷺ نے بجائے پانی کے حصول کے ہار کی تلاش میں وقت گذار دیا اس سے واضح ہے کہ آپ کو یقین تھا کہ یہیں پر آیۂ تیمم کا نزول ہوگا اسی لئے نہایت ہی سکون اور اطمینان کے ساتھ آرام فرما رہے۔

اس حدیث شریف میں حضور ﷺ کے پانچ خصائص مبارکہ کا ذکر ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ بس آپ کے یہی خصائص ہیں بلکہ آپ کے خصائص بہت زیادہ ہیں جنہیں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں جمع کیا ہے فقیر نے ''ماۃ خصائص'' جمع کئے ہیں یہ اس وعدہ کی توثیق ہے کہ احادیث میں گنتی کا ذکر انحصار کی دلیل نہیں ان پانچوں خصائص کی تشریح ملاحظہ ہو جو حدیث مذکورہ میں مذکور ہیں۔

(۱) رعب:

چاروں طرف سے مہینہ کی مسافت پر حضور ﷺ کا رعب آپ کے دشمنوں کے دلوں میں ڈالا گیا علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں لکھا کہ مہینہ کی قید میں یہ نکتہ تھا کہ حضور سرور عالم ﷺ کے جس قدر (بھی) دشمن تھے وہ مدینہ پاک سے ایک ماہ کی مسافت سے زیادہ پر نہیں تھے۔

(۲) مسجد اور رُوئے زمین:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امم سابقہ میں قانون تھا کہ عبادت گاہوں کے علاوہ کسی (بھی) عام جگہ پر عبادت جائز نہ تھی لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے اجازت ہے کہ زمین پر جہاں چاہیں عبادت کریں۔

(۳) مالِ غنیمت:

سابقہ امم کے لئے مالِ غنیمت حلال نہ تھا آسمان سے آگ اترتی تو وہ اُن کے جمع کردہ غنیمت کو جلا کر راکھ بنا دیتی لیکن حضور ﷺ کی امت کے لئے مالِ غنیمت حلال وطیب ہے۔

(۴) ادراک الصلوٰۃ:

امتی جہاں نماز کا وقت پالے وہیں نماز ادا کرلے۔

(۵) شفاعتِ کبریٰ:

سوائے حضور اکرم نورِ مجسم ﷺ کے ایسی شفاعت کسی کو بھی نصیب نہیں علاوہ ازیں حضور سرورِ عالم ﷺ کی مخصوص شفاعات دیگر بھی ہیں جنہیں فقیر نے اسی بخاری شریف کی شرح پارہ اوّل میں تفصیل سے لکھا ہے۔

خصائص مصطفےٰ ﷺ:

اس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کے صرف پانچ خصائص کا ذکر ہے حالانکہ خصائص مصطفےٰ ﷺ اس سے کئی گنا زیادہ ہیں اسی سے سمجھ لیں کہ کہیں کسی شے کے متعلق گنتی مذکور ہو تو صرف وہی گنتی مقصود نہیں ہوتی فقیر اویسی غفرلہ نے خصائص مصطفےٰ ﷺ پر متعدد کتابیں لکھی ہیں سب سے ضخیم تر شرح خصائص کبریٰ ہے تبرکاً یہاں دس خصائص رسول ﷺ لکھ دوں تا کہ قارئین بخاری ان سے فوائد حاصل کریں۔

حضور پرنور سید عالم ﷺ کے دس خصائص اور ان کے فوائد۔

(۱) مَا وَقَعَ ظِلُّهٗ عَلَى الْاَرْضِ ۔آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

(۲) لَمْ يَجْلِسِ الذُّبَابُ عَلَيْهِ قَط۔آپ پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔

(۳) مَا ظَهَرَ بَوْلُهٗ عَلَى الْاَرْضِ۔آپ کا بول مبارک کبھی زمین پر ظاہر نہیں ہوا۔

(۴) لَمْ يَحْتَلِمْ قَط۔آپ کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔

(۵) لَمْ يَتَثَاوَبْ قَط۔آپ کو کبھی جمائی نہیں آئی۔

(۶) لَمْ يَهْدِبْ دَابَة رَكِبَهَا قَطُّ۔آپ جس جانور پر سوار ہوئے وہ کبھی نہیں بھاگا۔

(۷) تَنَامُ عَيْنُهٗ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ قَط۔آپ کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا۔

(۸) وُلِدَ مَخْتُوْنًا۔آپ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

(۹) يَنْظُرُ مِنْ خَلْفِهٖ لَمَا يَنْظُرُ مِنْ اِمَامِهٖ ۔آپ جیسے آگے دیکھتے تھے ویسا ہی پیچھے دیکھتے تھے۔

(۱۰) كَانَ اِذَا جَلَسَ بَيْنَ قَوْمٍ كَتْفَاهُ اَعْلٰى مِنْهُ۔جب آپ کسی قوم میں بیٹھتے تو ان سب سے اونچے معلوم ہوتے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ جو شخص ان دس امور کو لکھ کر گھر میں رکھے گا اس کا گھر آگ سے نہیں جلے گا بلکہ جلتی آگ پہ ڈالے تو وہ جلتی آگ بجھ جائے گی۔ (بالقبول خدمۃ قدم الرسول ﷺ ص ۱۱۴)

شفاعت:

(۱) شفاعت کی تمام قسمیں حضور کو عطا ہوں گی (جواہر البحار) (۲) حضور ﷺ کی شفاعت سے صالحین سے قصور طاعات میں درگذر کیا جائے گا (کشف الغمہ) (۳) موقف میں آپ کی شفاعت سے حساب میں تخفیف ہوگی (کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۸) (۴) بعض کفار

خالدین فی النار کو آپ کی شفاعت کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگی (کشف الغمہ ج ۲ ص ۴۷) (۵) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اور آل اطہار سے کوئی (بھی) دوزخ میں نہیں جائے گا (فتوحات مکیہ ب ۲۹ ص ۲۵۵۔ جواہر البحار ج ۱ ص ۱۱۵، ۱۱۶ کشف الغمہ ج ۲ ص ۴۷) (۶) رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور اور سر اقدس کے ہر بال میں نور (کا ظہور) ہوگا۔ (کشف الغمہ ج ۲ ص ۴۷) (۷) تمام اہل محشر کو حکم ہوگا کہ اپنی اپنی آنکھیں بند کر لیں تاکہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا پل سے گذریں۔ چنانچہ آپ گزریں گی تو آپ کے کندھے مبارک پہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خون آلود کپڑا ہوگا یہاں تک کہ رب کے سامنے حاضر ہوں گی پھر رب فیصلہ فرمائے گا جو چاہے گا۔

(کشف الغمہ ج ۲ ص ۴۷، ۴۸۔ تفسیر عزیزی ب ۳۰ ص ۲۱۹۔ خصائص کبریٰ سیوطی ج ۲ ص ۲۲۵۔ جواہر البحار ج ۱ ص ۳۲۱)

باب نمبر ۱

اذلم یجد ماء ولا ترابًا

ترجمہ: جب نہ پانی ملے نہ مٹی

عن عائشہ انہا استعارت من اسماء قددۃ فھلکت فبعث رسول اللہ ﷺ رجلا فوجد ھا فادر کتھما لصلوۃ ولیس معھم مآء فصلوا فشکوا ذلک الی رسول اللہ ﷺ فانزل اللہ ایۃ التیمم فقال اسید ابن حضیر لعائشۃ جزاک اللہ فواللہ مانزل بک امر تکر ھینہ الا جعل اللہ ذلک لک وللمسلمین فیہ خیرا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار مانگ کر پہن لیا تھا وہ ہار (سفر میں) گم ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو اس کی تلاش میں بھیجا انھیں وہ مل گیا۔ پھر نماز کا وقت آ پہنچا اور لوگوں کے پاس (جو ہار کی تلاش میں گئے تھے) پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے نماز پڑھ لی اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق آ کر کہا پس خداوند تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ اس پر اسید بن حضیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ کو اللہ بہترین بدلہ دے واللہ جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ایسی بات پیش آئی جس سے آپ کو تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس میں خیر پیدا فرما دی۔

شرح:

اس باب باندھنے پر شارحین نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض اٹھایا ہے کہ جو حدیث باب میں لائے ہیں اس میں تو صرف پانی نہ ملنے کا ذکر ہے مٹی کا نظریہ امام بخاری نے از خود قائم کر لیا بلکہ اس وقت تو تیمم کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تو پھر باب اور حدیث میں مطابقت نہ رہی۔

مؤقف احناف:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال یوں کیا ہے کہ حکم تیمم جو اس واقعہ کے بعد نازل ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہوا کہ جیسے پانی نہ ملنے پر اگر کہیں پانی میسر نہ ہو تو پھر بھی نماز ترک نہیں کرنی چاہئیے اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایسے موقع پر بلا وضوء ہی نماز کے لئے کھڑا ہو جانا چاہئیے اس میں قراءت ہو نہ رکوع اور نہ ہی سجدہ صرف قیام پر ہی اکتفا کرے جیسے روزے دار کو حکم ہے کہ اگر کسی وجہ سے رمضان کا روزہ نہیں رکھ سکا اور دن کے کسی حصہ میں روزے کے قابل ہو گیا تو اس شخص کو دوسرے روزہ داروں کی صورت میں رہنا چاہئیے ایسے ہی اگر کسی کا حج فاسد ہو گیا تو اسے بھی اور حجاج کی طرح حج کے مناسک ادا کرنے چاہئیں۔

مسئلہ:

اس طرح کی ادا کردہ نماز کا اعادہ ضروری ہے مثلاً چلتی گاڑی میں نماز پڑھ لی ایسے ہی ہوائی جہاز میں وغیرہ وغیرہ۔

باب نمبر ۲

التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء وخاف فوت الصلوۃ وبہ قال عطاء وقال الحسن فی المریض عندہ الماء ولا یجد من ینادلہ یتیمم واقبل ابن عمر من ارضہ بالجرف فحضرت العصر بمرید النعم فصلی ثم دخل المدینۃ والشمس مرتفعۃ فلم یعد

ترجمہ: اقامت کی حالت میں تیمّم۔ جب کہ پانی نہ ملے یا نماز کے چھوٹ جانے کا خوف ہو۔ عطاء کا یہی قول ہے۔ حسن نے فرمایا کہ اگر مریض کے پاس پانی ہو لیکن کوئی ایسا شخص نہ ہو جو اُسے پانی دے سکے تو تیمّم کرنا چاہئیے ابن عمر جُرف کی

اپنی زمین سے واپس آ رہے تھے کہ عصر کا وقت مقام مرید النعم میں آ پہنچا آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی اور مدینہ پہنچے تو سورج ابھی بلند تھا (یعنی عصر کا وقت باقی تھا) لیکن آپ نے نماز نہیں لوٹائی

فقال ابو جهيم اقبل النبی ﷺ من نحو بئر جمل فلقيه رجل فسلم عليه فلم يرد عليه النبی ﷺ حتی اقبل علی الجدار فسح بوجهه ويديه ثم رد عليه السلام۔

ترجمہ: ابو جہیم نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ بئر جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے، راستے میں ایک شخص نے آپ کو سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہیں دیا۔ پھر دیوار کے پاس آئے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا۔ پھر اُن کے سلام کا جواب دیا۔

شرح:

آیت تیمم چونکہ سفر میں نازل ہوئی اسی لئے اس سے شاید کوئی سمجھے کہ تیمم صرف مسافر کے لئے ہے اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حالتِ حضر کی تصریح فرمائی۔

فائدہ:

حدیث پاک کے راوی سیدنا ابو جہیم بن حارث رضی اللہ عنہ کا تعارف یوں ہے کہ آپ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں ان کے والد گرامی رضی اللہ عنہ بھی صحابی تھے اور انصار میں سابقین واولین میں سے تھے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا رشتہ مواخاۃ قائم کیا گیا تھا۔

جُرف:

یہ ایک وادی ہے جو اُحد شریف کے خاتمہ کے بعد غربی جانب اور مدینہ پاک سے تقریباً آٹھ کلومیٹر جانب شمال ومغرب واقع ہے حضور ﷺ کے وقت یہاں جہاد میں جانے کے لئے لشکر کی تیاری ہوئی تھی اسی وادی میں دجال اتریگا چنانچہ وفاء الوفاء اور خلاصۃ الوفاء میں امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل فرمائی ہے کہ "**فيأتی سنجته الجرف فيخرج اليه كل منافق ومنافقة**" وہ (دجال) وادی جرف میں اتریگا اور اسکی طرف ہر منافق مرد وعورت مدینہ پاک سے نکل کر اسکے پاس پہونچ جائینگے۔ مزید تفصیل آتی ہے۔

فائدہ:

اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ تیمم کے لئے سفر شرط نہیں بوقت ضرورت حضر میں بھی تیمم ہو سکتا ہے اس پر چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی تائید کے طور پر لائے ہیں اور وہ ضرورت کیا ہے؟ اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے امام بخاری نے اس باب میں حضر میں تیمم کے جواز کے لئے دو قیدیں لگائی ہیں (۱) وقت اتنا تنگ ہو کہ نماز قضاء ہو جانے کا خطرہ ہے یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف ہے آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں اگر چہ گھر پر ہو اور پانی بھی موجود ہے تو قضاء سے بچنے کے لیے تیمم کر کے نماز پڑھ لے لیکن پھر اس کا اعادہ واجب ہے۔ (۲) پانی کا فقدان یونہی کہہ دیا جائے پانی کی موجودگی میں عدم قدرت۔

اجتہاد ابنِ عمر رضی اللہ عنہما:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دعویٰ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی بیان فرمایا ہے کہ آپ صرف (یہاں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زمین تھی) سے واپس مدینہ طیبہ کو آ رہے تھے تو عصر کی نماز کا وقت آ گیا آپ نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اس کے بعد اپنے گھر مدینہ پاک پہنچے تو سورج موجود تھا تب بھی آپ نے نماز کا اعادہ نہ کیا اسی سے معلوم ہوا کہ حضر میں تیمم جائز ہے۔

مؤقف احناف:

یہی حنفیوں کا مذھب ہے وہ فرماتے ہیں کہ سفر و حضر میں پانی ایک میل دور ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے ہاں گھر پہنچ کر وضوء سے اس کا اعادہ مستحب ہے۔

جُرف:

مدینہ طیبہ سے شمال و مغرب کو تین میل اور جبلِ احد کو مغرب کی جانب چند فرلانگ پر ایک جگہ کا نام ہے حضور سرورِ عالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں لشکر اسلامی یہاں مسلح ہوتا تھا۔

دجال:

حضور اکرم ﷺ نے دجال کے نزول کا یہی مقام بتایا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ یہاں سے آگے میرے شہر مدینہ پاک میں نہ آ سکے گا بلکہ مدینہ میں جو لوگ منافق طبیعت ہوں گے وہ بھی مدینہ سے نکل کر اسی جرف کے مقام پر دجال سے آ کر ملیں گے اور دجال اپنے لاؤ لشکر سمیت یہاں قیام کرے گا۔

(لطیفہ):

اسی جرف کے غربی جانب پہاڑ پر ملک فہد نے ایسا بہترین وسیع اور مضبوط محل تیار کرایا ہے کہ صدیوں تک اسے آنچ نہ آئے۔ اب بھی اسے آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے کہ شہر مدینہ پاک کی تمام آبادی کی روشنی اس کے بالمقابل کچھ بھی نہیں حالانکہ اس میں فہد مقیم نہیں اور نہ ہی اقامت کرسکتا ہے لیکن زرکثیر خرچ کر کے تیار کیا ہے بلکہ ابھی تک زیر تعمیر ہے جس پر لاکھوں بلکہ اربوں کھربوں ریال خرچ کئے گئے اور خرچ کئے جارہے ہیں وہ کیوں؟ یہ ملک فہد سے پوچھئے۔ یا یقین جانیئے کہ ملک فہد نے پہلے ہی دجال کی خدمت پیش کر دی ہے۔

باب نمبر ۳

هل ينفخ في يديه بعد مايضرب بهما الصعيد للتيمم

ترجمہ: کیا زمین پر تیمّم کے لئے ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھوں کو ٹھونک لینا چاہئیے

جاء رجل الى عمر بن الخطاب فقال انى اجنبت فلم اصب الماء فقال عمار بن ياسر لعمر بن الخطاب اما تذكرانا كنا في سفر انا وانت فاجنبنا فاما انت فلم تصل واما انا فتمعكت فصليت فذكرت ذلك للنبي ﷺ فقال النبي ﷺ انما كان يكفيك هكذا فضرب النبي ﷺ بكفيه الارض ونفخ فيهما ثم مسح بهما وجهه وكفيه۔

ترجمہ: ایک شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ایک مرتبہ مجھے غسل کی ضرورت ہوگئی اور پانی نہیں ملا اس پر عمار بن یاسر نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو یاد ہے وہ واقعہ جب میں اور آپ سفر میں تھے۔ ہم دونوں کو غسل کی ضرورت ہوگئی آپ نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن میں لوٹ پوٹ لیا اور نماز پڑھ لی پھر میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھارے لیے بس اتنا ہی کافی تھا، اور آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر انہیں پھونکا اور دونوں سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا۔

شرح:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی موجودگی میں اجتہاد کرتے تھے مثلاً حضرت عمار نے خیال کیا کہ چونکہ وضوء کے تیمم میں ہاتھ اور منہ پر مٹی سے مسح ضروری ہے اسلئے غسل کے تیمم میں تمام بدن پر مٹی ملنی چاہیئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اجتہاد خطا بھی ہوجاتے جیسے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا اجتہاد غلط ہوگیا اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ صحابہ کا اجتہاد غلط اور خطاء ہو جائے تو وہ (پھر بھی) قابلِ ملامت نہیں بلکہ ماجور ہیں جیسے حضرت عمار کا اجتہاد خطاء ہوا تو اسے حضور ﷺ نے ملامت نہیں فرمائی یونہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو سمجھیئے۔

اجتہادِ عمار رضی اللہ عنہ:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے یہ خیال فرمایا کہ مٹی پانی کا خلیفہ ہے اسی لئے انہوں نے اسے پانی کی طرح استعمال کیا لیکن ان کا یہ اجتہاد برخطاء نکلا اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اُن کی اصلاح فرمائی۔ اگر اجتہاد مبنی برخطاء گناہ ہوتا تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ توبہ استغفار کا فرماتے اس سے ثابت ہوا کہ مجتہدین صحابہ ہوں یا آئمہ ان کے اجتہادات مبنی برخطا پر (بھی) گناہ نہیں۔

باب نمبر ۴

التیمم للوجه والکفین

ترجمہ: چہرے اور ہاتھوں کا تیمّم

قال عمار بهذا وضرب شعبة بيديه الارض ثم ادنا هما من فيه ثم مسح بهما وجهه وكفيه وقال انضرانا شعبة عن الحكم سمعت ذرا عن ابن عبدالرحمن بن ابزی قال الحكم وقد سمعته من ابن عبد الرحمن بن ابزی عن ابيه قال عمار۔

ترجمہ: عمار نے یہ واقعہ بیان کیا (جو اس سے پہلے کی حدیث میں گزر چکا) اور شعبہ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر انہیں اپنے منہ سے قریب کرلیا اور ان سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا اور نضر نے بیان کیا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی حکم کے واسطہ سے کہ میں نے ذر سے سُنا اور ابن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ کے حوالہ سے حدیث روایت کرتے تھے حکم نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ابن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے سُنی وہ اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے تھے کہ عمار نے کہا۔

عبدالرحمن بن ابزیٰ عن ابیه انه شهد عمر و قال له عمار کنا فی سریة فاجنبنا وقال تفل فیهما۔

ترجمہ: ابن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ نے اپنے والد سے بیان کیا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے اور حضرت عمار نے ان سے کہا تھا کہ ہم ایک سریہ میں گئے ہوئے تھے اور ہم دونوں جنبی ہوگئے اور (اس روایت میں ہے کہ) کہا تفل فیھما (بجائے نفخ فیہما کے)۔

قال عمار لعمر تمعکت فاتیت النبی ﷺ فقال یکفیک الوجه والکفین۔

ترجمہ: عمار نے عمر سے کہا کہ میں تو زمین میں لوٹ پوٹ گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ صرف چہرے اور ہاتھوں کا مسح کافی تھا۔

عن عبدالرحمن قال شهدت عمر قال له عمار وساق الحدیث۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھا کہ عمار نے ان سے کہا۔ پھر انہوں نے پوری حدیث (جو اوپر مذکور ہے) بیان کی۔

قال عمار فضرب النبی ﷺ بیده الارض فمسح وجهه وکفیه۔

ترجمہ: عمار نے بیان کیا ''پس نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا۔

شرح:

فقیر اویسی غفرلہ یہاں پر تیمم کے مختصر مسائل واحکام عرض کرتا ہے تا کہ قارئین شرح بخاری کو تیمم کے مسائل کے لئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ رہے اکثر ضرورت کے مسائل فقہیہ شرعیہ یہاں عرض کر دیئے گئے ہیں۔

شرائط وجوبِ تیمّم:

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر پر تیمم واجب نہیں ہے (۲) عاقل ہونا۔ دیوانہ، مست اور بیہوش پہ بھی تیمم واجب نہیں ہے (۳) نابالغ پہ تیمم واجب نہیں (۴) جن اشیاء سے تیمم جائز ہے ان کے استعمال پر قدرت رکھنا جوان چیزوں پہ قدرت نہ رکھتا ہو اس پہ تیمم واجب نہیں (۵) حدث اصغر وحدث اکبر کا پایا جانا، ان دونوں حدثوں سے پاک شخص پہ تیمم واجب نہیں (۶) حیض ونفاس نہ ہو (۷) نماز کا وقت تنگ ہو (۸) نماز پڑھنے جتنا وقت ہو ورنہ تیمم واجب نہیں۔

تیمّم صحیح ہونے کی شرائط:

(۱) اسلام۔ کافر کا تیمم صحیح نہیں ہے یعنی کفریہ حالت میں تیمم کرنے کے بعد اسلام قبول کیا اس تیمم سے نماز جائز نہیں۔ (اصول) ایسا عمل جو اپنی صحت میں محتاج نیت ہو وہ کافر سے صحیح نہ ہوگا اور جس میں نیت ضروری نہیں جیسے وضو، تو وہ عمل صحیح ہوگا (۲) نیت کرنا یعنی نماز

جائز ہونے کے لئے حدث وجنابت دور کرنے (پاک ہونے) کی یا نماز جائز ہونے یا ایسی مقصودہ عبادت کی ہو یا نماز جائز ہونے کی یا عبادت مقصودہ کی جو طہارت کے بغیر جائز نہ ہونیت کرے۔ مثلاً نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کی نیت سے تیمم کرے تو اس سے فرض نماز پڑھ لینا چاہئیے۔ حدث اور جنابت کے تیمم میں فرق کرنا یا غسل اور وضوء کیلئے دو تیمم کرنا فرض نہیں۔ بلکہ دونوں میں سے ایک کی نیت سے تیمم کرے تو دونوں ہو جائیں گے۔(۳) استیعاب۔(پورا پورا مسح کرنا) اس طرح سے مسح کرنا کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے۔ اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تو تیمم نہ ہوا۔ انگوٹھی اور کنگن وغیرہ کو نکال کر یا حرکت دیکر نیچے کی جگہ کا مسح کرے۔ بھوؤں کے نیچے، آنکھوں کے اوپر کی جگہ اور دونوں نتھنوں کے درمیان والے پردہ پر مسح کرے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ اگر انگلیوں کے بیچ میں غبار داخل نہ ہوا تو ان کا خلال کرنا واجب ہے (۴) پورے ہاتھ یا اکثر ہاتھ سے مسح کرے۔ اکثر کا مطلب یہ ہے کہ تین یا زیادہ انگلیوں سے ایک یا دو سے جائز نہیں۔(۵) جو چیز تیمم کے منافی ہو اس کا منقطع ہونا جیسے حیض ونفاس وغیرہ۔ حائضہ عورت تیمم کرے تو صحیح نہیں (۶) جسم پر کسی ایسی چیز کا نہ ہونا جو مسح کو مانع ہو مثلاً روغن، چربی، موم، کنگن، تنگ انگوٹھی اور چوڑیوں وغیرہ کو نکال دینا ضروری ہے (۷) پانی کا طلب کرنا جبکہ گمان ہو کہ پانی قریب ہے (۸) عذر جس کیلئے تیمم جائز ہے اور وہ پانی پر قادر نہیں ہوتا، مثلاً پانی کا دور ہونا، جان و مال کا خوف، پیاس کا خوف، بیمار ہو جائے یا مرض بڑھ جانے کا خوف ہو، کنویں وغیرہ سے پانی نکالنے کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے عجز۔ ایسی نماز جس کے فوت ہو جانے کا خوف جس کا قائم مقام اور بدل نہ ہو جیسے نمازِ عیدین، کسوف، خسوف، مؤکدہ سنتیں۔(۹) مسح مٹی یا مٹی کی جنس پر کرنا۔ پاک مٹی پر یا جو چیز جنس زمین سے ہے اس پر تیمم کرنا۔ اگر چہ اُس پر گرد نہ ہو۔

تیمّم کے ارکان:

دو رکن ہیں (۱) دو ضربیں یا اُن کے قائم مقام ہو (۲) مسح، یعنی دو بار خشک و پاک مٹی یا مٹی کی جنس کی چیز پر ہاتھ مارنا۔ ایک ضرب سے منہ (چہرے) کا مسح کرے اور دوسرے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرے۔

تیمّم کے احکام:

(۱) جن چیزوں کیلئے وضو فرض ہے ان کے لئے وضو کا تیمّم بھی فرض ہے۔ جیسے نماز کے لئے جن کے لئے وضو واجب ہے ان کے لئے تیمم بھی واجب ہے اور جہاں وضو سنت یا مستحب ہے وہاں تیمم بھی سنت یا مستحب ہے اور یہ ہی حال ہے غسل کے تیمّم کا بہ قیاس غسل کے (۲) اگر کسی کو حدث اکبر ہو اس کو مسجد میں جانے کی سخت ضرورت ہو تو اس پر تیمّم کرنا واجب ہے (۳) جن عبادتوں کے لئے دونوں حدثوں سے طہارت شرط نہیں۔ جیسے سلام، سلام کا جواب وغیرہ اُن کیلئے وضو و غسل دونوں کا تیمّم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے۔ اور جن عبادتوں میں صرف حدثِ اصغر سے طہارت شرط نہ ہو۔ جیسے قرآن مجید کی تلاوت، اذان وغیرہ۔ ان کیلئے صرف وضو کا تیمّم کرنا بغیر عذر کے

ہوسکتا ہے اور اگر کسی کے پاس مشکوک پانی ہو جیسے گدھے کا جھوٹا پانی، تو ایسی حالت میں پہلے وضو یا غسل کر کے اس کے بعد تیمم کرے (۵) اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمم سے پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھنی چاہئیں مثلاً کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازم اُس کو پانی نہ دیں یا کوئی شخص کہے کہ تو وضو کریگا تو میں تجھ کو ماردونگا (۶) ایک مقام اور ایک ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمّم کریں تو درست ہے (۷) جو شخص پانی اور مٹی دونوں کے استعمال پر قادر نہ ہو اس کو چاہیئے کہ نماز بلا طہارت پڑھ لے اور پھر طہارت سے لوٹائے۔ مثلاً کوئی شخص ریل میں ہو اور نماز کا وقت آ جائے اور پانی اور وہ چیزیں جن سے تیمم درست ہے نہ ہوں اور نماز کا وقت جاتا ہو تو ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھ لے ایسی صورتوں میں نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

فرائضِ تیمّم:

(۱) تیمّم کرتے وقت نیت کرنا (۲) مٹی یا مٹی کے قسم سے کسی چیز پر دو بار ہاتھ مارنا (۳) تمام منہ اور دونوں ہاتھوں کا ہاتھوں کے اکثر حصے سے ملنا (۴) اعضاء سے روغن، چربی وغیرہ جیسی چیزوں کا جن کیوجہ سے مٹی جسم تک نہ پہنچ سکے دور کردینا فرض ہے۔

واجباتِ تیمّم:

(۱) تنگ انگوٹھی، تنگ چھلّوں اور چوڑیوں کا اتار ڈالنا (۲) اگر کسی قرینے سے پانی کا قریب ہونا معلوم ہو تو اسکی تلاش میں خود جانا یا کسی کو بھیجنا (۳) اگر کسی دوسرے آدمی کے پاس پانی ہو اور اُس سے مانگنے پر ملنے کی اُمید ہو تو اس سے پانی طلب کرنا واجب ہے۔

سُننِ تیمّم:

(۱) تیمّم کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا (۲) پاک مٹی پر دونوں ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو مارنا، ہاتھوں کو آگے لانا اور پیچھے لے جانا (۳) بعد ملنے کے دونوں ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑ ڈالنا (۴) مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا تا کہ غبار انکے اندر پہنچ جائے (۵) کم سے کم تین انگلیوں سے مسح کرنا (۶) پہلے داہنے عضو کا مسح کرنا پھر بائیں کا (۷) مٹی سے مسح کرنا (۸) منہ کے مسح کے بعد داڑھی کا خلال کرنا (۹) ترتیب سے مسح کرنا یعنی پہلے منہ کا مسح کرنا پھر دونوں ہاتھوں کا۔

مستحباتِ تیمّم:

(۱) پے در پے تیمّم کرنا یعنی ایک عضو کے مسح کے بعد بلا توقف دوسرے عضو کا مسح کرنا (۲) مسنون طریقہ سے مسح کرنا (۳) جس شخص کو آخیر وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمان غالب ہو اس کو نماز کے آخیر وقت تک پانی کا انتظار کرنا۔

تیمّم کو توڑنے والی چیزیں:

(۱) جو چیز وضو کو توڑتی ہے وہ وضو کے تیمّم کو بھی توڑتی ہے اور جو چیز غسل کو واجب کرتی ہے وہ غسل کے تیمم کو بھی توڑتی ہے لیکن وضو کے توڑنے والی چیز سے غسل کا تیمّم نہیں ٹوٹتا۔ یعنی اگر بقدرِ وضو پانی مل جائے تو صرف وضو کرے ورنہ وضو کا تیمم کرے اور جب غسل کیلئے پانی مل جائے تو اب غسل کا تیمّم ٹوٹ جائے گا۔ اب غسل کرے اگر وضو اور غسل دونوں کیلئے ایک تیمم کیا جائے تو جب وضو ٹوٹ جائے گا تو وہ تیمم بھی وضو کے حق میں ٹوٹ جائے گا اور غسل کرے اور غسل کے حق میں باقی رہیگا۔ جب تک غسل کی واجب کرنیوالی کوئی چیز نہ پائی جائے جس عذر کیوجہ سے تیمّم جائز ہوا تھا اس کے زائل ہو جانے سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے تیمّم جائز ہونے کے اسباب (پانی دور ہونا، خوف مرض، خوف دشمن، خوف پیاس، پانی نکالنے کے اسباب کا نہ ہونا) الگ الگ ہونے کی وجہ سے ایک عذر دوسرے عذر میں شامل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے پہلے عذر کا تیمّم بالکل ختم ہو جائے گا۔ اور دوسرے عذر کا تیمّم کرنا ہوگا۔ مثلاً مسافر نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا۔ جب مقیم ہوا تو سفر ختم ہو جانے کی وجہ سے اسی تیمّم سے نماز جائز نہ ہوگی۔ جبکہ اسی حالت میں اس کو ایسا مرض بھی ہو گیا جس سے تیمّم مباح ہوتا ہے اب مرض کی وجہ سے تیمّم دوبارہ کرے۔ پہلا تیمّم کافی نہیں۔

تیمّم جن چیزوں سے جائز ہے:

(۱) پاک مٹی یا ہر اس چیز سے تیمّم کرنا جائز ہے جو مٹی کی جنس سے ہو جیسے ریت، کنکری، پتھر، سیمنٹ، چونا، سرمہ، ہڑتال، گندھک، فیروزہ، عقیق، مٹی کے برتن وغیرہ (۲) جو چیزیں مٹی کی قسم سے نہ ہوں مگر اُن پر غبار (گرد) ہو تو بوجہ اس غبار کے تیمّم جائز ہے مثلاً کسی کپڑے، لکڑی، سونے، چاندی یا دیگر پاک چیزوں پر جو جنس زمین سے نہیں ہیں غبار ہے تو اُن سے تیمّم جائز ہے (۳) اگر کسی نجس چیز پر غبار ہو اور غبار خشکی کی حالت میں پڑا ہوا اور اس سے کسی بھی جُز کے غبار کیساتھ آنے کا خدشہ نہ ہو تو اس سے تیمّم جائز ہے (۴) کسی انسان یا حیوان پر اپنے اعضاء پر غبار ہو تو اس سے تیمّم جائز ہے مثلاً کسی نے جھاڑ دیا اور اس سے غبار منہ اور ہاتھوں پر پڑ گیا تو تیمّم کی نیت سے ہاتھ مل لے تو تیمم ہو گیا (۵) اگر کوئی ایسی چیز جس سے تیمّم جائز نہیں مٹی وغیرہ کے ساتھ مل جائے تو غالب کا اعتبار کرے مثلاً اگر کیچڑ میں مٹی غالب ہے تو تیمّم جائز اور پانی زیادہ ہے تو جائز نہیں۔ جو چیزیں آگ میں جلانے سے نرم نہ ہوں اور نہ جل کر راکھ ہوں وہ چیزیں مٹی کی قسم سے ہیں۔

تیمّم جن چیزوں سے جائز نہیں:

جو چیزیں مٹی کی قسم سے نہ ہوں ان پر تیمّم جائز نہیں مثلاً کپڑا، لکڑی، گھاس، سونا، چاندی، لوہا، شیشہ، تانبا، اناج وغیرہ کے اور جو چیزیں پگھل جائیں مثلاً لوہا، سونا وغیرہ کے وہ جنس زمین سے نہیں ہیں۔

تیمّم کا مسنون طریقہ:

تیمّم کیلئے سب سے اول ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھے پھر نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کیلئے تیمم کرتا ہوں۔ پھر دونوں ہاتھوں کو ہتھیلیوں کی جانب سے کشادہ کرکے پاک مٹی پر مارکر (ہاتھوں کو زمین سے رگڑتا ہوا) آگے کو لائے اور پھر پیچھے لیجائے پھر ہاتھوں کو اُٹھا کر اس طرح جھاڑے کہ ہتھیلیاں نیچے کی طرف ہوں اور دونوں انگوٹھوں کو آپس میں ٹکرا دے یا پھونک مارے دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں نہ ملے پھر پورے دونوں ہاتھوں کو اپنے پورے منہ پر اوپر سے نیچے کو اس طرح ملے کہ کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہے جہاں ہاتھ نہ پہونچے بال برابر جگہ چھوٹ جانے سے بھی تیمّم نہ ہوگا۔ پھر پہلے کیطرح دونوں ہاتھ مٹی پر مارے اور جھاڑے اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں سوائے کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے پر پشت کی طرف رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لائے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی کچھ لگ جائے اور کہنیوں کا مسح بھی ہوجائے پھر باقی انگلیوں اور ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسری طرف رکھ کر کہنی کی طرف سے کلائی تک کھینچے۔ (درمیان میں کسی جگہ سے ہاتھ نہ اٹھائے ورنہ مسح باطل ہوجائے گا) اسی طرح دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمّم کا یہی طریقہ ہے اور دونوں کے لئے ایک ہی تیمم کافی ہے اگر دونوں کی نیت کی جائے۔

متفرقاتِ تیمّم:

ایک تیمّم سے جب وہ ٹوٹے نہیں جس قدر چاہے فرض، نفل، قرآن مجید کی تلاوت، جنازہ کی نماز، سجدۂ تلاوت اور تمام عبادتیں ادا کرے۔ جب تک پانی نہ ملے اور عذر باقی رہے تیمّم کرنا جائز ہے اگر اسی حال میں کئی سال گذر جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں جس پر نہانا فرض ہے اسے بغیر ضرورت مسجد میں جانے کیلئے تیمّم جائز نہیں۔ ہاں اگر مجبوری اور سخت ضرورت ہو مثلاً ڈول رسی وغیرہ اندر ہو اور کوئی آدمی نہ ہو جو یہ چیزیں لادے تو تیمّم کرکے جائے اور جلدی لیکر نکل آئے۔ مسجد میں سویا تھا نہانے کی ضرورت ہوگئی تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا فوراً تیمّم کرکے نکل آئے تاخیر حرام ہے۔ جس شخص کو گمان غالب ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائیگا اور پانی کی جگہ تک اس شخص سے ایک میل یا زیادہ فاصلہ ہو تو آخر وقت تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ رسی ڈول کے آخیر وقت تک ملنے کا اور جو شخص ریل وغیرہ پر سوار ہو اور گمان غالب ہو کہ آخیر وقت تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائیگی۔ جہاں پانی مل سکتا ہے۔ اس کا بھی یہی حکم ہے آخیر وقت سے بعض کے نزدیک مستحب وقت کا آخیر اور بعض کے نزدیک جواز کے آخیر کا وقت مراد ہے۔ اول الذکر صحیح ہے۔ اگر پانی ملنے کی اُمید نہ ہو تو تاخیر نہ کرے اور وقتِ مستحب میں تیمم کرکے نماز پڑھ لے۔ فاصلہ کی مقدار ٹھیک قول یہ ہے کہ میل فرسخ کی تہائی ہے اور وہ چار ہزار گز ہے۔ ہر گز چوبیس انگشت کا اور ہر انگشت کی چوڑائی چھ جو ہوتی ہے۔ ہمارے زمانہ کے انگریزی میل کے حساب سے ایک میل، دو فرلانگ یا ایک فرلانگ دس گز ہے۔ اور مسافرت کا اعتبار ہے۔ مزید تفصیل فتاویٰ رضویہ شریف میں دیکھئے۔

باب نمبر ۵

الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیه من الماء وقال الحسن یجزیه التیمم مالم یحدث وام ابن عباس وهو متیمم وقال یحیی بن سعید لاباس بالصلوٰة علی السبخة والتیمم بها

ترجمہ: پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے جو پانی نہ ہونے کی صورت میں کفایت کرتی ہے۔ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک وضو توڑنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے تیمّم اس کے لئے کافی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تیمّم کر کے امامت کی اور اس پر تیمّم کرنے میں کوئی حرج نہیں

عن عمران قال کنا فی سفر مع النبی ﷺ وانا اسرینا حتی کنا فی اخر اللیل وقعنا وقعة ولا وقعة احلی عند المسافر منها فما ایقضنا الا حر الشمس فکان اول من استیقظ فلان ثم فلان ثم فلان سمیتهم ابورجاء فنسی عوف ثم عمربن الخطاب الرابع و کان النبی ﷺ اذا نام لم نوفظه حتی یکون هو یستیقظ لانا لاندری مایحدث له فی نومه فلما استیقظ عمرورآی بااصاب الناس وکان رجلا جلیدا فکبر ورفع صوته بالتکبیر فماذال یکبر و یرفع صوته بالتکبیر حتی استیقظ لصوته النبی ﷺ فلمااستیقظ شکوا الیه الذی اصابهم فقال لاضیر اولا یضیر ارتحلوا فارتحل فسار غیر بعید ثم نزل فدعا بالوضوء فتوضاونودی بالصلوة فصلی بالناس فلما انفتل من صلوته اذا هو بر جل معتزل لم یصل مع القوم قال مامنعک یافلان ان تصلی مع القوم قال اصابتنی جنابة ولا ماء قال فعلیک بالصعید فانه یکفیک ثم سادالنبی ﷺ فاشتکی الیه الناس من العطش فلال فدعافلانا کان یسمیه ابورجاء نسیه عوف ودعاعلیا فقال اذهما فابتغیا الماء فانطلقافتلقیا امراة بین مزادتین اوسیطحتین من ماء علی بعیر لهافقالالها این الماء قالت عهدی بالماء امس هذه الساعة ونفرنا خلوفاقالا لها انطلقی اذاقالت الی این قال

الی رسول الله ﷺ قالت الذی یقال له الصابی قالا هو الذی تعنین فانطلقی فجاء ابها الی رسول الله ﷺ وحدثاه الحدیث قال فاستنزلوها عن بعیرها ودعا النبی ﷺ باناء ففرغ فیه من افواه المزادتین اوسطیحتین واوکاافواههما واطلق العزالی ونودی فی الناس اسقوا واستقوا فسقی من سقی واستقی من شاء وکان اخرذاک ان اعطی الذی اصابته الجنابة اناء من ماء قال اذهب فافرغه علیک وهی قائمة تنظر الی ما یفعل بماءها وایم الله لقد اقلع عنها وانه لیخیل الینا انها اشد ملاة منها حین ابتداء فیها فقال النبی ﷺ اجمعوا لها فجمعوا لها من بین عجوة ودقیقة وسویقة حتی جمعوا لها طعامافجعلوه فی ثوب وحملوها علی بعیرها ووضعوا الثوب بین یدیها فقال لها تعلمین مارزقنا من مائک شیا ولکن الله هو الذی اسقانا فاتت اهلها وقد احتبست عنهم قالوا ماحبسک یا فلانة قالت العجب لقینی رجلان فذهبا الی هذاالرجل الذی یقال له الصابی ء ففعل کذاوکذافوالله انه اسحرا لناس من بین هذه وهذه وقالت باصبعیها الوسطی والسبابة فرفعتهما الی السماء تعنی السماء والارض اوانه لرسول الله حقافکان المسلمون بعد یغیرون علی من حولها من المشرکین ولا یصیبون الصرم الذی هی منه فقالت یوما لقومها ماارى ان هوء لاء القوم قد یدعونکم عمدافهل لکم فی الاسلام فاطاعوها فدخلوا فی الاسلام .

قال ابو عبدالله صبا خرج من دین الی غیره وقال ابو العالیة الصابئین فرقة من اهل الکتاب یقرءون الزبور۔

ترجمہ: عمران نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم رات میں چلتے رہے جب رات کا آخری حصہ بھی آپہنچا تو ہم نے پڑاؤ ڈالا۔اور مسافر کے لئے اس وقت کے پڑاؤ سے زیادہ لذت دہ اور کوئی چیز نہیں ہوتی تو (ہم اس طرح غافل ہوکر سوئے) کہ ہمیں سورج کی گرمی کے سوا کوئی چیز بیدار نہ کرسکی۔سب سے پہلے بیدار ہونے والا شخص فلاں تھا، پھر فلاں بیدار ہوا، پھر فلاں،ابورجاء نے ان سب کے نام لئے لیکن عوف کو نام یاد نہیں رہے تھے پھر چوتھے نمبر پر جاگنے والے عمر بن الخطاب تھے اور جب نبی کریم ﷺ آرام فرماہوتے تو ہم آپ کو جگاتے نہیں تھے۔آپ خود بخود بیدار ہوتے تھے کیونکہ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ پر خواب میں کیا واردات پیش آتی ہے۔جب عمر رضی اللہ عنہ جاگ گئے اور حالت دیکھی۔عمر ایک دبنگ آدمی تھے، زور زور سے تکبیر کہنے لگے۔اسی طرح آواز بلند آپ اس وقت تک تکبیر کہتے رہے جب تک کہ نبی کریم ﷺ اُن کی آواز سے بیدار نہ ہوگئے۔جب آپ بیدار ہوگئے تو لوگوں نے پیش آمدہ صورت کے متعلق آپ ﷺ سے عرض کیا۔اس پر آپ ﷺ نے عرض کیا کوئی نقصان نہیں سفر شروع کرو۔پھر آپ ﷺ چلنے لگے اور تھوڑی دور چل کر آپ ٹھہر گئے پھر وضو کے لئے پانی طلب فرمایا اور وضو کیا، اور اذان کہی گئی۔پھر آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔جب آپ نماز ادا فرما چکے تو ایک شخص پر آپ کی نظر پڑی جو الگ کھڑا تھا اور اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہونے سے کونسی چیز مانع ہوئی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ

مجھے غسل کی ضرورت ہوگئی ہے اور پانی موجود نہیں۔ اُن سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ پاک مٹی سے کام نکالو۔ یہی کافی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے سفر شروع کیا تو لوگوں نے پیاس کی شکایت کی۔ آپ ﷺ پھر ٹھہر گئے اور فلاں کو بلایا۔ ابو رجاء نے ان کا نام لیا تھا لیکن عوف کو یاد نہیں رہا اور علی رضی اللہ عنہ کو بھی طلب فرمایا۔ ان دونوں صاحبان سے آپ نے فرمایا کہ جاؤ پانی کی تلاش کرو، یہ تلاش میں نکلے راستے میں ایک عورت ملی جو پانی کے دو مشکیزے اونٹ پر لٹکائے ہوئے سوار جا رہی تھی انہوں نے اس سے پوچھا کہ پانی کہاں ہے تو اس نے جواب دیا کہ کل اس وقت میں پانی پر موجود تھی اور ہمارے قبیلہ کے افراد پانی کی تلاش میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ انھوں نے اس سے کہا اچھا ہمارے ساتھ چلو اس نے پوچھا کہاں تک؟ انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں۔ اس نے کہا اچھا وہی جسے بے دین کہا جاتا ہے؟ انھوں نے کہا، یہ وہی ہیں جسے تم کہہ رہی ہو۔ اچھا اب چلو۔ یہ حضرات اس عورت کو آنحضور ﷺ کی خدمت مبارک میں لائے اور واقعہ بیان کیا، عمران نے بیان کیا کہ لوگوں نے اسے اونٹ سے اتارا، پھر نبی کریم ﷺ نے ایک برتن طلب فرمایا اور دونوں مشکیزوں کے منہ اس میں کھول دیئے پھر ان کے منہ کو بند کر دیا اس کے بعد نیچے کے حصے کے سوراخ کو کھول دیا اور تمام لشکریوں میں منادی کر دی گئی کہ خود بھی سیر ہو کر پانی پئیں اور جانوروں وغیرہ کو بھی پلائیں۔ پس جس نے چاہا سیر ہو کر پانی پیا اور پلایا۔

آخر میں اس شخص کو بھی ایک برتن میں پانی دیا گیا جسے غسل کی ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا، لے جاؤ اور غسل کر لو، وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی کا کیا حشر ہو رہا ہے، اور خدا کی قسم جب پانی کا لیا جانا ان سے بند ہوا تو ہم دیکھ رہے تھے کہ اب مشکیزوں میں پانی پہلے سے بھی زیادہ ہے پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کچھ اس کے لئے جمع کرو (کھانے کی چیز) لوگوں نے اس کے لئے عمدہ قسم کے کھجور (عجوہ) آٹا اور ستو اکٹھا کر دیئے جب خاصی مقدار میں یہ سب کچھ جمع ہو گیا تو اُسے لوگوں نے ایک کپڑے میں کر دیا۔ عورت کو اونٹ پر سوار کر کے اور اس کے سامنے وہ کپڑا رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تمھارے پانی میں کوئی کمی نہیں کی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیں سیراب کر دیا، پھر وہ اپنے گھر آئی، دیر کافی ہو چکی تھی اس لئے گھر والوں نے پوچھا کہ اے فلانی! اتنی دیر کیوں ہوئی؟ اس نے کہا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے ہاں لے گئے جسے صابی کہا جاتا ہے وہاں اس طرح کا واقعہ پیش آیا۔ خدا کی قسم وہ تو اس کے اور اس کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے اور اس نے بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ کیا۔ اس کی مراد آسمان اور زمین سے تھی، یا پھر وہ واقعی اللہ کا رسول ہے۔ اس کے بعد مسلمان اس قبیلہ کے قرب وجوار کے مشرکین پر حملہ آور ہوتے تھے اس گھرانے کو جس سے اس عورت کا تعلق تھا کوئی نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔

ایک دن اس نے اپنی قوم کے افراد سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تمہیں قصداً چھوڑ دیتے ہیں تو کیا اسلام کی طرف تمھارا کچھ میلان ہے؟ قوم نے عورت کی بات مان لی، اور اسلام لے آئی۔

ابو عبداللہ نے کہا کہ صبأ کے معنی ہیں اپنا دین چھوڑ کر دوسرے کا دین اختیار کر لینا اور ابو العالیہ نے کہا ہے کہ صابی اہلِ کتاب کا ایک فرقہ ہے یہ لوگ زبور پڑھتے ہیں۔

شرح:

اس بابِ تیمم میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد تیمم کے متعلق ائمہ کے اختلاف کو ظاہر کرنا ہے فقیر ترتیب وار عرض کرتا ہے۔

(۱) ایک تیمم سے ایک سے زائد فرض پڑھنا جائز ہے یا نہ (۲) وقت سے پہلے تیمم کر لیا تو نماز کا وقت ہونے کے بعد اس تیمم سے کوئی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ، احناف کے نزدیک چونکہ تیمم وضو کا خلیفہ ہے تو جو کام اصل سے ہو سکتا ہے خلیفہ سے بھی ہو سکتا ہے اسی لئے احناف کے نزدیک ایک تیمم سے فرائض و نوافل پھر اسی سے کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں مگر دوسرے نواقضِ وضو نہ ہوں۔ امام شافعی و دیگر آئمہ کے اختلاف کی تفصیل کتبِ فقہ میں ہے۔ ہم احناف اس مسئلے میں خوش ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی حنفی مذہب کی تائید میں ہیں جیسا کہ باب کا عنوان اس پر شاہد ہے اور اسکی تائید میں دوسرے ائمہ کو بھی ملا لیا مثلاً امام حسن بصری وغیرھم رضی اللہ عنہم۔

حنفیت کی مزید تائید:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ صرف منبت زمین یعنی کھیتی اگانے والی زمین کے قائل ہیں کھاری زمین سے تیمم جائز نہیں سمجھتے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کھاری زمین سے بھی تیمم جائز ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذہب حنفی کی تائید کرتے ہوئے اسے سعید انصاری رضی اللہ عنہ کے قول سے مؤید فرمایا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی فقاہت:

امام اہلسنت حضور اعلیحضرت شاہ احمد رضا قدس سرہ کی فقاہت کو ان کے مخالف بھی مانتے ہیں کوئی نہ مانے تو پھر بھی ان کی فقاہت میں کمی نہیں آئے گی اہلِ انصاف سے گذارش ہے کہ ان کی مندرجہ ذیل تحقیق کو سامنے رکھ کر اقرار یا انکار بدست مختار۔

فقہائے قدماء رحمھم اللہ نے تیمم صحیح ہونے کے لئے پانی نہ ملنے کی صرف دس صورتیں گنائیں پھر متاخرین فقہاء کی تحقیق نے صرف چالیس پچاس بتائیں، امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پانی سے عجز کی پونے دو سو صورتیں بتائیں۔ یونہی جنسِ زمین کی باری آئی جس پر تیمم کا دارومدار ہے، اعلیحضرت، عظیم البرکت امام اہلسنّت شاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے فقہ فہمی سے اسلاف کی شمار کو ملا کر ایک سو اکیاسی (۱۸۱) اشیاء کا نام لکھا جبکہ تمام اسلاف رحمھم اللہ کی گنتی صرف چوہتر (۷۴) تک تھی امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ایک سو سات (۱۰۷) از خود تحقیق کر کے کل ایک سو اکیاسی (۱۸۱) تک شمار فرمائی۔

تعصب اور حسد کو بالائے طاق رکھ کر صرف بحثِ تیمم کے لئے فتاویٰ رضویہ شریف کی جلد اول صفحہ ۵۰۶ سے صفحہ ۸۵۰ جہازی سائز کے دوسو چونسٹھ (۲۶۴) صفحات کا مطالعہ کیجئے۔

اس سے یقین ہوگا کہ علمائے عرب وعجم نے چودھویں صدی کے مجدد کا جو انتخاب کیا وہ حق تھا اور حق ہے۔

حل لغات:

اَ سْرَيْنَا ۔اسریٰ بعبدہ کے مطابق اس کا مادہ سَرٰی ہے بمعنی رات کو چلنا۔ خَلِیْد۔قوی آواز اور بلند آواز والا۔ مُزَا دَة۔ اس بڑے مشکیزے کو کہتے ہیں جسے دو کھالوں سے سی کر بنایا گیا ہو۔ سَطِیْحَة ۔بمعنی مشک صرف فرق اتنا ہے کہ اسے ایک کھال سے تیار کرتے ہیں سر کی طرف خالی رکھ کر دوسری طرف سے سی دیا جاتا ہے۔یہ راوی کا شک ہے مقصد ایک ہی ہے۔ خُلُوف۔خالف کی جمع ہے بمعنی مسافر۔ اوکاء۔بندھن سے مضبوط باندھا۔عزالی۔ عزلاء کی جمع ہے مشک وغیرہ کے دو منہ ہوتے ہیں اوپر سے بڑا جس میں پانی بھرتے ہیں ایک نیچے چھوٹا جس سے پانی لیتے ہیں۔عزلاء اس نیچے والے منہ کو کہتے ہیں۔عجوہ۔مدینہ پاک میں اعلیٰ قسم کی کھجور ہے اس کے بڑے فضائل ہیں۔تفصیل فقیر کی کتاب ''محبوب مدینہ'' میں ہے۔

سفر:

اس سفر سے کونسا سفر مراد ہے اس میں محدثین کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ یہ سفر غزوۂ تبوک کے بعد کا ہے۔

نماز قضاء:

نماز قضاء کا متعدد بار واقعہ ہوا ایک بار لیلۃ التعریس جس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بیدار کرنا ذمہ لگایا گیا اس پر اعتراضات کے جوابات فقیر نے ''مراۃ الجمال فی حیاۃ البلال'' میں عرض کئے ہیں۔

یہاں مختصراً جواب یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کو امت کی آسانی اور سہولت کا ہر وقت خیال رہتا تھا نماز قضاء کرنے کا مسئلہ بھی اسی میں سے ہے تاکہ امت کے لئے نماز قضاء کرنے کا گناہ ان کے سروں پر نہ رہے آپ ﷺ نے خود قضاء کر کے دکھلائی تاکہ قیامت میں قضاء کرنے والوں کی نماز اُن کو آپ ﷺ کی قضاء کردہ نماز کی پناہ ملے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کی نماز قبول فرمائے گا تو ان کے طفیل امت کی قضاء کردہ نمازیں بھی قبول ہو جائیں ورنہ سب کو معلوم ہے کہ عمداً نماز قضاء کرنے کا گناہ کتنا ہے اور انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے لئے عمداً کا تصور کیسے نہ ہو خود فرماتے ہیں ''عینای تناما ن ولکن لاینام قلبی'' ''میری دو آنکھیں سوتی ہیں لیکن قلب بیدار ہوتا ہے جس کا قلب بیدار ہو اس کا نماز قضا کرنا کیسا؟

مجھے دیوبندیوں وہابیوں پر تعجب ہے کہ وہ اس موقعہ پر حضور علیہ السلام کو مجبور ثابت کرتے ہیں چنانچہ تفہیم البخاری دیکھئے وہ اس حدیث کے تحت لکھتا ہے۔نقصان اس حدیث سے تو کوئی نہیں ہوا کہ آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نیت نماز چھوڑ نے کی نہیں تھی لیکن اگر اس حدیث سے دیکھا جائے کہ نماز قضا ہو گئی اور اپنے اصل وقت میں ادا نہ ہو سکی یہ آخر نقصان تو بہرحال ہوا لیکن حدیث میں نفی اس نقصان کی کی گئی ہے جو نیت کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔اس آخری نقصان کی نفی نہیں کی گئی ہے کیونکہ یہاں نیت کے فساد کا تو

کوئی سرے سے سوال ہی نہیں تھا۔ آں حضور ﷺ اپنے تمام صحابہ کے ساتھ اس سفر میں اس بے خبری کی نیند سوئے تھے کہ سورج نکل آیا اور کسی کی آنکھ نہیں کھلی۔ یہ بھی خدا کی عظمت و کبریائی اور اس کی شانِ بے نیازی کا ایک ثبوت ہے کہ نبوت کے تمام امتیازات کے باوجود نبی کو بھی وہ ایسے حالات میں مبتلا کر دیتا جہاں وہ بھی محض مجبور اور ایک عام انسان کے قالب میں دکھائی دے۔ اس کے علاوہ خداوند تعالیٰ نے آں حضور ﷺ کو معلم بنا کر بھیجا تھا اور جن باتوں میں ضروری سمجھا گیا آں حضور ﷺ کے عمل کے ذریعہ بھی امت کو تعلیم دی گئی یہ بھی امت کو تعلیم دی گئی یہ بھی ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آپ پر اس غفلت کی نیند اسی مقصد کے پیشِ نظر طاری کر دی ہو حالانکہ صحیح حدیث میں ہے کہ نیند میں بھی آپ ﷺ کا قلب مبارک بیدار رہتا تھا اور اس پر کسی قسم کی غفلت طاری نہیں ہوتی تھی جہاں آپ ﷺ نے رات گذاری تھی نماز وہاں سے کچھ دور جا کر اس لئے ادا فرمائی کہ ابھی سورج طلوع ہو رہا تھا اور اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ بھی وجہ ہو سکتی تھی کہ ایک ایسی جگہ جہاں ایک فریضہ کی ادائیگی میں نادانستہ کوتاہی ہوئی آپ ﷺ نے وہاں نماز پڑھنا مناسب نہیں سمجھا چنانچہ حکم ہے کہ اگر جمعہ کے خطبہ کے وقت کسی کو اونگھ آ جائے تو پھر وہاں سے ہٹ کر بیٹھنا چاہئیے۔

(تفہیم البخاری از ظہور الباری فاضل دیوبند، مطبوعہ کراچی)

فائدہ:

اس حدیث میں حضور ﷺ کے اختیار کا ثبوت ملا جسے وہابی دیوبندی معجزہ کی حد تک مانتے ہیں چنانچہ اسی تفہیم البخاری میں اسی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ ''اس حدیث کی بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے برتن میں پانی لے کر کلّی کی اور اپنے منہ کا پانی مشکیزوں میں ڈال دیا اس روایت سے اس بات کی مصلحت بھی سمجھ آتی ہے کہ آپ نے مشکیزوں کا منہ کھولنے کے بعد پھر اسے بند کیا تھا اسی طرح یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ پانی مین برکت پانی کے ساتھ آپ کے تھوک مبارک کے مل جانے سے پیدا ہوئی یہ آپ کا ایک معجزہ ہے۔

ردِ عیسائیت:

اس خاتون کے واقعہ سے عیسائیوں کے اس مردود قول کی تردید ہوئی جو کہا کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہم کہتے ہیں کہ اسلام رسول اللہ ﷺ کے پیارے کردار سے پھیلا ہے۔ منجملہ ان دلائل کے ایک دلیل خاتون کا یہی واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حسن اخلاق کے پیش نظر خاتون کی تمام برادری مسلمان ہوگئی وہ برادری سینکڑوں کی تعداد میں تھی اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی تصنیف ''اسلام تلوار کے زور سے نہیں نیک کردار کے زور سے پھیلا''۔

باب نمبر ٦

اذا خاف الجنب علی نفسه المرض او الموت او خاف العطش تیمم

ویذکر ان عمر و ابن العاص اجنب فی لیلة باردة فتیمم وتلا ولا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما، فذکر ذلک للنبی ﷺ فلم یعنف

ترجمہ: جب جنبی کو (غسل کی وجہ سے) مرض کا یا جان کا خوف ہو یا پیاس کا اندیشہ ہو پانی کے کم ہونے کی وجہ سے تو تیمّم کرلے۔ کہا جاتا ہے کہ عمرو بن العاص کو ایک سرد رات میں غسل کی ضرورت ہوئی تو آپ نے تیمّم کیا اور یہ آیت تلاوت کی ''اپنی جانوں کو ضائع نہ کرو بلا شبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑا مہربان ہے'' پھر اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہوا تو آپ ﷺ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی

قال ابو موسٰی لعبدالله بن مسعود اذا لم یجد الماء لا یصلی قال عبدالله نعم ان لم اجد الماء شهرا لم اصل لو رخصت لهم فی هذا کان اذا وجد احدهم البرد قال هکذا یعنی تیمم و صلی قال قلت فاین قول عمار لعمر قال انی لم ار عمر قنع بقول عمار۔

ترجمہ: ابو موسیٰ نے عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ اگر (غسل کی ضرورت ہو) اور پانی نہ ملے تو کیا نماز نہ پڑھی جائے۔ عبداللہ نے فرمایا ہاں اگر مجھے ایک مہینہ تک پانی نہ ملے تو میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ اگر اس میں بھی لوگوں کو اجازت دی جائے تو سردی محسوس کر کے بھی لوگ تیمم کر لیا کریں گے اور نماز پڑھ لیں گے۔ ابو موسیٰ نے فرمایا ''میں نے کہا کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عمار کے قول کا کیا جواب ہوگا۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ عمار کے قول سے مطمئن ہو گئے تھے۔

عمر بن حفص قال ثنا ابی قال ثنا الاعمش قال سمعت شقیق بن سلمة قال کنت عند عبدالله و ابی موسٰی فقال له ابو موسٰی ارایت یا ابا عبدالرحمن اذا اجنب فلم یجد ماء کیف یصنع فقال عبدالله لا یصلی حتی یجد الماء فقال ابو موسٰی فکیف تصنع بقول عمار حین قال له النبی ﷺ کان یکفیک قال الم تر عمر لم یقنع بذلک

منہ فقال ابو موسی فدعنامن قول عمار کیف تصنع بھذہ الا یۃ فما دری عبداللہ مایقول فقال انا لورخصنا لھم فی ھذا لاوشک اذا برد علی احدھم الماء ان یدعۃ وتیمم فقلت لشقیق فانما کرہ عبداللہ لھذا فقال نعم ۔

ترجمہ: شقیق بن سلمہ نے کہا کہ میں عبداللہ (بن مسعود) اور ابو موسیٰ اشعری کی خدمت میں حاضر تھا ابو موسیٰ نے پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کسی کو غسل کی ضرورت ہو اور پانی نہ ملے تو اسے کیا کرنا چاہیئے، عبداللہ نے فرمایا کہ اسے نماز نہ پڑھنی چاہیئے تا آنکہ اسے پانی مل جائے۔ اس پر ابو موسیٰ نے کہا کہ پھر عمار کی اس روایت کا کیا ہوگا جب کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا تھا کہ تمہیں صرف (ہاتھ اور منہ کا تیمم) کافی تھا۔ ابن مسعود نے فرمایا کہ تم عمر کو نہیں دیکھتے کہ وہ عمار کی اس بات پر مطمئن نہیں تھے۔ پھر ابو موسیٰ نے فرمایا کہ اچھا عمار کی بات کو چھوڑو۔ لیکن اس آیت کا کیا جواب دو گے (جس میں جنابت میں تیمم کرنے کی طرف واضح اشارہ موجود ہے) عبداللہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ انھوں نے کہا کہ اگر ہم اس کی لوگوں کو اجازت دے دیں تو لوگوں کا حال یہ ہو جائے گا کہ اگر کسی کو پانی ٹھنڈا محسوس ہو اتو وہ اسے چھوڑ دیا کرے گا اور تیمم کرے گا (اعمش کہتے ہیں کہ) میں نے شقیق سے کہا کہ گویا عبداللہ نے اس وجہ سے یہ صورت ناپسند کی تھی تو انھوں نے جواب دیا ہاں۔

شرح:

اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر جنبی کو صحیح خوف لاحق ہو کہ اگر غسل کیا تو بیمار ہو جاؤں گا بیماری میں اضافہ ہو جائے گا یا لقمۂ اجل بن جاؤں گا یا کوئی عضو ضائع ہو جائے گا تو پھر تیمم کرنا جائز ہے یہ صورت سفر میں ہو یا حضر میں ہو۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے۔

استدلال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

مذکورہ بالا عنوان امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر قائم فرمایا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ ذات السلاسل میں جنبی ہو گیا مجھے خطرہ ہوا کہ اگر اس سردی میں غسل کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے تیمم کر کے نماز فجر پڑھائی۔ صحابہ نے واپس آ کر بحضور نبوی ﷺ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم نے ایسا کیا۔ میں نے غسل نہ کرنے کی وجہ بیان کی اور اپنے اس فعل کی دلیل میں سورۂ نساء (پ۵) کی آیت **لاتقتلوا انفسکم الایۃ** پیش کی۔ حضور ﷺ یہ سنکر مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔ حضور سید عالم ﷺ کا ان کے اس عمل پر خاموش ہو جانا سنت تقریری ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور سرور عالم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں اجتہاد کرتے تھے اگر وہ اجتہاد مبنی بر صواب ہوتا تو آپ اس کی تصویب فرماتے جیسے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی تصویب فرمائی۔

تعارف حضرت عمرو بن عاص قریشی رضی اللہ عنہ:

بڑے عابد زاہد صحابی تھے۔ ماہ صفر ۸ھ ہجری میں مسلمان ہوئے۔ غایت ادب وحیا کی وجہ سے حضور ﷺ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے مجلسِ نبوی میں ہمیشہ نیچی نگاہ رکھتے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں عمان کا والی اور قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ آپ سے کل ۳۷ حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے تین بخاری میں ہیں۔

اس حدیث شریف میں دو صحابیوں کے مناظرے کا بیان ہے۔

مناظرہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مؤقف تھا کہ جنبی کو تیمم کرنا جائز نہیں جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم جواز کے قائل تھے جمہور کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی فقیر مناظرانہ طریق سے عرض کرتا ہے۔

حضرت اشعری رضی اللہ عنہ:

اگر آپ کے نزدیک جنبی کو تیمّم کا حکم دیا اس کا آپ کے پاس کوئی جواب ہے تو بتایئے؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایتِ عمار رضی اللہ عنہ پر قناعت نہیں کی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ دراصل اس سفر میں خود موجود تھے مگر آپ کو یہ واقعہ یاد نہ رہا اسی وجہ سے انہوں نے روایت عمار پر قناعت نہ کی)۔

حضرت اشعری رضی اللہ عنہ:

اچھا تو آپ کے پاس آیت کا کیا جواب ہے جس میں مطلقاً تیمّم کا حکم ہے یعنی جنبیؔ اور بے وضوء دونوں کے لئے پانی نہ ملنے پر تیمّم کا حکم ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

آپ اس سوال کا جواب نہ دے سکے لیکن اس کے بعد رجوع فرمالیا۔

فائدہ:

دراصل حضرت عمر وابن مسعود رضی اللہ عنہم دونوں سے اس مسئلہ میں خطاء اجتہادی واقع ہوئی اور جب مسئلہ کی اصل حقیقت ان پہ واضح ہوگئی تو پھر ان دونوں بزرگوں نے اپنے قول سے رجوع فرمالیا جیسے نووی اور ابن شیبہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

فوائد:

(۱) اختلافی مسائل میں حق اسی میں ہے جو جمہور کا مذہب ہو ان کے بالمقابل اگر چہ کتنا ہی بڑا مجتہد کیوں نہ ہو۔ عمل جمہور کے مذہب پر ہوگا۔ ایسے مواقع تاڑ کرٹیڈی مجتہدین دھوکہ دے جاتے ہیں ان سے ہوشیار رہیں۔ (۲) حق کی وضاحت کے لئے مناظرہ جائز ہے (۳) مناظرہ کے وقت ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل سے حجت پکڑنا جائز ہے۔ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

سوال:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب مناظرہ سے ہار گئے تو پھر حق قبول کرنے میں تامل کیوں کیا؟

جواب:

آیۂ تیمم میں ''لمستم النساء'' کا لفظ بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عمر کی رائے میں لَمَسْتُم سے مراد جماع نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک لمس بشرتین ناقض وضو ہے۔ اس لئے ان کی رائے یہ ہوئی کہ جنبی کو تیمم جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کنتم جنباً فاطھروا۔ لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے آیت کی بھی پرواہ نہ کی۔ ہاں حضرت ابوموسیٰ نے جب آیت پیش کی تھی تو ان کے ذہن میں لمس بمعنی جماع ہی تھا۔ اگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے میں بھی لمس بمعنی جماع ہوتا تو وہ اسی وقت رجوع فرمالیتے۔

سوال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث رد کردی اور اپنی رائے پر قائم رہے، حضرت عمر نے نہ تو حدیث کو رد کیا اور نہ حضرت عمار کو جھوٹا قرار دیا۔ ہوا یہ کہ حضرت عمر خود اس سفر میں موجود تھے۔ جس کے متعلق حضرت عمار کا بیان تھا کہ حضور ﷺ نے مجھے بحالتِ جنابت تیمم کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ حضرت عمار نے جب یہ واقعہ بیان کیا تو حضرت عمر نے فرمایا۔

عمار! خدا سے ڈرو۔ حضرت عمار نے عرض کی اگر آپ کہیں تو میں یہ حدیث بیان نہ کروں (کیونکہ حدیث بیان کرنے کا جو فرض

مجھ پر عائد ہوتا تھا وہ میں پورا کر چکا ہوں) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تیرا کام تجھ پر ڈالتا ہوں (مسلم شریف)

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حدیث کو رد نہیں کیا۔ بلکہ انہیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے عمار سے بھول ہوگئی ہو اور یہ خیال انہیں اس لئے پیدا ہوا کہ وہ خود اس سفر میں موجود تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمار نے یہ کہا کہ "آپ کہیں تو میں یہ حدیث بیان کرنا چھوڑ دوں؟" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حدیث کے بیان کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ "میں تیرا کام تجھ ہی پر ڈالتا ہوں" جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر متردد تھے اور تردد کی وجہ یہ تھی کہ وہ خود اس سفر میں موجود تھے۔ اور انہیں یاد نہ آتا تھا کہ حضور ﷺ نے حضرت عمار کو بحالت جنابت تیمّم کا حکم دیا تھا۔ لیکن اس شک وتردد کے باوجود وہ حضرت عمار کو جھوٹا نہیں قرار دیتے تھے چہ جائیکہ کہ حدیث کو رد کریں۔

چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ یقین ہوگیا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا بیان صحیح ہے تو انہوں نے اپنی رائے سے رجوع فرمالیا۔ حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی رجوع کرلیا۔

باب نمبر ۷

التیمم ضربة

ترجمہ: تیمّم میں ایک دفعہ مٹی پر ہاتھ مارا جائے

عن شقیق قال کنت جالسا مع عبداللہ و ابی موسٰی الاشعری فقال له ابو موسٰی لو ان رجلا اجنب فلم یجد الماء شهرا اما کان یتیمم ویصلی قال فقال عبداللہ لایتیمم وان کان لم یجد شهرا فقال له ابو موسٰی فکیف تصنعون بهذه الایة فی سورة المائدة فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فقال عبداللہ لو ارخص فی هذا لهم لاوشکو اذابرد علیهم الماء ان یتیمموا الصعید قلت وانما کرهتم هذا لذا قال نعم فقال ابو موسٰی الم تسمع قول عمار لعمر بن الخطاب بعثنی رسول اللہ ﷺ فی حاجة فاجنبت فلم اجد الماء فتمرغت فی الصعید کما تمرغ الدابة فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال انما کان یکفیک ان تصنع هکذا و ضرب بکفه ضربة علی الارض ثم نفضها ثم مسح بها ظهر کفه بشماله او ظهر شماله بکفه مسح بهما وجهه فقال عبداللہ الم تر عمر لم یقنع بقول عمار وزاد یعلٰی عن الاعمش عن شقیق قال کنت مع عبد اللہ وابی موسٰی فقال ابو موسٰی الم تسمع قول عمار نعمر ان رسول اللہ ﷺ ؟...انا وانت فاجنبت ....باالصعید فاتینا رسول اللہ ﷺ فاخبرناه فقال انما کان یکفیک هکذا ومسح وجهه وکفیه واحدة۔

ترجمہ: شقیق نے کہا کہ حضرت عبداللہ اور ابوموسیٰ اشعری کی خدمت میں حاضر تھا ابوموسیٰ نے عبداللہ کو کہا کہ اگر ایک شخص کو غسل کی ضرورت ہو اور وہ مہینہ بھر پانی نہ پائے تو کیا وہی تیمّم کر کے نماز نہیں پڑھے گا۔ شقیق کہتے ہیں کہ عبداللہ نے جواباً فرمایا کہ وہ تیمّم نہ کرے اگر چہ اسے ایک ماہ تک پانی میسر ہی نہ آئے۔ اس پہ ابوموسیٰ نے کہا پھر سورۃ مائدہ کی اس آیت کا کیا کریں "پس اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو" حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ اگر لوگوں کو اسکی اجازت دی جائے تو جلد ہی یہ حال ہو جائے گا کہ اگر پانی ٹھنڈا محسوس ہوا تو مٹی سے تیمّم کر لیں گے۔ میں نے کہا گویا آپ لوگوں نے یہ صورت اس وجہ سے پسند نہیں کی انہوں نے جواب دیا ہاں۔ ابوموسیٰ نے فرمایا کیا آپ کو عمار کا عمر بن خطاب کے سامنے یہ قول نہیں معلوم ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیجا تھا دوران سفر مجھے غسل کی ضرورت پیش آ گئی لیکن پانی پھر بھی نہ ملا لوٹ پوٹ لیا پھر میں نے اس واقعہ کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا تھا کہ تمہارے لیے صرف اس طرح کرنا کافی تھا اور آپ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر ایک بار مارا پھر انہیں جھاڑ کر بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کی پشت کا مسح کیا یا بائیں ہاتھ کا دائیں ہاتھ سے مسح کیا پھر دونوں ہاتھوں سے چہرے کا مسح کیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یوں دیا کہ آپ عمر (رضی

اللہ عنہ) کو نہیں دیکھتے کہ وہ عمار کی بات سے مطمئن نہیں ہوئے تھے اور یعلیٰ نے اعمش کے واسطہ سے شقیق سے روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں عبداللہ اور ابوموسیٰ کی خدمت میں تھا اور ابوموسیٰ نے فرمایا تھا کہ آپ نے عمر سے عمار کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور آپ کو بھیجا پھر مجھے غسل کی ضرورت ہوگئی اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ لیا۔ اور پھر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے صورت حال کے متعلق کہا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں صرف اتنا کافی تھا اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا ایک مرتبہ مسح کیا۔

شرح:

اس عنوان کے تحت جو روایت ذکر کی گئی ہے اس میں موجود ہے کہ آں حضور ﷺ نے صرف ایک مرتبہ مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا لیکن بعض دوسری روایتیں جن میں طریقہ مسح کا ذکر تفصیلاً ہے ان میں یہ بات صراحت کے ساتھ ہے کہ آپ دومرتبہ مٹی پر ہاتھ مارتے تھے اس لئے اس روایت میں جب کہ طریقہ مسح کے ذکر کا خاص اہتمام نہیں کیا گیا اس پر دوسری روایات کو ترجیح دی جائے۔

منکرین حدیث:

چونکہ منکرین حدیث کا کام صرف اور صرف اتنا ہے کہ عوام کو احادیث مبارکہ سے بدظن کیا جائے انہیں دلائل سے کوئی غرض نہیں اور نہ ہی وہ اصول حدیث سے آگاہی چاہتے ہیں ورنہ اس طریقہ تیمّم سے قاعدہ حدیث سمجھ لیں تو اکثر اصول وضوابط کا یہی حال سمجھ آجائیگا جب ضوابط سمجھ آجائیں گے تو پھر انکارِ حدیث کے مرض سے نجات مل جائے گی مثلاً اس روایت میں تیمّم کے لئے ایک ضرب کا بیان ہے حالانکہ اہلِ اسلام میں تیمّم کی دو ضربیں مروج ہیں تو اصول حدیث پر ہم نے دوسری روایات کی طرف سے رجوع کیا تو ثابت ہوا کہ اس حدیث میں اجمال ہے اصل مسئلہ حدیث تفصیلی سے ہے یہی قاعدہ غیر مقلدین کو پیش کیا جاتا ہے مثلاً اقامت میں اجمالی روایت میں کلمات کا ایک ایک بار ذکر ہے حالانکہ تفصیلی روایت میں دو، دوبار تو عمل حدیث تفصیلی پر ہوگا۔

مناظرہ عبداللہ بن مسعود وعمر بن العاص رضی اللہ عنہما:

اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا مکالمہ مذکور ہے جسے فقیر نے مناظرہ سے تعبیر کیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ حقیقی مناظرے یونہی ہوتے ہیں دور حاضرہ میں مناظرے نہیں مجادلے ہیں واقعہ یوں ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سخت سردی کی بنا پر تیمّم کرلیا یہ ان کا اجتہاد تھا کہ سردی سے اگر بیماری کا خطرہ ہو تو تیمّم جائز ہے اور اس اجتہاد کی تصدیق حضور ﷺ سے بھی کرالی اس معنیٰ پر یہ حدیث تقریری بھی ہوئی اور اجتہاد صحابہ کی تصویب وتصدیق بھی، یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اس مناظرہ کی تقریر تو حدیث میں ہے جس سے ثابت ہوا کہ اس مناظرہ میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دلائل قوی تھے اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے۔

واقعہ عمار و عمر رضی اللہ عنہما:

اس واقعہ سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا اس واقعہ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

حضرت عمر اور عمار بن یاسر یہ دونوں بزرگ ایک سفر میں تھے انہیں غسل کی حاجت ہوئی نہانے کے لئے پانی نہیں تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے تو زمین پہ لوٹ پوٹ ہو کر نماز ادا کر لی حالانکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو تیمم کرنا چاہیئے تھا مگر آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ جنبی تیمم کس طرح کرے۔ انہوں نے سمجھا کہ چونکہ جنبی پہ غسل واجب ہوتا ہے اور غسل کرنے کے لئے پانی سارے بدن پر بہایا جاتا ہے چونکہ یہ تیمّم غسل کے عوض ہے لہٰذا جنبی کا غسل اسی طرح ہوگا کہ وہ سارے بدن پہ مٹی ملے اس لئے آپ نے زمین پہ لوٹ لگائی اور پھر نماز ادا کر لی۔ پھر جب اس بات کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا صرف تیمم کر لینا کافی تھا۔ یعنی دونوں ہاتھ زمین پہ مار کر سارے منہ اور دونوں ہاتھوں پہ پھیر لینا چاہیئے تھا یعنی مطلب یہ ہے کہ جنبی کے لئے بھی تیمّم کا وہی طریقہ ہے جو کہ بے وضوء کے لئے ہے۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ جسے غسل کی حاجت ہو اور پانی پہ قدرت نہ ہو تو وہ تیمم کر کے نماز ادا کر لے جبکہ بے وضوء اور جنبی دونوں کے لئے تیمّم کا طریقہ اور کیفیت ایک ہی ہے۔

فائدہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تیمّم نہیں کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یہ امید تھی کہ ابھی نماز کا وقت ہے اور وقت کے اندر اندر پانی مل جائے گا یا یہ کہ آپ کا اجتہاد یہ تھا کہ جنبی کو تیمّم جائز نہیں۔

مسئلہ:

حضور ﷺ نے مٹی پر ہاتھ مار کر پھونکا اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ مٹی کے ساتھ کوئی اور چیز آپ کے ہاتھوں کو لگ گئی تھی اس لئے آپ نے پھونک کر اس کو جھاڑ دیا۔

تائیدِ حنفیت:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے پھونک مارنے سے دو باتوں کا استدلال کیا ہے۔ یہ کہ جب مٹی پر تیمم کے لئے ہاتھ مارا جائے، تو مٹی کا ہاتھوں کو لگ جانا شرط تیمّم نہیں ہے، یہ کہ ایسا پتھر جس پر غبار نہ ہو اس سے بھی تیمّم جائز ہے۔ کیونکہ اگر غبار کا ہونا شرطِ تیمّم ہوتا تو حضور ﷺ پھونک نہ مارتے۔

باب نمبر ۸

عمر ان بن حصین الخزاعی ان رسول الله ﷺ وای رجلامترالا لم یصلی فی القوم فقال یا فلان مامنعک ان تصلی في القوم فقال یا رسول الله اما بتنی جنا بة و لاما ء قال علیک بالصعید فانه یکفیک

ترجمہ: عمران بن حصین خزاعی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ الگ کھڑا ہے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اے فلاں تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا ہے انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے غسل کی حاجت ہوگئی اور پانی میسر نہیں ہے آپ نے فرمایا پھر پاک مٹی سے تیمّم ضروری تھا تمہارے لیے یہی کافی ہے

شرح:

یہ باب بلا ترجمہ ہے اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حسبِ دستور پچھلے باب کا تتمہ بیان کرتے ہیں یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بتایا ہے کہ پانی نہ ہوتو مٹی انسان کی تمام ضروریات وضوء وغسل پورا کرتی ہے خواہ اس پر کئی سال گذر جائیں کیونکہ یہ پانی کی نائب ہے اور نائب اصل کی عدم موجودگی میں اصل کا کام دیتا ہے۔

کتاب الصلوٰۃ۔نماز کی کتاب

شرح:

ایمان کے بعد نماز اسلام کا پہلا اور اہم رکن ہے اور اعظم رکن ہے بلکہ حضور ﷺ نے اسے معراج المؤمنین کا لقب عطا فرمایا ہے اور قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اسکی بہت بڑی تاکید وارد ہے اللہ تعالیٰ عزوجل دین کے احکام اپنے محبوب ﷺ کو زمین پر بھیجے جب نماز فرض کرنی مطلوب ہوئی تو اپنے پیارے محبوب ﷺ کو اپنے پاس عرش عظیم پر بلا کر اسے فرض اور شب معراج میں اپنے محبوب ﷺ کو تحفہ دیا تو یہی نماز قطع نظر اسکے دیگر فضائل اور فوائد کے اس سے بڑا اور بہترین یہ فائدہ مرتب ہوتا ہے کہ اس میں انسان کو زندگی بسر کرنے کا نظم و نسق کا طریقہ وسلیقہ آ جاتا ہے مثلاً جب بندے کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے بے شمار نعمتیں نصیب ہوئیں تو اسپر فرض عائد ہوا کہ وہ اپنے مالک کا شکریہ ادا کرے جیسا کہ دستور ہے کہ جب کوئی کسی پر احسان کرتا ہے تو وہ اپنے محسن کے ہاں جا کر نہایت ادب سے شکریہ ادا کرتا ہے اور پھر اسکی احسان مندی کا ہمیشہ کیلئے نیاز مند رہتا ہے ایسے ہی بندے کو اپنے مالک کے احسانات کے شکر کی ادائیگی کو نماز کی صورت دی گئی تا کہ انسان اپنے آقا اور مالک کے احسانات وانعامات کو نہ بھولے جب بندہ اپنے آقا کے در پر حاضر ہوا تو اور نیاز مندی سے سربسجود ہوا تو خوش ہو کر اسے کرم بالائے کرم سے نوازا چنانچہ حاکم نے اپنی تاریخ میں ام المؤمنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اگر بندہ وقت مقررہ پر نماز پڑھے تو اس کا میرے ذمہ عہد ہے کہ اسے عذاب نہ دوں اور اسے بے حساب بہشت میں داخل کروں چونکہ نماز میں بندے کو بارگاہ حق میں خصوصی حاضری نصیب ہوتی ہے اسی لئے اسے حاضری کے آداب کو خصوصیت سے خیال رکھنا ہوگا یہاں تک کہ جب قیام میں تو سر جھکائے دائیں بائیں دیکھنا درکنار دل پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا تصور بھی نہ لائے بخاری شریف میں ہے آقائے کونین ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایسا تصور کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا خیال ہو کہ وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے۔

''لاصلوٰۃ الالحضور القلب''

''نماز حضور قلب کے بغیر نامکمل ہے''

ایسی نماز کی ادائیگی سے بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان حجاب ہٹ جاتے ہیں ایسے ہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث شریف میں ہے کہ حجاب اٹھتے ہی بندے کو اپنے آقا کے ساتھ گفتگو کا موقع میسر ہوا چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے نماز کو اپنے بندے کے درمیان نصف ونصف بانٹ دیا جب بندہ کہتا ہے (الحمد لله رب العالمين) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندے نے میری تعریف کی بندہ پھر کہتا ہے (الرحمن الرحيم) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء کی

پھر بندہ کہتا ہے(مالک یوم الدین)تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری شان بیان کی پھر بندہ کہتا ہے(ایاک نعبدو ایاک نستعین)تو اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان نصف ونصف ہے اسے وہی ملے گا جو اس نے مانگا پھر جب کہتا ہے(اهدنا الصرط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ صرف میرے بندے کا حصہ ہے اور اسے عطا ہوگا جو اس نے مانگا۔

اس سے انسان کو اور کیا چاہیئے کہ اسے نماز کی ادائیگی کے وقت اپنے مالکِ حقیقی کا قرب اور اس سے گفتگو کرنے کی دولت نصیب ہو اسی لئے تو نمازی کو حکم ہے کہ نماز میں سوائے نماز کے دنیا و دین کا کوئی کام نہ کرے بلکہ اگر بھولے سے کرے گا تو نماز فاسد ہوگی بخلاف دوسری عبادات کے کہ ان میں انکی ادائیگی میں ایسی پابندیاں نہیں جو نماز میں ہیں اسکی اصل وجہ وہی ہے کہ جب تکبیر تحریمہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچ جاتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہوتا کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کا کتنا جرم ہے تو وہ چالیس سال تک نمازی کی فراغت کا انتظار کرتا، بہر حال نماز میں ایسا نظم وضبط قائم کرے کہ اسے ماسوئ اللہ کی خبر تک نہ ہو جیسا کہ ہمارے اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کر دکھلایا۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ (تحفۃ الاحرار) میں لکھتے ہیں کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز کی نیت باندھی تو خارجیوں نے تیر مار نے شروع کردیئے آپ نے نماز سے فراغت کے بعد مُصلّی شریف پر خون کے چھینٹے دیکھے تو فرمایا یہ کیا ماجرا ہے؟ عرض کی گئی دشمن تیر برساتے رہے آپ کو خبر نہ ہوئی آپ نے فرمایا مالک کے ساتھ مناجات سے وہ ذوق نصیب ہوا کہ اس کے سوا کا کوئی پتہ ہی نہیں چلا، حضور محبوب سبحانی قطب ربانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو خلیفہ وقت نے کہا کہ میری سلطنت آپ سنبھال لیں آپ نے فرمایا تیری سلطنت کو اسی دوگانہ نفل پر قربان کردوں جو میں رات کو اُٹھ کر اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہو کر ادا کرتا ہوں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں نماز کو صحیح طریقہ سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(نوٹ) یہ فقیر کی بہاولپور ریڈیو میں پڑھی ہوئی تقریر ہے جو نماز کی مناسبت سے اسے یہاں لکھ دیا گیا۔

صلوٰۃ کے معنیٰ:

لغت میں صلوٰۃ کے معنیٰ دعا کے ہیں۔ قرآن پاک میں فرمایا وصل علیهم اور حدیث میں ہے وان کان صائماً فلیصل ۔ اس آیت اور حدیث میں صلوٰۃ بمعنے دعا ہے، امام نووی نے فرمایا۔ صلوٰۃ کا اشتقاق صلوین سے ہے۔ اور صلوین سرین کی دو ہڈیوں کو کہتے ہیں ۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا۔ صلوٰۃ ''صلیٰ'' سے مشتق ہے جس کے معنی بانس کو انگاروں پر رکھ کر سیدھا کرنے کے ہیں بعض نے کہا ۔ صلوٰۃ کے اصل معنیٰ رحمت کے ہیں۔ لہٰذا صلوٰۃ کو صلوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ رحمت ہے یا اس لئے کہ اس میں نمازی رکوع وسجود میں اپنے سرین ہلاتا ہے، یا اس لئے کہ صلوٰۃ سے آدمی راہِ راست پر آجاتا ہے۔ تو جس کی کبھی نماز جاتی رہے قیامت کے دن اسے آگ سے

سیدھا کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ (ان شاء اللہ العزیز)

اس کے علاوہ ہر دو عبادت جو تعظیم وخشیت خالق کے لئے ہو اس کو صلوٰۃ کہہ سکتے ہیں۔ اور اس معنے میں صلوٰۃ افراد انسانی کے ساتھ خاص نہیں رہتی۔ بلکہ تمام مخلوقات کے لئے مشترک ہو جاتی ہے۔ تو ہر چیز کی صلوٰۃ اس کے مناسب حال ہوئی۔ اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا۔ **کل قد علم صلاته و تسبیحه** ۔اس آیت میں اشارہ ہے کہ تمام مخلوقات وظیفہ صلوٰۃ میں مشترک ہیں۔ البتہ اس کی نوعیت وصلوٰۃ میں فرق ضرور ہے۔ جیسے سجدہ ہی کو لے لیجئے۔ تمام مخلوقات اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہے'' **وللہ یسجد من فی السموت والارض** '' لیکن سجدہ کی صورت میں فرق ہے انسان کے سجدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے سات اعضاء پر سجدہ کرتا ہے۔ اور دوسری اشیاء کے سجدہ کی صورت اور ہے۔ بہرحال صلوٰۃ کے معنی میں اتنی وسعت ہے کہ خود ذات حق تعالیٰ بھی اس سے متصف ہے جیسا کہ'' **ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الخ** '' کے علاوہ واقعہ معراج شریف میں ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب حضور ﷺ مقام دنیٰ فتدلیٰ کو طے فرمایا تو آواز آئی (**قف یا محمد فان ربک یصلی علیک**) ''ٹھہرو محمد (ﷺ) تمہارا رب تعالیٰ تمہاری صلوٰۃ میں ہے'' یہ صلوٰۃ کیا ہے یہ جانے یا وہ گویا یہ بھی منجملہ متشابہات میں سے ہے جسکے ظاہری معنیٰ سے ہٹ کر حقیقی معنیٰ ومطلب اللہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ کے سپرد کرنا چاہیئے۔

نماز کی اہمیت:

حضور سید عالم ﷺ جب مبعوث ہوئے تو توحید کے بعد سب سے پہلا حکم جو آپ کو ملا وہ نماز کا تھا **یاایھا المدثر . قم فانذر و ربک فکبر**، یہی نماز کی بنیاد ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ یہ نماز تکمیل کے مدارج طے کرتی ہوئی اس نقطہ پر پہنچ گئی۔ جو روحانی معراج کی آخری سرحد ہے۔

قرآن پاک کی تصریح کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا، جس نے اپنی امت کو نماز کی تعلیم نہ دی ہو اور اس کی تاکید نہ کی ہو خصوصاً ملت ابراہیمی میں تو اس کی حیثیت سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت شعیب، حضرت لوط، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت لقمان، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ذکریا۔ ان سب جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق قرآن پاک نے بتایا یہ سب کے سب نماز پڑھتے تھے۔ اپنے اہل وعیال اور اپنی قوم کو نماز کا حکم دیتے تھے (دیکھو سورہ مریم، ہود، انبیاء، لقمان، ابراہیم، طٰہٰ، یونس، مائدہ، آل عمران)

قرآن وحدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے زمانہ میں بھی یہودی اور عیسائی نماز پڑھتے تھے (آل عمران ۱۲) حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہودیوں کی طرح ننگے سر نماز نہ پڑھو۔ (کنز العمال ج ۴ صفحہ ۱۱۴)۔

نماز اسلام کا سب سے اہم واکرم فریضہ ہے۔ عبادت میں سب سے اشرف وافضل نماز ہی ہے قرآن پاک میں تقریباً سات سو

مرتبہ سے زیادہ نماز کی تعریف اس کی بجا آوری کی تاکید آئی ہے۔ اوراس کے ادا کرنے میں سستی اور کاہلی نفاق کی علامت اوراس کا ترک کفر کی نشانی بتائی گئی ہے۔ یہ وہ فرض ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ پیدا ہوا، اوراس کی تکمیل اس شبستان قدس میں ہوئی جس کو معراج کہتے ہیں۔

واقیمو الصلوٰۃ ولا تکونو امن المشرکین (روم ۴)''اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ''۔

آیت بالا سے ایک تو توحید وایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ثابت ہوئی۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ترکِ نماز سے کفر وشرک میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ جب دل کی کیفیت کو بیرونی اعمال کے ذریعہ نہ بڑھاتے رہا جائے تو خود اس کی کیفیت کے (ایمان) زائل ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے ہمیشہ خاص طور پر نماز پر زور دیا اوراس کے تارک کے متعلق شرک وکفر کا ڈر ظاہر فرمایا۔

روزِ محشر کہ جاں گداز بود ☆ اولین پُرسش نماز بود

ترجمہ: محشر میں جب کہ جان پگھلنے والی ہوگی سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔

باب نمبر ۱

کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء

ترجمہ: شبِ معراج میں نماز کس طرح فرض ہوئی تھی

شرح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب سے نماز کی اہمیت کا اظہار ہے کہ نماز وہ عبادت ہے جو شبِ اسراء بطور تحفہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا فرمائی۔ اور اسمیں تمام علماء متفق ہیں کہ معراج شریف بعثت مبارکہ اور آغاز وحی کے بعد اور ہجرت الی المدینہ سے پہلے ہوئی اور اسی میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی۔

وقال ابن عباس حدثنی ابو سفیان بن حرب فی حدیث هرقل یامرنا یعنی النبی ﷺ بالصلوٰۃ والصدق والعفاف۔

ترجمہ: ابن عباس نے فرمایا کہ ہم سے ابو سفیان بن حرب نے بیان کیا حدیث ہرقل کے سلسلہ میں (یعنی جب ہرقل بادشاہ روم نے ابو سفیان اور دوسرے کفارِ قریش کو جو تجارت کی غرض سے رُوم گئے تھے، بلا کر آنحضور ﷺ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے آپ کی خصوصیات کے ذکر میں) کہا کہ وہ یعنی نبی کریم ﷺ نماز، سچائی اور پاک دامنی کی ہمیں تعلیم دیتے ہیں۔

اسکے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دعویٰ کے مطابق حدیث معراج لائے ہیں اور یہ وہ معجزہ ہے کہ اگر تمام انبیاء کرام کے تمام فضائل یکجا جمع کئے جائیں تو انکا مجموعہ ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی ایک فضیلت (یعنی معراج اور اس میں جو انوار و اسرار اور حُب و قرب آپ کو حاصل ہوا) کے برابر نہ ہوگا۔

اسراء سے مراد خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک رات کو جانا ہے۔ اور معراج بیت المقدس سے آسمانوں کے اوپر تشریف لے جانے کا نام ہے۔ اسراء قرآن کریم سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سبحٰن الذی اسری بعبدہ لیلامن المسجدالحرام الی المسجدالاقصا الذی برکنا حولہ لنریہ من ایتنا ط انہ ھوالسمیع البصیر (بنی اسرائیل)

ترجمہ: ''پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے''۔

یہ آیت شریف اسراء کے ثبوت پر نص ہے۔ اور اس کا اخیر حصہ لنریہ من ایتنا معراج شریف کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی مسجدِ اقصیٰ تک لے گیا تاکہ وہاں سے آسمانوں پر لے جا کر عجائب ملکوت و ربوبیت دکھلائے۔ کیونکہ آیات کا دکھانا اور غایت کرامات و معجزات کا ظہور آسمانوں پر ہے۔ صرف ان امور پر مقصود نہیں۔ جو مسجد اقصیٰ میں ظاہر ہوئے۔ مسجد اقصیٰ تک لے جانا تو اس کا مبداء ہے اور

فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحٰی الیٰ عبدہ ما اوحٰی (سورۂ نجم)

ترجمہ: پھر رہ گیا فرق دو کمان کا میانہ یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے پر جو بھیجا۔

سورۂ نجم میں بنا بر تحقیق منتہائے معراج کا ذکر ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اسراء معراج شریف ہر دو جسدِ مبارک کے ساتھ حالتِ بیداری میں ایک ہی رات وقوع میں آئے جمہور صحابہ و تابعین و محدثین و فقہاء و متکلمین و صوفیائے کرام کا یہی مذہب ہے۔ اور یہی قرآن مجید سے ثابت ہے کیونکہ آیۂ کریمہ **سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ** میں لفظ عبد موجود ہے۔ اور عبد مجموعۂ جسم و روح کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں کسی انسان کو کلمۂ عبد سے تعبیر کیا ہے وہاں روح اور جسم دونوں مراد ہیں۔ مثلاً سورۂ مریم میں۔

ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا۔ ''یہ ذکر اس رحمت کا ہے جو پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی''۔ یہاں عبد سے یقیناً حضرت زکریا مع جسم و روح کے مراد ہیں۔ سورۂ جن میں ہے۔

وانہ لما قام عبداللہ یدعوہ کادو یکونون علیہ لبدا۔ ''جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) عبادت کے واسطے کھڑے ہوئے تو جن ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں (تاکہ قرآن شریف سنیں)''۔

اسی طرح آیت زیر بحث میں عبد سے مراد جسمِ اقدس مع روح انور ہے پس معراج جسمانی کا ثبوت اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ اور احادیث صحیحہ کثیرہ سے بھی جو حدِ تواتر کو پہنچنے والی ہیں۔ یہی ثابت ہوتا ہے فی الواقع اگر خواب میں ہوتا تو کفار انکار نہ کرتے۔ اور بعض ضعیف مومن فتنہ میں نہ پڑتے۔ کیونکہ خواب میں تو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہم ایک لحظہ میں مشرق میں ہیں دوسرے لحہ میں ہم مغرب میں ہوتے ہیں۔

واقعہ معراج:

یہ طویل مضمون اس شرح بخاری میں نہیں آسکتا۔ شائقین فقیر کی کتاب ''معراج مصطفےٰ'' کا مطالعہ کریں۔ حدیث کی مناسبت سے چند ضروری بحثیں عرض کی جاتی ہیں۔

شق صدر:

نبی پاک ﷺ کا سینہ چاک ہوا یہ حق ہے اگر بعض فرقے یا بعض جہال منکر ہیں تو علم وفہم کی کمی کیوجہ سے بلکہ ہمارے نزدیک نہ صرف ایک بار بلکہ چار بار

جب کہ آپ کی عمر مبارک پانچ سال کی تھی اور آپ حضرت حلیمہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے۔

جب کہ آپ کی عمر شریف دس برس کی ہوئی۔

جب کہ آپ بیس برس کی عمر کو پہنچے۔

شبِ معراج جسکا ذکر حدیث زیر بحث میں ہے۔

ان تمام موقعوں کو علامہ ابنِ حجر علیہ الرحمۃ نے فتح الباری ج ا صفحہ ۳۸۸ میں بیان کیا ہے اور ہر اختلافِ روایت کو ایک نیا واقعہ تسلیم کر کے مختلف روایتوں میں تطبیق دی ہے (زرقانی ج ا صفحہ ۱۸۰)

ازالہءوہم:

جن لوگوں نے شق صدر کا انکار کیا وہ عجیب وغریب اشکالات لاتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ یہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی شان کے خلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسمیں کونسا توہین کا پہلو ہے جو شان کے خلاف گردانا جائے بلکہ اسمیں تو عظمت کا اظہار ہے کہ اگر حضور ﷺ عام بشر ہوتے تو شق صدر ہوتے ہی انکا کام تمام ہو جاتا۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ سینہ بھی چیرا جا رہا ہے اور دل کے ٹکڑے کئے جا رہے ہیں اور اسے نکالا جا رہا ہے اور شق صدر بھی عجیب شان سے ہوا نہ کسی نشتر کا استعمال ہوا۔ اور نہ کسی قسم کی تکلیف پھر قلبِ مبارک کو نکالا گیا۔ مگر اس کے باوجود سید عالم ﷺ کی حیاتِ جسمانی میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اسی لئے تو بعض علما نے فرمایا کہ معراج کی شب جو شق صدر ہوا یہ سیر

ملکوت اور مشاہدہ حق کے لئے ایک قسم کا وضوء تھا۔

ایک اور وہم:

اگر دل کو حکمت سے بھرنا تھا تو صرف ایکبار کافی تھا یہ بار بار کیوں ہوا ہم کہتے ہیں ان کا یہ خیال الٰہی حکمتوں کے نا سمجھنے کی بنا پر ہے اگر متعدد اوقات میں شق صدر کی روایات صحیح ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم ان کو الگ الگ واقعہ تسلیم نہ کریں۔ رہا یہ سوال کہ سینہ اقدس کا پاک وصاف ہو کر روشن ومنور ہو جانا ایک ہی دفعہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہ علم وحکمت سے جب سینہ اقدس پُر کر دیا گیا، تو دوبارہ سہ بارہ اس کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ یہ محض ایک غلط اندازہ ہے۔ کیونکہ علم وحکمت، پاکی وطہارت، روشنی، نور، کوئی محدود چیز نہیں ہے بلکہ اس کی وسعت کا اندازہ کرنا فہم انسانی سے بالاتر ہے۔

اگر اللہ عزوجل نے اپنے رسول اعظم ﷺ کے سینہ اقدس وقلبِ مقدس کو ایک بار نہیں بلکہ کروڑ بار بھی علم وحکمت سے بھرا ہوا اور روشن ومنور فرمایا ہو۔ تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جو کھٹکے کیونکہ علم وحکمت رحمت وشفقت ایمان ومعرفت ایسی چیزیں ہیں جنہیں ناپا تولا نہیں جاتا اور نہ انکا کوئی احصاء یا وزن مقرر کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ایک دفعہ علم وحکمت سے لبریز کر دینے کے بعد علم وحکمت میں مزید توسیع کے لئے پاکیزگی طہارت میں مزید اضافہ کے لئے بھی شق صدر ہو سکتا ہے۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب ''البشریہ تعلیم الامۃ'' میں ملاحظہ ہو۔

فائدہ:

اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ نماز موجودہ تفصیلات کے ساتھ اگرچہ شب معراج میں فرض ہوئی لیکن اس سے پہلے بھی حضور ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے دوسروں کو بھی حکم فرماتے کیونکہ ابوسفیان کی ملاقات ہرقل سے اور آنحضرت ﷺ کے متعلق گفتگو واقعہ معراج سے پہلے ہوئی تھی۔ اور ابوسفیان (بحالتِ کفر) نے اس ملاقات میں ہرقل کو یہ بھی بتایا کہ وہ ہمیں نماز کا حکم دیتے ہیں۔
اس کی مزید تحقیق وتفصیل کیلئے فقیر کا رسالہ ''کیفیۃ الصلوٰۃ قبل المعراج'' کا مطالعہ کیجئے۔

عن انس قال کان ابو ذر یحدث ان رسول اللہ ﷺ قال فرج عن سقف بیتی وانا بمکۃ فنزل جبریل علیہ السلام ففرج عن صدری ثم غسلہ بماء زمزم ثم جاء بطست من ذھب ممتلی حکمۃ وایمانا فافرغہ فی صدری ثم اطبقہ ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء فلما جئت الی السماء الدنیا قال جبریل علیہ السلام لخازن السماء افتح قال من ھذا قال ھذا جبریل قال ھل معک احد قال نعم معی محمد فقال ء ارسل الیہ قال نعم فلما فتح علونا السماء الدنیا فاذا رجل قاعد علٰی یمینہ اسودۃ وعلٰی یسارہ اسودۃ اذا نظر قبل یمینہ ضحک واذا نظر قبل شمالہ بکیٰ فقال مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح قلت لجبریل من ھذا قال ھذا ادم وھذہ الاسودۃ عن

یمینہ وشمالہ نسم بنیہ فاھل الیمین منھم اھل الجنۃ والاسودۃ التی عن شمالہ اھل النار فاذانظر عن یمینہ ضحک واذانظر قبل شمالہ بکیٰ حتی عرج بی الی السماء الثانیۃ فقال الخازنھا افتح فقال لہ خازنھا مثل ما قال الاول ففتح قال انس فذکر انہ وجدفی السمٰوٰت آدم و ادریس و موسٰی وعیسٰی وابرھیم ولم یثبت کیف منازلھم غیر انہ ذکر انہ وجدآدم فی السماء الدنیا و ابراھیم فی السماء السادسۃ قال انس فلما مرجبریل علیہ السلام بالنبی ﷺ بادریس قال مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح فقلت من ھذا قال ھذا ادریس ثم مررت بموسٰی فقال مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح قلت من ھذاقال ھذا موسی ثم مررت بعیسےٰ فقال مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح قلت من ھذاقال ھذاعیسٰے ثم مررت بابراھیم فقال مرحبا بالنبی الصالح والا بن الصالح قلت من ھذاقال ھذاابرھیم قال ابن شھاب فاخبرنی ابن حزم ان ابن عباس وابا حبۃ الانصاری کانایقولان قال النبی ﷺ ثم عرج بی حتی ظھرت لمستوی اسمع فیہ صریف الاتلام قال ابن حزم وانس بن مالک قال النبی ﷺ ففرض اللہ عزوجل علی امتی خمسین صلوۃ فرجعت بذلک حتی مررت علی موسی فقال ما فرض اللہ لک علی امتک قلت فرض خمسین صلوۃ قال فارجع الی ربک فان امتک لاتطیق فراجعت نوضع شطرھا فقال راجع ربک فان امتک لا تطیق ذلک فراجعت فوضع شطرھا فرجعت الیہ فقال ارجع الی ربک فان امتک لاتطیق ذلک فراجعتہ فقال ھی خمس وھی خمسون لایبدل القول لدی فرجعت الی موسی فقال راجع ربک فقلت استحییت من ربی ثم انطلق بی حتی انتھی بی الی السدرۃ المنتھٰی وغشیھا الوان لاادری ماھی ثم ادخلت الجنۃ فاذا فیھا جائل اللؤلو واذاتربھا المسک۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور میں مکہ میں تھا۔ پھر جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے میرا سینہ چاک کیا۔ پھر اس کو آبِ زم زم سے دھویا، اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان وحکمت سے بھرا ہوا لائے۔ اس کو میرے سینہ میں ڈال کر بند کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے چڑھے۔ جب میں آسمانِ دنیا پر پہنچا۔ تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا۔ کھولو، اس نے کہا کون؟ جواب دیا جبریل۔ اس نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میرے ساتھ محمد ﷺ بھی ہیں۔ اس نے سوال کیا کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ بہرحال جب اس نے کھولا تو ہم آسمان دنیا پر چڑھے۔ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کے دائیں، بائیں بہت سی پرچھائیں تھیں۔ جب وہ دائیں جانب دیکھتا تھا تو ہنستا تھا اور جب بائیں جانب نگاہ جاتی تھی تو روتا تھا۔ اس نے مجھے دیکھکر کہا، مرحبا اے نبی صالح اور اے فرزند صالح۔ میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آدم (علیہ السلام) ہیں اور ان کے دائیں بائیں کی پرچھائیاں ان کی اولاد کی روحیں ہیں اور دائیں جانب والے جنتی اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں اس لئے جب

وہ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف نگاہ کرتے ہیں تو روتے ہیں۔ پھر جبریل مجھے دوسرے آسمان پر لے کر چڑھے وہاں کے داروغہ سے کہا، کھولو۔ اس داروغہ سے بھی اسی قسم کا سوال و جواب ہوا۔ اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت انس نے کہا حضرت ابوذر نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے آسمانوں میں حضرت آدم، ادریس، موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا لیکن ابوذر نے مجھ سے پیغمبروں کے منازل کی تعیین نہیں بیان کی۔ البتہ اتنا انھوں نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے آسمان اول پر آدم علیہ السلام کو اور آسمان ششم پر ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو پایا۔ حضرت انس نے کہا حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کو لئے ہوئے ادریس پیغمبر کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور اے بھائی صالح، میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ ادریس (علیہ السلام) ہیں پھر میں موسیٰ (علیہ السلام) پر سے گزرا۔ تو انہوں نے کہا اے نبی صالح اور اے بھائی صالح، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ موسیٰ (علیہ السلام) ہیں پھر میں عیسیٰ (علیہ السلام) پر سے گزرا۔ تو انہوں نے کہا اے نبی صالح اے بھائی صالح میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبریل نے کہا یہ عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔ پھر میں ابراہیم (علیہ السلام) پر سے گزرا تو انہوں نے کہا مرحبا اے نبی صالح اے بیٹے صالح۔ میں نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا۔ یہ ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) ہیں۔ ابن شہاب نے کہا مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ عبداللہ ابن عباس و ابوحبہ عامر بن عمرو انصاری دونوں کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا پھر جبریل مجھے لے کر چڑھے یہاں تک کہ میں ہموار مقام پر پہنچا۔ جہاں قلم (قدرت) کے چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ابن حزم اور انس بن مالک نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے میری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ میں یہ عطیہ روحانی لے کر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا۔ خدا نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس وقت کی نمازیں۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا۔ اپنے رب کے پاس دوبارہ جایئے آپ کی امت اسکی متحمل نہیں ہو سکتی۔ میں بحضور الٰہی حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ کم کر دیا۔ پھر میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا۔ اور کہا اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ نمازیں کم کر دی ہیں۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا، دوبارہ خدا کے پاس جایئے آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی، میں واپس ہوا تو اللہ عزوجل نے ایک حصہ کی پھر تخفیف کر دی۔ پھر میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس لوٹا انہوں نے کہا اپنے رب کے پاس پھر جائیں۔ آپ کی امت میں اس کی بھی قوت نہیں، پھر میں بحضور الٰہی حاضر آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ پانچ (۵) نمازیں ہیں اور حقیقت میں پچاس ہیں۔ میرے ہاں بات نہیں بدلا کرتی۔ پھر موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا تو انہوں نے (تخفیفِ مزید کے لئے) کہا پھر جایئے میں نے کہا مجھے شرم آتی ہے۔ پھر جبریل مجھے لیکر چلے حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ تک مجھے پہنچایا۔ اور کئی طرح کے رنگوں نے اسے ڈھکا ہوا تھا جنہیں میں نہیں جانتا وہ کیا تھے پھر مجھے جبریل جنت میں لے گئے پس وہاں کی عمارتیں موتیوں کی تھیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔

شرح:

یہ حدیثِ معراج ہے اور سب کو معلوم ہے کہ معراج شریف کے بارے میں بیشمار تصانیف عالم اسلام میں موجود ہیں اور ہر زبان میں ہر صاحب علم نے اس بارہ میں لکھا ہے اپنے اسلاف صالحین کے فیوض و برکات سے فقیر اویسی غفرلہ کی تین چار تصنیفیں ہیں (۱) المعراج (۲) معراج المصطفٰے (۳) شرح قصیدہ معراجیہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ (۴) شرح حدائق مختلف مضامین کے اشعار کی شرح وغیرہ وغیرہ۔

لیکن جی نہیں چاہتا کہ شرح بخاری لکھتے ہوئے اس بارہ میں کچھ نہ لکھوں چنانچہ اس حدیث شریف کی شرح سے پہلے کتاب الصلوٰۃ کے ابتدائیہ میں بھی کچھ عرض کیا ہے اب بھی ملاحظہ ہو۔

نقلی دلائل:

مسلمان کہلوانے والے فرقے معراج جسمانی کے منکر ہیں ان کو یاد ہونا چاہیئے کہ قرآن مجید میں نص قطعی کے ساتھ ساتھ اس حدیث کے راوی اسقدر ہیں کہ ان کی روایت پر شک کرنے والا مسلمان نہیں ہوسکتا مختصراً ایک خاکہ ملاحظہ ہو۔

حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ا۔ صحیح بخاری وابن جریر۔ بطریق شریک بن عبداللہ عن انس رضی اللہ عنہ

ب۔ صحیح مسلم۔ بطریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ

ج۔ نسائی وابن ماجہ۔ بطریق یزید بن مالک عن انس رضی اللہ عنہ

د۔ ابن ابی حاتم۔ بطریق دیگر از یزید بن مالک

جریر وابن مردویہ۔ بطریق عبدالرحمٰن بن ہاشم عن انس رضی اللہ عنہ

ترمذی، بیہقی وعبد بن حمید وابن جریر وابن مردویہ وابونعیم۔ بطریق قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ

ز۔ ابوداؤد واحمد۔ بطریق عبدالرحمٰن بن جبیر عن انس رضی اللہ عنہ

ح۔ ابن مردویہ۔ بطریق قتادہ وسلیمان التیمی وعلی بن زید عن انس رضی اللہ عنہ

ط۔ ابن سعد، سعید بن منصور، بزاز، بیہقی، ابن عساکر۔ عن ابی عمران الجونی عن انس رضی اللہ عنہ

(۲) حدیث جابر بن عبداللہ صحابی بن صحابی

ا۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم۔ عن جابر

(۳) حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما

ا۔ صحیحین۔ من طریق قتادہ عن ابی العالیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

ب۔ صحیح مسلم۔ ایضاً عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

ج۔ احمد، ابونعیم، ابن مردویہ بسند صحیح۔ من طریق قابوس عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

د۔ احمد، ابویعلی، ابونعیم، ابن مردویہ۔ من طریق عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

ہ۔ احمد، نسائی، بزار، طبرانی، بیہقی، ابن مردویہ۔ من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

و۔ ابن مردویہ۔ من طریق شہر بن حوشب عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

(۴) حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

ا۔ صحیح بخاری۔ من طریق علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

ب۔ صحیح مسلم۔ من طریق مرۃ الہمدانی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

ج۔ صحیح مسلم، بیہقی وابونعیم۔ من طریق زر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

د۔ احمد۔ ابن ماجہ، سعید بن منصور وحاکم صححہ۔ من طریق موثر بن غفار عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

ہ۔ ترمذی وحسنہ وابن مردویہ۔ من طریق عبدالرحمٰن عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

و۔ بزار، ابویعلی، حارث، بن ابی اسامہ، طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر۔ من طریق عاتمہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

(۵) حدیث مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ

ا۔ صحیح بخاری ومسلم واحمد، مالک حدثہ۔ من طریق قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ

(۶) حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ

ا۔ صحیحین۔ من طریق الزہری عن انس قال کان ابوذر یحدث بسندہ عن ابی ذر۔

(۷) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

ا۔ صحیح مسلم واحمد وابن مردویہ۔ من طریق ابی سلمہ

ب۔ احمد، ابن ماجہ، ابن حاتم، ابن مردویہ۔ من طریق ابی الصلت

ج۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابویعلی، بیہقی۔ من طریق ابی العالیۃ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

د۔ابن مردویہ۔من طریق سلیمان التیمی

ہ۔سعید بن منصور، ابن سعد طبرانی (اوسط) ابن مردویہ۔عن ابی وہب مولی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

(۸) حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

ا۔احمد ابن شیبہ، ترمذی، حاکم وصححاہ ونسائی وابن جریر وابن مردویہ، بیہقی۔عن حذیفہ رضی اللہ عنہ

(۹) حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

ا۔ابن مردویہ۔عن سمرہ رضی اللہ عنہ

(۱۰) حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

ا۔ابن عساکر۔عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

(۱۱) حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ

ا۔ابن ابی حاتم، بیہقی وصححہ، بزاز، طبرانی، ابن مردویہ۔عن شداد رضی اللہ عنہ

(۱۲) حدیث صہیب رضی اللہ عنہ

ا۔طبرانی، ابن مردویہ۔عن صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ

(۱۳) حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما

ا۔ابوداؤد، طبرانی (اوسط)، بیہقی۔عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

(۱۴) حدیث ابن عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ

ا۔ابن مردویہ۔عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔

(۱۵) حدیث عبداللہ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ صحابی بن صحابی

ا۔بزار، ابن قانع، ابن عدی، بغوی، ابن عساکر۔عن عبداللہ بن اسعد رضی اللہ عنہ

(۱۶) حدیث ابوایوب رضی اللہ عنہ

ا۔ابن ابی حاتم، ابن مردویہ۔عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ

(۱۷) حدیث ابی حیہ رضی اللہ عنہ

ا۔طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ۔عن ابی حیہ

(۱۸) حدیث ابی العمراء رضی اللہ عنہ

ا۔ طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ۔ عن ابی العمراء

(۱۹) حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ

ا۔ ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی، ابن عساکر۔ من طریق ابی ہارون العبدی

ب۔ ابن مردویہ من طریق ابی نضرۃ عن ابی سعید

ج۔ ابن مردویہ من وجہ آخر۔ عن ابی نضرۃ

د۔ ابن مردویہ من وجہ آخر۔ من طریق قمہ عن ابی سعید

(۲۰) حدیث ابی یعلی رضی اللہ عنہ

ا۔ طبرانی (اوسط) ابن مردویہ۔ من طریق محمد بن عبد الرحمٰن

(۲۱) حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ا۔ ابن مردویہ، حاکم وصححہ، بیہقی۔ من طریق زہری عن عروہ

(۲۲) حدیث اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہ

(۲۳) حدیث ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا

ا۔ ابن اسحٰق، ابن جریر۔ عن الکلبی عن ابی صالح عن ام ھانی

(۲۴) حدیث عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ا۔ احمد۔ عن عبید بن آدم عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ

ب۔ ابن مردویہ۔ من طریق مغیرہ بن عبد الرحمٰن

(۲۵) حدیث ابی سفیان اموی

ا۔ ابو نعیم عن محمد بن کعب القرظی۔ عن ابی سفیان بطریق ایمیا (موقوف)

(۲۶) حدیث امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ

ا۔ طبرانی۔ من طریق الحسین عن ابیہ

ب۔ ابو نعیم۔ من طریق محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ

ج۔ ابن مردویہ۔ من طریق زید بن علی بن ابائیہ عن علی

(۲۷) حدیث عبدالرحمٰن بن قرط الثمالی رضی اللہ عنہ

ا۔ سعید بن منصور، طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم (فی المعرفہ)۔ عن عبدالرحمٰن بن قرط

(۲۸) حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ

ا۔ ترمذی، حاکم صححہٗ وابونعیم، ابن مردویہ، بزار۔ عن بریدہ رضی اللہ عنہ

صحابہ رضوان اللہ علیہم جس قدر راویان حدیث ہیں، ان میں کمی مہاجر بھی ہیں اور مدنی انصار بھی۔ واقعہ معراج مکہ معظمہ میں ہوا، لیکن یہ خیال غلط ہے کہ انصار اصحاب نے بعد میں جو کچھ بیان کیا وہ مہاجرین سے سنا ہوا تھا۔

اول: تو راوی صحابہ کی خود صراحت کہ انھوں نے حدیث کو نبی ﷺ تک پہنچایا۔ اس بارے میں کافی دلیل ہے۔

دوم: یہ قدرتی امر ہے کہ جب انصار کبار نے معراج کے متعلق اپنے مہاجر بھائیوں سے کچھ سنا تو شوق و ذوق کا تقاضا یہی ہونا چاہئیے تھا کہ وہ خود سرورِ عالم ﷺ کی زبان سے سننے کی درخواست کی اسی لئے محدثین میں ہمیشہ علو اسناد کے حاصل کرنے کا شوق پایا گیا ہے۔ یہ صرف قیاس ہی نہیں روایات میں صراحۃً اس کی بابت الفاظ موجود ہیں۔ حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ میں ہے۔

قلنا یا رسول الله کیف اسری بک لفظ قلنا پر غور کرنا چاہئیے کہ یہ درخواست ایک مجمع صحابہ کی طرف سے تھی۔

صحیحین کی روایت مالک بن صعصہ میں ہے ان النبی ﷺ حدثھم۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اس سے حدیث بیان فرمائی۔ لہٰذا معراج کی احادیث مرفوعہ خواہ انکے راوی مہاجرین ہیں یا انصار سب کی سب نبی پاک ﷺ سے سنی ہوئی ہیں۔

بعض صحابہ مثلاً ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم ایسے بھی ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے بھی براہ راست روایت کی ہے اور بالواسطہ کسی دوسرے صحابی سے بھی۔ انکی طرف سے ہر دو گونہ روایات ہیں یہ امر اور بھی موجب اطمینان ہے کہ صحیحین کی احادیث واقعہ معراج کے متعلق زیادہ مکمل اور زیادہ مفصل ہیں۔

نوٹ:

معراج کی تمام بحثیں ــــــ تو نہیں آ سکتیں چند ضروری امور عرض ہیں۔

عرش کے مکین:

بعض اس بات کے منکر ہیں کہ حضور تاجدار انبیاء ﷺ عرش پر تشریف نہیں لے گئے فقیر نے اس موضوع پر ایک ضخیم رسالہ لکھا ہے ''عرشیہ'' اسکا مطالعہ کیجئے۔

ہمارے اسلاف کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور عرش پہ تشریف لے گئے چنانچہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ''الیواقیت والجواہر'' میں

فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے استوا علی العرش کو اپنی مدح کا موجب قرار دیا، اسی طرح اپنے حبیب ﷺ کو عرش پر لے جا کر حضور ﷺ کی عظمتِ شان کا اظہار فرمایا۔ فرماتے ہیں: حیث کان العرش اعلی مقام ینتھی الیہ من اسری بہ من الرسل علیھم الصلوۃ والسلام قال وھذا یدل علی ان الاسراء کان بجسمہ ﷺ الخ (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۷)

جبریل علیہ السلام کا پیچھے رہ جانا:

حضور علیہ السلام نے فرمایا: ثم انطلق بی حتی انتھیت الی الشجرۃ فغشی سحابۃ فیھا من کل لون فر فقنی جبریل و خررت ساجد اللہ تعالیٰ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ٦)

ترجمہ: فرمایا پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے چلے یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا۔ بادل کی طرح اُسے کسی چیز نے ڈھانک لیا تھا۔ اس میں ہر قسم کے رنگ تھے پھر جبریل علیہ السلام نے مجھے چھوڑ دیا اور میں اپنے رب کے لئے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا۔

تفسیر نیشا پوری میں ہے:

وذالک ان جبریل تخلف عنہ فی مقام لو دنوت انملۃ لاحترقت۔

(تفسیر نیشا پوری بر حاشیہ تفسیر ابن جریر، پ ۲۷ صفحہ ۳۲)

اور وہ یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام ایسی جگہ پیچھے رہ گئے جس کے متعلق انھوں نے کہا۔ کہ اگر میں یہاں سے ایک انگلی کے ایک پورے کے برابر بھی آگے بڑھوں تو جل کر خاکستر ہو جاؤں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عرش پر جلوہ گر ہونے میں اختلاف:

پہلے عرض کر چکا ہوں کہ علماء امت اس بارہ میں مختلف ہیں، کہ حضور ﷺ کا منتہائے عروج کہاں تک ہوا۔ بعض کا قول ہے سدرۃ المنتہیٰ، بعض نے کہا جنت الماویٰ، بعض نے کہا عرش، بعض نے کہا فوق العرش، بعض کا قول وراء فوق العرش الیٰ طرف العالم جیسا کہ شرح عقائد نسفی، نبراس اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے۔ اگر چہ بعض علماء نے عرش اور فوق العرش جانے تک کی احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جیسا کہ زرقانی وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے بعض نے بالکل انکار کیا ہے۔ لیکن محدث کبیر ابن ابی الدنیا نے روایت کیا۔

قال رسول اللہ ﷺ مررت لیلۃ اسری بی برجل مغیب فی نور العرش۔

معراج کی رات میں ایک شخص پر گذرا جو نورِ عرش میں غائب تھا۔ (زرقانی جلد ٦ صفحہ ۱۰٦)

نورِ عرش سے حضور ﷺ کا گزرنا نورِ عرش سے آگے جانے کی دلیل ہے۔ اور غالباً اسی روایت کی بنا پر امام قسطلانی شارح بخاری

نے مواہب الدنیہ میں فرمایا:

ولما انتهى الى العرش تمسك العرش باذياله۔ (مواہب الدنیہ جلد دوم صفحہ ۴۴)

یعنی جب حضور ﷺ عرش پر پہنچے تو عرش الٰہی نے حضور ﷺ کے مبارک دامنوں سے تمسک کیا۔ الخ

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانا بھی حضور ﷺ کے عرش پر جلوہ گر ہونے کا مؤید ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت انس سے روایت کی کہ جب حضور ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو سدرۃ المنتہیٰ کو بادل کی طرح کسی چیز نے ڈھانک لیا۔ جس میں ہر قسم کے رنگ تھے۔ پس جبریل علیہ السلام پیچھے رہ گئے۔ جبریل علیہ السلام کا پیچھے رہ جانا حضور ﷺ کا سدرہ سے گذر جانا اس امر کی تائید کرتا ہے کہ حضور ﷺ عرش الٰہی پر جلوہ گر ہوئے۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ النجم کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نجم سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں:

قال جعفر الصادق رضى الله تعالىٰ عنه هو النبى ﷺ وهو يه نزدله من السماء ليلته المعراج وجوز علىٰ هذا ان يراد بهو يه صعوده و عروجه عليه الصلوة والسلام الى منقطع الاين ۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نجم سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ اور ھویٰ سے مراد معراج کی رات حضور کا اترنا ہے اور اس تقدیر پر جائز ہے کہ ھویٰ سے حضور ﷺ کا اوپر چڑھنا اور لامکان تک معراج کرنا مراد ہو۔ (تفسیر روح المعانی، پ ۲۷ صفحہ ۳۸)

بارگاہِ اسماء وصفات:

- امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذامر علی حضرات الاسماء الالهية صار متخلصا بصفاتها فاذامر على الرحيم كان رحيما او على الغفور كان غفورا او على الكريم كان كريما او على الحليم كان حليما او على الشكور كان شكورا او على الجواد كان جوادا او كذا فما يرجع من ذلك الا و هو فى غايته الكمال۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۶)

ترجمہ: یعنی حضور ﷺ شب معراج اسماء الٰہیہ کی بارگاہوں سے گزرے تو ان اسماء کی صفات کے ساتھ متصف ہوتے گئے۔ جب الرحیم پر گزرے رحیم بن گئے اور الغفور، الکریم، الشکور، الجواد پر گزرے تو غفور، کریم، حلیم، شکور اور جواد ہو گئے اور اسی طرح دیگر اسماء الٰہیہ کی بارگاہوں سے گزرتے گئے۔ اور وہ اسماء جن صفات سے متعلق ہیں۔ ان صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہوتے گئے جب معراج سے واپس تشریف لائے تو انتہائے کمال کے حال میں تھے۔

رفرف:

امام شعرانی فرماتے ہیں۔ جب حضور ﷺ ایسے مقام پر پہنچے جہاں جبریل علیہ السلام کا منتہیٰ تھا۔ تو جبریل علیہ السلام ٹھہر گئے۔ ایک سبز رنگ کا تخت ظاہر ہوا۔ جس کا نام رفرف ہے۔ اس کے ساتھ ایک فرشتہ تھا۔ جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو رفرف والے فرشتہ کے سپرد کیا حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے ہمراہی کے لئے فرمایا، تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا:

لااقدر ولو خطوت خطوة لااحترقت ۔حضور! میں آگے جانے پر قادر نہیں اگر ایک قدم آگے بڑھوں تو جل کر خاک ہو جاؤں۔

حضور ﷺ رفرف پر رونق افروز ہوئے۔ بالآخر رفرف اور اس پر مقرر کردہ فرشتہ بھی ایک مقام پر رہ گیا۔ پھر حضور ﷺ کو نور میں داخل کر دیا گیا اور حضور علیہ السلام بالکل تن تنہا رہ گئے۔ کوئی حضور ﷺ کے ساتھ نہ تھا۔

دیدارِ الٰہی:

دور حاضر میں بہت سے لوگ شبِ معراج میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے دیدار کے منکر ہیں ان کے لئے بھی فقیر نے رسالہ ''دیدار الٰہی'' لکھا ہے، یہاں سر دست امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ سے دیدار الٰہی کے دلائل تحریر کرتے ہیں۔

دیدارِ الٰہی کے دلائل:

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب کائنات سے بلا واسطہ ہمکلامی کا شرف نصیب ہوا۔

(۱) ولما جاء موسی لمیقاتنا و کلمه ربه ۔(سورہ الاعراف ۱۴۳)

''اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلامِ ربانی کی لذت نے اس کے دیدار کا آرزومند کیا تو عرض کیا، اے اللہ مجھے اپنا دیدار عطا فرما۔

(۲) قال رب ارنی انظر الیک (سورہ الاعراف ۱۴۱)

''عرض کی، اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میرا دیدار نہیں کر سکتے۔

(۳) قال لن ترانی ۔(سورۃ الاعراف ۱۴۳)

''فرمایا تُو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا''۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اصرار کیا تو فرمایا۔ میں اس پہاڑ پر اپنی تجلّی کا اظہار کرتا ہوں، اگر آپ اسے برداشت کر سکیں تو پھر دیدار کا مطالبہ کرنا۔

(۴)ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکا نہ فسوف ترانی۔(سورۃ الاعراف ۱۴۳)

''ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا''۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہاڑ پر تجلّی کا اظہار فرمایا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے۔جب ہوش آیا تو عرض کیا اے اللہ تو بلند ہے، تیری ذات بلند تر ہے، میں تیری طرف رُجوع کرتا ہوں۔

(۵)فلما تجلیٰ ربہ للجبل جعلہ دکاو خر موسیٰ صعقا ج فلماافاق قال سبحٰنک تبت الیک۔(سورہ الاعراف ۱۴۳)

''پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش، پھر جب ہوش ہوا، بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بشر ربِ کائنات کو دُنیا میں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا، مگر یہ نہیں کہ دیکھنا ممکن نہیں۔دیدارِ الٰہی ممکن ہے اگر چہ دُنیا میں نہ ہو کیوں کہ صحیح حدیثوں میں ہے کہ روزِ قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کے دیدار سے فیض یاب کئے جائیں گے۔علاوہ بریں یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عارف باللہ ہیں۔اگر دیدارِ الٰہی ممکن نہ ہوتا تو آپ ہرگز سوال نہ فرماتے۔ چنانچہ۔

ربِ کائنات عزوجل نے اپنے حبیب رحمتِ عالم ﷺ کو معراج کی شب دعوتِ ملاقات دی۔سرورِ عالم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے عرش، جنت اور لامکاں کی بلندیوں پر عروج کے علاوہ اپنے دیدارِ پُر انوار سے بھی نوازا، جو آپ ہی کا خاص حصہ ہے۔

(۶)سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا(سورۂ بنی اسرائیل،۱)

''پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا''۔

(۷)والنجم اذاھوی۔(سورہ النجم،۱)

''اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے''۔

(۸)وھوبالا فق الاعلیٰ۔(سورہ النجم،۷)

''اور وہ آسمانِ بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا''۔

ان آیات کے تحت مفسرین ومحدثین نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔فقیر نے وہ تمام بحثیں رسالہ ''دیدارِ الٰہی'' میں درج کی ہیں۔ ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

حضرت امام الصوفیہ صاحب الرسالہ القشیر یہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ تیسرا مرتبہ آتا ہے۔

فناء ہ من شھود فنا ء ہ باستھلا کہ فی وجود الحق۔(الرسالۃ قشیریہ، صفحہ ۴۰)

وہ یہ کہ وجودِ حق میں کامل فنا ہونے کی وجہ سے اپنی فنا کے مشاہدے سے بھی فنا حاصل کر لینا۔

سرورِ عالم ﷺ وجودِ حق میں کس طرح فنا تھے قرآن نے اسے ''او ادنی'' سے بیان کر دیا کہ اتنا قرب تھا کہ کوئی دوسرا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اہلِ معرفت نے اسے سمجھانے کے لئے اسے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ شارح بردہ شیخ زادہ مقام کلیم کے بعد مقام حبیب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

ثم الحبیب لمادنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ و تخلف عنه رفیقه عند سدرة المنتهیٰ وقال لو دنوت انملة لاحترقت ثم انه علیه الصلوٰة والسلام اراد ان یخلع نعلیه فسمع من انین العرش ان لاتخلع یا حبیب الله ولا تخیبنی عن التشرف بغبار نعلیک فان جمیع ذلک من آثار الله حیث انمحت ھو یتک فی ھو یته واضمحلت انا نیتک فی احدیته فانت من الله والی الله ولله وبا لله ارادتک منه و رجوعک الیه و سعیک وقیامک به۔

(شرح شیخ زادہ مع الخرپوتی، ۱۷۰)

ترجمہ: جب حبیب مقام دنیٰ **فتدلیٰ فکان قا ب قوسین او ادنیٰ** پر پہنچے اور آپ کا رفیق جبریل سدرہ پر یہ کہتے ہوئے رک گیا کہ اگر میں ایک پور آگے بڑھتا ہوں تو میں جل جاؤں گا پھر آپ ﷺ نے نعلین اتارنے کا ارادہ کیا تو عرش نے روتے ہوئے عرض کیا اے اللہ کے حبیب مجھے اپنی نعلین کے شرف سے محروم نہ کیجئے کیونکہ آپ کی ہر شے اللہ تعالیٰ کے آثار میں سے ہے۔ کیونکہ آپ کی ھویت اسکی ھویت اور آپ کی ذات اس کی احدیت میں فنا ہو چکی ہے۔ پس آپ اللہ سے اللہ کی طرف، اللہ کے لئے، اللہ کے ساتھ ہیں۔ آپ کا ارادہ اسکی طرف سے آپ کا رجوع اس کی طرف اور آپ کی سعی و قیام اسی کے ساتھ ہے۔

اعلیٰحضرت نے بھی آپ کے اس مقام عالی کو اپنے شعر میں یوں بیان فرمایا،

؎ بندہ ملنے کو قریبِ حضرت داور گیا ☆ لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

اس کی تفصیل کے لئے اعلیٰحضرت کے قصیدہ معراجیہ کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ یہاں اس میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

؎ بڑھ اے محمد! قریں ہو احمد! قریب آ سرور مُمجّد ☆ نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی ☆ کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہدو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے ☆ پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغ این و متیٰ کہاں تھا نشان کیف والی کہاں تھا ☆ نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

تفصیل و تشریح انہی اشعار کے تحت فقیر کی شرح حدائق کا مطالعہ کیجئے۔

باب نمبر ۲

عن عائشة ام المؤمنين قالت فرض الله الصلوة حين فرضها ركعتين ركعتين في الحضر و السفر فاقرت صلوة السفروزيد في صلوة الحضر

ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو رکعتیں نماز کی فرض کی تھیں۔ مسافرت میں بھی اور اقامت کی حالت میں بھی، پھر سفر کی نمازیں تو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھی گئیں البتہ اقامت کی نمازوں میں زیادتی کر دی گئی

شرح:

ایک روایت میں اتنا زائد ہے، الا المغرب یعنی مغرب کی نماز کی تین رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں اور فجر و ظہر و عصر و عشاء کی دو دو رکعتیں۔ پھر جب حضور ﷺ نے مکہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ میں جلوہ فرما ہوئے۔ تو فجر و مغرب کی نماز کی رکعتیں بدستور قائم رہیں لیکن ظہر و عصر و عشاء کی چار چار رکعتیں مقرر ہوئیں۔ (ابن حبان، ابن خزیمہ، بیہقی) اور سفر کی حالت میں ظہر و عصر و عشاء کی دو دو رکعتیں ہی مقرر ہیں۔

فائدہ:

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سفر میں نماز کی دو رکعتیں بدستور مقرر ہیں لہٰذا مسافر کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والے فرض کو دو رکعت پڑھے۔ اس کے حق میں دو رکعتیں پوری نماز ہے۔ حضرات عمر، علی، ابن عمر، جابر، ابن عباس، عمر بن عبد العزیز، حسن بصری، قتادہ، امام مالک، احمد بن حنبل، امام اعظم ابوحنیفہ اکثر علماء و فقہاء سلف رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے (۲) اور

فاقرت کے لفظ سے یہ واضح ہوا کہ سفر میں قصر کرنا ہی کمال ہے رخصت نہیں ہے یعنی یہ اختیار نہیں ہے کہ چاہے تو قصر کرلے اور چاہے نہ کرے بلکہ قصر کرنا واجب ہے اور قصداً عمداً چار پڑھنا گناہ ہے۔

انتباہ:

اسمیں نیچریوں اور ٹیڈی مجتہدین کا رد ہے انکا موقف ہے کہ زمانہ کی مصلحت پر احکام بدل دینے چاہئیں۔ اس میں غور طلب یہ بات ہے کہ دور سابق میں تو سفر میں مشقت ہوتی لیکن دور حاضرہ میں سفر کی سہولتیں گھر سے بھی زیادہ ہیں لیکن باوجود شرعی احکام جوں کے توں ہیں اس سے واضح ہوتا ہے۔

؎ زمانہ بدلے لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائیگا

تائیدِ احناف از احادیث صحیحہ:

جیسا کہ احناف نے فرمایا ہے کہ سفر میں قصر ہو اور حضر میں نماز بدستور ہو۔ انکی تائید احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ

(۱) فرض الله الصلوٰة علی لسان نبیکم فی الحضر اربع رکعات وفی السفر رکعتین (مسلم)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی زبان پر حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض کیں۔

(۲) افترض رسول الله ﷺ رکعتین فی السفر کما افترض فی الحضر اربعا (طبرانی، عینی ج۲ صفحہ ۲۱۲)

رسول کریم ﷺ نے سفر میں دو رکعت فرض کیں۔ جیسے حضر میں چار رکعتیں فرض فرمائیں۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال صلوٰة السفر رکعتان (نسائی، ابن ماجہ)

کہ نمازِ سفر دو رکعتیں ہیں۔

(۴) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ رہا۔ فلم یزد علیٰ رکعتین حتی قبضه الله (متفق علیہ)

تو حضور ﷺ نے سفر میں دو سے زیادہ رکعت نہیں پڑھیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھالیا۔

فائدہ:

اسی طرح حضرت ابوبکر وعثمان کے ہمراہ بھی میں نے سفر کیا۔ مگر انہوں نے بھی بحالت سفر دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی۔

(سوال) قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰة ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا (قرآن مجید)

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر خوف ہو کہ کافر تمہیں فتنہ میں ڈال دیں گے۔

اس آیت سے ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ قصر نماز کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ خوف فتنہ ہو۔ لیکن امن و عافیت کے زمانہ میں قصر نہیں ہونا چاہئیے۔

(جواب) یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں شبہ پیدا ہوا۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا تو جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے بھی یہی خیال پیدا ہوا تو میں نے حضور ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

صدقتہ تصدق اللہ بها علیکم فاقبلوا صدقتہ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان)

یہ ایک صدقہ ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر تصدق فرمایا اس کا صدقہ قبول کرو۔

فائدہ:

ثابت ہوا کہ سفر کی حالت میں اگر چہ امن ہو پھر بھی قصر کرنا واجب ہے کیونکہ ''اقبلوا'' امر کا صیغہ ہے۔ جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

فائدہ:

''تصدق اللہ'' کے معنی حکم علیکم کے ہیں۔ کیونکہ جو تصدق خداوند قدوس کی طرف سے ہو۔ وہ تملیک کا احتمال نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ اسقاط اور عفو کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔

انتباہ:

آیت مذکورہ میں قصر کا مطلب اصل نماز میں کم کرنا یعنی چار رکعت فرض کو دو پڑھنا مراد نہیں۔ بلکہ قصر سے مراد قصر فی الاوصاف ہے یعنی دشمن کے خوف کے موقع پر قیام، قعود، رکوع و سجود ترک کیے جا سکتے ہیں۔ اور ان کو اشارہ سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے۔ کہ آیت میں قصر کو خَوف پر معلق کیا گیا ہے کیونکہ اصل صلوٰۃ میں قصر بحالتِ خوف بھی جائز نہیں ہے۔ اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے۔ بلکہ اصل صلوٰۃ میں قصر سفر کے ساتھ متعلق ہے۔ ہاں بحالتِ خوف قصر فی الاوصاف جائز ہے۔ اور احناف کے نزدیک بھی قصر فی الاوصاف بحالتِ خوف جائز ہے۔ واجب نہیں۔

ٹیڈی مجتہدین کارد:

ٹیڈی مجتہدین، نیچریوں سے متاثر ہوکر کہہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں سفر دشوار تھے اب تو آسانیاں ہیں۔ ہوائی جہاز، ریل گاڑی، بسیں موٹریں وغیرہ سفر میں قصر نہ ہو تو اسکا جواب اوپر گزر چکا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مسافر کو عطیہ ہے ٹھکرانا نہیں چاہئیے جو اسے ٹھکرائے گا گنہگار ہوگا۔

مسئلہ:

اگر کسی نے چار رکعتیں پڑھ لیں اگر قعدۂ اولیٰ کر لیا۔ تو پہلی دو فرض ہوں گی۔ اور پچھلی دو نفل ہو جائیں گی۔ اور اگر قعدہ نہیں کیا تو چاروں رکعتیں نفل قرار پائیں گی۔ اور قصداً عمداً چار پڑھنے والا گنہگار بھی ہوگا۔

باب نمبر ۳

وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب

ترجمہ: نماز کے لئے سترِ عورت کا واجب ہونا

شرح:

صحتِ نماز کی چھ شرطیں ہیں۔ طہارت، سترِ عورت، استقبالِ قبلہ، وقت، نیت، تحریمہ۔ حنفیہ، شافعیہ اور اکثر فقہاء و محدثین کے نزدیک سترِ عورت شرط نماز سے ہے۔

خذو ا زینتکم عند کل مسجد۔ ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو۔

شرح:

زمانۂ جاہلیت میں عورتیں ننگی ہوکر طواف کرتی تھیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تقریباً اس پر سب کا اتفاق ہے کہ زینت سے مراد کپڑے ہیں جن سے شرمگاہ وغیرہ ڈھکی رہے۔

مسائل فقہ:

(مسئلہ) اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر عورت کے لئے کافی نہیں ایسے کپڑے کو پہن کر اگر نماز پڑھے تو نہ ہوگی۔ یونہی اگر چادر یا دوپٹہ سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک ساڑھیاں اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے۔ ان کی نمازیں نہیں ہوتیں۔ اور ایسا باریک کپڑا پہننا جس سے ستر نہ ہو سکے علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔

(مسئلہ) نماز میں ستر کے لئے پاک کپڑے کا ہونا ضروری ہے یعنی اتنا نجس نہ ہو جس سے نماز نہ ہو سکے۔ اور کپڑا اتنا دبیز ہونا چاہئیے جس سے بدن نظر نہ آئے۔

(مسئلہ) مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ستر ہے۔ یعنی اس کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں گھٹنے داخل ہیں۔ اور آزاد عورت کے لئے سارا بدن عورت ہے۔ سوائے منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں۔ ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔

(مسئلہ) جن اعضاء کا ستر فرض ہے ان میں سے کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا۔ نماز ہوگئی۔ اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپالیا جب بھی ہوگئی۔ اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا اگرچہ فوراً چھپالیا نماز جاتی رہی۔ دوبارہ پڑھے۔

(مسئلہ) عورت کا چہرہ اگرچہ عورت نہیں۔ مگر بوجہ فتنہ غیر محرم کے سامنے کھولنا منع ہے۔ یوں ہی اس کی طرف نظر کرنا غیر محرم کے لئے بھی جائز نہیں۔

ومن صلی ملتحفافی ثوب واحد۔ اور جس نے ایک کپڑا لپیٹ کر نماز پڑھی

(۱) ویذکر عن سلمۃ ابن الاکوع ان النبی ﷺ قال تزرہ ولو بشوکۃ وفی اسنادہ نظر۔

اور حضرت سلمہ بن اکوع سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کو ٹانک لے۔ اگرچہ ایک کانٹے ہی سے سہی۔ اس کی سند میں گفتگو ہے۔

(۲) ومن صلی فی الثوب الذی یجامع فیہ مالم یر فیہ اذی۔

اور جس نے اس کپڑے میں نماز پڑھی جس میں وہ جماع کرتا ہے جب تک اس میں کوئی گندگی نہ دیکھے جائز ہے۔

(۳) وامر النبی ﷺ ان لایطوف بالبیت عریان ۔

اور نبی ﷺ نے حکم دیا۔ کوئی شخص بیت اللہ کا ننگا ہو کر طواف نہ کرے۔

شرح:

ابوداؤد میں ہے حضرت سلمہ بن اکوع نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ میں ایک شکاری آدمی ہوں۔ کیا ایک ہی قمیص میں نماز پڑھ سکتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اور گریبان کو بند کرلے اگرچہ کانٹے سے ہی بند کرلے (نسائی وابوداؤد)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث اس امر کے ثبوت میں ذکر کی ہے۔ کہ نماز میں ستر عورت واجب ہے اور اس طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ کہ آیت میں زینت سے مراد کپڑے پہننا ہے۔ بناؤسنگار نہیں۔ تکمہ لگانے میں حکمت یہ ہے کہ بوقت سجدہ یا رکوع نمازی کو اپنا ستر نظر نہ آئے۔

من صلی الخ میں امام بخاری نے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ اس کپڑے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ جس میں صحبت فرماتے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ ہاں جبکہ کپڑے میں نجاست وغیرہ نہ لگتی (ابوداؤد، نسائی)

فائدہ:

اس حدیث سے امام نے یہ واضح کیا ہے کہ نماز میں مقصود تو ستر عورت ہے۔ خواہ کسی کپڑے سے ہو جائے بشرطیکہ کپڑا پاک ہو۔ عریان سے امام نے یہ واضح کیا ہے۔ کہ جب برہنہ ہو کر طواف کرنا ممنوع ہے تو نماز تو بطریق اولیٰ منع ہونی چاہیئے کیونکہ طواف نماز کے مشابہ ہے، ملتحفا کا مطلب یہ ہے کہ چادر کا وہ کنارہ جو دائیں مونڈھے پر ہو۔ اس کو بائیں ہاتھ کے بغل سے نکال کر اور جو بائیں مونڈھے پر ہو اس کو دائیں ہاتھ کے بغل سے نکال کر دونوں کناروں کو گدی یا سینہ پر باندھ لیا جائے۔ چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ملتحفا کے یہی معنے کئے ہیں۔

عن ام عطیۃ قالت امرنا ان تخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخدور فیشهدن جماعۃ المسلمین ودعوتهم وتعتزل الحیض عن مصلاهن قالت امراۃ یارسول اللہ احدانا لیس لها جلباب قال لتلبسها صاحبتها من جلبابها۔

ترجمہ: حضرت ام عطیہ نے فرمایا کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم عیدین کے دن حائضہ اور پردہ نشین عورتوں کو باہر لے جائیں تاکہ وہ مسلمانوں کے اجتماع اور ان کی دعاؤں میں شریک ہوسکیں البتہ حائضہ عورتوں کو عورتوں کی نماز پڑھنے کی جگہ سے دور رکھیں۔ ایک عورت نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم میں بعض عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے پاس پردہ کرنے کے لئے چادر نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ساتھی عورت اپنی چادر کا ایک حصہ اسے اُڑھا دے۔

حل لغات:

ذات الخدور، حدر کی جمع لڑکی کے لئے مکان کے ایک گوشہ میں لگایا ہوا پردہ۔لڑکی کے لئے رہنے کے لئے علیحدہ جگہ۔ہر ایک چیز جس سے پردہ کیا جائے۔ پردہ دار عورتیں مراد ہیں۔

الجلباب بالکسر قمیص، چادر، یہاں چادر مراد ہے۔

شرح:

حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے زمانہ اقدس میں خواتین اسلامی اجتماعات وجمعات اورعیدین وغیرہ میں جاتی تھیں اور پردہ کا اہتمام بھی خوب فرماتیں اسکے باوجود سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو ایسے اجتماعات وجمعات کے لئے روک دیا اسکی علت فتنہ کا خوف، ایسی علل کا نام اصول فقہ میں ''عموم البلویٰ'' ہے اور شرعی قاعدہ ہے کہ عموم البلوہ یقینی ہو جائے تو حکم تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

ٹیڈی مجتہدین:

عموم البلویٰ کے لئے بھی شرائط ہیں فتاویٰ رضویہ شریف میں امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے مفصل بیان فرمائے ہیں انکے فیض سے فقیر نے رسالہ لکھا ہے'' **هسلب الطغویٰ فی عموم البلویٰ** ''افسوس ہے کہ ٹیڈی مجتہدین ان اصول کی پرواہ کئے بغیر عموم البلویٰ کا سہارا لیکر قرآن وحدیث کے نصوص کے خلاف فتویٰ صادر کردیتے ہیں مثلاً دور حاضرہ میں فوٹو کھنچوانا عورتوں کو کالج کی تعلیم کی اجازت دینا وغیرہ وغیرہ۔حالانکہ ان امور ودیگر کئی کام جنہیں ضرورت شدیدہ کا نام دیکر اسلام کا مذاق اڑا رہے ہیں۔حالانکہ جن خواتین کو عموم البلویٰ کے تحت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعات واجتماعات سے روکا تھا اگر ان ٹیڈی مجتہدین کو دین کا درد تھا کہ وہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اجماع صحابہ اور جملہ امت کے اسی اجتماعی مسئلہ کی حمایت کرتے لیکن افسوس کہ انھوں نے حمایت کے بجائے خلاف کر کے سرے سے شرعی پردہ کا حکم ہی اڑا دیا۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

عقد الازار علی القفافی الصلوٰۃ و قال ابو حازم عن سھل بن سعد صلو امع النبی ﷺ عاقدی ازرھم علی عواتقھم۔

ترجمہ: نماز میں کاندھے پر تہبند باندھنا، اور ابو حازم نے سہل بن سعد سے روایت بیان کی ہے کہ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔وہ نمازی اپنے کاندھوں پر تہبند باندھے ہوئے تھے۔

عن محمد بن المنکدر قال صلی جابر فی ازار قد عقدہ من قمل قفاہ وثیا بہ موضوعۃ علی المشجب فقال لہ

قائل تصلی فی ازار واحد فقال انما صنعت ذلک لیرانی احمق مثلک واینا کان له ثوبان علی عهد رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: محمد بن منکدر نے کہا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے تہبند باندھ کر نماز پڑھی۔ انھوں نے اُسے سر تک باندھ رکھا تھا اور آپ کے کپڑے کھونٹی پر ٹنگے ہوئے تھے۔ کہنے والے نے کہا کہ آپ ایک تہبند میں نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے ایسا اس لئے کیا کہ تجھ جیسا کوئی احمق مجھے دیکھے۔ بھلا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دو کپڑے بھی کسی کے پاس تھے؟

عن محمد بن المنکدر قال رایت جابر ایصلی فی ثوب واحد وقال رایت النبی ﷺ یصلی فی ثوب۔

ترجمہ: ابی مولی نے بیان کیا محمد بن منکدر کے حوالہ سے کہا میں نے جابر رضی اللہ عنہ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اور انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

حل لغات:

المشجب۔ بالکسر۔ تین لکڑیوں کے سرے ملا کر کھڑی کر دیتے تھے اور نیچے پھیلائے رکھتے اسے مشجب ثیاب کہا جاتا یہ کپڑا رکھنے کے کام آتا تھا (نزہۃ القاری)

اور فیوض الباری میں ہے کہ دو لکڑیوں کو ملا کر کھڑونچی کی طرح بناتے ہیں۔ اس پر دھوبی کپڑے سکھاتے ہیں۔ اور مشک بھی اس پر لٹکا دیتے ہیں تا کہ پانی ٹھنڈا ہو جائے۔ اس کھڑونچی کو مشجب اور مشجاب کہتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑے میں نماز اس لئے پڑھی تا کہ معترض کو معلوم ہو جائے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

شرح:

اس پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ البتہ دو کپڑے یعنی قمیص یا پاجامہ یا تہبند میں نماز پڑھنا افضل ہے ابتدائی دور میں مسلمان غریب تھے۔ کسی کے پاس صرف ایک کرتہ ہوتا۔ اور کسی کے پاس صرف ایک چادر تو صحابہ کرام ایک کرتہ یا چادر میں نماز پڑھتے تھے۔ خود حضور سید عالم ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی۔ چنانچہ جمہور صحابہ جیسے ابن عباس، علی، معاویہ، انس بن مالک، خالد بن ولید، ابو ہریرہ، عائشہ صدیقہ، ابوسعید خدری، اسماء، عمار بن یاسر، جابر بن عبداللہ، ابی بن کعب، اور ام ہانی اور تابعین میں سے حسن بصری، ابن سیرین، شعبی، سعید بن مسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، محمد بن حنفیہ، عطاء، عکرمہ بن مسیب، امام اعظم ابوحنیفہ، فقہاء میں سے امام ابو یوسف، محمد، شافعی، مالک، احمد بن حنبل (فی روایۃ) اور اسحاق بن راہویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک ہے۔

(عینی ج ۲، صفحہ ۲۲۱)

ردِ غیر مقلدین:

غیر مقلدین عموماً ننگے سر نماز پڑھ کر یہی روایات پیش کرتے جو اوپر مذکور ہیں فقیر نے انکے لئے رسالہ ''ننگے سر نماز'' لکھا ہے جو انکے لئے کافی ہے۔ ننگے سر نماز کے بارے میں آئندہ اوراق میں عرض کرونگا یہاں صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب حاضر ہے۔

ننگے سر نماز:

احادیث میں براہِ راست ننگے سر نماز کا کوئی ذکر نہیں البتہ جواز کے لئے جو حضور ﷺ نے صرف ایک یا دو کپڑوں سے نماز پڑھی تو اس سے ضمناً ننگے سر نماز کی بات بھی فقہاء نے استخراج فرمائی اسکی بھی تین صورتیں بتائیں (۱) مستحب (۲) جواز (۳) مکروہ اسکی تفصیل فقیر نے ننگے سر نماز رسالہ میں عرض کردی ہے۔

غیر مقلدین نے جواز والی صورت کو لیکر اسے سنت قرار دے دیا یہی انکی جہالت ہے اس پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی زجر و توبیخ کو اپنا مدّعا سمجھا حالانکہ انہوں نے تو زجر کی ان لوگوں کو جو ننگے سر نماز کو سرے سے جائز ہی نہیں سمجھتے تھے تو آپ نے انکی اس غلطی پر زجر فرمائی۔ اور الحمد للہ ہم اہلسنت اسکے جواز کے منکر نہیں لیکن سنت عمامہ کے ساتھ کہتے ہیں کیونکہ کوئی کام حضور ﷺ جواز کے لئے کر دکھلائیں تو وہ سنت نہیں ہوتا جواز کی چند مثالیں فقیر نے رسالہ میں عرض کردی ہیں۔ سنت مداومت اور عمل کا نام ہے اور گاہے گاہے جواز اور ضرورت کا نام، انہی تمہارے دلائل سے فیصلہ ہو جانا چاہئیے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین و جملہ اہلِ اسلام کا دائمی عمل سر پر عمامہ یا ٹوپی وغیرہ یا ننگا سر۔

احادیث مبارکہ میں ننگے سر نماز پڑھنے کا نہیں بلکہ ننگے سر نماز نبوی کی ہئیت و کیفیت سے ثابت ہوا تو اب ہمارا سوال ہے۔ جس طرح احادیث مبارکہ نقل کی گئی ہیں۔ اس طرح کی نماز پڑھو تو عامل بالحدیث ہو صرف پگڑی اُتار کر نماز پڑھنے سے بدعتی بن رہے ہو۔ احادیث مبارکہ مذکورہ میں غور کرو اس کی یہ صورتیں ہیں۔ (۱) ایک کپڑا (۲) دو کپڑے (۳) ایک کپڑا پیٹھ کے پیچھے سے گردن میں باندھ دینا۔ جس سے کاندھا بھی ڈھکے ہوں (جیسے بچوں کو (ایک کپڑا) پہنایا جاتا ہے) صرف ننگے سر نماز کا ذکر نہیں۔ تو اب غیر مقلدین پر واجب ہے کہ وہ روزانہ عمامہ اتارنے کے بجائے صرف ایک ہی چادر پر اکتفاء کریں۔ جیسے احادیث مبارکہ میں ہے اور اس چادر کو بچوں کی طرح کاندھوں پر باندھ کر نماز پڑھیں۔ صرف عمامہ پر غصہ کیوں۔ صرف عمامہ اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کی سنت کہاں سے نکال لی۔ جواز کے ہم قائل ہیں لیکن صرف ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت کہنا یہ کس حدیث میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت جس میں انھوں نے معترض کو احمق کہا اس سے غیر مقلدین کا ننگے سر کا استدلال بھی عجیب ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک کپڑے سے نماز پڑھ رہے تھے اور بچوں کی طرح گردن میں کپڑا باندھ رکھا تھا تو غیر مقلدین بعینہ اس طرح

نماز پڑھیں ہم انکار نہ کریں گے کیونکہ جواز کا باب وسیع تر ہے۔ حضرت جابر کا معترض کو احمق کہنا ننگے سر نماز کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہے نہ یہ کہ آپ نے ننگے سر نماز پڑھنے پر معترض کو احمق کہا۔ اس کی وجہ دراصل یہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کر جاتے تھے۔ اسی اختلاف کو حضور سرورِ عالم ﷺ نے ''اختلاف امتی رحمۃ'' (میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے) فرمایا ہے اس مسئلہ میں بہت بڑے جلیل القدر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو اختلاف تھا کہ ایک کپڑے سے نماز ہوتی ہی نہیں اور جواز والی روایات کا وہ حضرات یہ جواب دیتے کہ حضور اکرم ﷺ کے دور میں وسعت نہ تھی اسی لئے جائز تھا لیکن بعد کو نا جائز ہے ان کے اسماء گرامی ملاحظہ ہوں۔ عینی شرح بخاری (ج ۴، صفحہ ۶۱) میں ہے۔

التوشح، نوع من الاشتمال تجوز الصلوٰۃ به والفقهاء مجمعون جواز الصلوٰۃ فی ثوب واحد و قد روی عن ابن مسعود خلاف ذلک قلت ذهب طاؤس وابراهیم النخعی و فی روایة وعبدالله بن وهب من اصحاب مالک و محمد بن جریر الی ان الصلوٰۃ فی ثوب واحد مکروه هته الخ ان کے ہاں بھی بہت بڑے دلائل ہیں۔ جنھیں امام بدرالدین عینی شارح بخاری نے نقل فرما کر انکار کیا اور اس اختلاف میں بعض روایات حضرت ابن عمر بھی شامل ہیں اور امام مجاہد بھی۔ بلکہ اس مسئلہ پر سیدنا ابن مسعود و سیدنا ابن کعب رضی اللہ عنہما کا مناظرہ ہوا جس کا فیصلہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابن کعب کے حق میں فرمایا۔ ملاحظہ ہو عینی شرح بخاری (ج ۴، صفحہ ۷۳)

اور تاریخ صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقفین کو خوب معلوم ہے کہ جمہور صحابہ (رضی اللہ عنہم) جس طرف ہوں حق وہی ہوتا ہے اور یہ بھی ہے۔ پھر جو ادنیٰ اعلیٰ کے سامنے یا تابعی صحابی کے سامنے جمہور کے خلاف مسئلہ پر اعتراض یا طنز کرے یا اسی کو ترجیح دے تو پھر اس کے ساتھ اس طرح ہوتا ہے جیسے حضرت جابر نے معترض کو فرمایا چنانچہ یہاں بھی ہوا کہ مشکوٰۃ میں امام المحدثین حضرت علامہ بن سلطان محمد القادری رحمۃ اللہ الباری مرقات، ج ۱، صفحہ ۴۸۵ میں لکھتے ہیں کہ انکره انکار ابلیغا کانه قیل قد صحبت النبی ﷺ وما شعرت بسنة فتصلی فی ثوب واحد وثیابک موضوعة علی المستجب فلذلک زجره وسماه احمق

خلاصہ یہی ہوا کہ حضرت ابن جابر کا معترض کو احمق کہنا جمہور کے مذہب کے خلاف بولنے کی وجہ سے تھا نہ یہ کہ ننگے سر نماز پڑھنے کے اعتراض کی وجہ سے اور نہ ہی ننگے سر نماز کی بات تھی یہ غیر مقلدین کا اپنا ڈھکوسلہ ہے۔

باب نمبر ۴

الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ملتحفابه

ترجمہ: صرف ایک کپڑے کو بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھنا

وقال الزھری فی حدیثه الملتحف المتوشح وھو المخالف بین طرفیه علی عاتقیه وھو الاشتمال علی عاتقیه علی منکبیه وقالت ام ھانی التحف النبی ﷺ بثوب له و خالف بین طرفیه علی عاتقیه۔

ترجمہ: زہری نے اپنی حدیث میں کہا ہے کہ ملتحف متوشح کو کہتے ہیں اور متوشح وہ شخص ہے جو اپنی چادر کے ایک حصے کو دوسرے کاندھے پر اور دوسرے حصے کو پہلے کاندھے پر ڈالا۔ بی بی ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک چادر اوڑھی اور اس کے دونوں کناروں کو اس سے مخالف طرف کے کاندھے پر ڈالا۔

عن عمر بن ابی سلمة ان النبی ﷺ فی ثوب واحد قد خالف بین طرفیه۔

عمر بن ابی سلمہ سے ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ نے کپڑے کے دونوں کناروں کو مخالف طرف کاندھے پر ڈال لیا تھا۔

عن عمر بن ابی سلمة انه رای النبی ﷺ یصلی فی ثوب واحد فی بیت ام سلمة قد القی طرفیه علی عاتقیه۔

ترجمہ: عمر بن ابی سلمہ نے بیان کیا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا۔ کپڑے کے دونوں کناروں کو آپ نے دونوں کاندھوں پر ڈال رکھا تھا۔

ان عمر بن ابی قال رایت رسول اللہ ﷺ یصلی فی ثوب واحد مشتملا به فی بیت ام سلمة واضعا طرفیه علی عاتقیه۔

ترجمہ: عمر بن ابی سلمہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں، آپ اسے لپیٹے ہوئے تھے اور اس کے دونوں کناروں کو دونوں کاندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

عن ابی النضر مولی عمر بن عبید اللہ ان ابا مرۃ مولیٰ ام ھانی بنت ابی طالب اخبرہ انه سمع ام ھانی بنت ابی طالب تقول ذھبت الی رسول اللہ ﷺ عام الفتح فوجدته یغتسل وفاطمة ابنته تسترہ قالت فسلمت علیه فقال من ھٰذہ فقلت انا ام ھانی بنت ابی طالب فقال مرحبابا م ھانی فلما فرغ من غسله قام فصلی ثمان رکعات

ملتحفافی ثوب واحد فلما انصرف قلت رسول اللہ زعم ابن امی انہ قاتل رجلا قداجرتہ فلان بن ھبیرہ فقال رسول اللہ ﷺ قد اجرنا من اجرت یا ام ھانی ء قالت ام ھانی ء وذاک ضحی۔

ترجمہ: عمر بن عبید اللہ کے مولیٰ ابونضر سے کہ ام ہانی بنت ابی طالب کے مولیٰ ابومرہ نے انھیں اطلاع دی کہ انھوں نے ام ہانی رضی اللہ عنہا سے یہ سنا۔ وہ فرماتی تھیں کہ وہ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں میں نے دیکھا کہ آپ غسل کررہے ہیں اور آپ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ کیے ہوئے ہیں انھوں نے کہا میں نے آں حضور کو سلام کیا، آپ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے بتایا کے میں ام ہانی بنت ابی طالب ہوں آپ نے فرمایا خوش آمدید ام ہانی پھر جب آپ ﷺ غسل سے فارغ ہو گئے تو اُٹھے اور آٹھ رکعت نماز پڑھی ایک ہی کپڑے میں لپٹ کر جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں کے بیٹے علی (رضی اللہ عنہ) کا خیال ہے کہ وہ ایک مرد کو قتل کرے گا جسے میں نے پناہ دے رکھی ہے یہ ھبیرہ فلان کا بیٹا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ام ہانی! جسے تم نے پناہ دی۔ ہم نے بھی اسے پناہ دی ام ہانی نے کہا یہ نماز چاشت تھی۔

عن ابی ھریرۃ ان سائلا سال رسول اللہ ﷺ عن الصلوٰۃ فی ثوب واحد فقال رسول اللہ ﷺ او لکلکم ثوبان۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ کسی پوچھنے والے نے رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم سب کے پاس دو کپڑے ہیں بھی؟

باب نمبر ۵

اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیہ

ترجمہ: جب ایک کپڑے میں کوئی شخص نماز پڑھے تو کپڑے کو کاندھوں پر کرلینا چاہئیے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لایصلی احد کم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ شی ء۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کو بھی ایک کپڑے میں نماز اس طرح نہ پڑھنی چاہئیے کہ اس کے کاندھوں پر کچھ نہ ہو۔

حدثنا ابو نعیم قال ثنا شیبان عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عکرمۃ قال سمعتہ او کنت سالتہ قال سمعت ابو ھریرۃ یقول اشھد انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من صلی فی ثوب واحد فلیخالف بین طرفیہ۔

ترجمہ: ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان نے بیان کیا یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطہ سے وہ عکرمہ سے کہا میں نے سنا یا میں نے پوچھا تھا تو عکرمہ نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ ارشاد فرماتے سنا تھا کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے اسے کپڑے کے دونوں کناروں کو اس کے مخالف سمت کاندھے پر ڈال لینا چاہئیے۔

شرح:

ان روایات کا سہارا لے کر غیر مقلدین نے ننگے سر نماز کی عادت بنا ڈالی ہے اور اسے سنت ثابت کرنے کی کوشش کر کے ایک طرف عوام کو دھوکہ دیتے ہیں تو دوسری طرف فتنہ بپا کرتے ہیں کہ اس سے عوام میں انتشار پھیلتا ہے "والفتنہ اشد من القتل" کی وعید سے بے نیاز ہیں، فقیر نے رسالہ "ننگے سر نماز" تلخیص کیا ہے تاکہ دین کا عاشق صحیح راہبری حاصل کر سکے۔

حضور ﷺ سے لے کر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم خیر القرون سے لے کر سوائے غیر مقلدین کے نماز جیسی اہم عبادت کو ننگے سر کبھی ادا نہیں کیا اور نہ ہی ننگے سر نماز ادا کرنے کا حکم صادر فرمایا بلکہ ہمیشہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھی اور عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بڑے بڑے فضائل و درجات بیان فرمائے۔ صرف ایک حدیث مبارک حاضر ہے۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عزوجل وملائکتہ یصلون علیٰ اصحاب العمائم یوم الجمعتہ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر)

یعنی بیشک اللہ عزوجل اور اسکے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھنے والوں پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

اسی لئے فقہا کرام نے سر سے ننگے ہو کر نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔

درمختار، ج اصفحہ ۱۵۱ میں مکروہات الصلوٰۃ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں (**والصلوٰۃ حاسرا ای کاشفاً راسہ للتکاسل مکروھۃ**) سستی سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اسلئے کہ حضور نبی پاک ﷺ دائماً عمامہ سے نماز پڑھتے اور یہ قاعدہ ہے کہ حضور ﷺ کے دائمی عمل مبارک کے خلاف بلاوجہ عمل ہو تو وہ مکروہ ہے (چنانچہ بحرالرائق، ج ۳ صفحہ ۳۴) میں ہے۔ "**وصلہ ان السنۃ اذا کانت موکدۃ قویۃ لایبعدان یکون ترکھا مکروھا کراھتاتحریم**" اس قانون کے مطابق بھی سر سے ننگے نماز کی ادائیگی مکروہ ٹھہرے گی۔

ایک آدھ دفعہ اگر حضور ﷺ نے کیا ہے تو وہ صرف جواز کیلئے تھا۔ تاکہ امت کے کسی غریب کو اگر عمامہ نہ ملے تو اس کی نماز کو بھی بارگاہِ نبوت کا دامن نصیب ہو۔ (جیسے کہ حضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی)

اسی لئے فقہا کرام نے ننگے سر نماز کی تین قسمیں لکھی ہیں (۱) بہ نیت استخفاف واستحقار یعنی دل میں خیال ہو کہ نماز کوئی ایسی حالت تو نہیں جس میں سر کو ڈھانپ کر نماز پڑھوں اس لحاظ سے سر ننگا نماز پڑھنا کفر ہوگا۔ اگر یہ عمل عام ہو گیا تو نماز میں ننگے سر رہنا استحقاء استخفاف کا پایا جانا دور نہیں۔

(۲) سستی و کاہلی کی وجہ سے سر سے ننگا ہو کر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

تبصرہ اویسی:

یہ عمل عوام کو پسند ہے کہ سر سے ویسے ہی ننگے رہتے ہیں پھر نماز کے لئے سر پر کپڑا رکھنا ان کو بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ جیسے گرمیوں میں عموماً دیکھا جاتا ہے کہ سستی کی وجہ سے قمیض وغیرہ سے نماز پڑھنا انہیں دشوار محسوس ہوتا ہے، اس علت کو غور سے دیکھا جائے تو بات واضح ہے کہ نماز کو ننگے سر پڑھنا عموماً سستی و کاہلی کی وجہ سے ہے۔

(۳) بہ نیتِ تواضع و انکسار ہو تو جائز ہے جیسے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا جائز ہے لیکن جس جوازی عمل میں فتنہ کا اندیشہ ہو اس سے احتراز واجب ہے اور ظاہر ہے کہ ننگے سر سے نصاریٰ کی تہذیب و تمدن کو تقویت ملتی ہے۔ پھر عاشقِ سنت مصطفیٰ ﷺ کب گوارا کر سکتا ہے۔ کہ وہ اپنے محبوب رسول ﷺ کے مقابلہ میں نصاری انگریز کی تہذیب کو ترجیح دے لیکن عملی طور تو ترجیح دی جارہی ہے اور نہ صرف ترجیح بلکہ اسلامی تہذیب کا مذاق اور انگریزی تہذیب سے پیار بتاتا ہے کہ مسلمان کا دین وایمان خطرہ میں ہے اسی لئے فقیر، دین کے رہنماؤں سے اپیل کرتا ہے کہ فی سبیل اللہ دین کی کشتی کے بچانے کی سبیل کیجئے قوم کو انگریزی تہذیب سے ہٹا کر اسلامی تہذیب و تمدن کا خوگر بنائیے۔ رسول اکرم ﷺ کی ہر ادا کا عملی نمونہ اپنے اندر پیدا کر کے اپنے حلقہ اثر میں ہر سنت پر سختی سے عمل کرائیے۔

خلاصۃ البحث:

حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی طرح ہم سب (غیر مقلدین) سمیت یہی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام کا ایک کپڑے میں یا دو کپڑوں میں نماز پڑھنا بوجہ ضرورت تھا کہ اس وقت کپڑوں کی قلت تھی یا جواز کے لئے تا کہ اگر کوئی صرف ایک کپڑے سے یا دو سے نماز پڑھ لے تو نماز جائز ہو جائے گی۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا عارضہ شرعی لاحق نہ ہوا سکے متعلق عرض کر چکا ہوں۔ حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی عبارت ملاحظہ ہو۔

او اما صلوٰۃ النبی ﷺ و اصحابہ فی ثوب واحد ففی وقت کان لعدم ثوب آخر و فی وقت کان مع وجودہ لبیان الجواز (از نقلہ الطیبی) (ترجمہ اوپر کے مضمون میں آ گیا ہے)

جواز کا سہارا:

(۱) احکام شرعیہ دو قسم ہیں "عزیمۃ و رخصت" مردان خدا وہ ہوتے ہیں۔ جو عزیمت پر عمل کرتے اور ڈھیلے ڈھالے سُست و کاہلین جواز کا حیلہ ڈھونڈتے ہیں بفضلہ تعالیٰ اہلِ سنت احکام شرعیہ میں عزیمت پر عمل کرتے ہیں اور غیر مقلدین رخصت کے

پیچھے پڑ کر خود ہی دین سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

(۲) جس جواز میں غیروں (غیر مسلموں) کو سہارا ملے اور اصل مسئلہ کے ترک کا خطرہ ہو تو اس جواز پر عمل نہ کرنا بھلا، کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، جواز کا سہارا لے کر آج کے ماڈرن مسلم پینٹ پتلون کی شامت سے بیٹھ کر پیشاب کرنے کی سنت سے محروم، یہاں بھی غیر مقلدین کو یونہی سمجھایا جائے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز اور بیٹھ کر سنت۔ اب ننگے سر نماز کی طرح جواز کا سہارا لے کر کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرو اور عوام کی غلامت پر کہد یا کرو کہ احادیث میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت ہے۔ ننگے سر نماز کے استدلال اور اس مسئلہ کے استدلال میں کوئی فرق نہیں لیکن یہ سودا انہیں مہنگا پڑتا ہے۔ ایسے ہی جواز کی صورت کھڑے ہو کر کھانا بھی بیٹھ کر کھانا دائمی سنت ہے۔ اب غیر مقلدین کو عمامہ اتارنے کے ساتھ کھڑے کھڑے مُوتنا اور کھانا چاہئیے وغیرہ وغیرہ۔

(۳) ہم نے ننگے سر نماز پڑھنے کی تین صورتیں لکھی ہیں۔ ان میں ایک مکروہ ہے۔ جب سُستی اور کاہلی سے اس کا ارتکاب ہو اور سُستی و کاہلی کا شکار عوام نہیں بلکہ یہ بیماری اب عام ہے کہ بہت بڑے سمجھدار بھی نماز سے جی کتراتے ہیں۔ جب نفس نماز اُن کی سستی و کاہلی کا شکار ہے تو پھر اُس کے مستحبات میں کتنا تکاسل و تکاہل کو دخل ہوگا اور شرع کا قانون بھی ہے اور عقل کا تقاضا بھی کہ بیماری جب وبائی صورت اختیار کرے تو بیمار کو بھرپور ٹیکوں گولیوں اور دوائیوں کے استعمال کے علاوہ معمولی سے معمولی ضرررساں عمل سے پرہیز کرانا ضروری ہے اور یہاں یہ حال ہے کہ انگریز کی پٹی پڑھانے کے بعد ننگے سر رہنا زندگی بسر کرنا اسی فی صد مسلمانوں کا زندگی بسر کرنا کا لجزء ہو گیا ہے دین کا درد رکھنے والا تو سنت نبوی ﷺ کے احیاء (زندہ کرنا) میں جدوجہد کرنا، عمامہ باندھنے، بالخصوص نماز ادا کرنے کی کوشش کرے گا اور دین سے بے بہرہ انگریز کی دی ہوئی گندی عادت میں اضافہ کرے گا زاختیار بدست مختار۔

باب نمبر ۶

اذا کان الثوب ضیقا

ترجمہ: جب کپڑا تنگ ہو

عن سعید بن الحارث قال سالنا جابر بن عبدالله عن الصلوٰة فی الثوب الواحد فقال خرجت مع النبی ﷺ فی بعض اسفاره فجئت لیلةً بعض امری فوجدته یصلی وعلی ثوب واحدفاشتملت بی وصلیت الی جانبه فلما انصرف قال ما السری یا جابر فاخبر ته بحاجتی فلما فرغت قال ما هذا لا شتمال الذی رایت قلت کان ثوباقال فان کان واسعافالتحف به وان کان ضیقافاتزربه۔

ترجمہ: سعید بن حارث نے جابر بن عبداللہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں گیا۔ ایک رات کسی ضرورت کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا میرے پاس ایک کپڑا تھا۔ اس لئے میں نے اسے لپیٹ لیا اور آپ کے پہلو میں ہو کر نماز میں شریک ہو گیا، جب آپ نماز سے فارغ ہونے تو دریافت فرمایا جابر! اس وقت کیسے آئے؟ میں نے آپ سے اپنی ضرورت کے متعلق کہا۔ میں جب فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ تم نے کیا لپیٹ رکھا تھا جسے میں نے دیکھا، میں نے عرض کی کپڑا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر کپڑا کشادہ ہوا کرے تو اسے اچھی طرح لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کو تہبند کے طور پر باندھ لیا کرو۔

عن سهل قال كان رجال يصلون مع النبى ﷺ عاقدى ازرهم على اعنا قهم كهية الصبيان ويقال للنساء لا تر فعن رئو وسكن حتى يستوى الرجال جلو سا۔

ترجمہ: سہل نے کہا کہ بہت سے لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بچوں کی طرح اپنی گردنوں پر تہبند باندھ کر نماز پڑھتے تھے اور عورتوں کو حکم تھا کہ اپنے سروں کو (سجدے سے) اس وقت تک نہ اٹھائیں جب تک مرد پوری طرح بیٹھ نہ جائیں۔

شرح:

ملتحف۔ ملحف۔ ملحفة سے اسم فاعل ہے۔ ملحف اور ملحفہ چادر یا اوپر کے لباس کو کہتے ہیں۔ التحاف کے لغوی معنی چادر کو پورے جسم پر لپیٹنے کے ہیں۔ التوشح۔ توشح کا اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں کپڑے کو بغل کے نیچے سے نکال کر کاندھے پر ڈالنا اشتمال کے معنی لپیٹنے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ چادر کے داہنے کنارے کو بائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال کر اور بائیں کنارے کو داہنی بغل سے نکال کر داہنے کندھے پر ڈال کر سینے پر لا کر باندھنا۔ اور اگر کپڑا بڑا ہو تو اسے بغیر باندھے چھوڑ دینا۔

فائدہ:

کہ اشتمال سے حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو روکا وہ اشتمال الصماء تھا اور وہ مکروہ ہے اسکی صورت یہ ہے کہ آدمی چادر میں اپنے پورے بدن کو چھپالے اور ہاتھ وغیرہ اندر بند ہو جائیں اسطرح چادر کمبل وغیرہ پہننا مکروہ ہے۔

انتباہ اویسی غفرلہ:

سردیوں میں عموماً لوگ اسطرح سے گرم چادریں۔ شال۔ کمبل وغیرہ اوڑھ کر نماز پڑھتے ہیں اسکا بہتر طریقہ یہ ہے کہ بیشک ایسے کپڑے اوڑھیں سردی سے بچیں شریعتِ مطہرہ تنگی نہیں کرتی۔ اس کراہیت سے بچنے کے لئے ہاتھ کمبل وغیرہ سے نکال کر کھلے رکھیں تا کہ کراہیت سے بھی بچاؤ ہو اور سردی سے بھی۔

باب نمبر ۷

الصلوٰۃ فی الجبة الشامیة

ترجمہ: شامی جُبّہ پہن کر نماز پڑھنا

وقال الحسن فی الثیاب ینسجها المجوس لم یر بها باسا وقال معمر رایت الزهری یلبس من ثیاب الیمن ماصبغ بالبول وصلی علی بن ابی طالب فی ثوب غیر مقصور۔

ترجمہ: حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جن کپڑوں کو مجوسی بُنتے ہیں ان کے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ معمر نے فرمایا کہ میں نے زہری کو یمن کے ان کپڑوں کو پہنے دیکھا جو پیشاب سے رنگے جاتے تھے۔ اور علی بن ابی طالب نے نئے بغیر دُھلے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھی۔

عن مغیرة شعبة قال کنت مع النبی ﷺ فی سفر فقال یا مغیرة خذ الاداوة فاخذتها فانطلق رسول الله ﷺ حتی توارى علی فقضیٰ حاجته و علیه جبة شامیة فذهب لیخرج یده من کمها فضاقت فاخرج یده من اسفلها فصببت علیه فتوضا وضوءه للصلوة ومسح علی خفیه ثم صلی۔

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا آپ نے ایک موقعہ پر فرمایا مغیرہ برتن اٹھالو میں نے اٹھالیا پھر رسول اللہ ﷺ چلے اور میری نظروں سے اوجھل ہوگئے آپ نے قضائے حاجت فرمائی آپ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ ہاتھ کھولنے کے لئے آستین چڑھانا چاہتے تھے لیکن وہ تنگ تھی۔ اس لئے آستین کے اندر سے ہاتھ باہر نکالا۔ میں نے آپ ﷺ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ آپ نے نماز وضوء کی طرح وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ پھر نماز پڑھی۔

شرح:

یہاں چند بحثیں یاد رکھیں جو کپڑے کہ غیر مسلموں کے ہاتھوں کے بنے ہوئے ہوں۔ ان کو بغیر دھوئے استعمال کرنا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور جب تک یہ یقین نہ ہو کہ یہ نجس ہیں اس وقت تک ان کے نجس ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ جبہ شامیہ کی قید اس لئے ہے کہ اُس وقت شام کا ملک دارالکفر تھا۔ تو جو چیز وہاں سے بن کر آتی تھی ظاہر ہے کہ وہ غیر مسلموں ہی کی بنائی ہوئی ہوتی تھی۔

ٹیڈی مجتہدین:

اس گروہ سے فقیر غصّہ میں ہے کہ ان میں اجتہاد کی صلاحیت تو ہے نہیں محض دوسروں کو خوش کرنے کے لئے کہ ہم بھی ایسے ویسے ہیں حالانکہ فقیر کا تجربہ ہے کہ یہ ٹیڈی مجتہدین بیچارے کچھ بھی نہیں دیوبند کے بڑے ستونوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے علم کے زعم میں

اجتہاد کرنے لگتے ہیں تو اوندھے منہ گرتے ہیں مثلاً مولوی انور کشمیری کو دیکھئے کہ دیوبندیوں کو اسکے علم پر ناز ہے وہ اپنا اجتہاد کرتا ہے۔وہ فیض الباری میں لکھتا ہے کہ امام بخاری نے جو باب یہاں منعقد کیا ہے۔اس باب سے یہ ظاہر ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غیر عرب کے وضع کے کپڑے میں نماز جائز ہے۔افسوس ہے کہ ان کی نظر اس طرف نہیں گئی کہ اس عہد میں غیر عرب کفار تھے۔اور کفار کی وضع کے کپڑے پہننا بحکم حدیث ممنوع۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا''ایاکم وزی الاعاجم''۔عجمیوں کی وضع سے بچو!اور فرمایا۔من تشبہ بقوم فھو منھم ۔جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انھیں میں سے ہے۔اس لئے امام بخاری سے یہ مستبعد ہے کہ وہ کفار کی وضع کے کپڑوں کو جائز کہدیں گے اور ان میں نماز کی اجازت دیدیں گے۔یہاں کشمیری صاحب کو دھوکا لگا۔جبہ شامیہ شام میں بنتا تھا مگر اہلِ عرب میں بکثرت رائج تھا۔اسلئے وہ کفار کی وضع نہ تھا۔

تبصرہ اویسی غفرلہ:

جب دیوبندیوں کے ایک بڑے ستون کا یہ حال ہے تو وہ غریب وکلاء، پروفیسر، ڈاکٹر یا درس نظامی پڑھکر شیخ الحدیث وعلامہ کہلوانے والے کس باغ کی مولی کہ وہ غلط قسم کا اجتہاد کرتے ہیں اسی لئے فقیر کہتا ہے بدمذاہب سے یہی نیڈی مجتہدین زیادہ خطرناک ہیں۔

پیشاب کی ملاوٹ:

امام زہری جو امام بخاری کے مایہء ناز استاذ اور غیر مقلدین کو بھی ان پر بڑا فخر ہے وہ پیشاب کی ملاوٹ سے دُھلے ہوئے کپڑے بھی استعمال فرماتے تھے جیسا اوپر کا مضمون ہے کہ یمن سے جو کپڑے آتے تھے،وہ جن اشیاء سے دھوئے جاتے انمیں پیشاب بھی ہوتا تھا اس سے بعض لوگوں نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کو مطعون بھی کیا ہے لیکن ہم اپنے اکابر کے آداب کا سبق دیتے ہیں اسی لئے انکی طرفداری میں ہمارے جوابات ملاحظہ ہوں۔

حضرت زہری ان کپڑوں کو پاک کرنے کے بعد پہنا کرتے تھے۔چنانچہ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے تصریح کی ھو محمول علیٰ انہ کان یغسلہ قبل لبسہ۔بعض نے یہ کہا کہ چونکہ امام زہری کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔اس لئے وہ بغیر دھوئے اور پاک کئے ان کپڑوں کو پہن لیتے تھے لیکن امام زہری کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب پاک نہیں ہے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق کی روایت سے واضح ہے۔اور بخاری مصری،ج۲صفحہ ۸۶ میں خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس طرف اشارہ کیا ہے یعنی باب ھل تشرب ابوال الابل میں۔

طرفداری میں ہماری باری:

ہم نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز استاذ اور غیر مقلدین کے قابل فخر محدث رحمۃ اللہ علیہ کی طرفداری کی ہے تو انہیں چاہیے وہ ہماری بات مان لیں وہ یہ کہ انھوں نے احناف پر اعتراض اٹھایا ہے کہ انکے نزدیک پیشاب سے قرآن وغیرہ لکھنا جائز ہے۔ فقیر نے اس بہتان کا جواب لکھا ہے اسکا نام ہے "لاحول علی کتابۃ القرآن بالبول" اس میں فقیر نے ایک جواب یہ دیا ہے کہ پیشاب سے حلال جانوروں کا پیشاب مراد ہے نہ کہ انسان اور حرام جانوروں کا اور جہاں احناف کی کتابوں میں یہ مسئلہ ہے وہاں لفظ قیل وقالوا سے لکھا گیا اور قیل وقالو کے اقوال غیر معتبر کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس کی تحقیق فقیر کے رسالہ "لن تنالوا یعنی قیل وقالوا" میں ہے پھر یہ بھی قاعدہ ہے کہ اس قیل وقالوا کے قائل احناف ہوں وہ عام ہوتا ہے وہ احناف ہوں یا غیر احناف اور ہمارے فقہاء کرام کی عادت ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں ہر طرح کے اقوال لکھتے ہیں تا کہ عوام اہل اسلام ان اقوال پر عمل کریں جو مفتی بہ اور معتبر ہیں اور غیر مفتی بہ اور غیر معتبر اقوال سے بچیں۔ اسی لئے یہ اعتراض دراصل غیر مقلدوں کو اپنے قابل فخر امام زہری پر کرنا چاہیئے کہ وہ ماکول اللحم یعنی حلال جانوروں کے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں اسی لئے وہ انہی پیشاب سے رنگے ہوئے کپڑوں کو استعمال فرماتے۔

کورا کپڑا:

امام بخاری نے لکھا کہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے غیر مقصور (کورے) کپڑوں میں نماز پڑھی۔ یاد رہے کہ مقصورہ اس کپڑے کو کہتے ہیں۔ جو بننے کے بعد دھولیا جائے۔ اور غیر مقصورہ وہ جو کورا ہو۔ اس اثر میں اگر چہ کفار کے بنے ہوئے کپڑے کی تصریح نہیں ہے۔ لیکن امام بخاری کا اس اثر کو اس باب میں لانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کورا کپڑا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ کفار کا بنا ہوا ہوگا۔ بہر حال ان آثار سے یہ واضح ہوا کہ حسب ذیل کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور جب تک ان کے نجس ہونے کا یقین نہ ہو۔ انہیں ناپاک نہیں قرار دیا جائے گا۔

(۱) وہ کپڑے جو غیر مسلموں کے بنے ہوئے ہوں (۲) وہ کپڑے جو پیشاب کی آمیزش دے کر رنگے گئے ہوں (۳) اور وہ کپڑے جو کورے ہوں اور بننے کے بعد ان کو دھویا نہ گیا ہو۔

باب نمبر ۸

کراھیۃ التعری فی الصلوٰۃ وغیرھا

ترجمہ: نماز اوراس کے علاوہ اوقات میں ننگے ہونے کی کراہیت

جابر بن عبداللہ یحدث ان رسول اللہ ﷺ کان ینقل معھم الحجارۃ للکعبۃ و علیہ ازارہ فقال لہ العباس عمہ یا بن اخی او حللت ازارک فجعلت علی منکبیک دون الحجارۃ قال فحلہ فجعلہ علی منکبیہ فسقط مغشیا علیہ فمارای بعد ذلک عریانا۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ (نبوت سے پہلے) کعبہ کی تعمیر کے لئے قریش کے ساتھ پتھر ڈھو رہے تھے۔ آپ اس وقت تہبند باندھے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے چچا عباس نے کہا بھتیجے تم تہبند کھول لیتے اور اسے پتھر کے نیچے اپنے کاندھے پر رکھ لیتے۔ حضرت جابر نے کہا آپ نے تہبند کھول لیا اور کاندھے پر رکھ لیا لیکن فوراً ہی غشی کھا کر گر پڑے۔ اس کے بعد آپ کو کبھی ننگا نہ دیکھا گیا۔

شرح حدیث:

اس حدیث میں حضور ﷺ کے بچپن کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے لیکن اس میں آپکی عمر کا یقین نہیں ادب کا تقاضا یہ ہے کہ کم سے کم عمر مراد لی جائے لیکن اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ بچپن میں لاشعوری بچوں کا شیوہ ہے لیکن ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبوت کے لئے لاشعوری کا تصور ہی جہالت ہے اس حدیث سے بھی ہم استدلال کر سکتے ہیں کہ آپکو قبل اظہار نبوت بھی اپنی نبوت کا علم تھا اور سن لاشعوری میں شعور اس عقیدہ کی توثیق کرتا ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں حالات واوقات کی تبدیلی نبوت کے علم میں تبدیلی نہیں کرتا۔

باب نمبر ۹

الصلوٰۃ فی القمیص والسراویل والتبان والقباء

ترجمہ: قمیص، پاجامہ، جانگیا اور قبا پہن کر نماز پڑھنا

عن ابی ھریرۃ قال قام رجل الی النبی ﷺ فسالہ عن الصلوۃ فی الثوب الواحد فقال او کلکم یجد ثوبین ثم سال

رجل عمر فقال اذا وسع الله فاوسعوا جمع رجل علیه ثیابه صلی رجل فی ازار ورداء فی ازار و قمیص فی ازار و قباء فی سراویل ورداء فی سراویل و قمیص فی سراویل و قباء فی تبان وقباء فی تبان و قمیص قال وفی احسبه قال فی تبان و رداء۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اس نے صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم لوگوں کے پاس دو کپڑے ہیں بھی؟ پھر حضرت عمر سے ایک شخص نے پوچھا آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو تم بھی وسعت کے ساتھ رہو۔ آدمی کو چاہیئے کہ نماز کے وقت اپنے پورے کپڑے پہنے۔ آدمی کو تہبند اور چادر میں، تہبند اور قمیص میں، تہبند اور قبا میں، پاجامہ اور چادر میں، پاجامہ اور قمیص میں، جانگیہ اور قبا میں، جانگیہ اور قمیص میں نماز پڑھنی چاہیئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جانگیہ اور چادر میں نماز پڑھے۔

عن ابن عمر قال سال رجل رسول الله ﷺ فقال مایلبس المحرم فقال لایلبس القمیص ولاسراویل ولا البرنس ولا ثو بامسه زعفران ولا ورس فمن لم یجد نعلین فلیلبس الحقین ولیقطعهما حتی یکونا اسفل من الکعبین وعن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ مثله۔

ترجمہ: ابن عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا کہ محرم کو کیا پہننا چاہیئے تو آپ نے فرمایا کہ نہ قمیص پہنے نہ پاجامہ نہ برنس (ایک لمبی ٹوپی جو عرب میں پہنی جاتی تھی) اور نہ اینا کپڑا جس میں زعفران لگا ہوا ہو اور نہ ورس لگا ہوا کپڑا، اور اگر کسی کو چپل میسر آئیں تو اسے خفین ہی پہن لینے چاہئیں۔ البتہ انھیں کاٹ کر ٹخنوں سے نیچے تک کر لینا چاہیئے۔ نافع ابن عمر سے وہ نبی کریم ﷺ سے ایسی ہی حدیث بیان کرتے ہیں۔

باب نمبر ۲۶

فی کم تصلی المراة من الثیاب . وقال عکرمة لو وارت جسد ها فی ثوب جاز

عورت کو نماز پڑھنے کے لئے کتنے کپڑے ضروری ہیں؟ حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ اگر عورت کا جسم ایک کپڑے سے چھپ جائے

تو صرف اسی سے نماز ہو جاتی ہے

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لقد کان رسول اللہ ﷺ یصلی الفجر فشھد معہ نساء من المؤمنات متلفعات فی مروطھن ثم یرجعن الی بیوتھن مایعرفھن احد۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز پڑھتے تھے اور آپ کے ساتھ نماز میں بہت سی مسلمان عورتیں اپنے اوپر چادر اوڑھے ہوئے شریک ہوتی تھیں اور اپنے گھروں کو واپس چلی جاتی تھیں۔ اس وقت انھیں کوئی پہچان نہیں پاتا تھا۔

شرح:

حل لغات، مروط اس چادر کو کہتے ہیں جو ریشم اور اون سے تیار ہو شرح مؤطا میں ہے کہ مروط وہ اوڑھنی ہے جو باریک اون سے بنائی جائے۔ اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر عورت ایسے ایک کپڑے سے نماز پڑھے جس سے اسکا پورا بدن چھپ جائے تو جائز ہے۔

باب نمبر ۱۱۱

مایستر من العورۃ

شرمگاہ جو چھپائی جائے گی

عن ابی سعید الخدری انہ قال نھی رسول اللہ ﷺ عن الاشتمال الصماء وان تحتبی الرجل فی ثوب واحد لیس علی فرجہ منہ شیء۔

ترجمہ: ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صماء کی طرح کپڑا بدن پر لپیٹ لینے سے منع فرمایا اور اس سے بھی منع فرمایا کہ آدمی ایک کپڑے میں احتباء کرے، اور شرمگاہ پر علیحدہ سے کوئی کپڑا نہ ہو۔

ابی ھریرۃ قال نھی النبی ﷺ عن بیعتین عن اللماس والنباذ وان یشتمل الصماء وان یحتبی ارجل فی ثوب واحد۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے دو طرح کی بیع وفروخت سے منع فرمایا ہے۔ لماس اور نباذ اور اس سے بھی منع فرمایا کہ کپڑا اصماء کی طرح لپیٹا جائے اور اس سے بھی کہ کوئی شخص احتباء کرے۔

ابا ھریرۃ قال بعثنی ابو بکر فی تلک الحجۃ فی مؤذنین یوم النحر نؤذن بمنی ان لایحج بعد العام مشوک ولا

یطوف فی البیت عریان قال حمید بن عبدالرحمن ثم اردف رسول اللہ ﷺ علیا فامرہ ان یؤذن ببراء ۃ قال ابو ہریرۃ فاذن معنا علی فی اھل منی یوم النحر لایحج بعد العام مشرک ولایطوف بالبیت عریان۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حج کے موقعہ پر (جس کے امیر آں حضور ﷺ کی طرف سے ابوبکر بنائے گئے تھے) مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یوم النحر میں اعلان کرنے والوں کیساتھ بھیجا تا کہ ہم منیٰ میں اس بات کا اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہیں کرسکتا اور کوئی شخص ننگے ہوکر بیت اللہ کا طواف نہیں کرسکتا۔ حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ براءت کا اعلان کردیں۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ اس کا اعلان کیا نحر کے دن منیٰ میں موجود لوگوں کے سامنے کہ آج کے بعد کوئی مشرک نہ حج کرسکتا ہے اور کوئی شخص ننگے ہوکر بیت اللہ کا طواف نہیں کرسکتا۔

حدیث میں لفظ صماً واقع ہے اسطرح کپڑا سارے بدن پر لپیٹ لینے کو کہتے ہیں کہ کسی طرف سے کھلا نہ ہو اور اندر سے ہاتھ نکالنا بھی مشکل نہ ہو لیکن فقہاء نے اس کی یہ صورت لکھی ہے کہ کوئی کپڑا پورے بدن پر لپیٹ لیا جائے پھر اسکے ایک کنارے کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر اسطرح رکھ لیا جائے کہ شرمگاہ کھل جائے یہی صورت حدیث کی بیان کردہ ہے ایسی صورت میں نماز جائز ہے اور لغت کی بیان کردہ صورت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے تحتی الاحتباء سے ہے وہ یہ ہے کہ اکڑوں بیٹھکر پنڈلیوں اور پیٹھ کو کسی کپڑے سے ایک ساتھ باندھ لیا جائے اسکے بعد کوئی کپڑا اوڑھ لیا جائے عرب مجالس میں اسطرح بیٹھتے تھے ہمارے ہندوپاک میں بھی بعض لوگ اسطرح مجالس وغیر مجالس میں بیٹھا کرتے ہیں چونکہ اس صورت میں ستر عورت پوری طرح نہیں ہوسکتا اسی لئے اسلام نے اس کی ممانعت کردی ہے۔

عرب میں بیع وشراء کا ایک طریقہ یہ تھا کہ مشتری اپنی آنکھ بند کرکے کسی شے پر ہاتھ رکھ دیتا تھا، دوسرا طریقہ یہ تھا کہ بائیں آنکھ بند کرکے کوئی شے مشتری کی طرف پھینکتا ان میں پہلے طریقہ کو لماس دوسرے کو نباذ کہتے، حضور سرور عالم ﷺ نے دونوں طریقوں سے منع فرمادیا اسکی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں دھوکہ فریب کو دخل ہے اسلام نے بیع میں ان تمام طریقوں سے منع فرمایا ہے جسمیں دھوکہ اور فریب ہو۔

باب نمبر ۱۲

الصلوٰۃ بغیر رداء

ترجمہ: بغیر چادر اوڑھے نماز پڑھنا

عن محمد بن المنکدر قال دخلت علی جابر بن عبداللہ وھو یصلی فی ثوب واحد ملتحفابه ورداء ہ موضوع فلما انصرف قلنا یا ابا عبداللہ تصلی ورداء ک موضوع قال نعم احببت ان یر انی الجھا ل مثلکم رایت النبی ﷺ یصلی کذا۔

ترجمہ: محمد بن منکدر کے واسطہ سے کہا میں جابر بن عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک کپڑے کو اپنے بدن پر لپیٹے نماز پڑھ رہے تھے، ان کی چادر وہیں رکھی ہوئی تھی جب آپ فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی یا ابوعبداللہ آپ کی چادر رکھی ہوئی ہے اور چادر اوڑھے بغیر نماز پڑھ رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہاں میں نے چاہا کہ تم جیسے جاہل مجھے اس طرح نماز پڑھتے دیکھ لیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

باب نمبر ۱۳

مایذکر فی الفخذ : قال ابو عبداللہ ویروی عن ابن عباس وجرھد و محمد ابن جحش عن النبی ﷺ الفخذ عورۃ

ترجمہ: ران کے عورت (ستر) ہونے کے، حضرت ابن عباس و جرہد و محمد بن جحش نے حضور ﷺ سے روایت کیا کہ ران عورت (ستر) ہے

شرح:

الفخذ بفتح الفاء وبکر الخاء بمعنی ران عورۃ بمعنی چھپانے کی شے، عورت کو اسی لئے عورت کہا جاتا ہے کہ یہ

چھپانے کی شے ہے اور چھپائی وہ جاتی ہے جو قیمتی شے ہو اور عورت میں اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال کا جو ہر رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ جنکی فطرت سلیمہ ہے وہ اس جو ہر کو ہمیشہ چھپائے رکھتے ہیں اور سب کو یقین ہے کہ جو قیمتی جو ہر کو نہیں چھپاتا وہ نقصان اٹھاتا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں جو عورت کو پردہ میں نہیں رکھتا وہ خائب و خاسر ہے۔

وقال انس حسر النبی ﷺ عن فخذہ قال ابو عبداللہ و خدیث انس اسند و حدیث جرھد احوط حتی نخرج من اختلافھم ۔

ترجمہ: حضرت انس نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے جنگ خیبر میں اپنی ران مبارک ظاہر فرمائی ابوعبداللہ یعنی امام بخاری نے فرمایا کہ حدیث انس سند کی رو سے قوی ہے اور جرہد کی حدیث میں احتیاط ہے تا کہ ہم ان کے اختلاف سے نکل جائیں۔

شرح:

اس جملہ میں امام بخاری نے ایک سوال کا جواب دیا، سوال یہ ہے کہ انس نے فرمایا حضور ﷺ نے جنگ خیبر میں اپنی ران مبارک ظاہر فرمائی اس سے واضح ہوتا ہے کہ ران عورت نہیں ہے ورنہ حضور ﷺ اسکو ظاہر نہ فرماتے۔

دوسرا سوال:

کہ حدیثِ انس واضح ہے اور حدیثِ جرہد اصح ہے تو اصح پر عمل کرنا چاہیئے امام بخاری نے جواب دیا کہ اگرچہ حدیث جرہد اصح ہے مگر حدیث جرہد عملاً احوط ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ حدیث جرہد پر عمل کیا جائے اور ران کو عورت قرار دیا جائے۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ جمہور تابعین و امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک و شافعی و احمد سے صحیح رؤایت اور امام ابو یوسف و امام محمد کا بھی یہی قول ہے کہ ران عورت ہے اور اس کا چھپانا واجب ہے۔

(قاعدہ) ران کا عورت ہونا ہی حق ہے اور جرہد کی حدیث قولی ہے اور قولی فعلی پر مقدم ہے علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ جن آثار میں یہ آیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ران کھلی رکھی یہ حضور ﷺ کی خصوصیات سے ہو۔

(فائدہ)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے فرمایا یہ بھی ممکن ہے کہ جن آثار میں حضور ﷺ کا اپنی ران کھلی رکھنے کا ذکر ہے۔ اس وقت تک ران کے ستر کا حکم نہ ہوا ہو۔ علامہ طحاوی علیہ الرحمۃ نے حدیث جرہد و حدیث محمد بن جحش (جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اپنی ران ڈھانپ لو، فان فخذ الرجل عورۃ کیونکہ مرد کی ران عورت ہے) کو متعدد طرق سے روایت کر کے لکھا کہ ان حدیثوں سے ران کا عورت

ہونا ثابت ہوتا ہے۔اوراس کے کُھل جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی تصریح کی کہ ران کے عورت نہ ہونے کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔اور یہ حقیقت ہے کہ ران کے عورت نہ ہونے کے متعلق کوئی قولی حدیث نہیں ہے صرف فعلی آثار ہیں جس میں یہ آیا ہے کہ فلاں موقع پر حضور ﷺ نے اپنی ران کھلی رکھی۔انہیں آثار فعلیہ سے بعض لوگوں نے ران کے عورت نہ ہونے کی دلیل لی ہے مگر یہ دلیل تام نہیں ہے۔

و قال ابو موسیٰ غطا النبی ﷺ حین دخل عثمان ۔حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ حضور ﷺ ایک دن اپنا گھٹنا کھولے ہوئے جلوہ فرما تھے کہ حضرت عثمان آگئے۔آپ نے گھٹنا چھپالیا۔

فائدہ:

یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے، جسے امام بخاری نے مناقب میں ذکر کیا ہے۔اس میں یہ تصریح ہے کہ **کان قاعداً فی مکان فیه مـاء** ، حضور ﷺ ایسے مقام پر جلوہ فرما تھے جہاں پانی تھا اور پانی سے بچنے کے لئے آپ نے گھٹنے سے کپڑا اٹھایا تھا۔حضرت علامہ عینی نے فرمایا۔اس حدیث کی عنوان سے مناسبت یہ ہے کہ گھٹنا عورت ہے۔تو ران بطریقِ اولیٰ عورت قرار پائے گی کیونکہ ران شرم گاہ سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

سوال:

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور ﷺ ران کھولے جلوہ فرما تھے۔کہ حضرت ابوبکر آئے، پھر حضرت عمر آئے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت دے دی، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے اپنی ران ڈھانپ لی۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے استفسار پر حضور ﷺ نے فرمایا عثمان شرم وحیا کے پتلے ہیں۔اگر وہ مجھے اس حالت میں دیکھ لیتے تو اپنا کام پورا نہ کرسکتے۔

جواب:

اس حدیث سے بعض علامہ نے یہ استدلال فرمایا کہ اگر ران عورت ہوتی تو حضور ﷺ حضرت ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے سامنے اپنی ران کھلی نہ رکھتے۔لیکن اس مضمون کی روایات میں حسبِ ذیل امور قابل غور وفکر ہیں۔

(۱) یہ فعلی حدیث ہے قولی نہیں ہے۔

(۲) ہوسکتا ہے کہ یہ بات حضور ﷺ کی خصوصیات سے ہو۔

(۳) یہ کہ اس وقت ران کے ستر کا حکم نہ آیا ہو (نیل الاوطار وعینی وقسطلانی)

(۴) امام اجل طحاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا مذکورہ بالا حدیث ان لفظوں کے ساتھ غریب ہے۔

حدیث:

عن انس ابن مالک ان رسول الله ﷺ غزی خیبر فصلینا عندها صلوٰة الغداة بغلس فرکب النبی ﷺ ورکب ابو طلحة وانا ردیف ابی طللحة فاجری نبی الله ﷺ فی زقاق خیبر وان رکبتی لتمس فخذ نبی الله ﷺ ثم حسر الا زار عن فخذه حتی انی انظر الی بیاض فخذ نبی الله ﷺ فلما دخل القریة قال الله اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرین قالها ثلا ثاقال وخرج القوم الی اعمالهم فقالو ا محمد قال عبد العزیز وقال بعض اصحابنا والخمیس یعنی الجیش قال فاصبنا ها عنوة فجمع السبی فجاء دحیة فقال یانبی الله اعطنی جاریة من السبی فقال اذهب فخذ جاریة فاخذ صفیة بنت حیی فجاء رجل الی النبی ﷺ فقال یانبی الله اعطیت دحیة صفیة بنت حیی سیدة قریظة والنضیرة لاتصلح الا لک قال ادعوه بها فجاء بها فلما نظر الیها النبی ﷺ قال خذ جاریة من اسبی غیرها قال فاعتقها النبی ﷺ وتزوجها فقال له ثابت یا ابا حمزة مااصدقها قال نفسها۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک نے کہا رسول اللہ ﷺ نے خیبر پر چڑھائی کی تو ہم لوگوں نے صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی پھر نبی ﷺ سوار ہوئے اور ابو طلحہ بھی سوار ہوئے اور میں ابو طلحہ کے پیچھے ایک ہی سواری پر تھا۔ نبی ﷺ نے خیبر کی گلیوں میں اپنی سواری کو دوڑایا (اس دوران میں) میرا گھٹنا حضور ﷺ کی ران مبارک سے چھو جاتا پھر آپ نے اپنی ران مبارک سے تہبند اٹھالیا حتیٰ کہ میں نے آپ کی ران کی سپیدی دیکھی جب آپ خیبر کی بستی میں داخل ہوئے۔ تو فرمایا ''اللہ اکبر، خربت خیبر ''خیبر برباد ہوا اور ہم جب کسی قوم کے صدر مقام میں اتریں۔ تو جو لوگ ڈرائے گئے ان کی صبح منحوس ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے یہ جملے تین مرتبہ ارشاد فرمائے حضرت انس کہتے ہیں کہ اہلِ خیبر (یہودی) اپنے کام کاج کے لئے نکلے تھے (آپ کو دیکھ کر کہنے لگے وہ! محمد ﷺ) آ گئے، عبد العزیز نے کہا ہمارے ساتھیوں نے اتنا اور زیادہ کیا (یعنی یہود نے یہ کہا محمد ﷺ اور لشکر آ گیا) حضرت انس نے فرمایا ہم نے خیبر کو طاقت سے فتح کر لیا۔ پھر قیدی اکھٹے گئے تو دحیہ کلبی آئے کہنے لگے اے اللہ کے نبی ﷺ ان قیدیوں میں سے ایک لونڈی مجھے بھی عطا ہو آپ نے فرمایا ایک لونڈی لے لے اس نے صفیہ بنتِ حیی کو لے لیا پھر ایک آدمی بحضور نبوی حاضر ہوا عرض کی اے اللہ کے نبی آپ نے صفیہ بنت حیی جو بنی قریظہ اور بنی نضیر کی سردارہ تھی دحیہ کو دے دی۔ وہ تو آپ ہی کے لائق ہے فرمایا اچھا دحیہ کو صفیہ سمیت بلالا وہ ان کو لیکر آئے آپ نے فرمایا دحیہ تم قیدیوں میں سے کوئی اور لونڈی لے لو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو اہلِ بیت نے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں کشف فخذین کا ذکر نہیں ہے لہٰذا اس سے یہ استدلال صحیح نہیں کہ ران عورت نہیں۔

(۵) ابوعمر نے کہا حدیث حفصہ جس میں کشف فخذین کا ذکر ہے مضطرب ہے۔

(٦) امام شافعی نے فرمایا جس روایت میں کشف فخذین کا ذکر ہے مشکوک ہے (بیہقی)

(۷) امام طبرانی نے فرمایا کہ جن روایات میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر آئے اور حضور ﷺ اپنی ران کھولے ہوئے جلوہ فرما تھے ان کی اسناد واہی ہے اور وہ اخبار و آثار جن میں ران کے چھپانے کا حکم دیا ہے اخبار صحیحہ ہیں (کتاب تہذیب الآثار والاخبار)

(۸) حدیث عائشہ و عثمان جس کو مسلم نے روایت کیا ہے اس میں فخذ کی جگہ یہ لفظ ہیں۔ (دھو مضطبح علیٰ فراشہ لابس مرط عائشۃ) اس سے واضح ہوا کہ اصل قصہ میں کشف فخذین کا ذکر ہی نہیں ہے رہی مسلم کی دوسری روایت سو اس میں بھی عن فخذیہ اور ساقیہ کے الفاظ ہیں اسی لئے امام شافی نے فرمایا کہ کشف فخذین والی روایات مشکوک ہیں۔

خلاصہ:

یہ کہ حضور ﷺ کی قولی احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ران عورت ہے اور احناف کے نزدیک ناف سے لے کر گھٹنے سمیت عورت ہے اور نماز و غیر نماز میں اس کا چھپانا واجب ہے۔ (فیوض الباری)

وقال زید بن ثابت انزل اللہ علی رسولہ ﷺ و فخذہ علی فخذی فثقلت علی حتی خفت ان ترضیٰ فخذی

حضرت زید بن ثابت نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر وحی نازل فرمائی اس وقت آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی وہ اتنی بھاری ہوگئی کہ میں ڈرا کہیں میری ران بوجھ سے کچل نہ جائے۔

شرح:

ان ترضو بصیغہ مجھول از الرضٌ بمعنی کوشا دلنا از باب الضرب اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وحی کے وقت حضور ﷺ پر تجلیات بھرپور ہوتی تھیں۔

تعارف حضرت زید بن ثابت:

انصاری صحابی جلیل القدر اور کاتب وحی ہیں جس وقت یہ مدینہ میں تشریف لائے ان کی عمر ۱۱ سال تھی، جلیل القدر علماء و فقہا صحابہ میں ان کا شمار ہے علم فرائض کے امام ہیں حضور ﷺ نے فرمایا (افرضکم زید) (احمد)

حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق آپ نے یہود کی کتاب نصف ماہ میں اور سریانی زبان ۱۷ دن میں سیکھ لی تھی۔ تاکہ غیر زبان والوں کو تبلیغ کر سکیں قرآن پاک کی تدوین میں ان کا بڑا حصہ ہے خلافت صدیقی میں انہوں نے قرآن مجید کی کتابت کی اور قرآن کو مصحف سے خلافت عثمانی میں نقل کیا ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت کی آپ سے کل ۹۲ حدیثیں مروی ہیں۔ بخاری میں ۹ ہیں۔ ۴۵ھ میں

بعمر ۵۶ سال وفات پائی۔ (قسطلانی)

کشف ران کے متعلق تبصرہ اویسی:

امام ابوحنیفہ ودیگر ائمہ کا موقف صحیح ہے کہ ران کا چھپانا واجب ہے یعنی ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپانا ضروری ہے اور یہ پورا حصہ عورت (شرم گاہ) کی تعریف میں داخل ہے۔

اور اس کی تائید بکثرت احادیث سے ثابت ہے اور یہ روایتیں سف الفخذ (ران) کا احتمال ہے اس کی مراد یہ ہے کہ دان پر دوسرا کپڑا نہیں ہوتا تھا ورنہ ایک مہذب انسان ران ننگا کر کے نہیں بیٹھتا ہمارے جیسوں کو بھی اس سے شرم محسوس ہوتی ہے چہ جائیکہ حضور سرور عالم ﷺ کی ذات کریمہ، اس کی تائید حضرت زید رضی اللہ عنہ والی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کی ران مبارک ان کی ران پر بھی تھی ننگی نہ تھی بلکہ چادر مبارک تھی صرف اس پر قمیض مبارک نہ تھی اور بس۔

اعتقها و تزوجها حتی اذا کان بالطریق جهزتها له ام سلیم فاهدتها له من اللیل فاصبح النبی ﷺ عروساً فقال من کان عنده شی فلیجی به وبسط نطعا فجعل الرجل یجی بالتمر وجعل الرجل یجی بالسمن قال واحسبه قد ذکر السویق قال فحاسوا حیسافکانت ولیمة رسول اللہ ﷺ (بخاری)

ترجمہ: کہتے ہیں نبی ﷺ نے صفیہ کو آزاد کر دیا اور ان سے نکاح فرمایا۔ ثابت نے انس سے پوچھا مہر کیا مقرر ہوا۔ انس نے کہا یہی صفیہ کا نفس۔ آپ نے ان کو آزاد کیا اور نکاح کیا جب آپ راستے ہی میں تھے کہ ام سلیم نے صفیہ کو رات کو بحضور نبوی پیش کر دیا صبح کو حضور ﷺ دولہا تھے۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا جس کے پاس جو کھانا وغیرہ ہو وہ لے آئے اور ایک دستر خوان بچھایا۔ کوئی کھجور لایا کوئی گھی، عبدالعزیز نے کہا میرا خیال ہے حضرت انس نے یہ کہا کہ کوئی ستو لایا۔ انس نے کہا پھر سب کھانے کی اشیاء کو ملا کر ملیدہ بنا دیا اور بس یہ تھا رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ۔

شرح:

اس حدیث میں چند بحثیں ہیں (۱) ران عورت نہیں (۲) خیبر کا تعارف (۳) نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت کی حقیقت (۴) حضور ﷺ نے فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی اس کا جواب (۵) سیدہ صفیہ سے نکاح مصطفیٰ ﷺ

سوال:

حضور ﷺ کی ران کھلی ہوئی تھی۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کی ران کی سپیدی کو دیکھ لیا۔ اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا کہ ران عورت نہیں۔ اگر وہ عورت ہوتی تو حضور ﷺ اسے کھولتے؟

جواب:

یہ استدلال تام نہیں ہے کیونکہ امکان قوی ہے کہ گھوڑے کے دوڑنے کی وجہ سے آپ کی ران مبارک سے کپڑا ہٹ گیا ہو۔

تعارف خیبر

یہ مدینہ منورہ سے آٹھ منزل پر ہے۔ نہایت زرخیز جگہ ہے یہاں یہود نے متعدد مضبوط قلعے بنائے تھے اور عرب میں یہودی قوت کا یہ سب سے بڑا مرکز تھا۔ عبرانی زبان میں خیبر قلعہ کو کہتے ہیں۔ بعض نے یہ کہا کہ خیبر نامی ایک شخص یہاں آ کر سب سے پہلے مقیم تھا اسی کے نام سے یہ جگہ مشہور ہوگئی، محرم ۷ھ میں غیطفان اور یہود کے حملہ کی مدافعت کے لئے حضور ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ فوج کی تعداد ۱۶۰۰ تھی ازواج مطہرات ساتھ میں تھیں۔ حضور ﷺ نے پہلی بار اس غزوہ کے لئے تین علم بنائے تھے دو خباب بن منذر کو عنایت ہوئے اور خاص علمِ نبوی جس کا پھریرا جناب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چادر مقدس سے تیار ہوا تھا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا تھا "خربت خیبر" "خیبر برباد ہوا۔ یہ عمل حضور ﷺ نے بطور اخبار فرمایا تھا اور یہ غیب کی خبر ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ بطور دعا یا بطور تفاول ارشاد فرمایا۔ لیکن اس کو بطور خبر قرار دینا اس لئے اولیٰ ہے کہ فوج کا نشان جب حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا تو یہ فرمایا تھا کہ جس کے ہاتھ میں فوج کا نشان ہوگا اس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا۔

حل لغات:

۱ جاء محمد والخمیس یہاں واؤ بمعنے مع ہے اور لشکر کو خمیس اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے پانچ حصے ہیں۔ مقدمۃ الجیش۔ ساقۃ الجیش۔ میسرۃ الجیش۔ میمنۃ الجیش (فتح الباری) (۲) عنوہ کے معنی قہر کے ہیں (بفتح العین) امام منذری نے فرمایا ہے صحیح یہ ہے کہ خیبر کے کچھ حصے تو لڑ جھگڑ کر (عنوۃ) فتح ہوئے اور کچھ حصے صلح سے اور بعض سے ان کے مکینوں کو جلاوطن کیا گیا اس معنی کی بنا پر احادیثِ خیبر میں تطبیق ہو جاتی ہے (عینی ج ۲ صفحہ ۲۴۹) جو چیز لڑائی میں کافروں سے بطور قہر وغلبہ حاصل ہو اسکو غنیمت کہتے ہیں۔ غنیمت میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکال کر باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ فتح کے بعد اگر وہاں کے کافر مسلمان نہ ہوں تو انہیں لونڈی، غلام بنا لیا جاتا ہے اور ان کو

بھی مجاہدین میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔ حضرت دحیہ نے بھی ایک لونڈی مانگی حضور ﷺ نے ایک لونڈی منتخب کرنے کی اجازت دے دی اجازت غالباً آپ نے اپنے حصہ میں سے دی تھی یا بطورِ انعام کے دی تھی جس کا امام کو اختیار ہوتا ہے۔

تعارف حضرت صفیہ بنت حیّی:

آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں یہود میں صاحب عزت اوران کے رئیس سے تھیں بنی قریظہ و بنی نضیر انہیں کے زیرِ سیادت تھے حضرت صفیہ کے خاوند کنانہ بن ربیع جنگِ خیبر میں مارے گئے پھر ایک صاحب نے حضور ﷺ کو مشورہ دیا کہ حضرت صفیہ معزز خاتون ہیں تو حضرت صفیہ کو دحیہ سے خرید لیا اور آزاد کر کے ان کے ساتھ نکاح فرمایا۔

نعرۂ تکبیر سنت یا بدعت:

اصل نعرۂ تکبیر تو مستحب ہے لیکن بہئیت کذائیہ بدعت ہے کفار سے جنگ کرتے وقت تین بار بلند آواز سے تکبیر کہنا مستحب ہے اب ہم پہلے کہتے ہیں نعرہ تکبیر اس کے جواب میں دوسرے لوگ کہتے ہیں اللہ اکبر، یونہی نعرۂ رسالت کا اصل احادیث سے ثابت ہے مثلاً مسلم شریف میں ہے کہ ہجرت کے موقعہ پر خوشی سے اہلِ مدینہ کہہ رہے تھے ''یا محمد یارسول اللہ (ﷺ)'' اور دوسرے مواقع پر بھی اسطرح کے نعرے ثابت ہیں لیکن دورحاضرہ کا طریقہ اس سے مختلف ہے اسکی تحقیق دیکھئے فقیر کا رسالہ ''نعرۂ تکبیر بدعت ہے یا نعرۂ رسالت''۔

مسئلہ:

احناف کے نزدیک مہر میں مال دینا ضروری ہے آزادی مہر نہیں قرار پائے گی بلکہ شوہر کو مہرِ مثل دینا پڑے گا کیونکہ آزادی ایک وصف ہے مال نہیں، حضور ﷺ نے حضرت صفیہ کی آزادی کو مہر قرار دیا۔

جواب:

یہ حضور ﷺ کی خصوصیات سے ہے کیونکہ جب قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ بغیر مہر کے بھی نکاح فرمالیں ۔تو آپ کو یہ بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئیے کہ آپ آزادی کے عوض نکاح فرمالیں جو مہر نہیں بن سکتا، وہ آیت یہ ہے (وامراءة مومنة ان وھبت ...الخ) لہٰذا اعتاق کو مہر بنالینا حضور ﷺ کے لئے جائز ہے اوروں کے لئے نہیں۔

مسئلہ:

ولیمہ کرنا سنت ہے عام طور پر لوگ ولیمہ نہیں کرتے اور دوسری دعوتیں کردیتے ہیں جن کو توفیق ہو ولیمہ کرنا چاہئیے اور ولیمہ کو دوسری دعوتوں پر ترجیح دینی چاہئیے۔

تحقیقِ ولیمہ:

ولم سے ہے جس کے معنی جمع کرنا کے ہیں کیونکہ اس رات میں مردوعورت جمع ہوتے ہیں اس لئے اسے ولیمہ کہتے ہیں ولیمہ کا اطلاق خاص اس دعوت پر ہوتا ہے جو شب زفاف کے بعد دی جاتی ہے۔

باب نمبر ۱۴

اذا صلی فی ثوب له اعلام ونظر الی علمها

ترجمہ: جب کوئی شخص منقش کپڑا پہن کر نماز پڑھے اور اس کے نقش ونگار کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لے

عن عائشة ان النبی ﷺ صلی فی خمیصة لها اعلام فنظر الی اعلامها نظرة فلما انصرف قال اذهبوا بخمیصتی هذه الی ابی جهم واتونی بانبجانیة ابی جهم فانها الهتنی انفا عن صلوتی وقال هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قال النبی ﷺ کنت انظر الی علمها وانا فی الصلوة فاخاف ان یفتننی۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک چادر کو اوڑھ کر نماز پڑھی۔ اس چادر میں نقش ونگار تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں ایک مرتبہ دیکھا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور ان کی انجانیہ چادر لیتے آؤ کیونکہ مجھے کہیں میری نماز سے یہ غافل نہ کردے اور ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی وہ عائشہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں اس کے نقش ونگار کو دیکھ رہا تھا حالانکہ میں نماز پڑھ رہا تھا پس میں ڈرا کہ کہیں یہ مجھے غافل نہ کردے۔

شرح:

دراصل ابوجہم رضی اللہ عنہ نے یہ چادر آپکو ہدیہ دی تھی لیکن چونکہ اسمیں نقش ونگار تھے اسی لئے واپس کردی لیکن ساتھ ہی ایک اور چادر اپنی طرف سے بھیجدی تا کہ ابوجہم رضی اللہ عنہ کو یہ خیال نہ گذرے کہ یہ چادر آپ نے ناراضگی کیوجہ سے واپس کی ہے۔

اسوۂ حسنہ:

کتنی بہترین تعلیم ہے کہ ابوجہم رضی اللہ عنہ کی دلجوئی بھی فرمائی اور ہدیہ بھی بھیجا۔ تاکہ اُمت میں دو احسن طریقے مروج ہوں کہ

دوستوں کی دلجوئی حسنِ معاشرہ بناتی ہے اور ہدیہ وتحفہ دینا تو دوسرے کو غلام بے دام بنانے کا احسن طریقہ ہے۔ ورنہ اگر حضور سرورِ عالم ﷺ صرف زبانی طور حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ سے معذرت فرماتے یا واپس کرتے وقت اصلی غرض وغایت بتادیتے تو وہ محسوس تک نہ فرماتے کیونکہ سچے پکے مرید (صحابی) تھے۔

تعلیم الامۃ:

آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں چادر کے نقش ونگار فتنہ میں نہ ڈال دیں یعنی غافل نہ کردیں۔ یہ امت کی تعلیم کے لئے فرمایا کہ نماز اور غیر نماز میں کوئی ایسی شے جو خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل کرے اس سے پرہیز ضروری ہے۔ اسی لئے مولانا رومی قدس سرہ نے فرمایا،

؎ چیست دنیا از خدا غافل بدن

دنیا کیا ہے خدا سے غافل ہونا (دنیا کا دوسرا نام ہے) ورنہ خود حضور سرورِ عالم ﷺ کے لئے غفلت کا تصور گمراہی ہے۔

باب نمبر ۱۵

ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویر هل تفسد صلوته وما ینهی عن ذلک

ترجمہ: ایسے کپڑے میں اگر کسی نے نماز پڑھی جس پر صلیب یا تصویر بنی ہوئی تھی۔ کیا اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور جو کچھ اس سے ممانعت ہے

عن انس قال کان قرام لعائشة سترت به جانب بیتها فقال النبی ﷺ امیطی عنا قرامک هذا فانه لاتزال تصاویره تعرض فی صلوتی۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک باریک رنگین پردہ تھا جسے انھوں نے اپنے حجرہ کے ایک طرف پردہ کے طور پر لگا دیا تھا اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے سے اپنا یہ پردہ ہٹالو۔ کیونکہ اس کے نقش ونگار برابر میری نماز میں خلل انداز ہوتے رہتے ہیں (یہاں صرف نماز کے مسائل بیان ہورہے ہیں۔ تصاویر کے نہیں حدیث میں بھی صرف نقش ونگار کو ذکر ہے صلیب یا تصویر ذی روح کے لئے کوئی اشارہ تک نہیں)۔

باب ۱٦

من صلی فی فروج حریر ثم نزعه

ترجمہ: جس نے ریشم کی قبا میں نماز پڑھی پھر اسے اتار دیا

عن عقبة بن عامر قال اهدی النبی ﷺ فروج حریر فلبسه فصلی فیه ثم انصرف فنزعه نزعا شدیدا کا لکارہ له وقال لاینبغی هذا للمتقین۔

ترجمہ: عقبہ بن عامر نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو ایک ریشم کی قبا ہدیہ میں دی گئی اسے آپ ﷺ نے پہنا اور نماز پڑھی لیکن آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو بڑی تیزی کے ساتھ اسے اتار دیا گویا آپ اسے پہن کر ناگواری محسوس کر رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا متقیوں کے لئے اس کا پہننا مناسب نہیں۔

شرح:

جب ریشم کا استعمال حرام ہے تو حضور سرورِ عالم ﷺ نے کیوں پہنا (جواب) یہ ریشم کی حرمت سے پہلے کا عمل ہے۔

باب ۱۷

الصلوٰۃ فی الثوب الاحمر

ترجمہ: سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا

عن عون بن ابی جحیفة عن ابیه قال رایت رسول الله ﷺ فی قبة حمراء من آدم ورایت بلالا اخذ وضوء رسول الله ﷺ ورایت الناس یبتدرون ذلک الوضوء فمن اصاب منه شیا تمسح به ومن لم یصب منه شیا اخذ من بلل ید صاحبه ثم رایت بلالا اخذ عنزة له فرکزها و خرج النبی ﷺ فی حلة حمراء مشتمرا صلی الی العنزة بالناس رکعتین ورایت الناس و الدواب یمرون من بین یدی العنزة۔

ترجمہ: عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک سرخ خیمہ میں دیکھا جو چمڑے کا تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ آں حضور ﷺ کو وضو کرا رہے ہیں۔ ہر شخص وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے

بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اگر کسی کو تھوڑا سا بھی پانی مل جاتا تو وہ اسے اپنے اوپر مل لیتا اور اگر کوئی پانی نہ پا سکتا تو اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ پھر میں نے بلال کو دیکھا کہ انھوں نے اپنا ایک عصا اٹھایا جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا تھا۔ اور اسے انھوں نے گاڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ ایک سرخ پوشاک (کپڑے میں صرف سرخ دھاریاں پڑی ہوئی تھیں) پہنے ہوئے تھے جو بہت چست تھی تشریف لائے اور عصا کی طرف رُخ کر کے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور عصا کے سامنے سے گذر رہے تھے۔

باب ۱۸

الصلوٰۃ فی السطوح والمنبر والخشب

ترجمہ: چھتوں پر اور منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا

قال ابو عبد الله ولم یر الحسن باسا ان یصلی علی الجمد والقنا طیر وان جری تحتها بول اوفوقها او امامها اذا کان بینهما سترة و صلی ابو هریرة علی ظهر المسجد بصلوة الامام و صلی ابن عمر علی الثلج ۔

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ حضرت حسن بصری نخ پر اور پلوں پر نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں خیال کرتے تھے۔ خواہ اس کے نیچے، اوپر یا سامنے پیشاب ہی کیوں نہ بہہ رہا ہو۔ بشرطیکہ ان دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے برف پر نماز پڑھی۔

سالوا سهل بن سعد من ای شیء المنبر فقال ما بقی فی الناس اعلمه به منی هو من اثل الغابة عمله فلان مولی فلانة لرسول الله ﷺ واقام علیه رسول الله ﷺ حین عمل ووضع فاستقبل القبلة کبر وقام الناس خلفه فقر ! ورکع ورکع الناس خلفه ثم رفع راسه ثم رجع القهقری فسجد علی الارض ثم عاد علی المنبر ثم قرا رکع ثم رفع راسه ثم رجع قهقری حتی سجد بالارض فهذا شانه قال ابو عبد الله قال علی بن عبدالله سالنی احمد بن حنبل عن هذا الحدیث قال وانما اردت ان النبی ﷺ کان اعلی من الناس فلاباس ان یکون الامام اعلیٰ من الناس بهذا الحدیث قال فقلت فان سفین بن عیینة کان یسئل عن هذا کثیرا فلم تسمعه منه قال لا ۔

ترجمہ: لوگوں نے سہل بن سعد سے پوچھا کہ منبر نبوی کس چیز کا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اب اس کے متعلق مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ منبر غابہ کے جھاؤ سے بنایا گیا تھا۔ فلاں عورت کے مولیٰ فلاں نے اسے رسول اللہ ﷺ کیلئے بنایا تھا۔ جب وہ تیار کر کے رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ اس پر کھڑے ہوئے۔ آپ نے قبلہ کی طرف اپنا چہرۂ مبارکہ کیا اور تکبیر کہی۔ لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے

، پھر آپ نے قرآن مجید کی آیتیں پڑھیں اور رکوع کیا۔ آپ ﷺ کے پیچھے تمام لوگ رکوع میں چلے گئے۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا پھر اسی حالت میں پیچھے ہٹے اور زمین پر سجدہ کیا پھر منبر پر دوبارہ تشریف لائے اور قراءت و رکوع کیا۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا اور قبلہ ہی کی طرف رخ کیے ہوئے پیچھے ہٹے اور زمین پر سجدہ کیا۔ یہ ہے اس کی روئداد، ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ علی بن عبداللہ نے بیان کیا کہ مجھ سے احمد بن حنبل نے اس حدیث کے متعلق پوچھا اور کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سب سے اونچی جگہ پر تھے اس لئے اس میں کوئی حرج نہ ہونا چاہیئے کہ امام عام مقتدیوں سے اونچی جگہ پر کھڑا ہو۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے کہا کہ سفیان بن عیینہ سے یہ حدیث اکثر پوچھی جاتی تھی کیا آپ نے بھی ان سے سنا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ سقط عن فرسه فجحشت سا قه او كتفه والٰى من نساءه شهرا فجلس فى مشربة له درجتها من جذوع النخل فاتاه الصحابه يعودونه فصلى بهم جالسا وهم قيام فلما سلم قال انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا ركع فاركعوا واذا سجد فاسجدوا وان صلى قائما فصلوا قياما و نزل لتسع وعشرين فقالوا يارسول الله انك اليت شهرا فقال ان الشهر تسع و عشرون ۔

ترجمہ: انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھوڑے سے گر گئے جس سے آپ ﷺ کی پنڈلی یا شانہ زخمی ہو گئے اور آپ نے ازواج مطہرات سے ایک مہینہ کے لئے عارضی علیحدگی اختیار کی تھی (ان دونوں مواقع میں) آپ ﷺ اپنے بالا خانہ پر تشریف رکھتے تھے جس کے زینے کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عیادت کے لئے آئے آپ ﷺ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر اقتداء کی۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ امام اس لئے ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اس لئے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور اگر کھڑے ہو کر تمہیں نماز پڑھائے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو (یہ حصہ اس واقعہ سے متعلق ہے جس میں آپ زخمی تھے) اور آپ انتیس تاریخ کو نیچے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ نے تو ایک مہینہ کے لئے علیحدگی کا عہد کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مہینہ انتیس کا ہے۔

شرح:

اس حدیث شریف میں حضور سرور عالم ﷺ کے بالا خانہ میں تشریف فرما ہونے کا بیان ہے لیکن آپ کا بالا خانہ میں تشریف رکھنا دو بار ہوا (۱) ۵ ھ میں آپ گھوڑے سے گرے (۲) آپ نے ۹ ھ میں ایک ماہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے عارضی علیحدگی اختیار فرمائی۔ پہلی بار تنہائی تو اس لئے کہ زخموں کیوجہ سے یہ خیال مبارک گذرا ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عیادت اور حاضری میں آسانی رہیگی اور دوسری مرتبہ ازواج مطہرات سے جب آپ نے ملنا جلنا ترک فرمایا تو یہ خیال مبارک ہوا ہوگا کہ ان سے مکمل یکسوئی ہو۔ ظاہر ہے دونوں واقعات میں کافی فاصلہ ہے۔ دو واقعات کو راوی نے ایک میں بیان کر دیا صرف بالا خانہ میں تشریف رکھنے کی وجہ سے

جیسا کہ عموماً راویوں کی عادت ہے اس سے بعض صاحبان کو غلطی لگی کہ یہ دونوں واقعات ایک ہی سَن کے ہیں۔

(فائدہ)

اس روایت کو ایلاء سے تعلق ہے اسکی مفصل بحث ہم وہاں عرض کرینگے۔

تعلیم البشریۃ:

حضور سرورِ عالم ﷺ کے گھوڑے پر سے گر جانے سے مخالفین استدلال کرتے ہیں کہ آپ عام انسانوں کیطرح عاجز بشر ہیں یونہی ایک واقعہ مواہب لدنیہ شریف میں ہے کہ حضور گدھا مبارک پر سوار تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا میرے ساتھ گدھے پر آ جایئے وہ سوار ہونے لگے تو حضور ﷺ کا سہارا لیا تو خود بھی گر گئے تو حضور ﷺ کو بھی گرا دیا یونہی تین بار ہوا ایسے واقعات سے مخالفین عوام کو بہکاتے ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ واقعات ہجرت کے بعد میں ہوئے اور معراج شریف ہجرت سے پہلے۔ تو اس سے اندازہ لگایئے کہ جو شہسوار (ﷺ) معراج میں تیز رفتار براق سے نہ گرا اور ایسے ٹک کے بیٹھے کہ معمولی سا دھکا بھی نہ آنے دیا حالانکہ عام سوار کا تیز رفتار سواری سے برا حال ہوتا ہے لیکن یہاں تو حال ہی کچھ اور ہے علاوہ ازیں آپکی صرف بشری طاقت ہزاروں طاقتور انسانوں سے زیادہ تھی یہی وجہ ہے کہ، رکانہ پہلوان اور دوسرے عرب کے مشہور رستم زمان پہلوان آپکی ظاہری بشری طاقت کا لوہا مان گئے بلکہ آپکی اسی بشری طاقت کو دیکھ کر رکانہ وغیرہ مسلمان ہوئے۔ لیکن یہاں معمولی سواری (خچر، گدھا) سے گر پڑے ہیں اسکی واحد وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ امت کو تعلیم سے بہرہ ور فرمانا تھا کہ سواریوں سے گر بھی جایا جاتا ہے اور زخم بھی آتے ہیں اسپر صبر لازمی اور علاج سنت نہ یہ کہ بیوقوفی سے سواری پر غصہ اتارے اور بے صبری سے ہائے ہائے کرے بہت سے بیوقوفوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ سواری سے گرتے ہی سواریوں کو ڈنڈے بر ساتے ہیں۔ شفیق امت آقا ﷺ نے عملی تعلیم سے امت کا بھلا کیا کہ ایک طرف وہ تعلیم اخلاق سے بہرہ ور ہوں دوسری طرف اجرو ثواب سے مالا مال ہوں (ﷺ)۔

فائدہ:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر امام نیچے نماز پڑھ رہا ہو اور اسکے اوپر چھت وغیرہ ہو تو کیا مقتدی چھت وغیرہ کے اوپر اس امام کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ اسکے جواز میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل پیش کیا ہے۔

موقف احناف:

اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید فرمادی ہے کہ انکے نزدیک اس صورت میں اقتداء صحیح ہے بشرطیکہ مقتدی اپنے امام کے رکوع وسجود کو کسی ذریعہ سے جان سکے۔

باب نمبر ۱۹

اذا اصاب ثوب المصلی امراته اذا سجد

ترجمہ: جب نماز پڑھنے والے کا کپڑا سجدہ کرتے وقت اس کی بیوی سے چھو جائے

عن میمونة قالت کان رسول الله ﷺ یصلی وانا حذاءہ وانا حائض وربما اصابنی ثوبه اذا سجد قالت وکان یصلی علی الخمرة۔

ترجمہ: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھتے ہوئے اور حائضہ ہونے کے باوجود میں آپ کے سامنے ہوتی۔ اکثر جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو آپ ﷺ کا کپڑا مجھے چھو جاتا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

باب نمبر ۲۰

الصلوٰۃ علی الحصیر

ترجمہ: چٹائی پر نماز پڑھنا

وصلی جابر بن عبدالله و ابو سعید فی السفینة قائما وقال الحسن تصلی قائما مالم تشق علی اصحابک تدور معها والا فقاعدا۔

ترجمہ: اور جابر بن عبداللہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت حسن نے فرمایا کہ جب تک تمہارے ساتھیوں پر شاق نہ گزرنے لگے کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور کشتی کے رُخ کے ساتھ مڑتے جاؤ اور اگر ساتھیوں پر شاق گذرنے لگے تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔

عن اسحاق بن عبدالله بن ابی طلحة عن انس بن مالک ان جدته ملیکة دعت رسول الله ﷺ لطعام صنعته له فاکل منه ثم قال قوموا فلا صلی لکم قال انس فقمت الی حصیر لنا قد اسود من طول مالبس فنضحته بماء فقام رسول الله ﷺ وصففت والیتیم وراءہ والعجوز من ورائنا فصلی لنا رسول الله ﷺ رکعتین ثم انصرف۔

ترجمہ: انس بن مالک سے مروی ہے کہ ان کی دادی ملیکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جس کا اہتمام انھوں نے آپ کے لئے کیا تھا۔ آپ نے کھانا کھانے کے بعد فرمایا کہ آؤ تمہیں نماز پڑھا دوں۔ انس نے کہا کہ میں نے ایک اپنے گھر کی چٹائی اٹھائی جو کثرت استعمال سے سیاہ ہو چکی تھی۔ میں نے اسے پانی سے دھویا پھر رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور میں اور یتیم (رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ ابوضمیرہ کے صاحبزادے ضمیرہ) آپ کے پیچھے ایک صف میں کھڑے ہوئے اور بوڑھی عورت (انس کی دادی) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور واپس تشریف لے گئے۔

باب نمبر ۲۱

الصلوٰۃ علی الخمرۃ

ترجمہ: کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھنا

عن میمونة قالت کان النبی ﷺ یصلی علی الخمرة۔

ترجمہ: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

باب نمبر ۲۲

الصلوٰۃ علی الفراش

ترجمہ: بستر پر نماز پڑھنا

و صلی انس بن مالک علی فراشه وقال انس کنا نصلی مع النبی ﷺ فیسجد احدنا علیٰ ثوبه۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے بستر پر نماز پڑھی۔ اور آپ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ اور نمازیوں میں سے کوئی بھی اپنے کپڑوں پر سجدہ کر لیتا تھا۔

عن عائشة زوج النبی ﷺ انها قالت کنت انام بین یدی رسول الله ﷺ ورجلای فی قبلته فاذ اسجد غمزنی فقبضت رجلی واذاقام بسطهما قالت والبیوت یومئذ لیس فیها مصابیح۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے آگے سوتی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ

کی طرف ہوتے تھے۔ جب آپ ﷺ سجدہ میں جاتے تو میرے پاؤں کو آہستہ سے دبادیتے۔ میں اپنے پاؤں سکیڑ لیتی اور آپ ﷺ جب کھڑے ہوجاتے تو میں انھیں پھر پھیلا لیتی۔ اس وقت گھروں میں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے۔

ان عائشۃ اخبر تہ ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی وھی بینہ وبین القبلۃ علی فراش اھلہ اعتراض الجنازۃ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور حضرت عائشہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان گھر کے بستر پر اس طرح لیٹی ہوتیں جیسے (نماز کے لئے) جنازہ رکھا جاتا ہے۔

حدثنا عبداللہ بن یوسف قال نا اللیث عن یزید بن عراک عن عروۃ ان النبی ﷺ کان یصلی و عائشۃ معترضۃ بینہ و بین القبلۃ علی الفراش الذی ینا مان علیہ۔

ترجمہ: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا۔ کہا ہم سے لیث نے حدیث بیان کی یزید کے واسطہ سے وہ عراک سے وہ عروہ سے کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے اور عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر لیٹی رہتیں جس پر آپ دونوں سوتے تھے۔

باب نمبر ۲۳

السجود علی الثوب فی شدۃ الحر وقال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامۃ والقلنسوۃ و یداہ فی کمہ

ترجمہ: گرمی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کرنا۔ اور حسن نے فرمایا کہ لوگ عمامہ اور کنٹوپ پر سجدہ کرتے تھے اور ان کے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے

عن انس بن مالک قال کنا نصلی مع النبی ﷺ فیضع احدنا طرف الثوب من شدۃ الحر فی مکان السجود۔

ترجمہ: انس بن مالک نے کہا ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ سجدہ کے وقت ہم میں سے کوئی بھی گرمی کی شدت کی وجہ سے کپڑے کا کنارہ سجدہ کرنے کی جگہ رکھ لیتا تھا۔

باب نمبر ۲۴

الصلوٰۃ فی النعال

ترجمہ: نعل پہن کر نماز پڑھنا

سعید بن یزید الازدی قال سالت انس بن مالک اکان النبی ﷺ یصلی فی نعلیه قال نعم۔

ترجمہ: سعید بن یزید ازدی نے کہا میں نے انس بن مالک سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ اپنے نعلین پہن کر نماز پڑھتے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ ہاں۔

شرح:

نعل عربی میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے پاؤں کی زمین سے حفاظت ہو جائے۔ جوتا اور چپل سب ہی اس میں داخل ہیں لیکن اہل عرب مخصوص طرز کے نعل پہنتے تھے جو بڑی حد تک چپل سے مشابہ ہوتا تھا اور عام طور پر نعل کا اطلاق اسی کے لئے عرب میں مخصوص تھا۔ شریعت کی نظر میں نعل پہن کر نماز پڑھنا صرف مباح اور جائز ہے۔ مطلوب ہرگز نہیں، اس کی تاریخ یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام طور پر تشریف لے گئے تو آپ نعل پہنے ہوئے تھے جیسا کہ قرآن میں بھی ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپؑ اپنا نعل اتار دیں۔ یہود نے اس سے سمجھ لیا کہ نعل پہن کر نماز جائز نہیں ہو سکتی چنانچہ انھوں نے اسی پر عمل شروع کر دیا اور نعل کے ساتھ نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا۔ چونکہ یہ ایک خلاف واقعہ بات تھی اس لئے آں حضور ﷺ نے اپنے عمل سے اسے کر کے دکھایا۔ بعض روایتوں میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہود کی مخالفت کرو واقعہ کے اس پس منظر سے معلوم ہوتا ہے کہ نعل پہن کر نماز پڑھنا مطلوب نہیں ہے بلکہ صرف یہود کے ایک غلط عقیدہ پر ضرب لگائی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نعلین کے اتارنے کے لئے کہا گیا تھا۔ اس کی متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں لیکن قرآن کے الفاظ سے بظاہر یہی بات سمجھ میں آتی ہے اس سے مقصد صرف ادب تھا۔ چنانچہ قرآن میں پہلے ہے "انا ربک" یعنی میں تمھارا رب ہوں، پھر اس کے متصلاً بعد کہا گیا کہ "فاخلع نعلیک" پس اپنے نعل اتار دو۔ یعنی نعل اتارنے کی وجہ یہ ہے کہ تم اپنے رب کی بارگاہ میں آ گئے ہو۔

حدیث:

اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جواز اگرچہ ہے لیکن ادب یہی ہے کہ نعل اتار کر نماز پڑھی جائے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اس زمانے کے پاپوش، جوتے، چپل وغیرہ پہن کر نماز پڑھنے میں احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ سجدہ

کے وقت پاؤں کا زمین پر پڑنا ضروری ہے اور اس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی لیکن موجودہ زمانے کے جوتوں اور بوٹوں کو پہن کر اگر سجدہ کیا جائے تو پاؤں اور زمین کے درمیان جوتے کا چمڑا حائل رہتا ہے اور پاؤں کی انگلیاں زمین پر پڑنے نہیں پاتیں۔ (تفہیم)

ردِ غیر مقلدین:

ہمارے ہاں آجکل غیر مقلدین جوتا پہن کر نمازیں پڑھتے ہیں وہ بخاری شریف کی یہی حدیث دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اس کا اجمالی جواب تو اوپر مذکور ہوا تفصیل اسکی یوں ہے کہ ایک ہے جواز دوسرا ہے سنت، جواز کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کسی فعل کو مصلحت کے طور پر عمل میں لائے یا امت کی سہولت مدنظر ہو وغیرہ وغیرہ اس فعل کو سنت نہیں کہا جاتا سنت یہ ہے جسے حضور ﷺ دائمی طور پر عمل میں لائیں اسی میں اجر وثواب ہے اور اتباع رسول اللہ ﷺ، اب ہمارا سوال ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ہمیشہ جوتا اتار کر نماز ادا فرمائی یا گاہے گاہے۔ ظاہر ہے کہ انکا جواب یہی ہوگا کہ ہمیشہ جوتا اتار کر تو ان سے کون پوچھے کہ ادھر تو تم اتباع رسول ﷺ کا دم بھرتے ہو پھر آپ کا عمداً خلاف بھی کرتے ہو بلکہ ہاں کبھی حضور ﷺ نے عمل کیا تو یہودیوں کے رد میں اب تم کونسے یہودیوں کا رد کر رہے ہو بلکہ جوتا پہن کر نماز پڑھتے ہو تو فتنہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے ''والفتنۃ اشد من القتل'' اور تم چاہتے بھی یہی ہو کہ لوگ آپسمیں جھگڑے لڑیں اور تم اپنا اُلّو سیدھا کرو اور کہو کہ ہم تو حدیث پر عمل کر رہے ہیں میں کہونگا کہ حدیث پر عمل ہوا لیکن سنت پر عمل نہ ہوا۔ جوتا پہن کر نماز سے ایک خرابی تو یہ ہوئی کہ فتنہ کھڑا ہو گیا دوسری خرابی یہ ہے کہ عرب کی زمین ریتلی پتھریلی ہے جوتے کے تلوے پر اگر کوئی نجاست ہے تو مٹی سے جوتے پاک ہو جاتے، تمہارے ملک کی زمین الٹا نجاست کو جوتے میں بڑھاتی ہے تو تم نے نماز پڑھی جوتے پلید سے وہ نماز ہی نہ ہوئی، تیسرے عرب کے جوتے انگلیوں کو زمین پر لگنے سے نہیں روکتے اور تمہارے جوتے انگلیوں کو زمین پر نہیں لگنے دیتے حالانکہ انگلیوں کی پشت زمین پر لگنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔

شاید وہابی غیر مقلد یہی چاہتے ہوں گے کہ نماز ہو نہ ہو عوام میں جھگڑا فساد ہو انہیں اس گندی عادت سے کون روکے۔ مزید تفصیل فقیر نے ''الفضل فی النعل'' میں لکھدی ہے۔

باب نمبر ۲۵

الصلوٰۃ فی الخفاف

ترجمہ: خفین پہن کر نماز پڑھنا

عن ھمام بن الحارث قال رایت جریر بن عبداللہ بال ثم توضا و مسح علی خفیہ ثم قام فصلی فیسئل فقال رایت

النبی ﷺ صنع مثل ھذا قال ابراھیم فکان یعجبھم لان جریرا کان من احر من اسلم۔

ترجمہ: ہمام بن حارث نے کہا کہ میں نے جریر بن عبداللہ کو دیکھا کہ انھوں نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنے خفین پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھی، آپ سے جب اس کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ حدیث محدثین کی نظر میں بہت پسندیدہ تھی کیونکہ جریر رضی اللہ عنہ آخر میں اسلام لانے والوں میں تھے۔

عن المغیرۃ ابن شعبۃ قال وضات النبی ﷺ فسح علی خفیہ وصلی۔

مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو وضوء کرایا۔ آپ نے اپنے خفین پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

باب نمبر ۲۶

اِذَالَمْ یُتِمّ السَّجُوْدَ

ترجمہ: جب سجدہ پوری طرح نہ کر سکے

عَنْ حذیفۃ انہ رای رجلاً لایتم رکوعہ ولا سجودہ فلما قضیٰ صلوتہ قال لہ حذیفۃ ما صلیت قال واحسبہ قال لومت مت علیٰ غیر سنۃ محمد ﷺ۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب اس نے اپنی نماز پوری کر لی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ راوی نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم مر جاؤ تو تمہاری موت محمد ﷺ کی سنت سے انحراف کی حالت میں ہوگی۔

باب نمبر ۲۷

یُبْدِیْ ضبعیہ ویجافی جنبیہ فی السجود

ترجمہ: سجدہ میں اپنی بغلوں کو کھلی رکھے اور اپنے پہلو سے جدا رکھے

عن عبداللہ بن مالک بن بحینۃ ان النبی ﷺ کان اذا صلی فرج بین یدیہ حتیٰ یبدو بیاض ابطیہ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے تھے تو اپنے بازوؤں کے درمیان کشادگی کر دیتے تھے اور دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی تھی۔

باب نمبر ۲۸

فضل استقبال القبلة يستقبل باطراف رجكيه القبلة قاله ابو حميد عن النبی ﷺ

ترجمہ: قبلہ کے استقبال کی فضیلت اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرے اس کی ابوحمید نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے

عن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واكل ذبيحتنا فذلک المسلم الذی له ذمة الله وذمة رسول الله فلا تخفرو الله فی ذمته.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ہماری طرح نماز پڑھی ہماری طرح قبلہ کا رُخ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی امان ہے پس تم اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی امان میں بے وفائی نہ کرو۔

عن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتی يقولو لا اله الا الله فاذا قالو ها وصلوا صلوتنا واستقبلوا قبلتنا واكلوا ذبيحتنا فقد حرمت علينا دمآئو هم واموالهم الا بحقها وحسابهم علی الله وقال علی ابن عبد الله حدثنا خالد بن الحارث قال نا حميد قال سال ميمون بن سياهٍ انس بن مالک فقال يا ابا حمزة وما يحرم دم العبد وماله فقال من شهد ان لا اله الا الله واستقبل قبلتنا وصلی صلوا تنا واكل ذبيحتنا فهو المسلم له ما للمسلم وعليه ما علی المسلم وقال بن ابی مريم انا يحی بن ايوب قال نا حميد قال نا انس عن النبی ﷺ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جنگ کروں تاآنکہ لوگ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرلیں۔ پس جب وہ اس کا اقرار کرلیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں ہمارے قبلہ کا استقبال کریں اور ہمارے ذبیحہ کو کھانے لگیں تو ان کے خون اور ان کے اموال ہم پر حرام ہیں سوا اسلام کے حق کے (جو مسلمانوں کی جان و مال سے متعلق اسلام میں ہیں) اور (ان کے دل کے معاملہ میں) ان کا حساب اللہ پر ہے۔ اور علی بن عبداللہ نے فرمایا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا کہا ہم سے حمید نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ میمون بن سیاہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ بندے کی جان اور مال کو کیا چیزیں حرام کرتی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ جس نے شہادت دی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہمارے قبلہ کا

استقبال کیا۔ ہماری نماز پڑھی اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو وہ مسلمان ہے۔ اس کے وہی حقوق ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں اور اس کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو عام مسلمانوں پر (اسلام کی طرف سے عائد کی گئی) ہیں اور ابن مریم نے کہا ہمیں یحیٰی بن ایوب نے خبر دی کہا ہم سے حمید نے حدیث بیان کی۔ ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی نبی کریم ﷺ سے نقل کر کے۔

باب نمبر ۲۹

قبلة اهل المدينة و اهل الشام و المشرق ليس فى المشرق ولا فى المغرب قبلة لقول النبى ﷺ لا تستقبلوا القبلة بغائط او بول ولكن شرقوا اوغربوا

ترجمہ: مدینہ شام اور مشرق میں رہنے والوں کا قبلہ اور (مدینہ اور شام والوں کا) قبلہ مشرق و مغرب کی طرف نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (خاص اہل مدینہ سے متعلق اور اہل شام بھی اس میں داخل ہیں) کہ پاخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف رُخ نہ کرو البتہ مشرق کی طرف اپنا رُخ کر لو یا مغرب کی طرف

عن ابى ايوب الانصارى ان النبى ﷺ قال اذا اتيتم الغائط فلا تستقبلو االقبلة ولا تستدبروها ولكن شرقوا او غربوا قال ابو ايوب فقدمنا الشام فوجدنا مراحيض بُنيت قبل القبلة فنحرف و نستغفر الله عزوجل.

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم قضائے حاجت کرو تو اس وقت نہ قبلہ کی طرف رُخ کرو اور نہ پشت، مشرق یا مغرب کی طرف اس وقت اپنا رُخ کر لیا کرو۔ ابوایوب نے فرمایا کہ ہم جب شام آئے تو یہاں کے بیت الخلاء قبلہ رُخ بنے ہوئے تھے (جب ہم قضائے حاجت کے لئے جاتے) تو ہم مڑ جاتے تھے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے تھے۔

باب نمبر ۳۰

قول اللہ عزوجل واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ

ترجمہ: اللہ عزوجل کا قول ہے "کہ مقامِ ابراہیم کو مُصلیٰ بناؤ"

عمرو بن دینارٍ قال سألنا ابن عمر عن رجل طاف بالبیت العمرة ولم یطف بین الصفا والمروة ایاتی امراته فقال قدم النبی ﷺ فطاف بالبیت سبعاوصلی خلف المقام رکعتین وطاف بین الصفا والمروة وقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة وسألنا جابر بن عبداللہ فقال لا یقربنها حتی یطوف بین الصفاوالمروة۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو بیت اللہ کا طواف عمرہ کے لئے کرتا ہے لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتا۔ کیا ایسا شخص (بیت اللہ کے طواف کے بعد) اپنی بیوی سے ہمبستر ہوسکتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی پھر صفا اور مروہ کی سعی کی اور تمہارے لئے نبی کریم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ ہم نے جابر بن عبداللہ سے بھی اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بیوی کے قریب بھی اس وقت تک نہ جائے جب تک صفا اور مروہ کی سعی نہ کرے۔

مجاهداً قال اتی بن عمر فقیل له هذا رسول اللہ ﷺ دخل الکعبة فقال ابن عمر فاقبلت والنبی ﷺ قد خرج واجد بلا لا قائماً بین البا بین فسألت بلا لا فقلت اصلی النبی ﷺ فی الکعبة قال نعم رکعتین بین الساریتین اللتین علی یساره اذادخلت ثم خرج فصلی فی وجه الکعبة رکعتین۔

ترجمہ: حضرت مجاہد نے بتایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کوئی شخص آیا۔ اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر داخل ہوئے تھے؟ ابن عمر نے فرمایا کہ میں جب آیا تو نبی کریم ﷺ کعبہ سے نکل چکے تھے میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دونوں دروازوں کے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے حضرت بلال سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہاں، دو رکعت ان دو ستونوں کے درمیان (کھڑے ہوکر) پڑھی تھیں جو کعبہ میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف پڑتے ہیں۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

عن عطاءٍ قال سمعت ابن عباس قال لما دخل النبی ﷺ البیت دعافی نواحیه کلها ولم یصل حتی خرج منه فلما خرج رکع رکعتین فی قبل الکعبة وقال هذه القبلةُ۔

ترجمہ: حضرت عطاء نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب نبی کریم ﷺ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے تو اس کے تمام گوشوں میں آپ ﷺ نے دعا کی اور نماز نہیں پڑھی پھر جب اس سے باہر تشریف لائے تو دو رکعت نماز کعبہ کے سامنے پڑھی اور فرمایا کہ یہی (بیت اللہ) قبلہ ہے۔

باب نمبر ۳۱

التوجه نحو القبلة حيث كان وقال ابو هريرة قال النبي ﷺ استقبل القبلة و كبر

ترجمہ: (نماز میں) قبلہ کی طرف رُخ کرنا خواہ کہیں ہو۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف رُخ کرو اور تکبیر کہو

عن البرآء قال كان رسول الله ﷺ صلى نحو بيت المقدس ستة عشر شهرا اوسبعة عشر شهرا وكان رسول الله ﷺ يحب ان يوجه الى الكعبة فانزل الله عزوجل قد نرى تقلب وجهك فى السماء فتوجه نحو القبلة وقال السفهاءُ من الناس وهم اليهود ماولهم عن قبلتهم التى كانوا عليها قل لله المشرق والمغرب يهدى من يشاء الى صراط مستقيم فصلى مع النبى ﷺ رجل ثم خرج بعد ما صلى فمر على قوم من الانصار فى صلوٰة العصر يصلون نحو بيت المقدس فقال هو يشهد انه صلى مع رسول الله ﷺ وانه توجه نحو القبلة فتحرف القوم حتى توجهوا نحو الكعبة.

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں پس خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ہم آپ کا آسمان کی طرف بار بار چہرہ اٹھانا دیکھتے ہیں" پھر آپ ﷺ موجودہ قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ احمقوں نے جو یہودی تھے کہنا شروع کیا کہ انہیں سابقہ قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا۔ آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کی ملکیت ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ ایک شخص نے

نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر نماز کے بعد وہ چلے اور انصار کی ایک جماعت سے ان کا گذر ہوا جو عصر کی نماز پڑھ رہی تھی بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے۔ انہوں نے کہا کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ وہ نماز پڑھی ہے جس میں آپ نے موجودہ قبلہ (کعبہ) کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی تھی پھر وہ جماعت مڑ گئی اور کعبہ کی طرف اپنا چہرہ کرلیا۔

عن جابر بن عبد اللہ قال کان النبی ﷺ یصلی علی راحلتہٖ حیث توجھت بہ فاذا اراد الفریضۃ نزل فاستقبل القبلۃ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اپنی سواری پر خواہ اس کا رُخ کسی طرف ہو (نفل) نماز پڑھتے تھے لیکن جب فرض نماز پڑھنا چاہتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف رُخ کر کے (نماز پڑھتے)۔

عن عبداللہ صلی النبی ﷺ قال ابراھیم لا ادری زاد او نقص فلما سلم قیل لہ یا رسول اللہ احدث فی الصلوۃ شیء قال وما ذاک قالوا صلیت کذا و کذا فثنٰی رجلیہ واستقبل القبلۃ وسجد سجدتین ثم سلم فلما اقبل علینا بوجھہٖ قال انہ لو حدث فی الصلوٰۃ شیء لنبا تکم بہ ولکن انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی واذا شک احدکم فی صلوتہٖ فلیتحر الصواب فلیتم علیہ ثم لیسلم ثم یسجد سجدتین۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی۔ حضرت ابراہیم نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ نماز ہوئی یا نہیں۔ پھر جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا آخر بات کیا ہے، لوگوں نے کہا آپ نے اس طرح نماز پڑھی ہے۔ پس آپ ﷺ نے اپنے پاؤں سمیٹ لئے اور قبلہ کی طرف رُخ کرلیا۔ اس کے بعد دو سجدے کئے اور سلام پھیرا۔ جب (نماز سے فارغ ہو کر) ہماری طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہوتا تو میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوتا۔ لیکن میں تو تمہارے ہی جیسا انسان ہوں جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں اس لئے جب میں بھول جایا کروں تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو اور اگر کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اس وقت کسی یقینی صورت تک پہنچنے کی کوشش کرے اور اسی کے مطابق نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے۔

باب نمبر ۳۲

ما جاء فی القبلۃ

ترجمہ: قبلہ کے متعلق جو روایات ہیں

(۱)ومن ثم لم یر الاعادة علٰی من سهافصلٰی الیٰ غیر القبلة وقدسلم النبی ﷺ فی رکعتی الظهر و اقبل علی الناس بوجهه ثم اتم مابقیٰ۔

ترجمہ: یہی وجہ ہے جوحضرات اسکا اعادہ ضروری نہیں سمجھتے جو بھول کر غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور حضور نبی پاک ﷺ نے ظہر کی دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا تھا پھر صحابہ کیطرف متوجہ ہوئے اسکے بعد باقی نماز پوری فرمائی۔

عن انس بن مالک قال قال عمر رضی الله عنه وافقت ربی فی ثلاث قلت یا رسول الله (ﷺ) لو اتخذ نامن مقام ابراهیم مصلٰی وآیة الحجاب قلت یارسول الله (ﷺ) لو امرت نسائک ان یحتجبن فانه یکمهن البر والفاجر فنزلت آیة الحجاب واجتمع نساء النبی ﷺفی الغیرة علیه فقلت لهن عسٰی ربه ان خلقکن ان یبدله ازواجاً خیرا اُمنکن فزلت هذه الآیة۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے موافق تین باتوں میں ہوا (۱) میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناتے تو اچھا تھا تو آیت ''واتخذوا من مقام ابراهیم '' اتری۔ (۲) میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ اپنی ازواج کو پردہ کا حکم دیتے تو اچھا تھا کیونکہ ان سے اچھے برے ہر طرح کے لوگ گفتگو کرتے ہیں۔ اس پر آیت (حجاب) اتری۔ (۳) ایک دفعہ حضور ﷺ کے ہاں آپکی ازواج غیرت کے متعلق جمع ہوئیں انکے کچھ مطالبات تھے میں نے ان سے کہا کہ اگر تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ طلاق کا حکم دیدے اور تمہارے بدلے میں تمہارے سے بہتر بیبیاں عطا کرے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

شرح:

پہلی حدیث قبلہ کے متعلق اسکی بحث گزر چکی ہے دوسری حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقات کا ذکر ہے اور ان موافقات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے کہ یہ خصوصیت کسی بھی صحابی کو نصیب نہ ہوئی یہانتک کہ صدیق اکبر اور عثمان غنی اور علی المرتضی رضی اللہ عنہم کو بھی اسے کہا جاتا ہے جزوی فضیلت اس سے کسی کی کلی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

تردید شیعہ:

شیعہ فرقہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بعض جزوی فضائل پیش کر کے اپنا عقیدہ ثابت کرتے ہیں کہ خلافت بلافصل حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا حق ہے ہم کہتے ہیں جزوی فضیلت سے عقیدہ ثابت نہیں اسکے بیشمار دلائل ہیں منجملہ انکے ایک یہ بھی ہے کہ موافقاتِ عمر رضی اللہ عنہ قرآن مجید میں بکثرت ہیں اسکی تفصیل وتشریح فقیر نے اپنی تصنیف ''قطف الثمر فی موافقاتِ عمر '' میں عرض کر دی ہے، تو اس معنیٰ پر اگر جزوی فضیلت ثابت کرنی ہے تو پھر یہ حق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بنتا ہے کہ انکی اس فضیلت کو کوئی بھی نہ مانے گا۔

(سوال)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو صرف تین موافقات کا ذکر کیا ہے تو پھر ان تین موافقات سے بعض دوسرے صحابہ کرام بھی نوازے گئے جیسے تفاسیر میں شان نزول سے ثابت ہوتا ہے۔

(جواب)

مفسرین کرام نے تصریح کی کہ تین کی تعداد میں حصر نہیں ہے۔ چنانچہ فتح الباری نے ۱۵۔ اور علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ۲۱، مواضع موافقت ذکر فرمائے۔ اور امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء میں علامہ ابن حجر ہیتمی نے صواعق محرقہ فصل سادس میں اور علامہ محمود آلوسی علیہم الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں خاص طور پر ان موافقات کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خصوصیات سے ہے کہ جو حکم اللہ عزوجل نے مقدر فرمایا۔ اس کے نزول سے قبل وہی حکم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں پیدا ہو گیا۔ اور وحی الٰہی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تصدیق و موافقت فرمائی۔ ترمذی شریف میں ابن عمر سے منقول ہے کہ جس امر میں حضرت عمر اور دیگر صحابہ کا اختلاف ہوتا تو قرآن مجید حضرت عمر کے قول کے مطابق نازل ہوتا۔ سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ہم سب لوگ بالاتفاق یہ خیال کرتے تھے کہ حضرت عمر کی زبان سے سکینہ جاری ہوتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ عمر ایک بات کہتے ہیں اور قرآن ان کی تصدیق و موافقت فرماتا ہے (ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۱۶۵)

شرح آیات:

حدیث شریف میں تین موافقات کا ذکر ہے انکی مفصل بحث تو فقیر نے ''قطف الثمر'' میں عرض کی ہے اجمالی طور ملاحظہ ہو۔

(۱) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! کاش کہ مقام ابراہیم کو مصلےٰ بنالیا جائے۔ اس پر سورۃ بقرہ کی آیت'' **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى** '' نازل ہوئی۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا اچھا ہو کہ آپ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم فرمائیں۔ علامہ آلوسی نے لکھا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اہلبیت کے لئے پردہ کی جو حرص کی وہ محض حضور ﷺ کی محبت کی بنا پر تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حجاب کا حکم نازل فرمایا (روح المعانی وازالۃ الخفا صفحہ ۲۴)

(۳) حضور سید عالم ﷺ نے ازواج مطہرات کے ہاں جلوہ فرما ہونے کی باری مقرر فرما رکھی تھی۔ ایک دفعہ حضور ﷺ حضرت حفصہ کے محل میں جلوہ فرما تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے اپنے والد حضرت عمر کی عیادت کے لئے جانے کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے اجازت دے دی وہ تشریف لے گئیں اور حضور ﷺ نے اسی حجرہ میں حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفراز خدمت فرمایا۔ جب حضرت حفصہ

واپس آئیں۔تو ماریہ قبطیہ کو دیکھ کر رشک کرنے لگیں۔اس پر حضور ﷺ نے ان کی دل جوئی کے لئے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔

یہ بھی واقعہ ہوا کہ حضور ﷺ جب ام المؤمنین زینب بنتِ جحش کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں۔اس ذریعہ سے حضور ﷺ ان کے ہاں کچھ زیادہ دیر تشریف فرما رہتے۔یہ بات حضرت عائشہ وحفصہ کو ناگوار ہوئی اور انہیں رشک ہوا کہ حضور حضرت زینب کے ہاں زیادہ دیر کیوں جلوہ فرما رہیں؟ چنانچہ باہم مشورہ سے یہ طے پایا کہ جب حضور اقدس تشریف لائیں۔تو عرض کیا جائے کہ دہن اقدس سے مغافیر کی بو آتی ہے اور مغافیر کی بو حضور ﷺ کو ناپسند تھی چنانچہ ایسا کیا گیا۔حضور ﷺ کو ان کا منشاء معلوم تھا۔فرمایا مغافیر تو میرے قریب نہ آیا۔ہاں زینب کے ہاں سے شہد میں نے پیا ہے اس کو میں اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔مقصود یہ کہ حضرت زینب کے ہاں شہد کے شغل سے تمہاری دل شکنی ہوتی ہے۔تو ہم شہد ہی ترک فرما دیتے ہیں۔

اس پر آیت مبارکہ'' لم تحرم ما احل اللہ لک ''نازل ہوئی۔سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے ازواج مطہرات کو وعظ کیا اور فرمایا ''تمہیں ہر معاملہ میں حضور ﷺ کی دلجوئی کو مقدم رکھنا چاہئیے۔اور اگر حضور ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی۔تو اللہ تعالیٰ آپ کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا''۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان سے جب یہ جملے صادر ہوئے تو وحی الٰہی نے ان کی تائید وموافقت فرمائی۔اور یہ آیت نازل ہوئی۔

عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن۔

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے۔

(سوال)

زمین پر تو امہات المؤمنین سے برتر وبہتر کوئی عورت نہیں ہے پھر قرآن نے یہ کیسے فرمایا ''تم سے بہتر بیویاں بدل دے۔

(جواب)

اگر بالفرض ایسا ہوتا کہ حضور ﷺ کو ایذا پہنچتی۔اور نافرمانی کی وجہ سے حضور ﷺ انہیں طلاق دے دیتے تو یہ خیرنساء الارض کی صفت پر باقی نہ رہتیں (عینی ج ۲ صفحہ ۳۲۲)

ردِ بد مذاہب:

بعض بد مذہب کہتے ہیں کہ قرآن حضور خود بنا لیتے تھے اسکی ایک دلیل حضرت عمر کی موافقات بھی ہیں اگر یہ خدائی کتاب ہوتی تو حضرت عمر کی موافقت نہ کی جاتی۔(جواب) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو الہامات ہوتے تھے اور القاء والہام ہو جانا قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔

(۱)واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه

(۲)فالهمها فجورها وتقوٰها

(۳) واوحیٰ ربک الی النحل

ظاہر ہے کہ غیر انبیاء کے الہام والقاء وخواب دین اور شریعت نہیں بن سکتے۔ اور نہ الہام کی بنیاد پر کسی امر ونہی کا نفاذ اور عمل ہو سکتا ہے اس لئے کہ غیر نبی کے الہام والقاء کا معصوم ومحفوظ ہونا ضروری نہیں ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ یا حضور ﷺ کسی کے الہام یا القاء یا خواب کی تائید وتوثیق کر دیں۔ اور اس کو تشریعی حیثیت دے دیں تو پھر وہ بھی دینی شریعت بن جاتا ہے۔

ردِ مرزائیت:

مذکورہ بالا تقریر سے مرزائیت کا بھی رد ہو گیا جبکہ وہ الہام کو تشریعی حیثیت دے کر غلام احمد قادیانی دجال کی نبوت کا اثبات کرتے ہیں اگر ہر الہام کو شریعت کا مقام دیا جائے تو عالم اسلام جملہ اولیاء کرام رحمھم اللہ کے تمام الہامات کے حصہ کو تشریعی ماننا پڑیگا حالانکہ اسلام میں الہام اولیاء کرام کو حق وسچ تو مانا ہے لیکن تشریعی امور میں انہیں کسی قسم کا دخل نہیں ہے جیسا کہ علم الکلام میں اسکی تفصیل ہے دیکھئے نبراس وغیرہ۔ مزید تفصیل فقیر نے ''اعلام الاعلام فی تحقیق الوحی والالهام ''میں عرض کر دی ہے۔

(۳) عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال بینا الناس بقباء فی صلوٰة الصبح اذجاء هم آت فقال ان رسول الله ﷺ قدا نزل علیه اللیلة قرآن و قدامر ان لیستقبل اللكعبه فاستقبلوها وکانت وجوههم الی الشام فاستدار واالی الكعبة۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگ (صحابی) قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص آیا اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر رات کو وحی نازل ہوئی اور آپ حکم دئے گئے ہیں کہ آپ کعبہ کو منہ کر کے نماز پڑھیں تو ان لوگوں (صحابہ) نے کعبہ کیطرف منہ کر لیا۔ اس وقت شام کیطرف (بیت المقدس کی طرف) رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے تو وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

(۴)عن جابر بن عبدالله رضی الله عنهما قال صلی النبی ﷺ الظهر خمسًافقال ازید فی الصلوة قال وماذالک قالو اصلیت خمساً قال فثنی رجاله وسجد سجدتین۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے پانچ رکعت نماز پڑھی لوگوں (صحابہ) نے عرض کی کیا نماز میں زیادتی ہوگئی ہے آپ نے فرمایا کیا بات ہوئی، صحابہ نے عرض کی آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہے آپ نے پاؤں مبارک موڑ کر دو سجدے کئے۔

باب نمبر ۳۳

حک البراق بالید من المسجد

ترجمہ: مسجد میں تھوک لگا ہوا دیکھے تو اس کو ہاتھ سے کھرچ ڈالے

عن انس بن مالک ان النبی ﷺ رای نخامة فی القبلة فشق ذلک علیه حتی رء ی فی وجهه فقام فحله بیده فقال ان احد کم اذاقام فی صلا ته فانه ینا جی ربه او ان ربه بینه وبین القبلة فلا یبزقن احد کم قبل قبلته ولکن عن یساره اوتحت قدمه ثم اخذ طرف رداء ه فبصق فیه ثم ردبعضه علی بعض فقال او یفعل هکذا۔

ترجمہ: حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی طرف بلغم لگا ہوا دیکھا تو آپ کو یہ بہت ناگوار ہوا۔حتی کہ آپ کے چہرۂ اقدس پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہوگئے۔پھر آپ نے اس کو دستِ مبارک سے صاف کر دیا۔اور فرمایا جب کوئی تم میں سے نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو گویا وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلہ کے بیچ میں ہوتا ہے (یعنی نماز کی حالت میں انتہائی قرب حاصل ہوتا ہے تو تم میں کوئی قبلہ کی طرف نہ تھوکے، البتہ تھوک نہ رکے) تو بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک لے پھر آپ نے اپنی چادر اٹھائی اس کے ایک کونہ میں تھوکا پھر آپ نے اسے الٹ پلٹ کر کے فرمایا ایسا کرے۔

عن عبدالله بن عمر (رضی الله عنهما) ان رسول الله ﷺ رای بصاقاً فی جدار القبلة فحکه ثم اقبل علی الناس فقال اذا کان احد کم یصلی فلا یبصق قبل وجهه فان الله سبحٰنه قبل وجهه اذا صلیٰ ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے قبلہ کی دیوار پر تھوک دیکھا تو اس کو کھرچ ڈالا۔اور فرمایا جب کوئی تم میں سے نماز پڑھے تو قبلہ کے سامنے نہ تھوکے۔اس لئے کہ نمازی کے چہرہ کے سامنے اللہ عزوجل ہوتا ہے۔

عن عائشة ام المؤمنینؓ ان رسول الله ﷺ رای فی جدار القبلة مخاطااوبصاقااو نخامة فحکه من المسجد۔

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے قبلہ کی دیوار پر رینٹ یا تھوک یا بلغم دیکھا تو اس کو صاف فرما دیا۔

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین احادیث مسجد شریف کے آداب کے بارے میں بیان فرمائی ہیں تا کہ مسلمان کو معلوم ہو کہ شان اور قدر والے کی عزت و احترام ضروری ہے اور قدر و منزلت والے کی قدر و منزلت شرک نہیں عین اسلام ہے، دیکھئے مسجد وہ

مقام ہے جہاں مسلمان کا سجدہ ہو وہ جگہ دوسری زمینوں سے برتر و افضل ہوگئی اسی لئے ہم کہتے ہیں اللہ والے دوسروں سے افضل و برتر ہیں انکی تعظیم و تکریم عین اسلام جو انکی تعظیم و تکریم سے محروم ہے وہ روحِ اسلام اور انوار و فیوضات سے محروم ہے۔

آدابِ مسجد:

مسجد کو ہر قسم کی گندگی اور گھن کی چیز جیسے بدن کا میل کچیل، تھوک، رینٹھ، کھنگار وغیرہ سے پاک وصاف رکھنا واجب ہے اور مسجد کی خبر گیری متوالی یا منتظم یا امام کے فرائض میں سے ہے۔

(مسئلہ)

آدمی کے فضلات پسینہ، تھوک، رینٹ وغیرہ پاک ہیں اور بحالتِ نماز کپڑے میں بضرورت لینے میں حرج نہیں۔

(فائدہ)

مسجد میں وضو کرنا، کلی کرنا، مسجد کی دیواروں، چٹائیوں پر یا ان کے نیچے تھوکنا اور ناک سنکنا ممنوع ہے۔ اور چٹائیوں کے نیچے ڈالنا اوپر ڈالنے سے اور برا ہے اور اگر ناک سنکنے یا تھوکنے کی ضرورت پڑ جائے تو کپڑے میں لے لے۔

(مسئلہ)

جب تھوکے تو قبلہ کی طرف نہ تھوکے، ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، جو قبلہ کی جانب تھوکے قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا تھوک دونوں آنکھوں کے درمیان ہوگا۔ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔

فائدہ:

اس سلسلہ کی احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ رخ تھوکنا کم از کم مکروہ تحریمہ ضرور ہے کیونکہ اس فعل پر وعید آئی ہے۔

امام مسجد کو نبوی سرزنش:

حدیث میں ہے کہ ایک امام کو حضور ﷺ نے قبلہ رخ تھوکنے کی وجہ سے امامت سے معزول کر دیا۔ اور فرمایا ''انک اذیت اللہ و رسولہ'' (تو نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے) اور یہ ممانعت کا حکم مسجد و خارجِ مسجد دونوں کو شامل ہے۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ مسجد میں بضرورت بھی تھوکنا خطاء ہے۔ تھوکنا پڑ جائے تو کپڑے میں لے لے۔ (عینی ج ۳، صفحہ ۳۲۶)

آدابِ قبلہ:

قبلہ کی طرف قصداً پاؤں پھیلانے کو ہمارے فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ خواہ سوتے میں پھیلائے یا جاگتے میں اگرچہ اس مسئلہ کے متعلق کوئی نص صریح نہیں ہے۔ مگر جب قبلہ کی جانب تھوکنا منع ہے تو پاؤں کرنا بھی منع ہونا چاہیئے۔

یونہی قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نہیں بیٹھنا چاہئے اور پیشاب و پائخانہ کے وقت نہ پیٹھ کرنی چاہیئے اور نہ منہ۔

(نکتہ)

یہ آداب اس لئے ہے کہ کعبہ معظمہ تجلیاتِ حق کا مرکز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قبلہ رخ اپنا چہرہ سامنے رکھنے والوں کے چہرے نورانی ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے مشائخ بھولے سے بھی کبھی سوتے، بیٹھتے، اٹھتے قبلہ سے چہرہ نہیں ہٹاتے۔

نجدی کی گندی عادت:

انکی گندی عادت کو حرمین طیبین میں جا کر آنکھوں سے دیکھنا چاہیئے کہ قبلہ کیجانب پاؤں پھیلانا اور سوتے وقت بھی اور بیٹھے بیٹھے بھی۔ اور یہاں ہمارے علاقے کے وہابیوں اور تبلیغیوں کا حال کسی سے مخفی نہیں کہ وہ مساجد کی بے حرمتی میں کونسی کسر چھوڑتے ہیں اور اہلسنت کے خواص کے علاوہ عوام تک مسجد و قبلہ کے آداب میں مشہور ہیں سچ ہے "باادب بانصیب بےادب بےنصیب"۔

باب نمبر ۳۴

حک المخاط بالحصی من المسجد

ترجمہ: مسجد میں ریٹھ دیکھے تو اسے کنکری سے کُھرچے

وقال ابن عباس ان وطئت علی قذر رطب فاغسله وان کاٰیا بسافلا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو گیلی نجاست پر چلے تو اسے دھو ڈال اور اگر سوکھی پر چلے تو اسے دھونا ضروری نہیں۔

شرح:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسطرف اشارہ کیا ہے کہ قبلہ رخ دیوار پر تھوکنے کی ممانعت کی اصل علت احترام قبلہ ہے محض ایذاء نہیں اگرچہ یہ بھی علت ہے لیکن اصلی غرض و غایت احترام قبلہ ہے اور فعل کے مختلف علل ہوتے ہیں احترام قبلہ اصل غایت ہے کس وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نجاست خشک و تر کا فرق نہیں کیا۔

(فائدہ)

قذر دراصل اس چیز کو کہتے ہیں جس سے طبعی نفرت ہو خواہ وہ نجاست ہو یا نہیں، تحقیق پہلے پارہ میں گذری۔

(مسئلہ)

کوئی اگر گیلے تھوک یا رینٹھ پر چلے اور وہ پاؤں کو لگ جائے تو جب مسجد میں آئے تو چاہیئے کہ پاؤں دھولے اگر وہ سوکھی ہو تو پھر پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ رآی نخامۃ فی جدار المسجد فتنا ول حصاۃ فحکھافقال اذاتنخم احد کم فلا یتخمن قبل وجھہ ولا عن یمنیہ ویبصق عن یسارہ او تحتہ قدمہ الیسری۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا پھر آپ نے کنکری لیکر اسے صاف کردیا پھر فرمایا کہ تمہارا کوئی تھوکے تو اسے سامنے یا داہنی طرف نہ تھوکے ہاں بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک لے۔

شرح:

اوپر والے اور اس باب کی حدیث ایک ہی ہے امام بخاری نے حسب عادت پہلے مسئلہ کے لئے اور پھر دوسرے مسئلہ کے لئے وہی حدیث درج فرمائی۔

قال النبی ﷺ ان المؤمن اذاکان فی الصلوٰۃ فانما ینا جی ربہ فلا یبزقن بین یدیہ ولاعن یمینہ ولکن عن یسارہ اوتحت قدمہ۔

ترجمہ: نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جب مومن نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اس لئے سامنے یا دائیں جانب نہ تھوکے بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک لے۔

ان النبی ﷺ ابصر نخامۃ فی قبلۃ المسجد فحکھا بحصاۃ ثم نھی ان یبزق الرجل بین یدیہ اوعن یمنیہ ولکن عن یسارہ اوتحت قدمہ الیسری۔

ترجمہ: بیشک نبی پاک ﷺ نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ نے کنکری سے اسے صاف کردیا پھر اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص سامنے یا دائیں جانب نہ تھوکے ہاں بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک لینا چاہیئے۔

شرح:

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ دائیں جانب تھوکنا نہیں چاہیئے کیونکہ داہنی جانب نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔امام نووی نے فرمایا کہ داہنی جانب تھوکنے کی ممانعت مطلق ہے خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں مسجد میں ہو یا غیر مسجد، حضرت عبداللہ بن مسعود کے علاوہ بھی دائیں جانب تھوکنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں (۱) حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں جب سے میں مسلمان ہوا ہوں۔کبھی دائیں طرف نہیں تھوکا۔حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دائیں طرف تھوکنے سے مطلقاً منع فرماتے تھے۔

(۲) علامہ خطابی نے فرمایا کہ بائیں طرف تھوکنا چاہیئے لیکن بائیں طرف کوئی اور نمازی ہو تو پھر نہ دائیں طرف تھوکے نہ بائیں طرف بلکہ اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے یا کپڑے میں لے لے (عینی ج ۲ صفحہ ۳۲۹، ۳۳۰)

(۱) نسائی کی حدیث میں ہے کہ مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیکھ کر حضور ﷺ کا چہرہ اقدس سرخ ہو گیا۔ایک انصاری عورت نے اس کو کھرچ دیا۔اور وہاں خوشبو لگادی حضور ﷺ نے فرمایا بہت اچھا کیا۔

(۳) صحیح مسلم میں بروایت ابوذر مرفوعاً آیا ہے کہ جس شخص کو مسجد میں کھنگار آجائے تو چاہیئے کہ اسے دفن کر دے ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کے بدن یا کپڑے پر لگنے کے باعث اسے ایذا ہو۔(۴) مسند احمد وطبرانی میں بروایت ابوامامہ مرفوعاً آیا ہے کہ مسجد میں تھوک دفن کر دینا یعنی پونچھ دینا نیکی ہے (۵) سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ ابوعبیدہ بن الجراح ایک رات مسجد میں تھوک کر اسے صاف کرنا بھول گئے گھر جا کر یاد آیا تو آگ کا ایک شعلہ لے کر آئے اس کی روشنی میں تھوک تلاش کر کے مٹی میں دبا دیا اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف ہے جس نے آج کی رات مجھے گناہ سے بچالیا۔

باب نمبر ۳۵

كفارة البزاق فى المسجد

ترجمہ: مسجد میں تھوکنے کا کفارہ

قال النبی ﷺ البزاق فی المسجد خطيئة وكفارتها دفنها۔

ترجمہ: نبی پاک ﷺ نے فرمایا مسجد میں تھوکنا خطاء ہے اسکا کفارہ اسے چھپا دینا ہے۔

شرح:

اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر بضرورت مسجد میں تھوک دیا یا غلطی سے تھوک دیا۔ اور مسجد کی زمین کچی ہو تو تھوک کو مٹی وغیرہ سے دبا دے۔ اور اگر فرش پختہ ہو تو پھر اس کو صاف کرنا ضروری ہے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ مسجد کو ہر گھن کی چیز سے پاک و صاف رکھنا اور اس کے احترام میں فرق نہ آنے دینا نہایت ضروری ہے۔

باب نمبر ۳۶

دفن النخامة فی المسجد

ترجمہ: بلغم کو مسجد میں دفن کر دینا

عن النبی ﷺ قال اذاقام احدکم الی الصلوٰۃ فلایبصق امامه انماینا جی اللہ مادام فی مصلاہ ولا عن یمینه فان عن یمینه ملکاًوسیبصق عن یسارہ اوتحت قدمه۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا کوئی ایک نماز کے لیے کھڑا ہو تو سامنے نہ تھوکے کیونکہ وہ جب تک نماز میں ہوتا ہے خدا سے سرگوشی کرتا ہے اور داہنی طرف بھی نہ تھوکے کہ اسطرف فرشتہ ہے ہاں بائیں جانب تھوکے اور اسے مٹی میں چھپا دے۔

باب نمبر ۳۷

اذا بدرہ البزاق فلیا خذبطرف ثوبه

ترجمہ: جب اسے تھوک عجلت کرے تو کپڑے کے کنارے سے کام لے

عن انس بن مالک ان النبی ﷺ رآی نخامة فی القبلة فحکھابیدہ رؤی منه کراھھته لذلک و شدته علیه وقال ان احدکم اذا قام فی صلوته فانما ینا جی ربه اوربه بین بینه قبلةفلا یبز قن فی قبلة ولکن عن یسارہ اوتحت قدمه ثم اخذ طرف رداء ہ فبزق فسا وردبعضه علی بعض قال اویفعل ھکذا۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ نے اسے خود صاف فرمایا اور آپکی ناگواری محسوس کی گئی آپ نے فرمایا کہ جب کوئی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے یا اسکا رب اسکے قبلہ کے درمیان ہے اس لئے قبلہ کی طرف نہ تھوکا

کرو ہاں بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لیا کرو۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی چادر کا کنارہ لیا اور اس میں تھوکا اور چادر کی ایک تہ کو دوسری پر پھیر دیا اور فرمایا "یا اس طرح کر لیا کرو"۔

باب نمبر ۲۸:

عظة الامام الناس فی اتمام الصلوٰة و ذکر القبلة

ترجمہ: امام کی لوگوں کو نصیحت کہ نماز پوری طرح پڑھیں اور قبلہ کا ذکر

عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال هل ترون قبلتی ههنا فوالله مايخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من وراء ظهری ۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ میرا رُخ (نماز میں) قبلہ کی طرف ہے۔ خدا کی قسم مجھ سے نہ تمہارا خشوع چھپتا ہے نہ رکوع، میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں۔

عن انس بن مالک قال صلی لنا النبی ﷺ صلوٰة ثم رقی المنبر فقال فی الصلوٰة وفی الرکوع انی لا راکم من ورائی کما اراء کم۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک مرتبہ نماز پڑھائی پھر ممبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ نماز میں اور رکوع میں میں تمہیں اسی طرح دیکھتا رہتا ہوں جیسے اب دیکھ رہا ہوں۔

شرح:

ان دونوں حدیثوں میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے اس کمال کا بیان ہے کہ آپ کے لئے کل کائنات کا ذرہ ذرہ سامنے ہے آپکے لئے کسی قسم کا پردہ وحجاب نہیں آپ دور ونزدیک آگے پیچھے دائیں بائیں برابر دیکھتے تھے دیوبندی بھی دبے لفظوں میں مانتے ہیں لیکن معجزہ کے رنگ میں چنانچہ ایک دیوبندی مولوی اس حدیث کے حاشیہ میں لکھتا ہے کہ بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ آں حضور ﷺ کو وحی یا الہام کے ذریعہ یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ پیچھے نماز پڑھنے والے کس حال میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کا یہ مطلب لکھا ہے کہ یہاں دیکھنے سے مراد حقیقۃً دیکھنا ہے۔ یعنی آپ کا یہ معجزہ تھا کہ لوگوں کے اعمال وافعال کی نگرانی کے لئے آپ پشت کی طرف کھڑے لوگوں کو بھی دیکھ سکتے تھے یہ بات عادت وتجربہ کے خلاف ہے اور اسی وجہ سے اسے معجزہ کہیں گے (تفہیم البخاری)

تبصرہ اویسی غفرلہ:

پہلے بعض اہلِ علم کا قول لکھا نا معلوم وہ کونسے اہلِ علم ہیں اور انکا قول وحی والہام سے مقید کر دیا پھر صحیح راہ پہ چل کر علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے اس کو معجزہ بتا دیا تا کہ عوام یہ نہ سمجھیں کہ یہ کیفیت دائمی تھی یا وقتی طور اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ کمالات مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں بخیل اور کنجوس واقع ہوئے۔ ہم بھی حضور سرورِ عالم ﷺ کے لئے وحی مانتے ہی لیکن ہم کہتے ہیں کہ آپکی ہر بات وحی خدا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''وما ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحی'' اور یہ لوگ وحی سے وقتی طور مانتے ہیں دوام کا انہیں انکار ہے۔

دوسری بات بھی معجزہ سے انکی مراد وقتی طور ہوا اور بس۔ اسی لئے انکے نزدیک معجزہ نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں مانتے۔ ہم کہتے ہیں نبی ﷺ کا اختیاری امر ہوتا ہے اسکی تفصیل فقیر اویسی غفرلہ نے اپنی تصنیف''التصرفات فی اختیار صاحب المعجزات و الکرامات''میں عرض کر دی ہے۔

چند حوالے ملاحظہ ہوں جن میں واضح ہے کہ مذکورہ بالا کیفیت حضور سرورِ عالم ﷺ کی وقتی نہیں دائمی تھی۔ مجاز نہیں حقیقت تھی۔ یعنی آپ ہر وقت ہر آن اشیاء کو باذنہٖ تعالیٰ مشاہدہ فرماتے تھے۔

مشاہدۂ کائنات:

حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔(۱)ان اللہ قدرفع لی الدنیا فاناانظر الیھاوالی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ ۔کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میرے سامنے کر دی ہے لہٰذا میں ساری دنیا کی طرف اور جو کچھ تا قیامت دنیا میں ہوگا سب کچھ یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

(مواہب لدنیہ مع زرقانی، ج ۷، صفحہ ۲۰۴ و کنز العمال، ج ۱۱ صفحہ ۴۲)

فائدہ:

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ دیکھنا مبنی بر حقیقت ہے۔

(۲) حضرت اسامہ بن زید نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مدینہ پاک کی پہاڑیوں میں سے کسی پہاڑی پر رونق افروز ہو کر فرمایا۔

هل ترون ماارى قالو الا قال فانى ارى الفتن تقع خلال بيوتكم كو قع المطر

(رواہ البخاری و مسلم، متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الفتن صفحہ ۴۶۲)

جو میں دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو۔ عرض کیا کہ نہیں، فرمایا میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔

(۳) حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا۔ (الحدیث۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ باب البکاء والخوف صفحہ ۴۵۷)

انی اریٰ مالا ترون واسمع مالا تسمعون ۔ کہ میں دیکھتا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھتے اور سنتا ہوں وہ جو تم نہیں سنتے۔

(۴) موسیٰ علیہ السلام کے متعلق حدیث شریف میں ہے ،

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال لماتجلی عزوجل موسیٰ علیه السلام کان یبصر النملة علی الصفا فی اللیلة الظلماء سیرة عشرة فراسخ (شفاء شریف، ج ۱ صفحہ ۶۹)

ترجمہ: حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تجلّی فرمائی تو اس کے بعد دس فرسخ یعنی تیس میل کے فاصلہ سے اندھیری رات میں صاف پتھر پر چلتی ہوئی چیونٹی کو بھی موسیٰ علیہ السلام دیکھ لیا کرتے تھے۔

امام خفاجی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وهذا الحدیث رواه الطبرانی فی مسنده الصغیر وصححه ولما کانت هذه القوة حصلت للکلیم بالتجلی فحصو لها للنبی ﷺ بعد الاسراء مع ماراه اظهر۔ (نسیم الریاض، شرح شفاء شریف، ص ۳۸۱)

اس حدیث کو امام طبرانی نے مسند صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے اور جب حضرت کلیم علیہ السلام کو تجلّی کے ذریعہ یہ قوّت حاصل ہوگئی تو معراج کے بعد نبی اکرم ﷺ نے جو (اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا اس وجہ سے نبی اکرم ﷺ کے لئے یہ قوّت بطریقِ اولی حاصل ہے۔

(نکتہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور کے بعد اتنا دور دیکھنا نصیب ہوا اور وہ دائمی تھا تو جسے پرتو صفات سے یہ کمال حاصل ہے پھر عین ذات کو بلا حجاب دیکھنے کا کمال کیا ہوگا وہی جو فقیر نے عرض کیا۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی فرماتی ہیں:

کان رسول الله ﷺ یریٰ فی الظلماء کما یریٰ فی الضوء۔ (حُجۃ اللہ ص ۶۷۹۔ شفاء شریف ۱، ص ۶۸، زرقانی علی المواہب ۴، ص ۸۳) (خصائص کبریٰ ۱، ص ۶۱)

یعنی رسُول اللہ ﷺ اندھیرے میں بھی یوں ہی دیکھتے تھے جیسے روشنی میں دیکھتے تھے۔

صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

۲۔ نیز حبیبِ مکرّم ﷺ کا ارشاد مُبارک فوالله ما یخفیٰ علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لاری کم من وراء

ظھری۔(بُخاری شریف ا،ص ۵۹)(موطا امام مالک،ص ۱۵۲)
یعنی اللہ (جل جلالہ) کی قسم نہ مجھ پر تمہارے خشوع پوشیدہ نہ تمہارے رکوع پوشیدہ ہیں لاریب میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔
قابلِ غور یہ بات ہے کہ نمازی کا رکوع ظاہر ہے مگر خشوع تو دِل کی کیفیت ہے لہٰذا روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ رسُولِ اکرم ﷺ دلوں کے حالات بھی باذن اللہ جانتے ہیں۔

فائدہ:

جمہور علماء نے فرمایا یہ بات حضور سیدِ عالم ﷺ کے خصائص سے ہے کہ آپ جیسے آگے سے دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے کے حالات سے بھی باخبر رہتے تھے۔اور رویت سے مراد ادراک حقیقی ہے اسی لئے امام بخاری نے اس حدیث کو علاماتِ نبوت میں بھی ذکر کیا۔

لطیفہ:

بعض علماء نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام کے دونوں مونڈھوں کے درمیان سوئی کے ناکے کی طرح دو آنکھیں تھیں جن سے پیچھے کے لوگوں کو دیکھ لیتے تھے۔

مایخفی علیٰ رکوعکم ولا خشوعکم:

مجھ پر تمہارا رکوع تمہارا خشوع بھی پوشیدہ نہیں ہے۔خشوع دِل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔قرآن مجید میں فرمایا **قد افلح المئومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون**۔اور خشوع وخضوع ایسی چیز نہیں جو آنکھوں سے نظر نہ آسکے۔مگر نگاہ نبوی سے قلب کی کیفیات بھی پوشیدہ نہیں ہیں۔

شرح الحدیث:

حدیث کی شرح میں شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلت قال النووی معناہ ان اللہ تعالیٰ خلق لہ ادراکاً فی قفاہ یبصر بہٖ اقول الاظھر ان یقال خلق اللہ تعالیٰ لہ ادراکا یدرک بہٖ مالیس فی العادۃ ادارکہ مما قد کان او سیکون ومما ھو غائب عنہ او لیس فی محاذاۃ بصرہٖ بمنزلۃِ رویۃ۔

البصر (واللہ تعالیٰ اعلم) حدیث کی شرح امام نووی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی گدّی پاک میں ایک ایسی قوت مدرکہ پیدا فرمائی ہے کہ جسکے ساتھ حضور سرورِ عالم ﷺ قلوب کے خشوع کو بھی دیکھ لیتے ہیں اور میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں اور ظاہر بات

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ میں ایک ایسی دیکھنے والی مُدرِکہ قوت پیدا فرمائی ہے کہ جس سے آپ ﷺ وہ اشیاء دیکھ لیتے تھے جو عادتاً نہیں دیکھی جاسکتی ہیں خواہ وہ زمانہ ماضی میں ہوں یا مستقبل میں خواہ وہ غائب ہوں یا وہ سامنے ہوں آپ (ﷺ) یوں دیکھ لیتے تھے جسے عام لوگ آنکھ کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے فرمایا۔

سرِعرش پر ہے تیری گذر دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت وملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

تفصیل نگاہِ نبوت، رسالہ اور شرح حدائق میں پڑھیے۔

باب نمبر ۳۹

هل يقال مسجد بني فلان

ترجمہ: کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد بنی فلاں کی ہے؟

عن عبدالله بن عمران رسول الله ﷺ سابق بين الخيل التي اضمرت من الحفياء وامدها ثنية الوداع وسابق بين الخيل التي لم تضمر من الثنية الى مسجد بني زريق وان عبدالله بن عمر كان فيمن سابق بها.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان گھوڑوں کی جنہیں (جہاد کے لئے) تیار کیا گیا مقام حفیاء سے دوڑ کرائی۔ اس دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع تھی۔ اور جو گھوڑے ابھی تیار نہیں ہوئے تھے ان کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک کرائی عبداللہ بن عمر نے بھی اس گھوڑ دوڑ میں شرکت کی تھی۔

شرح:

مسجد زریق: اس کے تحت ایک دیوبندی مولوی نے لکھا ہے کہ:

اس سے معلوم ہوا کہ آں حضور ﷺ کے عہد مبارک میں کسی مسجد کی اس طرح نسبت کی جاتی تھی۔ اگرچہ قرآن مجید میں ہے کہ مسجدیں خدا کی ہیں لیکن ان کی نسبت اس میں نماز پڑھنے والوں پاس کے بنانے والوں کی طرف کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ (تفہیم البخاری)

تبصرہ اویسی غفرلہ:

قرآن مجید میں مطلقاً فرمایا ان المساجد للہ ۔(۳۰،جن) تمام مساجداللہ کی ہیں ان پر غیر اللہ کا نام رکھا جائے تو شرک ہوگا لیکن مولوی دیوبندی نے مان لیا کہ اگر اس کی نسبت نمازیوں یا تعمیر کنندہ کی طرف ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں یہ شرک گوارہ ہے ہاں یہ گوارہ نہیں کہ کہا جائے پیر کا بکرا وغیرہ وغیرہ تو شرک ہے اس فرق کو دیکھ کر ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ ان کو ضد ہے تو صرف ''نبی علیہ السلام اور اولیاء اللہ'' سے، اس فرق کی تحقیق کیلئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''پیر کا بکرا''۔

فائدہ:

یہ گھوڑ دوڑ تماشا نہ تھا بلکہ جہاد کے گھوڑے تھے۔اسی لئے ہم کہتے ہیں فعل میں نیت بدلنے سے احکام بدلتے ہیں۔

تضمیر:

اس کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کو چالیس دن تک خوب کھلانا پلانا یہانتک کہ وہ خوب موٹا ہو جائے اس کے بعد اس کی خوارک میں کمی کر دینا اور جھول ڈالکر پسینہ دلانا اسطرح کرنے سے گھوڑے کی سستی و کاہلی اور فضول موٹاپا ختم ہو جاتا ہے اس طرح سے وہ چست ہو کر دوڑتے ہیں اس کا سانس نہیں پھولتا۔

حفیاء ایک جگہ کا نام ہے ثنیۃ الوداع سے مسجد بنو زریق تک ایک میل کا فاصلہ اور حفیاء تک چھ میل ہے۔

سابق بین الخیل سابق ماضی از مسابقت:

مسابقت کا مطلب یہ ہے کہ چند اشخاص آپس میں یہ طے کر لیں کہ کون آگے بڑھ جاتا ہے۔جو سبقت لے جائے اس کو یہ دیا جائے گا۔یہ مسابقت صرف تیراندازی اور گھوڑ دوڑ میں ہو سکتی ہے اورس کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ صرف ایک جانب سے مال شرط ہو۔مثلاً زید و بکر دونوں میں سے ایک نے یہ کہا کہ اگر تمہارا گھوڑا آگے نکل گیا یا تیر نشانے پر لگا تو میں تمہیں ایک سو روپے انعام دوں گا۔اور اگر میں آگے نکل گیا تو تم سے کچھ نہ لوں گا۔دوسری صورت جواز کی یہ ہے کہ تیسرا شخص ان دونوں سے یہ کہے کہ تم میں جو آگے نکل گیا۔اس کو میں سو روپے انعام دوں گا۔مسابقت میں یہ بھی ضروری ہے کہ مسافت اتنی ہو جسے گھوڑے طے کر لیں۔اور جتنے گھوڑے لئے جائیں وہ سب ایسے ہوں جن میں یہ احتمال ہو کہ ہر ایک آگے نکل جائے گا۔اسی طرح تیراندازی اور آدمیوں کی دوڑ میں بھی یہ ہی شرط ہے۔

(۲) اگر دونوں جانب سے مال شرط ہو مثلاً زید بکر سے کہے کہ اگر تم آگے ہو گئے تو میں سو روپے دوں گا۔اور اگر میں آگے نکل گیا تو سو روپے تم سے لوں گا یہ صورت جوئے کی ہے اور حرام و ناجائز ہے۔

(۳) اگر سبقت لے جانے میں کوئی مشروط نہ ہو تو پھر مسابقت ہر چیز میں ہو سکتی ہے۔

(۴) سابق کے لئے جو کچھ ملنا طے ہوا ہے وہ اس کے لئے حلال وطیب ہے مگر وہ اس کا مستحق نہیں یعنی اگر دوسرا نہ دے تو سابق قاضی کے ہاں دعویٰ کر کے جبراً وصول نہیں کر سکتا۔

(۵) اگر مسابقت صرف لہو ولعب کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔ حضور سید عالم ﷺ اور صحابہ کرام نے تیراندازی اور گھوڑ دوڑ میں جو حصہ لیا۔ تو اس سے مقصود لہو ولعب نہ تھا۔ بلکہ جہاد کے لئے تیاری تھی یعنی ایک قسم کی یہ جنگی مشقیں تھیں۔

باب نمبر ۴۰

القسمة وتعليق القنو في المسجد قال ابو عبدالله القنو العذق والاثنان قنوان والجماعة ايضاً قنوان مثل صنو وصنوان وقال ابراهيم يعني ابن طهمان عن عبدالعزيز بن صهيب عن انس قال اتى النبي ﷺ بمال من البحرين فقال انثروه في المسجد وكان اكثر مال اتى به رسول الله ﷺ فخرج رسول الله ﷺ الى الصلوٰة ولم يلتفت اليه فلما قضى الصلوٰة جاء فجلس اليه فما كان يرى احدا الا اعطاه اذ جاءه العباس فقال يارسول الله اعطني فاني فاديت نفسي وفاديت عقيلا فقال له رسول الله ﷺ خذ فحثا في ثوبه ثم ذهب يقله فلم يستطع فقال يارسول الله مر بعضهم يرفعه الي قال لا قال فارفعه انت علي قال لا فنثر منه ثم ذهب يقله فقال يارسول الله مر بعضهم يرفعه علي قال لا قال فارفعه انت علي قال لا فنثر منه ثم احتمله فالقاه على كاهله ثم انطلق فما زال رسول الله ﷺ يتبعه بصره حتى خفي علينا عجبا من حرصه فما قام رسول الله ﷺ و ثم منها درهم۔

ترجمہ: مسجد میں کسی چیز کی تقسیم اور (قنو) خوشے کا لٹکانا ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ قنو کے معنی عذق (خوشہ کھجور) کے ہیں۔ دو کے لئے قنوان آتا ہے اور جمع کے لیے بھی یہی لفظ آتا ہے جیسے صنو اور صنوان۔ ابراہیم بن طہمان نے کہا عبدالعزیز بن صہیب کے واسطہ سے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے یہاں بحرین کا مال آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے مسجد میں رکھ دو یہ ان تمام مالوں سے زیادہ تھا جو اب تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ چکے تھے پھر نبی کریم ﷺ نماز کے لئے تشریف لائے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جب آپ ﷺ نماز پوری کر چکے تو آ کر مال کے قریب تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ اس وقت جسے بھی دیکھتے اسے عطا فرماتے۔ اتنے میں عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے بھی عطاء کیجئے کیونکہ میں نے اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل کا بھی (یہ دونوں حضرات غزوہ بدر میں مسلمانوں کے قیدی تھے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لیجئے۔ انھوں نے اپنے کپڑے میں لے لیا۔ پھر اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن نہ اُٹھا سکے (وزن کی زیادتی کی وجہ سے) انھوں نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ کسی کو حکم فرمائیے کہ اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ انھوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھا

دیجئے۔آپ ﷺ نے اس پر بھی انکار کیا۔اس لئے عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے تھوڑا سا حصہ گرا دیا اور باقی ماندہ کو اٹھانے کی کوشش کی (لیکن اب بھی نہ اٹھا سکے) پھر فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ کسی کو میری مدد کرنے کا حکم دیجئے لیکن آپ ﷺ نے اس سے بھی انکار کیا تو انھوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھا دیجئے لیکن آپ ﷺ نے اس سے بھی انکار کیا۔اس لئے اس میں سے تھوڑا سا اور سامان گرا دیا۔اب اسے اٹھا سکے اور اپنے کاندھے پر لے لیا۔رسول اللہ ﷺ کو ان کی اس حرص پر اتنا تعجب ہوا کہ آپ ﷺ اس وقت تک ان کی طرف برابر دیکھتے رہے جب تک وہ ہماری نظروں سے اوجھل نہ ہو گئے۔رسول اللہ ﷺ وہاں سے اس وقت تک نہ اُٹھے جب تک ایک درہم بھی باقی رہا۔

شرح:

مال البحرین: اہلِ بحرین سے صلح کر لی گئی تھی اور نبی پاک ﷺ نے حضرت علا بن حضرمی کو وہاں کا گورنر مقرر کیا تھا یہ مال بحرین کا خراج تھا۔جو ایک لاکھ درہم تھے۔اور یہ پہلا خراج تھا۔یہ خراج و جزیہ ہر سال آتا تھا اور حضور ﷺ اسے مستحقین میں تقسیم فرما دیتے تھے جس سال حضور ﷺ کا وصال ہوا۔آپ نے حضرت جابر سے وعدہ کیا تھا کہ اب کے جو بحرین کا خراج آئے گا اس میں سے تمہیں بھی دوں گا۔لیکن خراج بحرین کے آنے سے قبل آپ کا وصال ہو گیا۔تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف سے یہ وعدہ پورا فرمایا۔

قنو (خوشۂ کھجور) اس سے مراد وہ خصوص خوشۂ کھجور ہے جو فقراء پر تقسیم کرنے کے لئے ہو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ باب میں مذکور حدیث کے مشابہ کسی اور دوسری حدیث کی طرف اشارہ کر دیتے تھے چونکہ تقسیم مال کی روایت بیان کی اسی لئے اس روایت کا ذکر اشارۃً سے فرما دیا وہ روایت یوں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حکم دیا تھا کہ جن لوگوں کے باغ میں پھل ہوں وہ لا کر ان اصحابِ صفہ کو ضرور دیا کریں۔چنانچہ صحابہ کرام باغ سے بڑے بڑے خوشے لا کر مسجد نبوی میں ایک رسی کے ساتھ باندھ دیتے تھے اصحابِ صفہ کو جب ضرورت ہوتی تھی تو اس سے حسب ضرورت توڑ لیتے تھے اور اسکی تقسیم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی

(عینی شرح بخاری ج ۲ صفحہ ۳۳۰)

(فائدہ)

محض تقسیم مال کی مناسبت سے اس کا ذکر کیا اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اعتراض اٹھ گیا کہ باب میں حدیث خوشۂ نہیں لائے صرف اشارہ کر دیا اور اشارہ اس لئے کیا کہ یہ روایت ان کی شرائط پر نہ تھی نسائی شریف میں یہ روایت صراحۃً ہے۔

ایک غلطی کا ازالہ:

اس روایت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق حرص مال کی بدگمانی اچھی نہیں اس لئے کہ انکا یہ حرص نفسانی خواہش پر نہ تھا بلکہ عیال کے لئے تھا اور عیال کے لئے ایسا عمل قابل مذمت نہیں بلکہ لائق مدحت ہے حضور نبی پاک علیہ السلام کا تعجب سے دیکھنا بھی انکی مدحت کے لئے تھا کہ ماشاء اللہ چچا جان کو عیال کی آسائش و آرام کا کتنا خیال ہے۔ یہ فقیر نے اس لئے عرض کیا ہے کہ ایسا حرص نفسانی تو ایک ولی اللہ کا بھی نہیں چہ جائیکہ صحابی کا اور وہ بھی حضور پاک علیہ السلام کے معزز و مکرم چچا جان۔ (فافہم رضی اللہ عنہ) اور حضور نبی پاک علیہ السلام نے انکے زائد مال پر اٹھوانے کی مدد نہ فرمائی وہ تعلیم کے لئے تھا کہ مال ضرورت کے مطابق اٹھایا جائے اور پھر دوسرے لوگوں کی ضرورت بھی مدنظر تھی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

باب نمبر ۴۱

من دعی الطعام فی المسجد ومن اجاب منه

ترجمہ: جسے مسجد میں کھانے کے لئے بلایا جائے وہ اسے قبول کرے

انس قال وجدت النبی علیہ السلام فی المسجد و معه ناس فقمت فقال لي ارسلک ابو طلحة فقلت نعم قال لطعام قلت نعم فقال لمن حوله قوموا فانطلق وانطلقت بین ایدیهم۔

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے کہا سنا کہ میں نے رسول اللہ علیہ السلام کو مسجد میں چند اصحاب کے ساتھ پایا۔ میں کھڑا ہو گیا تو آنحضور علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کھانے کے لئے (بلایا ہے) میں نے عرض کی کہ جی ہاں (کھانے کے لئے بلایا ہے) آپ علیہ السلام نے اپنے قریب موجود لوگوں سے فرمایا کہ چلو، سب حضرات آنے لگے اور میں ان کے آگے آگے چل رہا تھا۔

شرح:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے شوہر حضرت ابوطلحہ تھے انکا خادم زید بن سہل تھا آپ انصاری تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا بھی اسی لئے ہے کہ وہ ابوطلحہ کے قریبی تھے اور حضور سرور عالم علیہ السلام کے خادم خاص، مسجد میں کھانے کی دعوت دینا اور اس کا قبول کرنا جائز ہے۔ اگرچہ وہ دعوت، دعوتِ ولیمہ ہی ہو مسجد میں کھانے، پینے کا اتفاق ہو تو اعتکاف کی نیت کر لینی چاہیئے۔

(مسئلہ)

مدعو کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے ساتھ بن بلائے افراد کو بھی لے جائے لیکن اگر صاحب دعوت کو یہ یقین ہو کہ جن کو میں ساتھ لے جارہا ہوں۔ میزبان کو ناگوار نہ ہوں گے اور کھانا بھی سب کے لئے کافی ہو جائے گا۔ تو پھر حرج نہیں۔ حضور ﷺ کو اگر چہ یہ معلوم تھا کہ ابوطلحہ کے ہاں جو کھانا ہے وہ سب کے لئے کافی نہیں ہے لیکن آپ جانتے تھے کہ میری برکت سے کافی ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ ایسے ہے جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت کے موقعہ پر ہوا انکے علاوہ متعدد مقامات پر معجزۂ تکثیر الطعام ظاہر ہوا منجملہ انکے غزوہ خندق میں بھی ایک اور معجزہ ظاہر ہوا کہ ایک لڑکی ہاتھ میں کچھ کھجوریں لئے حضور ﷺ کے سامنے سے گزری۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا تھوڑی سی کھجوریں ہیں جسے میری ماں نے باپ کے ناشتہ کے لئے بھیجا ہے۔ فرمایا ان کھجوروں کو سامنے لاؤ۔ اس نے انھیں حضور ﷺ کے دست مبارک میں رکھ دیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک کپڑا منگایا اور یہ کھجوریں اس میں ڈال دیں۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ تمام اہلِ خندق کو آواز دو۔ اس کے بعد تمام اہل خندق حاضر ہوئے اور اُن سب نے خوب دل بھر کے کھایا۔

(فائدہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سب کے آگے اس لئے روانہ ہوئے تا کہ حضرت ابوطلحہ کو اطلاع دیں کہ دعوت تو آپ نے صرف حضور ﷺ کی کی ہے۔ مگر حضور ﷺ نے حاضرین مجلس کو بھی ساتھ لے لیا ہے ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت کسی واجب التعظیم ہستی کے آگے چلنا خلافِ ادب نہیں جیسے روشنی کرنے یا راستہ وغیرہ بتانے کے لئے۔

باب نمبر ۴۲

القضاء واللعان فی المسجد بین الرجال والنساء

ترجمہ: مسجد میں مقدمات کے فیصلے کرنا اور مردوں اور عورتوں میں لعان کرانا

شرح:

لعان، لغت میں بمعنی ایک کا دوسرے پر لعنت کرنا (المنجد) اور شریعت میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو ملوث دیکھے یا اس قسم کا کوئی یقین اسے ہو لیکن معقول شہادت اس سلسلے میں اس کے پاس کوئی نہ ہو تو شریعت نے خاص شوہر اور بیوی کے تعلقات کی رعایت سے اس کی اجازت دی کہ دونوں حاکم کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کریں۔ اور ایک دوسرے کے جھوٹا ہونے کی صورت

میں لعنت بھیجیں پھر دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے گی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

ان رجلا قال یارسول اللہ ارایت رجلا وجد مع امراءتہ رجلا ایقتلہ فتلا عنا فی المسجد وانا شاھد۔

کسی ایک شخص نے کہا یارسول اللہ اس شخص کو آپ ﷺ کیا حکم دیں گے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو دیکھتا ہے کیا اسے قتل کردینا چاہیئے؟ پھر اس مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ مسجد میں لعان کیا اور اس وقت میں موجود تھا۔

شرح:

رجلا۔ اس سے دو مرد مراد ہوسکتے ہیں (۱) عویمر بن الحارث عجلانی (۲) ہلال بن امیہ، صحیح یہ ہے کہ اس سے ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ مراد ہیں اسی کو علامہ عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح دی ہے کیونکہ عویمر رضی اللہ عنہ سے ہلال بن امیہ کا واقعہ پہلے کا ہے اور آیت مالعفت ہلال بن امیہ کے واقعہ میں نازل ہوئی جیسا کہ امام بخاری خود بیان فرمائینگے (کتاب الشہادات والتفسیر)

واقعہ:

عویمر بن حارث عاصم بن عدی کے پاس آئے جو بنی عجلان کے سردار تھے۔ اور کہا کیا فرماتے ہیں اس مسئلے میں کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی کو پائے تو کیا قتل کردے پھر تم لوگ اسے قتل کردو۔ وہ کیا کرے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے میرے بارے میں دریافت کردو۔ حضرت عاصم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا، مگر حضور کو نا گوار ہوا۔ عویمر نے حضرت عاصم سے پوچھا انھوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کو یہ سوال ناگوار ہوا۔ اب عویمر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے ضرور پوچھوں گا۔ اب عویمر حاضر ہوئے اور انھوں نے خود دریافت کیا۔ حضور ﷺ نے جواب دیا۔ تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید نے جو طریقہ بتایا ہے اس طرح ان دونوں کو لعان کا حکم دیا۔ حکم کے مطابق دونوں نے لعان کیا۔ اس کے بعد عویمر نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر میں اسے نکاح میں روکے رکھوں تو اس پر ظلم کروں گا۔ انھوں نے اسے طلاق دے دی۔ ان دونوں کے بعد لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ ہوگیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر یہ عورت کالا، آنکھوں کے سیاہ ڈھیلے والا بڑی سُرین والا بڑی پنڈلیوں والا بچہ جنے۔ تو میرا گمان یہ ہے کہ عویمر نے اس پر صحیح الزام لگایا اور اگر سرخ بچہ جنے گویا وہ "وجرہ" ہے تو میں گمان کروں گا کہ عویمر نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ اس عورت نے ویسا ہی بچہ جنا جیسا حضور ﷺ نے عویمر کی تصدیق کے لئے فرمایا تھا۔ یہ بچہ ماں کی طرف نسبت کیا جاتا تھا۔

مسجد میں فیصلے:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہی ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر مسائل واحکام اسلامیہ بتانا اور نافذ کرنا جائز ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مسجد میں شریعت اسلامیہ کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کرنا قدیم سے معمول بہ ہے۔ قاضی شریح، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما بھی مسجد میں عدالت کرتے تھے۔ خود حضور ﷺ نے بھی قضایائے صحابہ کا فیصلہ مسجد میں فرمایا۔

سوال:

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا۔ قاضی مسجد میں نہ بیٹھے، کافر مشرک بھی مسجد میں آئیں گے حالانکہ ارشاد خداوندی ہے۔ انما المشرکون نجس۔ مشرکین نجس ہیں، سعید ابن مسیّب سے جو اس کی کراہت منقول ہے۔

جواب:

جب مسجد میں مقدمات فیصل کرنے میں شور وغل ہو اور نماز میں تاخیر اور حرج ہو تو پھر مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ حضرت امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ عینی نے لکھا کہ عامئہ علماء کا بھی یہی مسلک ہے (عینی ج ۲)

فائدہ:

دور حاضرہ میں مسجد میں مستقل طور فیصلوں کا طریقہ رائج نہ کیا جائے ہاں گاہے گاہے کوئی فیصلہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

باب نمبر ۴۳

اذا دخل بیتا یصلی حیث شاء او حیث امر ولا یتجسس

ترجمہ: جب کسی کے گھر جائے تو کیا جس جگہ اس کا جی چاہے وہاں نماز پڑھے گا؟ یا جہاں اسے نماز پڑھنے کے لیے کہا جائے (وہاں پڑھے گا) اور (اندر جا کر) تجسس نہ کرنا چاہئیے

عن عتبان بن مالک ان النبی ﷺ اتاہ فی منزلہ فقال این تحب ان اصلی لک من بیتک قال فاشرت لہ الی مکان فکبر النبی ﷺ و صففنا معہ خلفہ فصلی رکعتین۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ عتبان کے گھر تشریف لائے آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم اپنے گھر میں کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے لئے نماز

پڑھوں۔انھوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک جگہ اشارہ کیا پھر نبی کریم ﷺ نے تکبیر کہی اور ہم صف باندھ کر کھڑے ہو گئے ۔آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

شرح:

یہ حدیث مجمل ہے اسکی تفصیل اگلی حدیث میں پڑھیئے یہاں ایک قاعدہ یاد رکھئے احادیث مرویہ دو طرح ہوتی ہے(۱) مجمل و(۲) مفصل: بدمذاھب بالخصوص وہابیوں دیوبندیوں کی عادت ہے کہ مجمل حدیث پیش کر کے چکر دیتے ہیں حالانکہ مسئلہ کا حل مفصل احادیث میں ہوتا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عام عادت ہے کہ وہ کہیں مجمل حدیث بیان کر کے کسی دوسری جگہ مفصل حدیث لکھتے ہیں اور کبھی ساتھ ساتھ بھی ذکر کر دیتے ہیں جیسے یہاں ہے کہ یہ حدیث مجمل ہے اسکے بعد باب باندھ کر مفصل حدیث ذکر کر دی۔

باب نمبر ۴۴

المساجد فی البیوت وصلی البراء ابن عازب فی مسجدفی داره جماعة

ترجمہ: گھروں میں مسجدیں۔اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی

عتبان ابن مالک وھو من اصحاب رسول اللہ ﷺ ممن شھد بدرامن الانصار انه اتی رسول اللہ ﷺ فقال یارسول اللہ قد انکرت بصری وانا اصلی لقومی فاذا کانت الامطار سال الوادی الذی بینی وبینھم لم استطع ان اتی مسجد ھم فاصلی بھم وودرت یا رسول اللہ انک تاتینی فتصلی فی بیتی فاتخذہ مصلیٰ قال فقال له رسول اللہ ﷺ سافعل ان شاء اللہ تعالیٰ قال عتبان فغدا علی رسول اللہ ﷺ وابوبکر حین از تفع النھا ر فاستاذن رسول اللہ ﷺ فاذنت له فلم یجلس حین دخل البیت ثم قال این تحب ان اصلی من بیتک قال فاشرت له الی ناحیة من البیت فقام رسول اللہ ﷺ فکبر فقمنا فصففنا فصلی رکعتین ثم سلم قال وحینا ہ علی خزیرة صنعنا ھاله قال فثاب فی البیت رجال من اھل الدار ذرو عدد فاجتمعو افقال قائل منھم این مالک ابن الدخیشن

او ابن الدخشن فقال بعضهم ذلک منافق لایحب الله و رسوله فقال رسول الله ﷺ لاتقل ذلک الا تراه قد قال لااله الا الله یرید بذلک وجه الله قال الله ورسوله اعلم قال فانا نری وجهه و نصیحته الی المنافقین قال رسول الله ﷺ فان الله عزوجل قدحرم علی النار من قال لااله الا الله یبتغی بذلک وجه الله قال ابن شهاب ثم سالت الحصین ابن محمد الانصاری و هو احد بنی سالم وهو من سراتهم عن حدیث محمود بن الربیع فصدقه بذلک۔

ترجمہ: عتبان رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور غزوۂ بدر کے شرکاء میں ہیں، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میری بینائی میں کچھ فرق آ گیا ہے اور میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں لیکن جب موسم برسات آتا ہے تو میرے اور میری قوم کے درمیان جو نشیبی علاقہ ہے وہ بھر جاتا ہے اور میں انھیں نماز پڑھانے کے لیے مسجد تک آنے سے معذور ہو جاتا ہوں اور یا رسول اللہ ﷺ میری خواہش ہے کہ آپ ﷺ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور (کسی جگہ) نماز پڑھیں تاکہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ میں تمھاری خواہش کو پورا کروں گا۔ عتبان نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسرے دن جب دن چڑھا تو تشریف لائے رسول اللہ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور میں نے اجازت دی جب آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو بیٹھے نہیں بلکہ پوچھا کہ تم اپنے گھر کے کس حصے میں نماز پڑھنے کی خواہش رکھتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ میں نے گھر میں ایک طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ اس جگہ پر کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی۔ ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور صف بستہ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا۔ کہا کہ ہم نے آپ ﷺ کو تھوڑی دیر کے لئے روکا اور آپ ﷺ کی خدمت میں خزیرہ پیش کیا جو آپ ﷺ ہی کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ عتبان نے کہا کہ محلہ والوں کا ایک مجمع گھر میں لگ گیا۔ مجمع میں سے ایک شخص بولا کہ مالک بن دخشین یا (یہ کہا) ابن دخشن دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر دوسرے نے لقمہ دیا کہ وہ تو منافق ہے جسے خدا اور رسول سے کوئی تعلق نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہ نہ کہو، دیکھتے نہیں کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اس سے مقصود خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہے منافقت کا الزام لگانے والے نے (یہ سن کر) کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ ہم تو اس کی توجہات اور ہمدردیاں منافقوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے لا الہ الا اللہ کہنے والے پر اگر اس کا مقصد خدا کی خوشنودی ہو دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ پھر میں نے حصین بن محمد انصاری سے جو بنو سالم کے ایک فرد ہیں، اور ان کے سرداروں میں سے ہیں محمود بن ربیع کی (اس حدیث) کے متعلق پوچھا تو انھوں نے اس کی تصدیق کی۔

شرح:

تعارف عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ:

انصاری سالمی مدنی بدری صحابی ہیں۔ان سے دس احادیث مروی ہیں۔بخاری میں صرف ایک ہے۔یہ عہد رسالت ہی سے اپنی قوم کے امام تھے۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ طیبہ ہی میں وصال فرمایا، عام روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت عتبان کی نظر کمزور ہوگئی تھی۔بالکل ہی ختم نہیں ہوئی تھی۔البتہ بخاری کی باب الرخصۃ فی المطر والعلۃ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت محمود بن ربیع کہتے ہیں۔یوم قومہ وھو اعمی۔اس سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت محمود بن ربیع نے ان سے ملاقات کی تھی اس وقت ان کی یہ حالت تھی۔ہاں مسلم کی روایت میں تصحیح ہے کہ وہ اس وقت نابینا تھے۔لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ قدعمی (وہ نابینا ہوگئے تھے) سے مراد کہ قریب قریب نابینائی کو پہنچ گئے تھے۔اس سے ثابت ہوا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے علاوہ دوسری مساجد میں نماز باجماعت ہوتی تھی جیسے آجکل ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نابینا کی امامت جائز ہے جب وہ محتاط ہوں اور مسائل شرعیہ سے واقف ہوں۔تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ''باکمال نابینے'' یہی حضرت عتبان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

عام روایات یہی ہیں کہ وہ خود خدمت اقدس میں حاضر ہوئے مگر مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خدمت اقدس میں کوئی قاصد بھیجا تھا۔شارحین نے یہ تطبیق دی۔ہوسکتا ہے کہ پہلے قاصد بھیجا ہو پھر خود بھی حاضر ہوکر عرض کی ہو۔طبرانی میں ہے کہ حضرت عتبان نے جمعہ کو درخواست پیش کی تھی اور ہفتے کے دن حضور ان کے گھر تشریف لے گئے تھے۔

تبرکات کا حرص:

اس سے اندازہ لگائیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تبرک کا کتنا حرص تھا۔یہی حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ مقام ابراہیم کو تبرک بنانے کا اظہار خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے واتخذوا من مقام ابراھیم، آیت نازل فرمادی، صحابہ کرام کے تبرک میں حرص کے بیانات فقیر کے رسالہ ''احسن البرکات فی التبرکات'' میں دیکھئے۔صحابہ کرام تو جس جگہ نبی پاک ﷺ نماز پڑھیں اسے تلاش کرکے تبرک کی خاطر نمازیں ادا کرتے لیکن نجدی کی گندی عادت دیکھئے کہ وہ تبرکات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مٹانے کے درپے ہے۔

؎ رنگ ہیں زمانے کے

حل لغات:

خزیرہ: گوشت کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کاٹ کر پانی میں پکاتے تھے پھر اس پر آٹا چھڑک دیتے تھے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ حریرہ ہے۔یائے حطی کے بعد زائے معجمہ کے بجائے رائے مہملہ۔آٹے کو دودھ میں ڈال کر پکارتے تھے۔اسے حریرہ کہتے تھے۔بعض لوگ

گوشت کو رات بھر کچا چھوڑ دیتے پھر صبح کو بصورۃ مذکورہ پکاتے تھے۔

سوال:

حضور سرور عالم ﷺ نے حضرت عتبان کو جماعت چھوڑنے کی اجازت دی تھی لیکن ابن ام مکتوم کو اس کی اجازت نہیں دی تھی۔

جواب:

حضرت ابن ام مکتوم مادرزاد نابینا تھے اور تجربہ شاہد ہے کہ جو صاحبان مادرزاد یا بچپن میں نابینا ہو جاتے ہیں وہ بہ نسبت بڑھاپے یا جوانی میں نابینا ہونے والے سے زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں۔

فائدہ:

اس روایت میں صرف حضرت ابوبکر کا ذکر ہے دوسری روایت میں حضرت عمر بھی ہمراہ تھے اور دوسرے صحابہ بھی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں تصریح ہے۔ مسلم میں ہے کہ حضرت عتبان نے کہا حضور ﷺ بھی تشریف لائے اور صحابہ میں سے جن جن کو اللہ نے چاہا وہ آئے، ہوسکتا ہے کہ ابتداء صرف حضرت ابوبکر رہے پھر حضرت عمر بھی آ گئے ہوں پھر مزید صحابہ شریک ہو گئے ہوں۔

مالک بن الدخشن اور ابن الدخشن:

یہ بدری صحابی ہیں، بدر کے موقع پر سہل بن عمر کو انہوں نے ہی گرفتار کیا تھا۔ مسجد ضرار کو جلانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی تھی۔ جسے انہوں نے انجام دیا۔ جن صاحب نے ان کے بارے میں شک پیش کیا، ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی مصلحت یا دینی ضرورت کے تحت منافقین سے خلط ملط رکھتے ہوں:

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑی سخت غیرت تھی کہ کوئی بھی غیر مذہب سے خلط ملط نہ رکھے آج بھی پختہ مضبوط متصلب مسلمان کا یہی طریقہ ہے کہ جب بھی وہ کسی بدمذہب سے خلط ملط رکھتا ہے تو اس سے بائیکاٹ کر دیتے ہیں اس سے قطع تعلق کا اظہار فرماتے ہیں اس صلح کلی قسم کے لوگ عبرت حاصل کریں کہ طریقہ صحابہ کتنا پیارا تھا جسے تم خلاف مروت سمجھتے ہیں۔

علم غیب رسول اللہ ﷺ اور عقیدۂ صحابہ رضی اللہ عنہم:

جب مالک بن الدخشن رضی اللہ عنہ کے لئے کسی صاحب نے کہا کہ لا یحب اللہ و رسولہ، تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ایسا مت کہو کیونکہ وہ "لا الٰہ الا اللہ" کہتا ہے اور دل سے کہتا ہے آپ ﷺ نے اسکی تصدیق قلبی کی گواہی علم مبارک سے دی ورنہ یہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ منافق بھی تو کہہ دیتے تھے اور احادیث مبارکہ کا مطالعہ کیجئے کہ آپ نے ایسے بے شمار واقعات میں خالص مومن کے لئے فرمایا

تھامثلاً

حاطب بن ابی بلتعہ مؤمن صادق تھے لیکن اپنی بیوی اور اور بچوں کی محبت میں حضور نبی پاک ﷺ کی لشکر کشی کی اطلاع مکہ کے مشرکوں کو دینے کی کوشش کی۔ ان پر بھی اس قسم کا شک وشبہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان کے ایمان کی تصدیق فرمادی۔

(سوال)

یہ علم غیب نہیں بلکہ قرینہ ہے کہ وہ بدری تھے ایسے ہی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق شک وشبہ ہوا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ جب بعض صحابہ نے آپ کی منافقوں کے ساتھ ہمدردانہ روش پر شبہ کا اظہار کیا تو آں حضور ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ کیا غزوہ بدر میں وہ شریک نہیں تھے؟

جواب:

قرینہ کا اظہار محض تعلیم امت کے لئے تھا کہ کسی پر شک وشبہ نہ ہو جب قرینہ موجود ہو ورنہ رسول خدا ﷺ قرائن کے محتاج نہ تھے مثلاً حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بکریوں والوں کو قتل کردیا، تو حضور ﷺ ناراض ہوئے جسکی تفصیل (پ۵، النساء، آیۃ ۹۴) میں ہے دیکھئے فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان، تو کیا یہ لوگ بھی بدری تھے وغیرہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ ہر ایک کا ظاہر و باطن برابر جانتے ہیں دیکھئے فقیر کا رسالہ ''فیض الغفور فی علم مافی الصدور''۔

اللہ ورسولہ اعلم:

جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت مالک بن الرخش کے ایمان کی تصدیق فرمائی تو صحابی نے عرض کی ''اللہ ورسولہ اعلم'' یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام طریقہ تھا کہ سمجھ آئے یا نہ آئے فوراً کہہ دینا ''اللہ ورسولہ اعلم''، تفصیل فقیر کے رسالہ ''اللہ ورسولہ اعلم'' میں ہے۔

مسائلِ فقہیہ:

(۱) نابینا کی امامت درست ہے۔ بشرطیکہ وہ طہارت اچھی طرح کرتا ہو۔ (۲) سخت آندھی بارش اور جان کے خطرہ کی موجودگی کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ (۳) گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لئے معین کر لینا جائز ہے۔ (۴) صفوں کو سیدھا رکھنا ضروری ہے دیگر احادیث میں اس کی تاکید آئی ہے۔ (۵) گھر میں جو جگہ نماز پڑھنے کے لئے مقرر کی جائے جسے مسجد بیت کہتے ہیں۔ یہ وقف نہیں ہوتی یعنی اس کے احکام مسجد کے احکام کی طرح نہیں ہوتے۔ (۶) دن میں باجماعت نوافل پڑھنا جائز ہے (۷) جس نے صدق دل سے کلمہ پڑھا اور تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں جائے گا۔ (۸) مومن کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا چاہئے۔ اور

بلاتحقیق اس پر کفر ونفاق کا حکم نہیں لگانا چاہئے۔(۹) جب کسی کے گھر میں جایا جائے خواہ اس کی دعوت پر ہی جائے۔تو گھر میں داخل ہونے سے قبل صاحبِ خانہ سے اجازت لے لینا مستحب ہے۔علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔کہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ (۱۰) بزرگوں کو اگر کوئی برکت کے لئے گھر میں بلائے تو دعوت قبول کرنی جائز ہے۔(۱۱) بزرگانِ دین وعلماء کرام کے اکرام واعزاز کے لئے کھانے کا انتظام کرنا جائز ہے (۱۲) جب کوئی بزرگ کسی کے مکان پر جائیں۔تو اہل محلّہ کا اس مکان میں زیارت و اکرام اور ان سے استفادہ کے لئے جمع ہونا مستحب ہے۔(۱۳) جس جگہ کسی بزرگ نے نماز پڑھی ہو، بطور تبرک اس جگہ کو نماز کے لئے مقرر کر لینا جائز ہے۔
(عینی ج ۲،ص ۳۴۸،ص ۳۴۹ فیوض الباری)

باب نمبر ۴۵

التیمن فی دخول المسجد و غیرہ و کان ابن عمر رضی اللہ عنہ یبدا ء بر جلہ الیمنی فاذاخرج بداء بر جلہ الیسریٰ

ترجمہ: مسجد میں داخل ہونا اور دوسرے کاموں میں داہنی طرف سے ابتداء کرنا ابن عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہونے کے لئے داہنے پاؤں سے ابتداء کرتے تھے اور نکلنے کے لئے بائیں پاؤں سے

عن عائشۃ قالت کان النبی ﷺ یحب التیمن ما استطاع فی شانہ کلہ فی طھورہ و تر جلہ و تنعلہ۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں جہاں تک ممکن ہوتا داہنی طرف سے شروع کو پسند فرماتے تھے۔طہارت کے وقت بھی، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں بھی۔

شرح:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ جہاں تک شرعاً ممکن ہوتا آپ داہنی طرف کو اختیار فرماتے اور جہاں شرعاً اس کی اجازت نہیں۔وہاں سیدھی طرف کو اختیار نہیں فرماتے جیسے بیت الخلا میں داخلہ کے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت۔

انتباہ:

اسمیں اہل شرافت و بزرگی کے لحاظ کرنے پر انتباہ ہے کہ اہل شرافت و بزرگی کا احترام و اکرام اسلام میں ضروری ہے جو لوگ شرک و بدعت کے چکر میں ہیں وہ سوچیں کہ اسلام نے اس مسئلہ کو کتنا اہمیت بخشی ہے کہ انسان کے اعضاء میں بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف بخشا ہے اسکی شرافت و بزرگی کا خیال رکھنا ضروری ہے مثلاً دائیں ہاتھ پاؤں کو بائیں پر شرافت ہے کہ اعلیٰ کام دائیں سے اور گھٹیا کام بائیں سے۔ یہ تو اعضائے انسانی کا حال ہے پھر محبوبانِ خدا پھر سرورِ انبیاء ﷺ کی ذات بابرکات کی شرافت و بزرگی کا کیا حال ہوگا۔

(فائدہ)

جو شخص دائیں پاؤں میں جوتا پہننے اور بائیں سے اتارنے کی عادت بنائے اسے طحال کا مرض نہ ہوگا اگر ہوگا تو دفع ہو جائیگا۔ (ان شاء اللہ)

باب نمبر ۴۶

هل تنبش قبور مشر کی الجاهلية و يتخذ مکا نها مساجد لقول النبی ﷺ لعن الله اليهود اتخذوا قبور انبياء هم مساجد وما يكره من الصلوٰة فی القبور وراء ی عمر بن الخطاب رضی الله عنه انس بن مالک يصلی عند قبر فقال القبر القبر ولم يا مر با لاعاده

ترجمہ: کیا دورِ جاہلیت میں مرے ہوئے مشرکوں کی قبروں کو کھود کر ان پر مساجد کی تعمیر کی جاسکتی ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا نے

یہودیوں پرلعنت بھیجی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور قبروں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک کوایک قبر کے قریب نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ قبر ہے قبر۔ آپ نے ان سے اعادہ کے لئے نہیں فرمایا

ان ام حبیبة وام سلمة ذکرتا کنیسة رایتها بالحبشة فیها تصاویر فذکرتا ذلک للنبی ﷺ فقال ان اولئک اذا کان فیهم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبرہ مسجدا و صور و افیه تیک الصور فاولئک شرار الخلق عنداللہ یوم القیمة۔

ترجمہ:ام حبیبہ اورام سلمہ نے ایک کلیسا کا ذکر کیا جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔اس میں تصویریں تھیں انہوں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے بھی کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا ان کا یہ حال تھا کہ ان کا کوئی نیکوکار صالح شخص فوت ہوجاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہی تصویریں بنادیتے۔یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں قیامت کے دن بدترین مخلوق ہوں گے۔

شرح:

یہی باب اور حدیث ہمارے اور مخالفین کے درمیان معرکۃ الآراء ہے۔اگرچہ باب اور حدیث میں کسی قسم کے اختلاف کی بات ہی نہیں مثلاً (۱) مشرکین کی قبور اکھیڑ کر وہاں مکانات بنادینا (۲) انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کے مزارات کو سجدہ گاہ بنانا (۳) قبور کے نزدیک نماز پڑھنا (۴) بزرگوں کی تصویر بنا کر یا انکے مجسموں کو سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ یہ تمام مسائل مختلف فیہ نہیں بلکہ ہمارے اور مخالفین کے مابین متفق علیہا ہیں لیکن اسپر مخالفین اہلسنت پر بہتان تراشی کر کے اپنی طرف سے مسائل گھڑ کر عوام کو بدظن کریں تو اسکا کیا علاج مثلاً (۱) مشرکین کی قبور اکھیڑ کر وہاں مکانات بنانا۔حدیث میں یہ جملہ حق ہے لیکن مخالفین مسلمانوں کی قبور بالخصوص اولیاء کرام کے مزارات کے دشمن ہیں اور نجدی نے صحابہ کرام اور اہلبیت عظام کے مزارات پر ہاتھ صاف کئے (۲) قبور انبیاء واولیاء کو سجدہ گاہ تو دور کی بات ہے ہم اہلسنت تو انکی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور قبور کا سجدہ تو بڑی بات ہے ہم تو نبی ﷺ اور اولیاء رحمہم اللہ کے لئے بھی سجدۂ تعظیم کے روادار نہیں چنانچہ امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی ضخیم تصنیف ''الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ'' گواہ ہے۔

فائدہ:

(۱) مشرکین کی قبور کی اہانت اور انبیاء اولیاء کے مزارات کی تعظیم وتکریم ضروری پر بھی مخالفین کا اتفاق ہے دیوبندی مولوی ظہور الباری ترجمہ تفہیم البخاری ج ۱، صفحہ ۳۳۹ میں لکھتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر نماز پڑھنے میں ایک طرح کی ان کی تعظیم وتکریم کا پہلو نکلتا ہے اور کفار اور یہودی اسی طرح گمراہی میں مبتلا ہوئے اس سے یہودیوں کے اس فعل پر لعنت ہے خدا کی کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کے پاس مسجدیں بنائیں لیکن مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ کر ان پر مسجد کی تعمیر میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ ان کی تعظیم کا خیال ہی پیدا نہیں ہوسکتا ۔اس کے علاوہ مشرکوں کی قبروں کی اہانت جائز ہے۔اس لئے آں حضور ﷺ کی حدیث اور آپ ﷺ کے عمل میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

(۲) قبور کے نزدیک نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے جب قبر کی طرف منہ ہو لیکن اس سے مزارات کے قریب مساجد بنانے کی حرمت وہابیوں کی خانہ ساز شریعت ہے مزارات کے ساتھ مساجد بنانا قدیم سے طریقہ چلا آرہا ہے اسکی تفصیل فقیر نے ''قبہ جات بر مزارات'' رسالہ میں لکھی ہے (۳) انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی تصاویر و مجسمے بنا کر انہیں سجدے کرنا حرام ہے اسکے بارے میں اوپر فقیر نے عرض کردیا ہے اور یہ غلط رسم یہود ونصاریٰ میں تھی اسپر حضور ﷺ نے لعنت فرمائی اور ہم بھی اس عمل پر لعنت بھیجتے ہیں لیکن اس سے قبہ جات اور مزارات کے ساتھ مساجد بنانے کو حرام کہنا یہ عجیب امر ہے۔

کسی نبی، ولی یا دینی پیشوا کے مزار کے قریب مسجد بنانا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔علامہ عینی اور علامہ عسقلانی قاضی بیضاوی سے ناقل ہیں کہ

لما كانت اليهود و النصارى يسجدون لقبور الانبياء تعظيما لشا نهم ويجعلو نها قبلة يتوجهون فى الصلوة نحوهاو اتخذ و ها اوثا نا لعنهم و منع المسلمين عن مثل ذلك .فامامن اتخذ مسجدا فى جوار صالح و قصد التبرك بالقرب منهم لاالتعظيم لهم ولا التوجه نحوه فلا يدخل فى ذلك الوعيد ـ

ترجمہ: چونکہ یہود ونصاری انبیاء کرام کے مزارات پر اُن کی تعظیم کے لئے سجدہ کرتے تھے اسے قبلہ بناتے تھے نماز میں اس کی جانب منہ کرتے تھے اور انکے مزارات کو بُت بنالیا تھا اس لئے ان پر لعنت ہوئی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کردیا گیا لیکن کسی بزرگ کے مزار کے قریب برکت حاصل کرنے کی نیت سے مسجد بنائے اس قبر کیطرف منہ کرکے نماز نہ پڑھے تو اس وعید میں داخل نہیں۔

(۴) بزرگوں کی تصاویر اور مجسمے بنا کر سجدے کرنا بھی حرام ہے جیسے پہلے گزرا ایسے یہود ونصاریٰ کرتے تھے اور اب بھی اگر کوئی کرے تو ملعون ہے لیکن اس سے بزرگوں یعنی اولیاء کی مذمت کرنا بھی تحریف دین ہے کیونکہ یہ فعل تو یہود ونصاریٰ نے کیا اور بزرگوں ولیوں کے نام پر کیا اور غلط کیا اسمیں بزرگوں کو کیا تعلق کہ جس سے اب یہی حدیث پڑھکر وہابیہ اولیاء کرام کی مذمت کرتے ہیں کیا کوئی بدباطن اللہ تعالیٰ کا مجسمہ بنا کر پوجے تو اسمیں بندے کا قصور ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہدف طعنہ بنایا جائے اگر کوئی بنائے تو اپنا انجام برباد کرتا ہے۔ یونہی

جو یہود ونصاریٰ کے فعل بد سے قیاس کر کے اولیاء کرام کی مذمت کرتا ہے تو یقین کیجئے کہ وہ اپنا انجام برباد کرتا ہے۔

تکریم القبور:

حدیث شریف میں مشرکین وغیرہ کی توہین کا ذکر ہے اور اہلِ ایمان کی قبور کی تکریم وتعظیم دوسری روایات میں تفصیل سے مذکور ہے چند روایات تبرکاً حاضر ہیں

(۱) ان رسول اللہ ﷺ رای اجلاً یمشی بین القبور فی نعلین ۔فقال و یحک یا صاحب السبتیتین الق سبتیتیک۔

بیشک رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دو قبروں کے درمیان جوتے سمیت چلتے دیکھ کر فرمایا اے دو جوتوں والے تیرے لئے افسوس جوتے اتار دے۔

(۲) نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں لان یجلس احد کم علیٰ جمرۃ فحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیرلہ من ان تجلس علیٰ قبر۔

ترجمہ: بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اُس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے۔ اُس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے (رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن سیدنا ابی ھریرۃ)

(۳) حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھے نبی کریم ﷺ نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا۔ ارشاد فرمایا۔ او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُتر آ۔ صاحب قبر کو ایذا نہ دے۔ نہ وہ تجھے ایذا پہنچائے (طحاوی وطبرانی)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا۔ عمرو بن حزم کو نبی ﷺ نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا۔ لا تؤذ صاحب القبر ا، صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے (المشکوٰۃ)

(فائدہ)

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں: شاید کہ مراد آنست کہ روح دے ناخوش میدار الخ۔ یعنی شاید یہ مراد ہے کہ اسکی روح ناخوش ہوتی ہے کہ اسکی قبر کی اہانت ہو اور اسکی حقارت کیجائے۔

تعظیم القبر کی وجہ:

وہی اصل وجہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اہلِ قبور برزخ میں برزخی زندگی سے سرشار ہیں مردار کفار ذلیل وخوار اسی لئے کفار کی قبور کی اہانت اور مسلمان کی حرمت وعزت، حیات وممات دونوں حالتوں میں قائم رہتی ہے۔ علامہ عینی کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا اکھاڑنا حرام و ناجائز ہے:

فیستفادمنه عدم جواز نبش قبور غیر هم سواءً کان قبور الا نبیاء اوقبور غیر هم من المسلمین لمافیه من الاهانة لهم فلا یجوز ذلک لان حرمة المسلم لاتزول حیاً ومیتاً۔

عنوان سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء کرام اور دیگر مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا جائز نہیں کیونکہ اس طرح کرنے میں ان کی توہین ہے۔ اور مومن کی عزت و حرمت زندگی اور موت دونوں حالتوں میں قائم رہتی ہے۔ (عینی ج ۲ صفحہ ۳۵۰)

حضرت علامہ حافظ ابن حجر نے اسی عنوان کے ماتحت لکھا کہ چونکہ مشرکین کی عنداللہ کوئی عزت نہیں۔ اسلئے بوقتِ ضرورت ان کی قبروں کو توڑ کر مسجد بنانی جائز ہے۔ لیکن انبیاء کرام اور مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا جائز نہیں کیونکہ اس میں ان کی تذلیل ہے اور یہ ناجائز و حرام ہے (فتح الباری)

لقول النبی ﷺ لعن الله الیهود اتخذ و اقبور انبیاء هم مسجدا (بخاری)

کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہود پر لعنت کی ہے۔ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

و ما یکره من الصلوٰة فی القبور (بخاری) اور قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت کے متعلق۔

''قبر پر نماز پڑھنا یا قبر کے سامنے نماز پڑھنا'' عنوان ان دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ اور حدیث مرثد جس کو مسلم و ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

لاتجلسوا علی القبور ولا تصلوا علیها (عینی ج ۲ صفحہ ۳۵۱) قبر پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

الارض کلها مسجد الا المقبرة والحمام (ترمذی) تمام زمین مسجد ہے۔ اس پر نماز درست ہے مگر مقبرہ اور حمام۔

مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ''احترام القبور'' میں پڑھئے۔

تصاویر:

تصویر و فوٹو کے دلدادگان کو یاد رہے کہ اس خرابی میں یہود و نصاریٰ مبتلا تھے اور ہیں اسکی خرابی سے حضور ﷺ نے اپنی امت کو بچایا اور الحمدللہ چودھویں صدی کے اوائل تک امت اس خرابی سے محفوظ رہی لیکن ''ٹیڈی مجتہدین'' دانستہ یا لاشعوری میں یہود و نصاری کے آلہ کار بن جاتے ہیں اسی لئے آہستہ آہستہ اسے بُرے مرض کو امت مصطفیٰ ﷺ میں پھیلا رہے ہیں۔ ابتداءً ٹیڈی مجتہدین اسے گناہ سمجھ کر تصویر (فوٹو کھنچوا لیتے) لیکن اسمیں لنگڑے عذر پیش کر دیتے پھر تھوڑا سا آگے بڑھکر جواز کی صورت نکال لی کہ پہلے زمانہ میں تصویر ہاتھوں سے بنائی جاتی اب مشینوں سے بنتی ہے پہلے زمانہ میں مجسمے تھے اور اب صرف صورتیں ہیں اور صورت آئینہ اور پانی میں منعکس

ہو جاتی ہے تو اگر کاغذ وغیرہ پر منعکس ہو جائے تو کیا حرج ہے وغیرہ وغیرہ ان دونوں قسموں کے اصلی مجتہد تو دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن انکے مقلدین زندہ ہیں اکثر انکے دنیوی لحاظ سے ہمارے جیسوں سے بلند قدر ہیں اسی لئے انکی سنی جاتی ہے ہم غریبوں کی کون سنتا ہے لیکن الحمدللہ غریب طبقہ ہم فقیروں کے ساتھ ہے اور انہیں مبارک ہو "طوبی للغرباء" غریب کو مبارک شفیق امت نبی رحمت ﷺ نے صدیوں پہلے فرمایا تھا۔

نیا ٹیڈی گروہ:

اس گروہ نے تمام حدیں توڑ ڈالیں یہ فرماتے ہیں کہ اب فوٹو تصویر کھنچوانا ضروری ہو گیا ہے اور الضرورت تبیح المحذورات سے کام نکال رہے ہیں اور اسکے قواعد وضوابط ٹیڈیوں کے اکثر نے پڑھے بھی نہیں اور جنہوں نے پڑھے ہیں انہیں بھول گئے ہیں "عموم البلوی" اسلام کا ایک اعلیٰ ضابطہ ہے اور فوٹو کھنچوانا اس معیار پر نہیں فلہٰذا نصوص قطعیہ واحادیثِ صریحہ کے خلاف کرنا نہ صرف خود ٹیڈی حضرات جہنم کا داخلہ لے رہے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر رہے ہیں شومئی قسمت سے یہ گروہ ہمارے دور میں پیدا ہو گیا ہے اور بدقسمتی سے خود کو سمجھتے ہیں سنّی بریلوی اگر چہ اسمیں بعض دیوبندی بھی شامل ہیں اور غیر مقلدین تو پہلے سے شتر بے مہار ہیں اور انکو نیچری اور منکرین حدیث اور دہریئے جمود توڑنے پر تھپکیاں دے رہے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)

فوٹو اور تصویر کشی کی وعیدات:

ہمارے نزدیک کسی بھی طریق سے فوٹو اور تصویر ناجائز وحرام ہے اس میں الضرورت تبیح المحذورات کی شرائط مفقود ہیں فلہٰذا ذیل کی وعیدات بدستور باقی ہیں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

احادیث مبارکہ:

فوٹو گرافر کو ہر فوٹو کھینچنے پر علیحدہ عذاب۔

(۱) قال رسول اللہ ﷺ کل مصور فی النار یجعل اللہ بکل صورۃ صورھا نفسا فتعذبہ فی جھنمَ (بخاری، مسلم)

ہر فوٹو گرافر جہنم میں ہے اللہ تعالیٰ ہر تصویر (فوٹو) کے بدلے جو اس نے بنائی تھی۔ایک مخلوق پیدا کرے گا وہ اسے دوزخ میں عذاب دے گی۔

سب سے بڑا ظالم فوٹو گرافر ہے۔

(۲) قال علیہ السلام قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن ذھب یخلق خلقی فیخلقوا ذرۃ او یخلقوا حبۃ او یُخلقوا شعیرۃ (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میرے بنائے ہوئے کی طرح (تصویر، فوٹو) بنانے چلے۔ بھلا کوئی چیونٹی یا گیہوں کا جو کا دانہ تو بنادے۔

دوزخ میں سب سے بڑا گناہ فوٹو گرافر کو ہوگا۔

(۳) قال علیه السلام ان اشد الناس عذابا یوم القیمة المصورون (بخاری، مسلم)

قیامت میں سب سے زیادہ عذاب تصویر (فوٹو) بنانے والوں کو ہوگا۔

فوٹو گرافر اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

(۴) قال علیه السلام ا ن الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیمة یقال لهم احیوا ما خلقتم ۔

بے شک فوٹو گرافروں کو عذاب دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا یہ صورتیں جو تم نے بنائی تھیں ان میں جان ڈالو۔

فوٹو گرافر کو ایک شرط پر عذاب سے تخفیف۔

(۵) قال علیه السلام من صور صور ة فان الله معذبه حتی ینفخ فیها الروح ولیس ینا فخ (بخاری، مسلم)

فوٹو گرافر کو عذاب ہوگا اس وقت تک کہ وہ اپنے بنائے ہوئے فوٹو میں روح پھونکے اور یہ اس کے بس کی بات نہیں۔

فائدہ:

یعنی نہ فوٹو میں روح پھونک سکے گا اور نہ عذاب سے چھٹکارا پا سکے گا۔

قیامت میں ایک خوفناک شئے فوٹو گرافر کے سر پر۔

(۶) قال علیه السلام یخرج عنق من النار یوم القیمة له عینا ن یبصر بهما واذنان یسمعان ولسان ینطق یقول انی وکلت بثلثة بمن جعل مع الله الها آخر و بکل جبار عنید وبالمصورین (ترمذی)

ترجمہ: قیامت میں دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں جن سے دیکھے گی اور دو کان ہوں گے جن سے وہ سنے گی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولے گی وہ کہے گی میں تین شخصوں پر مسلط ہونگی مشرک پر۔ سرکش اور فوٹو گرافر پر۔ (ترمذی)

فوٹو گرافر سخت عذاب میں مبتلا۔

(۷) قال علیه السلام ان اشدا اهل النار عذابا یوم القیمة من قتل نبیاً او قتله نبی او امام جائر و هو ء لاء المصورون ۔ (احمد۔ طبرانی)

ترجمہ: قیامت میں دوزخیوں میں زیادہ سخت عذاب اس پر ہے جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا کسی نبی نے جہاد میں اسے قتل کیا یا ظالم یا فوٹو گرافر۔

فوٹو گرافروں سے نبی علیہ السلام کی نفرت کا واقعہ۔

(۸) ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ سفر سے تشریف فرما ہوئے تھے میں نے ایک دروازے پر تصویر دار پردہ لٹکایا۔ جب حضور اقدس ﷺ واپس تشریف لائے اس کے ملاحظہ سے چہرہ انور کا رنگ بدل گیا۔ اندر تشریف نہ لائے۔ اُم المؤمنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ، اتوب الی اللہ والی رسولہ ماذا اذنبت۔ یارسول میں اللہ تعالیٰ کی طرف اور اسکے رسول ﷺ کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ مجھ سے کیا خطا ہوئی۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ ان اصحاب ھذہ الصور یعذبو ن یوم القیمۃ فیقال احیوا ماخلقتم۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں سخت تر عذاب روز قیامت ان فوٹو گرافروں پر ہے جو خدا تعالیٰ کے بنانے کی نقل اتارتے ہیں۔ الحدیث (بخاری، مسلم)

فوٹو کی ہتک کے لئے جبرئیل علیہ السلام نے کیا سنایا۔

(۹) قال علیہ السلام اتانی جبریل فقال لی مر براس التماثیل یقطع فتصیر کھیتا ۃ الشجرۃ وامر با لستر فیقطع فیجعل و ساد تین منبو ذتین تو طئان۔ (ترمذی۔ نسائی)

ترجمہ: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہوکر عرض کی کہ حضور آپ حکم دیں کہ فوٹو کا سر کاٹا جائے کہ پیڑ کی طرح رہ جائیں اور تصویر والے پردے کے لئے فرمایا کہ کاٹ کر دو مسندیں بنالی جائیں کہ زمین پر ڈال کر پاؤں سے روندی جائیں۔

جس گھر میں فوٹو ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(۱۰) انا لا ندخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ ہم ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

فوٹو والے گھر میں برکت ورحمت داخل نہیں ہوتی۔

(۱۱) انھا ثلث لم یلج ملک ما دام فیھا واحد منھا کلب او جنا بۃ او صورۃ روح (احمد۔ نسائی)

ترجمہ: حضور ﷺ سے جبریل علیہ السلام نے عرض کی کوئی فرشتہ رحمت وبرکت کا اس گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ جب تک ان تین چیزوں میں ایک اس گھر میں ہو۔ کتا، جنب، جاندار کا فوٹو۔

جہاں فوٹو ہو وہاں نحوست۔

(۱۲) قال علیہ السلام لا تدخل الملا ئکۃ بیتا فیہ کلب و لا صورۃ (بخاری۔ مسلم)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا فوٹو ہو۔

فائدہ:

جب فرشتے ہی نہیں آئیں گے تو لامحالہ وہاں نحوست ہی ہوگی۔

صرف فوٹو کی وجہ سے نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت سے واپس لوٹ گئے۔

(۱۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم ﷺ کی دعوت کی۔ حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ پردے پر کچھ تصویریں بنی دیکھیں۔ آپ واپس ہوگئے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس سبب سے آپ واپس ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ ان فی البیت سترا فیہ تصا ویر وان الملائکۃ لا تدخل بیتا فیہ تصا ویر۔ گھر میں ایک پردے پر تصویریں تھیں۔ اور ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویریں ہوں۔ (نسائی۔ ابن ماجہ)

(فائدہ)

ہمارے علماء کرام ومشائخ عظام غور فرمائیں کہ صرف فوٹو کو دیکھ کر دعوت ترک کر رہے ہیں اور دعوت بھی کس کی جسے خود سرورِ عالم ﷺ فرمائیں۔ لحمک لحمی جسمک جسمی۔ لیکن آپ حضرات ہیں کہ معمولی آدمی اگرچہ گھر سارا فوٹو سے پُر کر کے بیٹھے ہو تب بھی آپ ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ انکا فرض بنتا ہے جس گھر میں فوٹو ہو اسکی دعوت رد کر دیں۔ اس کا اثر نہ صرف اس دعوت پر پڑیگا بلکہ آپ کے حلقۂ معتقدین کے علاوہ دوسرے اہل اسلام بھی اثر پذیر ہوں گے اور اسکا ثواب آپ کو ہوگا۔

حضور علیہ السلام جس فوٹو کو دیکھتے توڑ دیتے۔

(۱۴) ان النبی ﷺ لم یکن یترک فی بیتہ شیافیہ تصا ویر الا نقصہ۔ (بخاری، ابوداؤد)

ترجمہ: ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جس چیز میں فوٹو ملاحظہ فرماتے اسے بے توڑے نہ چھوڑتے۔

اسی طرح مشائخ عظام وعلماء کرام سے عرض ہے کہ فوٹو مٹانے کی سنت زندہ کرنے میں اپنے نبی علیہ السلام کو خوش کرنے کا اقدام کریں۔ لیکن جب بیچارے وہ خود بھی اس بیماری میں مبتلا ہوں تو پھر دوسروں کو کیا روکیں گے۔ یا رکنے کا حکم دیں گے۔

حضور ﷺ نے فوٹو مٹانے کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

(۱۵) عن حبان بن حصین انہ قال قال لی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الا ابعثک الیٰ ما بعثنی علیہ رسول اللہ ﷺ ان لا تدع صورۃ الا طمثتھا ولا قبرا مشرفا الا سوتیہ۔ (مسلم، ترمذی)

ترجمہ: حبان بن حصین نے کہا کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے مامور فرما کر بھیجا جو فوٹو دیکھو اسے مٹا دو اور جو قبر حدِ شرع سے زیادہ اونچی پاؤ اسے حدِ شرع کے برابر کردو۔

فائدہ:

مشائخ عظام وعلماء کرام سے باادب عرض ہے کہ کیا آپ نے بھی کبھی اس عمل کے لیئے کسی اپنے مخلص مرید یا مخلص شاگرد کو مامور فرمایا۔ اگر ابھی تک عمل نہیں فرمایا تو اب سے یہ کام شروع فرمادیجئے۔

فوٹو کے محبت سے نبی علیہ السلام کی انتہائی بیزاری کا اظہار۔

(۱۶) سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ ایک جنازے میں تشریف لے گئے اور فرمایا۔

ایکم ینطلق الی المدینة فلا یدع بھا وثنا والا کسرہ ولا قبرا الا سواہ ولا صورة الا لطحھا ۔

تم میں کون ایسا ہے کہ مدینے شریف جا کر ہر بُت کو توڑ دے اور ہر قبر کو برابر کر دے اور ہر تصویر (فوٹو) کو مٹا دے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ میں یارسول اللہ ﷺ! فرمایا تو پھر کیا دیر ہے جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا کر واپس آئے اور عرض کیا فرمان کی تعمیل کر لی ہے اسکے بعد فرمایا۔

من عاد الی صنعة شی من ھذا فقد کفر بما انزل علی محمد۔ (رواہ، احمد)

ترجمہ: اب جو یہ سب چیزیں بنائیگا وہ کفر وانکار کریگا اس چیز کے ساتھ جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔

امام اہلسنت اعلحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ہے "شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ"۔ اس میں فرمایا کہ مسلمان بنظر ایمان دیکھے کہ صحیح وصریح حدیثوں میں اس پر (یعنی فوٹو کھنچوانے) پر کیسی سخت وعیدیں فرمائی گئیں۔

ازالہ توہمات:

اس سے مزید بیان اور ٹیڈی مجتھدین کے توہمات کے جوابات فقیر کی تصنیف" اسوء التحزیر فی تصویر التصویر "میں پڑھئے۔

باب نمبر ۴۷

عن انس بن مالک قال قدم النبی ﷺ المدینة فنزل اعلی المدینة فی حی یقال لھم بنو عمر و بن عوف فا قام النبی ﷺ فیھم ار بعا و عشرین لیلة ثم ار سل الی بنی النجار فجاء و وامتقلدین السیوف فکانی انظر الی النبی ﷺ علی راحلته وابو بکر ردقه وملا بنی النجار حو له حتی القی بفنا ء ابی ایوب وکان یحب ان یصلی حیث ادرکته الصلوٰة و یصلی فی مرابض الغنم وانه امر ببناء المسجد فار سل الی ملا بنی النجار فقال یا بنی النجار ثا منو نی بحائطکم ھذا قالو الا والله لا نطلب ثمنة الا الی الله عزوجل قال انس فکان فیه ما اقول لکم قبور المشر کین وفیه خرب وفیه نخل فامر النبی ﷺ بقبور المشر کین فنبشت ثم بالخرب فسو یت وبالنخل فقطع فصفوا النخل قبلة المسجد وجعلو اعضا دتیه الحجارة وجعلوا ینقلون الصخر وھم یر تجزون والنبی ﷺ معھم وھو یقول اللھم لا خیر الا خیر الا خیرة . فاغفر الا نصار والمھاجرة ۔

ترجمہ: انس بن مالک نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں کے بالائی علاقہ میں بنوعمرو بن بنی عوف کے یہاں (قبا میں) ٹھہرے۔ نبی کریم ﷺ نے یہاں چوبیس دن قیام فرمایا (اس میں زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چودہ دن قبا میں قیام فرمایا تھا) پھر آپ ﷺ نے بنونجار کو بلا بھیجا تو وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے۔ گویا میری نظروں کے سامنے یہ منظر ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی سواری پر تشریف فرما ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بنونجار کی جماعت آپ کے چاروں طرف ہے۔ اسی حال میں ابوایوب کے گھر کے سامنے آپ ﷺ نے اپنا سامان اتارا اور نبی کریم ﷺ یہ پسند کرتے تھے کہ جہاں بھی نماز کا وقت آجائے فوراً نماز ادا کرلیں۔ آپ ﷺ بکریوں کے باڑوں میں بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے یہاں مسجد بنانے کے لئے فرمایا چنانچہ بنونجار کے لوگوں کو آپ ﷺ نے بلوا کر فرمایا کہ اے بنونجار کے لوگو! تم اپنے اس احاطہ کی قیمت لے لو انھوں نے جواب دیا کہ نہیں یارسول اللہ ﷺ ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے ہم تو صرف خداوند تعالیٰ سے اس کا اجر مانگتے ہیں۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں جیسا کہ تمہیں بتا رہا تھا یہاں مشرکین کی قبریں تھیں۔ اس احاطہ میں ایک ویران جگہ تھی اور کچھ کھجور کے درخت تھے نبی کریم ﷺ نے مشرکین کی قبروں کو حکم دے کر اُکھڑوا دیا۔ ویرانہ کو صاف اور برابر کرایا اور درختوں کو کاٹ دیا۔ لوگوں نے ان درختوں کو مسجد کے قبلہ کی جانب بچھا دیا اور پتھروں کے ذریعہ انھیں مضبوط بنا دیا۔ صحابہ پتھر اٹھاتے ہوئے رجز پڑھتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ تھے اور یہ کہہ رہے تھے اے اللہ آخرت کی بھلائی کے علاوہ اور کوئی بھلائی (قابل توجہ) نہیں انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

شرح:

یہ بابِ سابق کی حدیث ہے اس میں موضوع امام بخاری کا تو وہی ہے کہ مشرکین کی قبور اکھیڑ کر مسجد بنانا جائز ہے لیکن حدیث مذکور میں تین دلچسپ بحثیں ہیں (۱) قیامِ قباء (۲) قدوم النبی فی المدینہ (۳) تعمیر المسجد۔ تینوں طویل بحثیں ہیں۔ فقیر تبرکاً مختصراً عرض کرتا ہے۔

قیامِ قباء شریف:

حضور نبی پاک ﷺ ۱ھ کے واقعات میں سب سے پہلا واقعہ مسجد قباء شریف کی تاسیس و تعمیر ہے۔ کیونکہ بنی عمرو بن عوف کے گھروں میں نزولِ اجلال فرمانے کے بعد آپ نے اپنے دستِ مبارک سے پتھر اٹھا کر رکھا اور خلفائے ثلاثہ (یعنی سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ وہ حضور ﷺ کی ہجرت کے تین دن بعد کو پہونچے۔ ممکن ہے بعد میں انہوں نے بھی تعمیر میں حصہ لیا ہو)۔

یہ وہ پہلی مسجد ہے جو اسلام میں تعمیر کی گئی ہے۔ اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے جماعتِ صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ بعض اربابِ سیر اس طرح تعبیر کرتے ہیں کہ یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو مسلمانوں کے لئے بنائی گئی ہے اگرچہ اس سے پہلے بھی کوئی مسجد

بنائی گئی ہوگی۔لیکن وہ مسجد اسی کے ساتھ مخصوص ہوگی۔جس نے اسے بنائی۔کذا فی المواہب،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ مسجد جو ابتدائے اسلام میں اپنے گھر کے دروازہ پر انہوں نے بنائی تھی جس میں وہ نماز پڑھتے اور تلاوتِ قرآن کرتے تھے اور قریش کی عورتیں، بچے اور غلام ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیۂ کریمہ کا شانِ نزول یہی مسجد قبا شریف ہے چنانچہ فرمایا۔

مسجد اسس علی التقویٰ من اول یو م احق ان تقوم فیه ط فیه رجال یحبون ان یتطهروا . والله یحب المطهرین ۔

''وہ مسجد جو پہلے دن ہی سے تقویٰ پر بنائی گئی ہے زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں قیام فرمائیں۔اس میں ایسے لوگ ہیں جو صفائے باطن کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاکی چاہنے والوں کو پسند فرماتا ہے''۔

فائدہ:

بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ آیۂ کریمہ میں مسجد سے مراد، مسجد عظیم نبوی شریف ہے اور بعض حدیثیں بھی اس قول کی تائید میں وارد ہوئی ہیں۔مگر حق وصواب یہ ہے کہ آیۂ کریمہ کا مفہوم دونوں مسجدوں پر صادق ہے اسلئے کہ دونوں مسجدوں کی تاسیس و تعمیر اول بنیاد سے ہی تقویٰ پر ہے لہٰذا ممکن ہے کہ دونوں مصدوق مراد ہوں۔جیسا کہ بعض محدثین کے کلام میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔

(خلاصۃ الوفاء و مدارج)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت حضور ﷺ کے پاس آئی، حضور ﷺ نے ان سے فرمایا ''مسجد تقویٰ'' کی جانب جاؤ۔ان کے بعد حضور ﷺ خود بھی ادھر متوجہ ہو گئے اور دونوں دستِ مبارک حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر رکھ کر تشریف لے گئے۔یہ حدیث اس کی تائید کر رہی ہے کہ ''**مسجد اسس علی التقویٰ**'' مسجد قبا ہی کا نام ہے۔

فضائل مسجد قباء:

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''**المسجد الذی اسس علی التقویٰ اول یوم ھو مسجد قبا**'' وہ مسجد جو پہلے دن ہی تقویٰ پر بنائی گئی۔وہ مسجد قبا ہے۔اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' **فیه رجال یحبون ان یطهروا والله یحب المطهرین** ۔اس میں جس نے کامل وضو کیا اور مسجد قبا میں آ کر نماز پڑھی اس نے ایک عمرہ کا ثواب حاصل کر لیا۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مسجد جہان کے آخری کنارے پر ہوتی میں اس کی طلب میں اونٹ کا جگر پانی کر کے پہنچتا۔پھر وہ اس مسجد کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے اور آخری خاشاک چُن کر پھینکتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد قبا میں دو رکعت نماز پڑھنا میرے نزدیک بیت المقدس کی دو مرتبہ زیارت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر لوگ جانتے کہ اس مسجد میں کتنے نادر اسرار رکھے گئے ہیں تو اس کی طرف دوڑتے آتے اور اس کی جستجو کرتے۔ اسی کی مانند حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی باسناد صحیح مروی ہے۔ مسجد قبا کے مناقب بکثرت موجود ہیں۔ مزید تفصیل اور فضائلِ قباء شریف فقیر کی تصنیف "محبوبِ مدینہ" میں پڑھیے۔

قدوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المدینۃ المبارکہ:

جب انصار محبت شعار رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا سنا تو روزانہ مدینہ منورہ کی چوٹیوں پر آتے اور آفتاب جمال باکمال محمدی ﷺ کے طلوع کے منتظر رہتے جب سورج گرم ہو جاتا اور دھوپ تیز ہو جاتی تو گھروں کو لوٹ جاتے تھے۔ اچانک ایک یہودی جو مقامِ مقرر پر کھڑا تھا اس جماعت مبارکہ کے کوکبہ قدم پر نظر پڑی اس نے جان لیا کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں قبیلہ انصار جو کہ اس کے قریب ہی تھے آواز دی کہ یہ آ رہے ہیں تمہارے مقصد و مقصود، تمام مسلمان اپنے ہتھیاروں سے لیس ہو کر سرورِ عالم ﷺ کے استقبال اجلال کے لئے نکل پڑے اور انہوں نے "بالائے حرہ" ملاقات کی۔ مرحبا اہلاً وسہلاً کہتے ہوئے مبارک بادی و خوشی و مسرت کا اظہار کرنے لگے اُن کا ہر جوان بچہ، عورت و مرد اور چھوٹا بڑا کہنے لگا" جاء رسول اللہ و جاء نبی اللہ "اللہ کے رسول تشریف لے آئے اور اللہ کے نبی کے قدوم میمنت لزوم آئے۔ اور اپنی عادت کے مطابق خوشی و مسرت میں اچھلنے کودنے لگے۔

بچیوں کا ترانہ:

قبیلہ بنونجار کی لڑکیاں حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی و شادمانی میں دف بجاتی اور گاتی ہوئی نکل آئیں،

نحن جوارٍ من بنی النجار ﴿☆﴾ یاحبذا محمد من جار

قبیلہ بنونجار کو ایک جانب سے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ قریبی نسبت بھی تھی اس کے بعد حضور ﷺ نے قبائل انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کیا تم مجھے پسند کرتے ہو؟ سب نے بیک زبان کہا یقیناً یارسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں بھی تم سے محبت رکھتا ہوں قبائل انصار کی پردہ نشین عورتیں اپنے اپنے گھروں کی چھتوں، دروازوں اور گلیوں میں کھڑے ہو کر یہ تہنیت گانے لگیں،

طلع البدر علینا ﴿☆﴾ من ثنیات الوداع

وجبت الشکر علینا ﴿☆﴾ ما دعاء اللہ داع

بعض روایتوں میں اتنا زیادہ آیا ہے

ایھا المبعوث فینا ﴿☆﴾ با الامر المطاع

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اس زمانہ میں آٹھ یا نو سال کا تھا آپ ﷺ کی آمد سے درودیوار ایسے منور وروشن ہو گئے جس طرح آفتاب طلوع کرتا ہے۔ اس طرح جس دن اس آفتابِ نبوت نے اس جہاں سے روپوشی اختیار کی سب جگہ تیرہ تاریک ہو گئی تھی۔ بعینہ اسی طرح جیسے سورج غروب ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا مدینہ منورہ میں رونق افروز ہونا بارہ ربیع الاول یا تیرہ ربیع الاول کو ہوا۔ یہ اختلافِ تاریخ، باختلاف رویتِ ہلال ہے۔ امام نووی نے کتاب سیر میں روضہ سے بارہ ربیع الاول پر جزم کیا ہے۔ اور بھی چند اقوال ہیں لیکن وہ مقامِ صحت سے بعید ہیں آپ ﷺ کا مکہ کرمہ سے نکلنا ستائیس ۲۷ صفر کو ہوا تھا۔

مدینہ کوروانگی:

نبی پاک ﷺ نے چند روز قباء میں قیام فرمایا ایک قول کے بموجب بیس روز اور ایک قول کے بموجب چار روز، یعنی دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ اور پنجشبہ قول اول زیادہ صحیح ہے۔ بہر تقدیر جمعہ کے دن، سورج کے بلند ہونے کے وقت 'بطن وادی'' سے گزر کر اس مقام میں تشریف لائے جہاں اب مسجد صغیر بنائی گئی ہے وہاں آپ نے نماز جمعہ پڑھائی اور طویل اور بلیغ خطبہ دیا جو ابشــار و انـذار (یعنی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا) اور اہل ایمان کے دلوں کو نور سے لبریز کرنے والا تھا۔ پھر آپ نماز جمعہ کے بعد اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ طیبہ کے اندر، بستی کی جانب اطمینان وسکون کے ساتھ روانہ ہوئے اور قبائل انصار پیدل اور سوار سب کے سب حضور ﷺ کی رکابِ کرامت مآب میں مجتمع ہو کر چل دیئے۔ اس وقت بنی عمرو بن عوف کے لوگ جو اس بستی کے رہنے والے تھے یعنی قبا کے باشندے تھے عذر خواہی کرتے ہوئے آئے اور عرض کرنے لگے کہ شاید، دامانِ عزت وجلال سید المرسلین ﷺ کو اس جگہ قیام پذیر ہونے میں کوئی رنج وملال لاحق ہوا ہے جس کی وجہ سے اس جگہ سے انتقال وارتحال فرمایا جارہا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اُس بستی کا جس کا نام ''اکالۃ القریٰ'' ہے حکم دیا گیا ہے ''اکــالـۃ القریٰ'' اور ''اکالۃ البلدان'' مدینہ منورہ کے ناموں میں سے ہیں۔ یہ نام اس لحاظ سے ہے کہ اس کا تسلط تمام شہروں پر اور اس کا حکم ہر جانب جاری ونافذ ہے۔ بعض علماء اس نام کو اس کے فضل وعظمت اور اس کے رتبہ پر محمول کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ تمام شہروں کی بزرگیاں اور اس کی عظمتیں، اسی مدینہ کی عظمت کے مقابلہ میں نیست ونابود ہیں۔ اور مکہ مکرمہ کا نام ''ام القریٰ'' (بستیوں کی ماں) اس اعتبار سے ہے کہ اس کی عراقت واصالت تمام شہروں پر قائم وثابت ہے۔ اس کی امومت واصالت نیست ونابود ہونے کا اقتضاء نہیں کرتی (مزید تفصیل ''محبوبِ مدینہ'' میں پڑھئے)۔

ڈاچی والیا موڑ مہار:

حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لے جانے کے بعد جملہ قبائل انصار کے لوگ توقع وانتظار کی آنکھ کو سرراہ بچھا کر اور حضور ﷺ کے دامن کرم کو تھام کر عرض کرنے لگے کہ ہمارے غریب خانہ میں قیام فرما کر نعمت وثروت کے اظہار اور خدمت گاری وجاں نثاری کی

سعادت مرحمت فرمائیں حضور ﷺ ہر ایک کے حق میں دعائے خیر فرماتے ہوئے کہتے کہ میری یہ اونٹنی مامور ہے جہاں یہ بیٹھ جائے گی اسی جگہ میری قرارگاہ ہوگی" اس کے بعد سید ھا راستہ اختیار فرما کے اونٹنی کو مدینہ طیبہ کی جانب اس کی مرضی پر چھوڑ دیا اور اس کا انتظار فرمایا کہ اونٹنی کہاں بیٹھتی ہے۔ یہاں تک کہ اونٹنی وہاں تک آئی جہاں اب مسجد نبوی شریف ہے اونٹنی بے اختیار اس جگہ بیٹھ گئی۔ حضور اکرم ﷺ پر اونٹنی کی پشت پر ہی وہ کیفیت طاری ہوگئی جو نزول وحی کی حالت کے ساتھ مخصوص ہے پھر اونٹنی اٹھ کر کھڑی ہوگئی اور چند قدم آگے بڑھ کر گھومی اور پھر پہلی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ گویا اونٹنی کا یہ آنا اور جانا مسجد نبوی کی تعمیر و بنیاد کے اظہار کے لئے تھا۔ جیسا کہ واقع ہوا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھروں کے دروازے اس جگہ سے بالکل قریب تھے۔ ابو ایوب انصاری حضور ﷺ کی ضروریات کے سبب کو اونٹنی سے اتار کر حضور ﷺ کی نظر مبارک کے سامنے لائے ممکن ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی جانب سے ایسا ہی اشارہ پایا ہو خدا ہی بہتر جانتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے جسے روضۃ الاحباب میں نقل کیا گیا ہے پھر وہ سامان اپنے گھر میں لے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "المرء مع رحلہ" مطلب یہ کہ آدمی کی وہیں اقامت ہے جہاں اس کا سامانِ سفر ہے، اس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان ہی نزول شریف کی سعادت سے مشرف ہوا۔ "ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"

؎ مبارک منزلے کاں خانہ راماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ راشاہے چنیں باشد

ابن جوزی نے دختران انصار مدینہ بنی نجار وغیرہ کی گزشتہ حکایتوں کو اس جگہ نقل کیا ہے۔ لیکن روضۃ الاحباب وغیرہ کے سلسلہء کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان حکایتوں کا مقام پہلی جگہ ہی ہے۔ بہر تقدیر ان حکایتوں کو تعلق شہر مدینہ میں نزول اجلال فرمانے کے وقت کیساتھ ہے خواہ اول ہو یا آخر۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ نے میرے مکان کو شرف اقامت سے سرفراز فرمایا تو حضور ﷺ نے مکان کی نچلی منزل کو اپنے لئے پسند فرمایا میں، میری والدہ اور میرے بچے بالا خانہ پر رہنے لگے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بالا خانہ کی رہائش میں، میں بہت حرج اور تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ اس لئے کہ سردار انبیاء علیہم السلام تو نچلی منزل میں رہیں اور میں ان کے اوپر بالا خانہ میں رہوں۔ یارسول اللہ آپ بالائی منزل پسند فرمالیجئے تاکہ ہم حضور ﷺ کے زیر سایہ رہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہمارے لئے نچلی منزل زیادہ درست، موافق اور مناسب ہے کیونکہ ہمارے ساتھ ایک جماعت کثیرہ ہے۔ اور اطراف و جوانب سے لوگ ہمارے پاس آئیں گے۔ لہٰذا تم اور تمہارے گھر والے اوپر کی ہی منزل میں سکونت رکھیں۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ برابر اس عرض و التجا میں مُصر رہے کہ حضور ﷺ اوپر کی منزل میں اقامت فرمائیں اور خود نچلی منزل میں سکونت رکھیں۔

حضور اکرم ﷺ کا حضرت ابوایوب انصاری کے مکان میں قیام فرمانے کی مدت اصح روایات کے بموجب سات مہینہ ہے۔ مگر روایتوں میں کم وبیش واقع ہوئی ہے۔

تعمیر مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام:

چونکہ تعمیر مسجد نبوی کا مستقل باب آرہا ہے لہٰذا تفصیل کا انتظار فرمائیے۔

باب نمبر ۴۸

الصلوۃ فی مرابض الغنم

ترجمہ: بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھنا

عن انس بن مالک قال کان النبی ﷺ یصلی فی مرابض الغنم ثم سمعته بعد یقول کان یصلی فی مرابض الغنم قبل ان یبنی المسجد۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھتے تھے پھر میں نے انہیں یہ کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ بکریوں کے باڑے میں نماز مسجد کی تعمیر سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

شرح:

بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا شارع علیہ السلام کو مطلوب نہیں ہے بتانا صرف یہ ہے کہ بکریوں کا باڑہ ہو یا اونٹوں کا اگر کوئی اور جگہ نہ ہو تو وہاں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جبکہ وہ جگہ پاک وصاف ہو یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھی جائے۔ کیونکہ امتِ مرحومہ کے لئے روئے زمین مسجد قرار دی گئی ہے۔ لہٰذا کسی جگہ کی تخصیص نہیں کی جاسکتی۔ عربی لوگ بکریاں اونٹ پالتے تھے ان کے رہنے کی جگہ سے ہٹ کر ایک طرف اپنے بیٹھنے کی بھی ایک جگہ بنالیا کرتے تھے جس کی صفائی کا بھی التزام رکھتے تھے۔ چونکہ مساجد کی ابھی تعمیر نہیں ہوئی تھی اور نماز پڑھنے کے لئے اسلام میں کسی خاص جگہ کی قید بھی نہیں تھی اس لئے حضور ﷺ نے بھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی بکریوں کے ان باڑوں میں نماز ادا فرمائی یہاں کی کوئی تخصیص نہیں تھی جہاں بھی نماز کا وقت ہوجاتا آپ ﷺ فوراً ادا کر لیتے جب مسجد کی تعمیر ہوگئی تو اب عام حالات میں نماز مسجد ہی میں پڑھنا ضروری قرار پایا۔

باب نمبر ۴۹

الصلوٰۃ مواضع الاھل

ترجمہ: اونٹوں کے رہنے کے مقام میں نماز پڑھنا

عن نافع قال رایت ابن عمر یصلی الیٰ بعیرہ وقال رایت النبی ﷺ یفعله۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اونٹ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھا اور ابن عمر نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح پڑھتے دیکھا تھا۔

شرح:

(سوال) متعدد احادیث میں حضور علیہ السلام نے اونٹوں کے باڑے اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

(جواب) یہ شفقت ہے یعنی اونٹ شریر و سرکش جانور ہے۔ اگر اونٹوں کے باڑہ میں نماز پڑھی گئی تو ممکن ہے وہ کوئی تکلیف پہنچائے۔ اس لئے حضور ﷺ نے ممانعت فرمائی۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کا مقصود بھی یہ ہی بتانا ہے۔ کہ اونٹوں کے باڑہ میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور وہ حدیثیں جن میں ممانعت آئی ہے وہ مطلق نہیں ہے بلکہ ممانعت اس وقت ہے جبکہ اس امر کا خوف ہو کہ اونٹ شرارت کرے گا۔

احادیثِ ممانعت:

(۱) حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے باڑہ میں نماز نہ پڑھو (ترمذی)

(۲) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھ لیا کرو اور اونٹوں کے باڑھ میں نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ شیاطین سے پیدا کئے گئے ہیں۔ (ابن ماجہ)

محدثین نے فرمایا کہ یہ نہی تنزیہی ہے اور یہ ان اونٹوں کے لئے ہے جو شرارتی ہیں اگر وہ ایسے نہ ہوں تو بلا کراہت جائز ہے۔

باب نمبر ۵۰

باب من صلی وقد امه تنور او نار او شی مما یعبد فاراد بہٖ وجه اللہ عزوجل

ترجمہ: جو شخص نماز پڑھے اور اس کے سامنے تنور ہو یا آگ ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس کی مشرک پوجا کرتے ہیں لیکن اس کی نیت اللہ کی عبادت کی ہو

(۱) وقال الزهری اخبر نی انس بن مالک قال قال النبی ﷺ عرضت علی النار وانا اصلی۔

اور امام زہری نے کہا مجھے حضرت انس بن مالک نے خبر دی نبی ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ میرے سامنے لائی گئی اور میں نماز پڑھ رہا تھا۔

(۲) عن ابن عباس قال انخسفت الشمس فصلی رسول اللہ ﷺ ثم قال اریت النار فلم ار منظرا کالیوم قط افضع۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا سورج گرہن ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے گرہن کی نماز پڑھی۔ پھر فرمایا مجھے دوزخ دکھائی گئی۔ تو میں نے آج کی طرح ڈراؤنا منظر کبھی نہیں دیکھا۔

شرح:

ان دونوں حدیثوں سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ اگر نمازی کے سامنے آگ ہو یا تنور وغیرہ ہو۔ تو نماز بلا کراہت درست ہوگی۔ چونکہ امام بخاری فقیہہ نہیں لہٰذا ان کا استدلال صحیح نہیں احناف ان کی تردید میں مندرجہ ذیل جوابات دیتے ہیں۔

(۱) دونوں حدیثوں کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ حضور علیہ السلام نے نماز میں جہنم کو دیکھ لیا۔ لیکن اس کی تصریح نہیں ہے۔ جہنم کی جو آگ آپ نے ملاحظہ فرمائی وہ آپ کے سامنے ہی تھی ممکن ہے وہ دائیں بائیں یا اوپر کی جانب ہو۔ (۲) مشرک وغیرہ دنیا کی آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ اور کلام بھی دنیا کی آگ کے متعلق ہے اور حدیث میں نار جہنم کا ذکر ہے۔ (۳) دونوں حدیثوں سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر کسی کو بحالت نماز جہنم نظر آ جائے۔ تو اس کی نماز بلا کراہت درست ہوگی۔ نہ یہ کہ نمازی کے سامنے دنیا کی آگ روشن ہو تو

بھی نماز مکروہ نہ ہوگی؟ (۴) حضور علیہ السلام نے جو جہنم کو ملاحظہ فرمایا تو آپ کے اور جہنم کے درمیان تو ہزاروں برس کا فاصلہ تھا تو اگر مان لیا جائے کہ بحالت نماز حضور سید عالم ﷺ نے اپنے سامنے جہنم کی آگ کو ملاحظہ فرمایا تو اتنے فاصلے کی وجہ سے کراہت کہاں رہی۔ اور سوال تو نمازی کے سامنے آگ کے ہونے کے متعلق ہے غرضیکہ ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نمازی کے سامنے اگر آگ روشن ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی (فیوض الباری)

احناف کا موقف:

حنفیہ کے نزدیک اگر نمازی کے سامنے آگ ہو تو نماز مکروہ ہوگی کیونکہ اس میں مجوس سے مشابہت پائی جاتی ہے جو آگ کو پوجتے ہیں لیکن اگر دیا یا لیمپ وغیرہ کی روشنی کے لئے ہو تو حرج نہیں کیونکہ مجوسی اس کو نہیں پوجتے۔

ردِ دہریہ وو ہابیہ:

فلاسفہ وغیرہ کہتے ہیں کہ دوزخ و جنت اس وقت موجود نہیں حضور نبی پاک ﷺ نے مشاہدہ سے ثابت فرما دیا کہ اس وقت دوزخ بھی موجود اور جنت بھی (جیسا کہ جنت کے مشاہدہ کی روایات موجود ہیں) وہابیہ کو بھی یقین کر لینا چاہئے کہ حضور نبی پاک ﷺ کل کائنات کا مشاہدہ یوں فرمارہے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پر رائی کا دانہ، دیکھئے دوزخ یہاں دنیا سے ہزاروں سال کی مسافت پر دور ہے لیکن آپ نے اپنا مشاہدہ یوں بیان فرمایا کہ گویا آپکے سامنے ہے۔

باب نمبر ۵۱

الصلوٰۃ فی مواضع الخسف والعذاب و یذکر ان علیا رضی اللہ عنہ کرہ الصلوٰۃ بخسف بابل

ترجمہ: (عذاب کی وجہ سے) دھنسی ہوئی جگہوں میں، اور عذاب کے مقامات میں نماز پڑھنا۔ علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے بابل کی دھنسی ہوئی جگہ میں نماز کو ناپسند فرمایا تھا

عن عبد الله بن عمر ان رسو ل الله ﷺ قال لا تد خلوا علی ھؤ لاء المعذبین الا ان تکو نو ا با کین فلا تد خلوا علیھم لایصیبکم ما اصابھم .

ترجمہ: عبداللہ بن عمر سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ان معذب قوموں کے آثار سے اگر تمہارا گذر ہو تو روتے ہوئے گزرو۔ اگر تم اس موقعہ پر رونہ سکو تو ان سے گزرو ہی نہ۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی عذاب آجائے جس نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

شرح:

اس باب اور روایت سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مقاماتِ عذاب میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور حضرت علی کی روایت کو ابن ابی شیبہ نے وکیع سے روایت کیا۔ کہ ہم لوگ حضرت علی کے ہمراہ بابل کے اس مقام سے گذرے جہاں عذابِ الٰہی نازل ہوا تھا اور زمین دھنس گئی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جگہ نماز نہیں پڑھی۔ بلکہ وہاں سے گذر کر نماز ادا فرمائی۔

یہ استدلال بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ویسے ہی ہے جیسے اور ہیں حدیث شریف جو پیش کی ہے اس میں نماز کا ذکر نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال ہے اسی لئے احناف کے نزدیک بابل ہو یا کوئی ایسا شہر اس میں اگر کوئی اقامت بنالے اور اس میں نماز پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے، فقیر مع چند رفقاء عراق میں کئی بار حاضر ہوئے ہیں بابل کا شہر آباد ہے وہاں مساجد ہیں مکمل شہر آباد ہے ہاں اسکا محل اور رہائش گاہ ویران حالت میں موجود ہیں اسکی بات نہیں بات شہر بابل کی ہے اور وہ دور حاضرہ میں آباد ہے تو اس سے احناف کی تائید کا ثبوت موجود ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ "میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاک کر دی گئی ہے" یہ حدیث مطلق ہے اور مطلق کو مقید صحیح حدیث ہی کر سکتی ہے۔

(سوال)

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضور سرور عالم ﷺ نے روکا تھا چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ میرے حبیب ﷺ نے مجھے قبرستان میں نماز پڑھنے سے روکا اور بابل کی زمین میں بھی نماز پڑھنے سے روکا۔

(جواب)

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خاص ہے اسی لئے اپنا نام لیکر فرمایا۔ یہ علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ کوئی فعل خاص کسی سے مخصوص ہو تو اسی کو خطاب کر کے وہ فعل اس سے مخصوص کیا جاتا ہے بابل سے عراق یا کوفہ مراد ہے وجہ تسمیہ میں قول حسن یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جودی پہاڑ سے نیچے اترے تو آپ نے ایک گاؤں تیار کرایا جس کا نام ثمانین رکھا۔ ایک دن اُٹھے تو ان کی اسی بولیاں ہوگئیں۔ اُن میں سے ایک لغتِ عربی تھی اور وہ ایک دوسرے کی نہ سمجھتے تھے (کہ) گویا یہ تبلبل بمعنے مختلف ہونا سے ہے (روح البیان) اور قسطلانی شرح

بخاری میں ہے کہ بعض نے کہا کہ بابل کوفہ کے نزدیک ایک مقام ہے۔ یہاں تبدل السنہ ہوا۔ رات کو لوگ جب سوئے تو ان کی زبان سریانی تھی صبح کو اُٹھے تو ان کی زبان ۷۳ زبانوں میں منقسم ہوگئی۔ ہر گروہ اپنی جدا زبان بولتا تھا۔ اس وجہ سے اس شہر کا نام بابل ہوگیا۔

خسف بابل:

صاحب روح البیان نے پ۱۴ سورہ نحل تحت آیۃ فاتی اللہ بنیا نھم میں لکھا کہ مدارک میں ہے کہ اس سے نمرود بن کنعان مراد ہے کہ اس نے بابل میں بہت بڑا محل بنوایا جو پانچ ہزار گز لمبا اور چھ میل چوڑا تھا اس ارادہ پر کہ وہ آسمان کے مکینوں سے جنگ لڑے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے خدا تعالیٰ کو جھانک کر دیکھے کہ (وہ کہاں چھپا بیٹھا ہے اور کیا کر رہا ہے)

فاتی اللہ بنیا نھم من القواعد البنیان بمعنے البناء۔ اس کی جمع ابنیۃ آتی ہے اور قواعد، قاعدہ کی جمع ہے۔ اور قواعد البیت سے گھر کی بنیادیں مراد ہوتی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ان کی بنیادوں کو جڑوں سے اکھاڑ ڈالے۔ اتاہ بمعنے اللہ تعالیٰ کا امر و حکم اور عذاب۔ یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ان کی بنیادوں کو جڑوں سے ضعیف بنا دیا جائے۔ فخر علیھم السقف من فوقھم تو اُوپر سے ان پر چھت گر پڑی۔ کیونکہ جب مکان کی بنیاد گر جائے تو چھت کیسے ٹھہر سکتی ہے۔ اور فوقھم میں اشارہ ہے کہ وہ لوگ گھروں کے اندر تھے تو چھتیں اُن کے اُوپر گر پڑیں۔ اہلِ عرب کا قاعدہ ہے کہ وہ اگر گھروں کے اندر نہ ہوں تو کہتے ہیں: سقط علینا البیت۔

اعجوبہ:

منقول ہے کہ ایسی سخت آندھی چلی ان کے مکانوں کی چھتوں کو اس نے دریا میں پھینک دیا۔ پھر ان کے باقی مکانات ان پر گر پڑے۔ اس جانکاہ حالت سے وہ بڑبڑائے، چلاّئے اور مختلف قسم کی بولیاں بولنے لگے۔ اسی روز سے بولیاں مختلف ہوئیں۔ مختلف بولیوں سے وہ ایک دوسرے کی بات نہ سمجھتے تھے۔ مروی ہے کہ وہ لوگ اس وقت تہتر ۷۳ بولیاں مختلف قسم کی بولتے تھے۔ اس لئے اس علاقہ کو بابل کے نام سے موسوم کیا گیا ورنہ اس سے قبل وہاں صرف سریانی زبان بولی جاتی تھی۔

حکایت:

لباب میں لکھا ہے کہ نمرود کو اللہ تعالیٰ نے مچھروں کے عذاب میں مبتلا فرمایا۔ ہوا اس طرح کہ نمرود کی ناک کے ذریعے مچھر اس کے دماغ میں پہنچا اور اس کے دماغ کو کھاتے کھاتے موٹا ہوگیا اور چار سو سال اس کے دماغ میں وہی مچھر رہا مچھر اندر سے تکلیف پہنچاتا جب تک اس کے سر پر لوہے کے چابک نہ مارے جاتے اسے آرام نہ آتا شیخ فرید الدین نے منطق الطیر میں لکھا،

نیم پشہ بر سرِ دشمن گماشت ﴿☆﴾ در سرا وچار صد سالش بداشت

چوں وہد حکمش ضعیفے را مدد ﴿☆﴾ سبلت خصم قومی را بر کند

(ترجمہ: چھوٹے سے مچھر کو دشمن پر مسلط فرمایا جو اس کے سر میں چار سو سال رہا جب اس کا حکم کسی ضعیف کی مدد کرتا ہے تو وہ مضبوط دشمن کی مونچھیں اکھیڑ لیتا ہے)

مدخلوا هؤلاء :

کلمات حضور ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمائے تھے۔ جبکہ آپ تبوک جاتے ہوئے قوم ثمود کی بستیوں سے گذرے تھے۔ آپ وہاں ٹھہرے نہیں تھے بلکہ جلدی جلدی گذر گئے تھے۔ باب سے مناسبت یہی ہے کہ آپ جب وادی ثمود میں ٹھہرے نہیں۔ تو نہ ٹھہرنا مستلزم ہے نماز نہ پڑھنے کو اور نماز نہ پڑھنا کراہت کی وجہ سے تھا۔ اور یہ جو فرمایا کہ اگر ایسے مقام پر جاؤ تو روتے ہوئے جاؤ۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ان عذاب شدہ مقامات کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور اس کے قہر وغضب سے پناہ مانگو۔ اور ایسے مقامات کو دیکھ کر خوف نہ کھانا اور عجز وانکسار کا اظہار نہ کرنا بجائے خود جرم ہے، اس لئے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ ان مقامات سے نڈر ہو کر گذرنے والوں پر ویسا ہی عذاب نہ آجائے۔

بہر حال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال صحیح نہیں کہ ایسے مقامات پر نماز نہ پڑھی جائے اسکی مثال وادی محسر بھی ہے کہ حجاج کو حکم ہے کہ وہاں تیزی سے گذر جائیں اس لئے کہ اصحاب الفیل کی ہلاکت گاہ ہے۔

باب نمبر ۵۲

كراهية الصلوٰة فی المقابر

ترجمہ: مقبروں میں نماز پڑھنے کی کراہیت

عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم ولا تتخذوها قبورا۔

ترجمہ: نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے خبر پہنچائی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں میں بھی نمازیں پڑھا کرو۔ اور انھیں بالکل مقبرہ نہ بنالو۔

شرح:

فقیر پہلے تفصیل سے لکھ چکا ہے کہ اہلسنت کے نزدیک قبور سامنے ہوں تو نماز مکروہ ہے ہاں قبر کے آگے اونچی اوٹ ہو کہ قبر نظر نہ آئے یونہی اسکے دائیں بائیں نماز بلا کراہت جائز ہے۔حدیث شریف میں باب مذکور کے مناسب یوں بتایا کہ گھروں کو قبور نہ بناؤ کہ جیسے قبور میں نماز ناجائز ہے یونہی گھروں کو نماز سے خالی رکھکر انہیں قبور نہ بناؤ یعنی گھروں میں نماز مکروہ نہ سمجھو بلکہ گھروں میں بھی نوافل وغیرہ پڑھا کرو۔

(سوال)

قبور سے گھروں کی تشبیہ بتاتی ہے کہ قبور ہر طرح سے بے سود شے ہیں حالانکہ یہ تو اہلسنت کے منشور کے خلاف ہے۔

(جواب ۱)

شرعی اصول ہے کہ احکام کا دارومدار ہمیشہ عرف پر ہوتا ہے حضور نبی پاک ﷺ عموماً احکام کو عُرف کے مطابق رائج فرماتے ہیں اس کی تحقیق امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصنیف ''حیوۃ الموات'' میں مفصل فرمائی ہے۔تو اس قاعدہ پر اب حدیث شریف کا مطلب یہ ہوگا کہ گھروں کو قبریں نہ بناؤ یعنی جیسے قبروں میں مردے نماز اور ذکر واذکار وغیرہ نہیں کرتے اسی طرح تم اپنے گھروں کو ذکر الٰہی سے خالی نہ رکھو چنانچہ طبرانی شریف میں ہے کہ:

''نوروا بیوتکم بذکر اللہ'' اپنے گھروں کو ذکر اللہ سے آباد رکھو۔

اگر یہ معنیٰ نہ کیا جائے تو جو دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ صالحینِ امت قبر (برزخ) میں بھی نماز پڑھتے ہیں۔اور تلاوت قرآن کریم کرتے ہیں جسکی تفصیل امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف شرح الصدور اور اسکے ترجمہ لمعۃ النور میں ہے

(جواب نمبر ۲)

حضور نبی پاک ﷺ جن مسائل کو بیان کرتے ہیں ان کو انہی تک محدود رکھا جاتا ہے اپنی طرف سے ڈھکوسلہ بازی تحریفِ دین ہے اس حدیث شریف میں آپ نے عالم دنیا کے احکام بیان فرمائے ہیں۔بات عالم برزخ کی یا عالم غیب کی نہیں بلکہ اسی دنیا کی بات ہے۔برزخ میں صالحینِ امت جو ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں وہ مکلّف نہیں نیز اس کا تعلق عالم غیب سے ہے جو ہمارے محسوس مبصر نہیں حدیث شریف میں جو قبور کو ذکر الٰہی سے خالی قرار دیا گیا ہے تو اسی حیثیت سے خالی قرار دیا گیا کہ قبر میں میت کا ذکر ہمیں محسوس نہیں ہوتا لیکن عالم برزخ میں اس کا وجود ہے۔یہ ایسے ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں ہے لیکن اس کے متعلق عالم دنیا میں ہمیں اس کا کچھ معلوم نہیں ہوتا اسی لئے ایک عالم کے قوانین کا دوسرے عالم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

باب نمبر ۵۳

الصلوٰۃ فی البیعۃ وقال عمر رضی اللہ عنہ انالا ندخل کنائسکم من اجل التماثیل التی فیہا الصورو کان ابن عباس یصلی فی البیعۃ الابیعۃً فیہا التماثیل

ترجمہ: کلیسا میں نماز، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے کلیساؤں میں اس لئے نہیں جاتے کہ ان میں مجسمے ہوتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کلیسا میں نماز پڑھتے تھے لیکن جن میں مجسمے رکھے ہوتے ان میں نماز نہیں پڑھتے تھے

عن عائشۃ ان ام سلمۃ ذکرت لرسول اللہ ﷺ کنیسۃ راتھا بارض الحبشۃ یقال لھا ماریۃ فذکرت لہ مارات فیھا من الصور فقال رسول اللہ ﷺ اولئک قوم اذا مات فیھم العبد الصالح اوالرجل الصالح بنوا ھلی قبرہٖ مسجدا وصوروا فیہ تلک الصور اولئک شرار الخلق عنداللہ۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک کلیسا کا ذکر کیا، جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اسے ماریہ کہتے تھے۔ انہوں نے ان مجسموں کا بھی ذکر کیا جنہیں اس میں دیکھا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ تھے کہ اگر ان میں کوئی نیک بندہ (یا یہ فرمایا کہ) نیک شخص مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں اسی طرح کے مجسمے رکھتے یہ لوگ خدا کی بدترین مخلوق ہیں۔

عائشۃ وعبد اللہ بن عباس قالا لما نزل برسول اللہ ﷺ طفق یطوح خمیصۃ لہ علی وجھہٖ فاذا افتم بہٖ کشفھا عن وجھہٖ فقال وھو کذلک لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد یحذر ماصنعوا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مرض الوفات میں اپنی چادر کو بار بار

چہرے پر ڈالتے تھے۔ جب کچھ افاقہ ہوتا تو چادر ہٹا دیتے۔ آپ ﷺ نے اسی اضطراب و پریشانی کی حالت میں فرمایا خدا کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں پر مسجدیں بنائیں۔ یہود و نصاریٰ کی گندی عادات سے آپ لوگوں کو ڈرا رہے تھے۔

عن ابی هريره ان رسول الله ﷺ قال قاتل الله اليهود اتخذوا قبور انبيائهم مساجد۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہودیوں پر خدا کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں پر مسجدیں بنالی ہیں۔

شرح:

باب میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے یہ اس وقت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لائے تو وہاں کے ایک رئیس قسطنطین نامی نصرانی نے کہا میری دلی خواہش ہے کہ آپ میرے ہاں کھانا کھائیں۔ آپ نے فرمایا چونکہ تمہارے گرجوں میں مورتیں اور تصویریں ہوتی ہیں۔ اس لئے میں وہاں نہیں جا سکتا۔ معلوم ہوا جہاں خلافِ شرع اُمور ہوں وہاں کھانا کھانا بھی ٹھیک نہیں۔

مسئلہ:

گرجا اور دیگر مذاہب والوں کے عبادت خانوں میں بوقت ضرورت نماز پڑھنی جائز ہے بشرطیکہ وہاں موانع شرعیہ نہ پائے جائیں۔

(حل لغات) تماثیل:

تمثال (بالکسر) کی جمع ہے یعنی **هو الصورة على مثال الغير** یعنی غیر کی مثال پر صورت بنانا

اس باب کی احادیث کی شرح گذر چکی ہے صرف بہتان تراشوں کے ایک سوال کا جواب رہ گیا تھا وہ حاضر ہے سوال یہ ہے کہ مزارات کو سجدے کئے جاتے ہیں لہٰذا تم لوگ بھی اس لعنت کے مستحق ہو۔

(جواب)

خواص (علماء کرام) تو اس تہمت سے بری ہیں عوام کی اغلاط پر مسائل کا ترتب نہیں ہوتا لیکن تجربہ شاہد ہے کہ سجدہ وہ بھی نہیں کرتے نہ وہ اس کے قائل ہیں ہاں بوسہ عمرہ ارات کا ارتکاب کرتے ہیں اور وہ حرام یا شرک نہیں فقیر کا رسالہ پڑھیے ''مزارات کا بوسہ'' اور نہ ہی انکے بوسہ کو سجدہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ سجدہ کے لئے حدیث ترمذی میں ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کا مامور ہوں (۱) چہرہ ۲، ۳ دونوں ہاتھ ۴، ۵ دونوں گھٹنے ۶، ۷ دونوں پاؤں ان میں کوئی ایک بھی زمین پر نہ ہو سجدہ نہ ہوگا۔

باب نمبر ۵۴

قول النبی ﷺ جعلت لی الارض مسجدا و طهورا

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ مجھے رُوئے زمین کے ہر حصّہ پر نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے

جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ اعطیت خمسا لم یعطهن احد من الانبیاء قبلی نصرت بالرعب مسیرة شهرٍ وجعلت لی الارض مسجدا و طهورا وایما رجل من امتی ادرکته الصلوٰة فلیصل واحلت لی الغنائم وکان النبی یبعث الیٰ قومه خاصة وبعثت الی الناس کافة واعطیت الشفاعة۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ نے بیان کیا۔ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی تھیں (۱) میرا رعب ایک مہینہ کی مسافت سے دشمنوں پر پڑتا ہے (۲) اور میرے لیے تمام زمین میں نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے اس لیے میری امت کے جس فرد کی نماز کا وقت (جہاں بھی) آجائے اسے (وہیں) نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ (۳) اور میرے لئے غنیمت حلال کی گئی ہے (۴) پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی خاص قوموں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے تھے لیکن مجھے دنیا کے تمام انسانوں کی (قیامت تک) ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (۵) اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔

شرح:

حدیث شریف میں پانچ امور کا بیان ہے جی چاہتا ہے کہ ان پانچوں کے بیان میں مجلدات لکھوں لیکن مجبوری ہے کہ طوالت نہ ہو ہاں یہاں ایک مسئلہ جو ترجمۃ الباب کے مطابق حدیث کے جملہ سے ثابت ہے اس سے ایک ضابطہ ثابت ہوتا ہے جو کئی مسائل فراعیہ کا حل ہے۔ ہر زمین جب تک اس کے نجس ہونے کا یقین نہ ہو۔ پاک قرار دی جائے گی۔ اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اور پانی پر قدرت نہ ہو تو اس سے تیمم بھی کر سکتے ہیں۔ اور یہ کہ حضور علیہ السلام نے مطلقاً زمین کو مسجد و طہور قرار دیا ہے۔ اسی قاعدہ پر اہلسنّت نے کہا ہے۔ "اصل الاشیاء الاباحتہ" اور معتزلہ نے اصل الاشیاء الحظر کہا اس کا رد ہوا موجودہ دور میں وہابی دیوبندی دوسرے جملہ سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور اہلسنّت جملہ اُولیٰ تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "اصل الاشیاء الاباحۃ"

باب نمبر ۵۵

نوم المراۃ فی المسجد

ترجمہ: عورت کا مسجد میں سونا

عن عائشة ان وليلاة كانت سودا رلحي من العرب فا عتقوها فكانت معهم قالت فخرجت صبية لهم عليها وشاح احمر من سيور قالت فوضعته اووقع منها فمرت به حديا ة وهو ملقى فحسبته لحما فخطفته قالت فالتمسوه فلم يجدوه قالت فاتهموني به قالت فطفقوا يفتشوني معهم اذمرت الحديا ة فالقته قالت فوقع بينهم قالت فقلت هذا الذى اتهمتموني به زعمتم وانا منه بريئة وهوذاهو قالت فجاء ت الى رسول الله ﷺ فاسلمت قالت عائشة فكانت لها خباء في المسجد او خفش قالت فكانت تاتيني فتحدث عندى قالت فلا تجلس عندى مجلسا الا قالت :

ويوم الوشاح من تعاجيب ربنا الا انه من بلدة الكفر انجاني قالت عائشة فقلت لها ما شانك لاتقعدين معى مقعدا الا قلت هذا قالت فحد ثتني بهذا الحديث ۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک باندی تھی۔ انھوں نے اسے آزاد کر دیا تھا اور وہ انھیں کے ساتھ رہتی تھی۔ اس نے بیان کیا کہ ان کی ایک لڑکی کہیں باہر گئی۔ وہ تسمے کا سُرخ جڑاؤ پہنے ہوئے تھی اس باندی نے بتایا کہ یا تو لڑکی نے اسے خود کہیں چھوڑ دیا تھا یا اس سے گر گیا تھا۔ پھر اس طرف سے ایک چیل گذری وہ سُرخ جڑاؤ پڑا ہوا تھا۔ چیل اسے گوشت سمجھ کر جھپٹ لے گئی۔ بعد میں قبیلہ والوں نے اسے بہت تلاش کیا لیکن ملتا کہاں سے۔ ان لوگوں نے اس کی شرمگاہ تک کی تلاشی لی اس نے بیان کیا کہ واللہ میں ان کے ساتھ اسی حالت میں کھڑی تھی کہ وہی چیل آئی اور اس نے ان کا زیور گرا دیا۔ وہ ان کے سامنے ہی گرا۔ میں نے (اسے دیکھ کر) کہا کہ یہی تو تھا جس کی تم مجھ پر تہمت لگاتے تھے۔ تم لوگوں نے مجھ پر اس کا الزام لگایا تھا حالانکہ میں اس سے بری تھی۔ یہی تو ہے وہ زیور۔ اس نے کہا کہ اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام لائی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے لئے مسجد نبوی میں ایک بڑا خیمہ لگا دیا گیا (یا یہ کہا کہ) چھوٹا سا خیمہ لگا دیا گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ باندی میرے پاس آتی تھی اور مجھ سے باتیں کرتی تھی۔ جب بھی وہ میرے پاس آتی تو یہ ضرور کہتی۔ جڑاؤ کا دن ہمارے رب کی عجیب نشانیوں سے ایک ہے۔ اسی نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ آخر بات کیا ہے؟ جب بھی تم میرے پاس بیٹھتی ہو تو یہ بات ضرور کہتی ہو۔ آپ نے بیان کیا کہ پھر اس نے مجھے یہ واقعہ سنایا۔

شرح:

حسن لغات: ولیدہ۔ ولید، اس بچے اور بچی کو کہتے ہیں جو ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ عرف میں چھوٹے بچے کو بھی کہتے ہیں نیز لونڈی اور غلام کو بھی اگرچہ معمر ہوں۔ وشاح۔ اس حمائل کو کہتے ہیں جو مرصع اور جڑاؤ ہو۔ اگر مرصع نہ ہو تو وشاح نہیں کہلائیگا۔ کمر بند کے بھی معنی میں آتا ہے۔ ثابت نے دلائل میں یہ اضافہ کیا، کہ یہ لڑکی دلہن تھی۔ غسلخانے میں نہانے گئی اور اسے اتار کر رکھدیا۔ اس تقدیر پر اب وشاح کے دونوں معانی درست ہو سکتے ہیں۔ حمائل اور کمر بند۔ جب ان کا مسجد ہی میں خیمہ یا حجرہ تھا تو یہ مسجد ہی میں سوتی بھی تھیں۔ تو حدیث سے ثابت ہو گیا کہ عورت کا مسجد میں سونا جائز ہے مگر یہ قید ضروری ہے جبکہ وہ بے ٹھکانہ مسافر ہو اور حیض ونفاس کی حالت میں نہ ہو اور فتنہ کا خطرہ بھی نہ ہو۔

باب نمبر ۵۶

نوم الرجال فی المسجد

مردوں کے مسجد میں سونے کے متعلق

(۱) عن انس بن مالک قدم رھط من عکل علی النبی ﷺ وکانوا فی الصفۃ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک کہتے ہیں۔ کہ قبیلہ عکل کے کچھ لوگ بحضور نبوی ﷺ آئے وہ مسجد کے سائبان میں رہا کرتے تھے۔

(۲) وقال عبدالرحمن بن ابی بکر کان اصحاب الصفۃ الفقراء۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابکر نے کہا: اصحاب صفہ فقراء تھے۔

حدثنا: ابن عمر انہ کان ینام وھو شاب اعرب لا اھل لہ فی مسجد النبی ﷺ۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر پہنچائی کہ وہ اپنی نوجوانی کے زمانہ میں جب کہ بیوی بچے نہیں تھے نبی کریم ﷺ کی مسجد میں سوتے تھے۔

عن سھل بن سعد قال جاء رسول اللہ ﷺ بیت فاطمۃ فلم یجد علیا فی البیت فقال این ابن عمک قالت کان بینی وبینہ شیء فغاضبنی فخرج فلم یقل عندی فقال رسول اللہ ﷺ لانسان انظر این ھو فجاء فقال یا رسول اللہ ﷺ ھو فی المسجد راقد فجاء رسول اللہ ﷺ فلم وھو مضطجع قد سقط رداءہ عن شقہ وصابہ تراب فجعل رسول اللہ ﷺ یمسحہ عنہ ویقول قم ابا تراب قم ابا تراب۔

ترجمہ: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر

میں موجود نہیں ہیں اس لئے آپ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمھارے چچا کے لڑکے کہاں ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ میرے اوران کے درمیان کچھ ناگواری پیش آ گئی اور وہ مجھ پر خفا ہو کر کہیں باہر چلے گئے ہیں اور میرے یہاں قیلولہ بھی نہیں کیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا کہ علی (رضی اللہ عنہ) کو تلاش کریں کہ وہ کہاں ہیں وہ آئے اور بتایا کہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے۔ چادر آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو سے گر گئی تھی اور جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جسم سے مٹی جھاڑتے جاتے تھے اور فرمارہے تھے اٹھوابوتراب اٹھوابوتراب۔

عن ابی هريرة قال لقد رايت سبعين من اصحاب الصفة مامنهم رجل عليه رداء اما ازار واما كساء قد ربطوافي اعناقهم فمنها ما يبلغ نصف الساقين ومنها ما يبلغ الكعبين فيجمعه بيده كراهية ان ترى عورته۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا کہ ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس چادر (رداء) ہو۔ یا تہبند ہوتا تھا یا رات کو اوڑھنے کا کپڑا جنھیں یہ اصحاب اپنی گردنوں سے باندھ لیتے تھے یہ کپڑے کسی کی آدھی پنڈلی تک آتے اور کسی کے ٹخنوں تک۔ یہ حضرات ان کپڑوں کو اس خیال سے کہ کہیں شرمگاہ نہ کھل جائے اپنے ہاتھوں سے تھامے رہتے تھے۔

شرح:

(حل لغات) رھط کا اطلاق دس سے کم مردوں پر آتا ہے۔ جن میں کوئی عورت نہ ہو صفہ مسجد نبوی شریف کے سرے پر ایک مسقّف چبوترہ تھا جو صفہ کہلاتا تھا یہ ان لوگوں کیلئے تھا جو اسلام لاتے اور گھر بار نہیں رکھتے تھے اور دین کا علم حاصل کرتے تھے اسی جگہ پر تھلہ ہے اس پر چھت نہیں، تفصیل آگے دیکھئے، عکل عرب میں ایک قبیلہ ہے اور انہیں اس لئے اصحاب صفہ کہا جاتا کہ وہ مسجد نبوی شریف کے دروازہ پر پڑے رہتے تھے اعزب غیر شادی شدہ۔ (رداء) اس چادر کو کہتے ہیں جسے تہبند کے اوپر کرتہ پہننے کے بجائے اوڑھتے تھے۔

تعارف اصحابِ صُفہ (رضی اللہ عنہم):

انکے تعارف کے ساتھ انکے عجیب وغریب واقعات احادیث وکتب سیر میں ثبت ہیں فقیر مختصراً یہاں تبرکاً عرض کرتا ہے۔

صُفّہ سائبان اور سایہ دار جگہ کو کہا جاتا ہے۔ قدیم مسجد نبوی ﷺ کے شمال مشرقی کنارے، مسجد سے ملا ہوا ایک چبوترہ تھا۔ یہ جگہ باب جبریل علیہ السلام سے اندر ہوتے وقت مقصورہ شریف کے شمال میں محراب تہجد کے بالکل سامنے ۲ فٹ اونچے پیتل کے کٹہرے میں گھری ہوئی ہے۔ اس کی لمبائی چوڑائی ۴۰، ۴۰ فٹ ہے۔ اس کے سامنے خدام بیٹھے رہتے ہیں اور یہاں لوگ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر آپ یہاں بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرنا چاہیں تو مشکل ہی سے جگہ مل سکے گی۔

یہاں وہ مسلمان رہتے تھے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا، نہ ہی بیوی بچے اور نہ کوئی اور یہ ''اہلِ صفّہ'' کہلاتے تھے اور اسی جگہ کو ''صفہ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے دین کی تعلیم حاصل کرتے اور وقتاً فوقتاً تبلیغِ اسلام کے لئے دوسرے مقامات پر

جاتے رہتے تھے۔ یوں تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی بہت زیادہ سادہ تھی مگر اصحاب صفہ کی زندگیوں میں اور بھی فقر وسادگی اور دنیاوی زندگی سے بے نیازی اور بے تعلقی پائی جاتی تھی۔ یہ لوگ دن رات تزکیہء نفس اور کتاب وحکمت کے حصول کی خاطر فیضان مصطفوی ﷺ سے فیض یاب ہونے کے لئے خدمت نبوی میں حاضر رہتے تھے نہ انہیں تجارت سے کوئی مطلب تھا اور نہ زراعت سے کوئی سروکار، ان حضرات نے اپنی آنکھوں کو آپ ﷺ کے دیدار، کانوں کو آپ ﷺ کے کلمات اور جسم وجان کو آپ ﷺ کی صحبت کے لئے وقف کر رکھا تھا یہ لوگ دین کی دولت سے مالا مال تھے مگر دنیاوی زندگی میں افلاس وناداری کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے ستر (۷۰) اصحاب صفہ کو دیکھا جن کے پاس چادر تک نہیں تھی صرف تہ بند تھا یا فقط کمبل۔ چادر کو گلے میں اس طرح باندھ کر لٹکا لیتے کہ وہ پنڈلیوں تک اور بعض کے ٹخنوں کے قریب پہنچ جاتی تھی اور ہاتھ سے اسے تھامے رکھتے کہ کہیں ستر کھل نہ جائے''۔

ابوتراب:

چونکہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بدن پر مٹی زیادہ لگ گئی تھی اس مناسبت سے آپ ﷺ نے ابوتراب فرمایا۔ تراب کے معنیٰ مٹی کے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اگر بعد میں کوئی اس کنیت سے خطاب کرتا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے۔ نبی کریم ﷺ چاہتے تھے کہ جو ناگواری پیش آگئی ہے وہ دور ہو جائے۔

باغِ فدک کا حل:

شیعوں کو چاہئے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس کنیت مبارکہ کو زیادہ سے زیادہ مروج کریں کیونکہ اس کنیت سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زیادہ خوش ہوتے تھے لیکن یہ سودا انہیں مہنگا نظر آتا ہے اس لئے یہ کنیت ظاہر کرتی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی پر یہ کنیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئی شیعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر الزام لگاتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک مانگنے گئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انکار کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں ہم کہتے ہیں کہ ناراضگی ہوئی نہیں اگر بقول شما ناراض ہوئیں تو حدیث ہذا سے واضح ہوا کہ بعض اوقات جناب علی مرتضیٰ وفاطمہ زہرہ میں شکر رنجی ہو جایا کرتی تھی۔ بلکہ حق الیقین کی روایت سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ بہت ہی شدید ناراضگی ہو جاتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ناراضگی بغیر ایذاء کے نہیں ہوسکتی ۔ حدیث ہذا کے اس پہلو پر اگر غور کریں۔ تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں؟ تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہ وعلی رضی اللہ عنہ میں بھی ناراضگی ہو جایا کرتی تھی۔ پھر اس کے ساتھ اس روایت کو بھی لیجئے جس میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اس معنیٰ پر جسطرح تم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مجرم ٹھہراتے ہو تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی مجرم ٹھہراؤ (معاذ اللہ) شیعہ کہتے ہیں کہ بی بی فاطمہ رضی اللہ

عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راضی ہوگئیں ہم کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ راضی ہوئیں یہی وجہ ہے کہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرض وفات میں تیمارداری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ مکرمہ نے کی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اگر ناراضگی ہوتی تو یہ سلسلہ نہ ہوتا مزید تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی تصنیف ''باغ فدک''۔

باب نمبر ۵۷

الصلوٰۃ اذا اقدم من سفر وقال کعب بن مالک کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذاقد م من سفر بدا بالمسجد فصلیٰ فیه

ترجمہ: سفر سے واپسی پر نماز۔ کعب بن مالک نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور نماز پڑھتے

عن جابر بن عبداللہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھوفی المسجد قال مسعر اراہ قال ضحی فقال صل رکعتین وکان لی علیه دین فقضانی وزادنی۔

ترجمہ: جابر نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرماتے تھے۔ مسعر نے کہا میرا خیال ہے کہ محارب نے چاشت کا وقت بتایا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (پہلے) دو رکعت نماز پڑھ لو۔ میرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ قرض تھا جسے آپ نے ادا کیا اور مزید بخشش کی۔

شرح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حسب عادت یہاں حدیث مختصر (مجمل) بیان فرمائی ہے دوسرے مقام پہ اسے مفصل بیان فرمائینگے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سفر سے واپس آئے تھے اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دو رکعت نفل پڑھنے کو کہا تھا۔ حضرت جابر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں اونٹ خریدا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف تشریف لاتے ہی انہیں اونٹ بھی واپس کر دیا اور مالِ غنیمت کا حصہ بھی، اور کچھ قیمت بھی زیادہ عنایت فرمائی۔ بعض روایات میں ہے کہ غزوہ سے جلدی واپسی کی حضرت جابر نے اجازت چاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتنی جلدی کیوں، عرض کی میں نے شادی کر لی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنواری ہے یا شادی شدہ،

عرض کی شادی شدہ ہے، آپ نے فرمایا کنواری سے کیوں نہیں شادی کی تم اسکے ساتھ کھیلتے وہ تمھارے ساتھ کھیلتی۔ تم اس سے ہنسی مذاق کرتے وہ تم سے ہنسی مذاق کرتی۔ عرض کیا۔ مرے باپ نے سات یا نو لڑکیاں چھوڑی ہیں، مجھے یہ پسند نہ ہوا کہ انھیں جیسی کوئی لڑکی لاؤں اس لئے میں نے ایسی عورت سے شادی کی ہے جو ان کی دیکھ بھال اور تربیت کرے۔ فرمایا اللہ عزوجل تمہیں برکت دے۔ جب سفر سے آؤ تو اچانک گھر نہ جاؤ اتنا موقع دو کہ جس کا شوہر غائب ہے وہ استرہ استعمال کرلے اور بال کنگھا کرلے۔

اس حدیث سے یہ مسائل متخرج ہوئے (۱) سفر سے آنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے (۲) مسجد میں جاؤ تو پہلے نماز پڑھو پھر بیٹھو (۳) بہتر ہے کہ کنواری عورت سے شادی کی جائے مگر کسی ضرورت اور مصلحت کی بنا پر ثیب سے بھی نکاح بہتر ہے (۴) شادی کرنے والوں کو دعا دینا سنت ہے۔ کم از کم اتنا ضرور کہدے بارک اللہ علیک (۵) سفر سے گھر آئے تو پہلے اطلاع دیدے تاکہ گھر والی اپنے آپ کو درست کرلے۔

باب نمبر ۵۸

اذا دخل احدکم المسجد فدیر کع رکعتین قبل ان یجلس

ترجمہ: جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیئے

عن ابی قتادۃ السلمی ان رسول اللہ ﷺ قال اذا دخل احد کم المسجد فلیر کع رکعتین قبل ان یجلس۔

ترجمہ: ابو قتادہ سلمی سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

شرح:

اس باب و روایت میں تحیۃ المسجد کا بیان ہے کہ جو شخص مسجد میں آئے اسے دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے۔ اور اگر بیٹھ گیا تو ساقط نہ ہوئی اب پڑھے اگر ایسے وقت مسجد میں آیا جس میں نفل نماز مکروہ ہے۔ مثلاً بعد طلوع فجر یا بعد عصر وہ تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ تسبیح و تہلیل درود شریف میں مشغول ہو حق مسجد ادا ہو جائے گا۔ فقہاء نے بھی فرمایا ہے کہ سنن وغیرہ پڑھنے میں تحیۃ المسجد ادا ہو جائیگی۔ اور یہ تحیۃ المسجد مستحب ہے واجب نہیں اسلئے کہ کبار صحابہ مسجد میں جاتے مگر یہ نماز نہیں پڑھتے تھے اگر واجب ہوتی تو صحابہ ترک نہ فرماتے۔ علاوہ ازیں ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھ رہا ہے تو فرمایا بیٹھ جا تو نے ایذا پہنچائی۔ اسے تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ قبل ان یجلس سے کچھ لوگوں نے استدلال کیا کہ بیٹھنے کے بعد تحیۃ المسجد کا وقت جاتا رہا، مگر ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور نے ان سے فرمایا دو رکعتیں پڑھ لی ہیں، عرض کیا نہیں۔ فرمایا اٹھ اور انھیں پڑھ۔ ‌ سے معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر بیٹھنا مخل نہیں جبکہ کوئی فعل منافی صلوٰۃ نہ کرے۔

باب نمبر ۵۹

الحدث فی المسجد

ترجمہ: مسجد میں حدث ہونا

عن ابی الزناد عن الا عرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ان الملئکۃ تصلی علی احد کم مادام فی مصلاہ الذی صلی فیہ مالم یحدث تقول اللھم اغفر لہ اللھم ارحمہ۔

ترجمہ: ابوالزناد وہ اعرج سے وہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ جب تک نمازی اپنے مصلے پر بیٹھا رہے اور اس کو حدث نہ ہو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتے دعا کرتے ہیں کہ الٰہی اس کو بخش دے اس پر رحم فرما۔

شرح:

اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ بے وضو آدمی مسجد میں آسکتا ہے۔ اور حدث سے حدثِ اصغر یعنی بے وضو ہونا مراد ہے۔ کبار صحابہ و تابعین بھی بے وضو مسجد میں آنے جانے اور بیٹھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ البتہ باوضو مسجد میں آنا افضل ہے اور ابن المسیب و حسن بصری فرماتے ہیں بے وضو عمداً مسجد میں نہ آئے۔

باب نمبر ۶۰

بنیان المسجد

ترجمہ: مسجد کی عمارت

وقال ابو سعید کان سقف المسجد من جریدالنخل وامر عمر ببناء المسجد وقال اکن الناس من المطر وایاک ان تحمر او تصفر فتفتن الناس وقال انس رضی اللہ عنہ یتباھون بھا لم لا یعمرو نھا الا قلیلاوقال ابن عباس لتزخر فنھا کمازخرفت الیھود و النصاری۔

ترجمہ: ابوسعید نے فرمایا کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کی شاخوں سے ہموار کی گئی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا تو فرمایا کہ میں تمہیں بارش سے چھپانا چاہتا ہوں۔ مسجدوں پر سُرخ زرد رنگ کروانے سے بچو کہ اس سے لوگ غافل ہو جائیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ

عنہ نے فرمایا کہ مسجدوں کے بارے میں لوگ فخر مباہات کرنے لگیں گے اوران کو آباد کرنے کیلئے بہت کم لوگ رہ جائیں گے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم بھی مساجد کی اسی طرح زیبائش کرو گے جس طرح یہودو نصاریٰ نے کی۔

شرح:

اس باب میں چند بحثیں ہیں (۱) مسجد نبوی شریف کی بنیاد اسکی تفصیل ہم آگے چلکر عرض کرینگے (ان شاء اللہ) (۲) مسجد نبوی کی تعمیر اول و دوم (۳) تعمیر مسجد نبوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ ان تعمیرات کے علاوہ تا حال مسجد نبوی شریف کی تعمیرات کو مفصل آگے چلکر عرض کرونگا (ان شاء اللہ) (۴) مسجدوں کو منقش کرنے کی ممانعت۔ فقیر نے ایک رسالہ لکھا ہے "بدعات المساجد" کہ زمانہ نبوی ﷺ کے بعد تا حال اربوں کھربوں بدعات مساجد میں گھسی ہوئی ہیں اسکے باوجود دیوبندی وہابی غیر مقلد اس طرح ان کے دوسرے ہمنوا کس گوشہ میں آرام فرما ہیں۔ کہ ان بدعات پر نہ انکے قلم کو جنبش آتا ہے۔ اور نہ کبھی تقریر میں اسکی مذمت کی ہے۔ تو پھر اہلسنت کے ذمہ کیا قصور ہے۔ کہ ان پر **کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار** پڑھتے نہیں تھکتے میرا مشورہ ہے کہ یہی حدیث پڑھکر پہلے اپنے اوپر دم کر دیں اگر وقت ملے تو پھر ہم سے اور مشورہ لیں دو حدیثیں تو بخاری شریف کے متن میں مذکورہ ہیں انکے علاوہ اور بھی بکثرت روایات ہیں مثلاً فرمایا کہ یہ مسجدوں کی عمارتیں عالیشان ہونگی خوبصورت ہونگی مگر نمازی تھوڑے ہونگے اسی کو ایک حدیث میں فرمایا مساجد **عامرة ظاهرها و باطنها خراب** انکا ظاہر بہت شاندار اور اندر ویران ہوگا۔

(فائدہ)

ان روایات سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ مساجد کی تعمیرات کی بدعات سے ایک گونہ حضور نبی پاک ﷺ نے امت سے اس کام کے لئے ناگواری کا اظہار فرمایا ہے اسکے باوجود دھڑا دھڑ ان بدعات پر پانی کیطرح پیسہ بہایا جا رہا ہے اور کار ثواب بھی سمجھا جا رہا ہے اور سمجھنا چاہیئے اور اس سے بھی زیادہ ان بدعات (حسنہ) پر خرچ کرنا چاہیئے۔ دوسری طرف یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور نبی پاک ﷺ کو آنے والے حالات کے ذرہ ذرہ کا علم تھا جسے اب ہر آدمی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ جیسے آپ (ﷺ) نے فرمایا ویسے ہی ہو رہا ہے اسے ہم اہلسنت علم غیب سے تعبیر کرتے ہیں اور مخالفین اس پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اب انصاف اہلِ انصاف میں ہے کہ یہ لوگ کون ہیں وہی جنکے لئے حضور ﷺ نے صدیوں پہلے خبر دی یعنی خوارج (بخاری جلد دوم)

عذر لنگ:

ہماری مذکورہ بالا تقریر کا جواب ایک دیوبندی ظہور الباری، لکھتا ہے کہ مساجد کی پختگی اوران کی زیب و زینت کے سلسلے میں جس طرح کی احادیث آئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کا منصب یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف سے بے توجہی اور حصول آخرت کی ترغیب دیں۔

مساجد اور اس سے متعلقہ چیزیں اگرچہ دین سے تعلق رکھتی ہیں لیکن اس کی ظاہری حسن و زیبائش عموماً بنانے والوں کے لیے دنیا میں تفاخر و مباہات کا سبب بن جاتی ہیں۔ پھر دین میں مطلوب عبادت، اس میں خشوع اور خضوع ہے نہ کہ تعمیر و تزئین اسی لئے آں حضور ﷺ خاص طور سے اس کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ ظاہری زیب و زینت پر اپنی ساری توجہ صرف کر کے اصل مقصد سے غافل نہ ہو جائیں اور ہوتا بھی یہی ہے کہ لوگ بعد میں روح اور تقویٰ سے زیادہ ظاہری شان و شوکت کو اہمیت دینے لگتے ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ بکثرت احادیث کی روشنی میں اس بات کو واضح کیا جاتا کہ آں حضور ﷺ نے اس طرح کے مسائل میں پیدا ہو جانے والی صورتوں کی تردید بڑی شدت کے ساتھ کی ہے جو مقصود و مطلوب نہیں ہوتیں اور عام طور سے انہیں کو مقصود و مطلوب بنالیا جاتا ہے یا جو اہم ہوتی ہیں اور لوگوں کے دل و دماغ اسے اہمیت نہیں دیتے۔ مساجد کی زیبائش اگر اس کی تعظیم کے پیش نظر کی جائے اور اس میں کوئی اپنا ذاتی روپیہ لگائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی رخصت ہے ابن المنیر نے کہا ہے کہ جب لوگ اپنے ذاتی مکانات پختہ بنوانے لگے اور اس کی زیبائش اور آرائش پر روپیہ خرچ کرنے لگیں پھر اگر انھوں نے مساجد کی تعمیر میں بھی یہی طرزِ عمل اختیار کیا تو اس میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے تا کہ مساجد کی اہانت و استخفاف نہ ہونے پائے۔ اس لئے اصل تو یہی ہے کہ مساجد سادہ طریقہ پر تعمیر ہوں لیکن زمانہ بدل گیا تو پختہ بنوانے میں بھی حرج نہیں اس طرح کے تمام مسائل میں بنیادی بات یہ ہے کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ، روح، تقویٰ اور دلوں کی طہارت کے لئے سب سے زیادہ مہلک ہے اور ان تمام احادیث و آثار میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں یہی بنیادی مقصد پیش نظر ہے جب یہود و نصاریٰ اپنے مذاہب کی روح سے غافل ہو گئے تو سارا زور چند ظاہری رسوم و رواج پر دینے لگے (تفہیم البخاری دیوبندی ج ا صفحہ ۲۴۷)

تبصرہ اویسی غفرلہ:

اگر یہی عذر دیوبندی کو ہے تو انکے مذہب میں یہ لنگڑا عذر ہے اگرچہ ہم اس سے بڑھکر اصول اسلامی پیش کر کے کہتے ہیں حضور نبی پاک ﷺ کی سیرت پاک کے لئے جو اُمور عمل میں لائے جاتے ہیں مثلاً میلاد شریف وغیرہ یا اولیاء کرام کے لئے مثلاً انکے مزارات کا اعزاز اور اعراس وغیرہ کے لئے مذکورہ بالا عذر عمل میں لا کر بدعت کے فتویٰ سے باز آ جاؤ تو بہتر ہے اس لئے کہ مسجد کے اعزاز و اکرام سے رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کا اعزاز و اکرام لاکھ گنا بڑھکر ہے۔

عبد الله بن عمر اخبره ان المسجد كان علىٰ عهد رسول الله ﷺ مبنيا باللبن و سقفه الجريد وعمده خشب النخل فلم يزد فيه ابو بكر شيا وزاد فيه عمر و بناه علىٰ بنيانه في عهد رسول الله ﷺ باللبن والجريد واعاد عمده خشبا ثم غيره عثمان فزادفيه زيادة كثيرة وبنىٰ جداره بالحجارة المنقوشة والقصة وجعل عمده من الحجارة المنقوشة وسقفه بالساج ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں مسجد کچی اینٹ سے بنائی گئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی ... کی

تھی اور ستون اسی کی لکڑیوں کے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کی۔ البتہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بڑھایا اور اس کی تعمیر رسول اللہ ﷺ کی بنائی ہوئی عمارت کے مطابق کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے کی اور اس کے ستون بھی لکڑیوں ہی کے رکھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی عمارت کو بدل دیا اور اس میں بہت سے تغیرات کئے اس کی دیواریں منقش پتھروں اور گچھ سے بنائیں اس کے ستون بھی منقش پتھروں سے بنوائے اور چھت ساکھو کی کر دی۔

شرح:

ہمارے زمانہ ۱۴۲۰ھ تک مسجد نبوی شریف کی بیس تعمیرات ہوئی ہیں چند ایک کا مختصر بیان ملاحظہ ہو۔

مسجد نبوی شریف کی تعمیرات کا خلاصہ:

(۱) مدینہ طیبہ میں ہجرت کے فوراً بعد یہی مسجد مبارک حضور سید عالم ﷺ نے اپنی نگرانی میں تیار کروائی اور خود بنفسِ نفیس اس میں کام فرماتے رہے۔ یہ رقبہ سو گز مربع کے لگ بھگ تھا۔

(۲) فتح خیبر کے بعد ۷ھ میں حضور سید عالم ﷺ نے ازسرِ نو تعمیر کرائی۔ مسجد کے اضافہ کے پیش نظر مسجد کے متصل ایک انصاری کی زمین تھی۔ آپ نے انصاری سے فرمایا یہ زمین جنت کے ایک محل کے عوض ہمیں دے دو۔ وہ کثیر العیالی کے سبب یہ رقبہ نہ دے سکے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دس ہزار درہم انصاری کو دیکر دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ جو قطعہ آپ انصاری سے جنت میں محل کے عوض خریدنا چاہتے تھے وہ قطعہ مجھ سے خرید فرمائیں چنانچہ وہ قطعہ بمعاوضۂ جنت سیدنا عثمان غنی سے خرید کر مسجد میں شامل فرمایا۔
(وفاء الوفا، ج ۱، صفحہ ۳۳۸)

(۳) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اضافہ فرمایا۔ یہ تعمیر ۱۷ھ میں ہوئی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد کو جنوب شمال مغرب کی جانب وسعت دی۔ ستونوں کو بدلا، کھجور کے تنے کی جگہ لکڑی کے ستون کھڑے کئے۔ شرقی جانب اضافہ نہ کیا کہ امہات المؤمنین کے حجروں کا تحفظ مطلوب تھا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ اگر حضور ﷺ نے مجھے مسجد وسیع کرنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں یہ کام کرنے کی ہرگز جراءت نہ کرتا (جذب القلوب صفحہ ۱۱۵) اس تعمیر میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا مکان بھی شامل کیا گیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا مکان یا تو آپ فروخت کر دیں یا پھر مدینہ منورہ میں اپنی پسند کی جگہ لے لیں۔ یا پھر وقف کر دیں۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ معاملہ بڑھا تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ثالثی کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بخوشی مسجد کو جگہ دے دی۔ (جذب القلوب صفحہ ۱۱۵، وفاء الوفا صفحہ ۳۴۱، خلاصۃ الوفاء صفحہ ۱۸۳) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان اسی مکان کے پرنالہ پر بھی اختلاف رائے ہوا۔ چھت کا پانی مسجد میں گرتا تھا، جس سے نمازوں میں دقت پیدا ہوتی۔ نمازی پریشان ہوتے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی

اللہ عنہ نے یہ پرنالہ اکھڑوادیا۔سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے دربار فاروقی میں عرض کی اے خلیفۃ المسلمین آپ نے اس پرنالہ کو اکھڑوادیا ہے جسے حضور سید عالم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے نصب کیا تھا۔بس یہ سننا تھا کہ خلیفۃ المسلمین پر رقت طاری ہوگئی۔لرزہ براندام ہوگئے اور فرمایا اے عم رسول ﷺ آپ میری پیٹھ پر کھڑے ہوکر اس پرنالہ کو اسی جگہ لگادیں کہ میری غلطی کی تلافی ہوسکے۔

(۴) جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی۔لوگوں نے مسجد شریف کی تنگی کی شکایت کی۔آپ نے جلیل القدر صحابہ سے مسجد کے شہید کرنے اور از سر نو بنانے کا مشورہ لیا،سب نے متفقہ طور پر تجدید کا مشورہ دیا۔۲۹ھ میں پتھر،چونا اور لوہا سے مضبوط فرمایا۔آپ نے بھی سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح مسجد کا اضافہ جنوب اور شمال مغرب میں فرمایا۔مشرقی جانب حجرات کے تحفظ کے پیش نظر اقدام نہ فرمایا۔اس اضافہ کی چوڑائی ۲۲۵ فٹ اور لمبائی ۲۴۰ فٹ تھی۔یہ کام دس ماہ میں مکمل ہوا۔

(وفاء الوفاء ص ۳۵۶،آثار المدینہ ص ۱۰۴)

(۵) ولید بن عبدالملک نے ۸۸ھ میں کام شروع کیا اور ۹۱ھ میں ختم کیا اور امہات المومنین کے حجرات مقدسہ کو مسجد مبارک میں داخل کیا۔مزید تفصیل فقیر کی تصنیف ''تاریخ تعمیرات مسجد نبوی'' میں پڑھیے۔

باب نمبر ۶۱

التعاون فی بناء المسجد وقول اللہ عزوجل ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ (الآیۃ)

ترجمہ:تعمیر مسجد میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔اور خداوند تعالیٰ کا قول ہے ''مشرکین خدا کی مسجدوں کی تعمیر میں حصہ نہ لیں''۔الآیۃ

عن عکرمۃ قال قال لی ابن عباس ولا بنہٖ علیٰ انطلقا الیٰ ابی سعید فاسمعامن حدیثہٖ فانطلقنا فاذا ھو فی حائطٍ یصلحہ فاخذ ردآءہ فاحتبیٰ ثم انشا یحدثنا حتیٰ اتی علیٰ ذکر بناء المسجد فقال کنا نحمل لبنۃ لبنۃ وعمار لبنتین لبنتین فراٰہ النبی ﷺ فجعل ینفض التراب عنہ ویقول ویح عمارٍ تقتلہ الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار قال یقول عمار اعوذ باللہ من الفتن۔

ترجمہ:عکرمہ نے بیان کیا انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اور اپنے صاحبزادے علی سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوسعید خدری رضی

اللہ عنہ اپنے ایک باغ میں رکھوالی کر رہے تھے (جب ہم حاضر خدمت ہوئے) تو آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور اسے اوڑھ لیا۔ پھر ہم سے حدیث بیان کرنے لگے۔ جب مسجد نبوی کی تعمیر کا ذکر آیا تو آپ نے بتایا کہ ہم تو (مسجد کی تعمیر میں حصہ لیتے وقت) ایک ایک اینٹ اُٹھا رہے تھے لیکن عمار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان کے جسم سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا افسوس، عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہوگی۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ فتنوں سے خدا کی پناہ۔

شرح:

اس باب میں مساجد کی تعمیر کے متعلق ذکر ہے اسکے لئے فقیر کی تصنیف ''جامع الفوائد فی فضائل تعمیر المساجد'' پڑھئے۔

فائدہ:

حدیث بالا کی تشریح یعنی مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے باب میں فقیر تفصیل سے عرض کر چکا ہے یہاں صرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے تقتلک الفئتہ الباغیة (تجھے باغی فرقہ قتل کریگا) کا جملہ شیعوں کی طرف سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک بھاری اعتراض ہے اس کا جواب عرض کرنا ہے۔

علم غیب:

اس روایت میں یہ نہ بھولنا کہ نبی پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب سے نوازا کہ ۱ھ میں مسجد نبوی تعمیر ہو رہی ہے حضور سرورِ عالم ﷺ نے درجنوں سال پہلے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری کا ایک باب بلکہ انکی موت اور اسکے مفصل حال کی تصریح فرمادی اسطرح ہوا جیسے آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ اس سے بڑھکر۔

فائدہ:

اسطرح کی ایک روایت یوں ہے۔

عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اولعت قریش بعمار قاتل عمار و سالبه فی النار (رواہ، احمد والطبرانی والحاکم)

ترجمہ: عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمایا کہ قریش کو عمار کے قتل کا حرص ہے اسکا قاتل اور اسکا مال لینے والا دوزخ میں ہے۔

فائدہ:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت غزوۂ صفین میں ہوئی اور وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تائید میں تھے اور حق پر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطا ہوئی اور صحابہ کی خطا بھی مبنی برحق ہوتی ہے تفصیل فقیر کے رسالہ " الرفاهیه فی الفاهیه عن ذم معاویة" میں ہے۔

عقیدہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ:

جیسا کہ اوپر بخاری شریف کی روایت میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو نبی پاک ﷺ نے خبر دی کہ انکی موت ایک باغی گروہ سے واقع ہوگی۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث متواتر ہے۔ اب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

عن مولاۃ لعمار رضی اللہ عنهماقالت لما اشتکی عمار شکویٰ فغشی علیه فافاق و نحن بنکی حوله فقال اتخشون ان اموت علی فرا شی اخبر بی حبیبی ﷺ انه تقتلنی الفئة الباغیة وان آخر ادمی من الدنیا مذقة لبن اخرجه البیهقی و ابو نُعیم (حجۃ اللہ علی العالمین)

ترجمہ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیز فرماتی ہیں کہ جب حضرت عمار سخت بیمار ہوئے تو آپ پر غشی طاری ہوئی آپکو افاقہ ہوا تو انکے گرد لوگ رو رہے تھے فرمایا کیا تمہیں خطرہ ہے کہ میں بستر پر مرجاؤنگا غلط ہے اس لئے کہ مجھے میرے حبیب ﷺ نے خبر دی کہ تمہیں باغی گروہ قتل کریگا اور آخری کھانا دنیا سے رخصت کے وقت دودھ کے گھونٹ ہونگے۔

فائدہ:

اسے کہتے ہیں علم غیب کہ عمار صحابی رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر کے ساتھ ساتھ ارشاد ہو رہا ہے کہ تم مرتے وقت دودھ پیو گے۔ اسی سے یقین کیجئے کہ صحابہ کا بھی عقیدہ یہی تھا جو اہلسنت کو نصیب ہے اور صحابہ کرام کے عقیدہ کی پختگی کا کیا کہنا کہ مرض تو موت کی خبر دیتی ہے اور رشتہ دار بھی موت کی تائید میں سر جھکائے بیٹھے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ ابھی دیر ہے کیونکہ میری موت بستر پر نہیں بلکہ جنگ کے میدان میں اور دوسری علامت بھی بتائی جنگ کرتے وقت تیری آخری گھڑی دودھ پینے کی ہوگی چنانچہ جب علامت پوری ہوئی تو خود ہی بتادیا کہ اب میری موت کا آخری لمحہ آگیا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ان عمار بن یاسر رضی الله عنه اتی یوم صفین بشر بة من لبن فضحک فقیل له لم تضحک قال ان رسول الله ﷺ قال آخر شراب تشربه من الد نیا شربة من لبن ثم تقد م فقتل اخرجه الحاکم و صححه وغیره ۔

ترجمہ: بیشک عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو صفین میں دودھ پلایا گیا تو ہنس پڑے کہا گیا آپ کیوں ہنسے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا آخری دنیا کا لمحہ دودھ پینے سے ہوگا آگے بڑھکر جام شہادت نوش فرمایا۔

فائدہ:

اس سے علوم مافی الغد ہ کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ ہر امتی کا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا وغیرہ کا علم رکھتے ہیں۔

اہلسنت کا اجماع ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے جنگ کی اور امام برحق پر چڑھائی کی وہ باغی ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ بغاوتِ اجتہادی تھی جو صحابہ کے لئے معاف ہے حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی یوں تاویل کرتے تھے۔ کہ ہمارا گروہ تو خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرنے والا ہے یعنی باغی بمعنی طلب کرنیوالا ہے۔ خلاصہ یہ کہ باغی کے لغوی معنی مراد ہے نہ کہ اور، ہم بار بار کہہ چکے ہیں اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت حق تھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ حق تھا لیکن مخالفین لفظ باغی سے دھوکہ کھاتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں یہ قاعدہ مُسلّم ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقی باغی نہیں مانا بلکہ آپ نے انہیں بحیثیت مجتہد کے اپنا بالمقابل مانا ہے اگر انہیں حقیقی باغی سمجھتے تو ان سے کبھی صلح نہ کرتے اور ان دونوں بزرگوں نے آخر میں صلح کر لی۔ اور صلح کے علاوہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بھی بیان فرمائے۔ جسے فقیر نے روایات الرفاہیہ میں نقل کی ہیں۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقی باغی ہوتے تو سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ان کی تعریف نہ کرتے اور نہ ہی فضائل بیان کرتے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی صلح بلکہ مستقل خلیفہ مان کر ان کی بیعت کرنا تو شیعہ کو بھی مسلم ہے اگر واقعی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقی باغی ہوتے تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ہرگز ان کی بیعت نہ کرتے اور سیدنا امام حسین ودیگر صحابہ کرام واہلبیت رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقی باغی ہوتے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جیسے یزید خبیث کی بیعت سے کھلم کھلا نہ صرف انکار بلکہ خونریز جنگ لڑ کر شہید ہو گئے تو یہاں بھی کرتے یزید کے دور میں تو اکیلے خود مجتہد تھے یہاں تو دوسرے اکابر اہلبیت کے علاوہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔

ثابت ہوا کہ حدیث شریف میں لفظ باغی سے مراد حقیقی باغی نہیں بلکہ لفظ باغی سے اس کا لغوی معنی مراد ہے یعنی مطالبہ کرنے والا اور وہ صحیح ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا اور اس میں ان کی کیا تخصیص ہے اس مطالبہ میں اور بھی اکابرِ صحابہ اور ام المؤمنین سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی شریک ہیں۔ مزید جوابات فقیر کی کتاب ”صرف العنان عن مطاعن معاویہ بن ابی سفیان“ میں ملاحظہ ہو۔

سوال:

حدیث بخاری میں صاف ہے کہ عمار باغی گروہ کو جنت کی دعوت دینگے لیکن باغی گروہ انہیں دوزخ کی دعوت دینگے۔

جواب:

اس سے کون انکار کرتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ خطاء کے مرتکب ہوئے اور وہ خطاء واقعی دوزخ کا موجب ہے لیکن یہ کب ضروری ہے کہ فعل غلط سے اس کا مرتکب مجرم ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خطاءً قبطی کو قتل کیا اور اس عمل سے خود کو ظالم بھی کہہ رہے ہیں بلکہ اسے عمل الشیطان بھی فرمایا چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

قال ھذا من عمل الشیطن ط انہ عدو مضل مبین o قال رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفر لہ ط انہ ھو الغفور الرحیم (پ۲۰ قصص)

ترجمہ: ''بولا یہ ہوا شیطان کے کام سے بیشک وہ دشمن ہے بہکانے والا صریح بولا اے میرے رب میں نے بُرا کیا اپنی جان کا سو بخش دیا بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان''۔

کیا کسی کو جزاءت ہو سکتی ہے کہ اس فعل غلط کے مرتکب کو کہدے کہ وہ ناری ہیں یونہی آدم علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور دیگر پیغمبران عظام کے امور خطائیہ۔

بلکہ شرع مطہرہ تو عام انسان خاطی کو بھی دوزخی نہیں فرمایا بلکہ اسکے لئے نوید جنت ہے مثلاً بھول کر روزہ میں کھانا پینا اسکے لئے بھی یہی کہیں گے فعل ناری ہے لیکن عامل ناری نہیں۔ یونہی داعیانِ الی النار کا فعل تو ناری ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ اسکے داعی بھی ناری ہوں۔

سوال:

تمہاری اپنی لکھی حدیث میں صراحۃً ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل وسالب جہنمی ہیں لیکن یہاں انکار کر رہے ہیں۔

جواب:

سند کے لحاظ سے روایت مذکورہ قابل استدلال نہیں اگر ہو بھی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ابنِ سبا کی ٹولی بھی تو تھی جیسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں اس قسم کے لوگ گھسے ہوئے تھے تو ابن سبا کی ٹولی کے لیے ہے۔

باب نمبر ۶۲

الاستعانۃ بالنجار والصناع فی اعواد المنبر والمسجد

ترجمہ: بڑھئی اور کاریگر سے مسجد اور منبر کے تختوں کو بنوانے میں تعاون حاصل کرنا

عن سهل قال بعث رسول الله ﷺ الی امراۃ مری غلامک النجار یعمل لی اعوادا اجلس علیهن۔

ترجمہ: سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ایک عورت کے یہاں ایک آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے کہیں کہ میرے لئے (منبر) لکڑیوں کے تختوں سے بنادے جس پر میں بیٹھا کروں۔

عن جابر بن عبد الله ان امراۃ قالت یا رسول الله ﷺ الا اجعل لک شیئا تقعد علیه فان لی غلاما نجارا قال ان شئت فعملت المنبر۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا میں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز نہ بنادوں جس پر آپ بیٹھا کریں۔میری ملکیت میں ایک بڑھئی غلام بھی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا اگر چاہو تو منبر بنوادو۔

شرح:

دونوں روایتوں میں تضاد کیوں مثلاً پہلی روایت میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے منبر بنانے کے لئے اپنا آدمی بھیجا دوسری روایت میں ہے کہ خاتون نے عرض کی کہ میں اپنے غلام سے منبر بنوادوں۔

جواب:

ان دونوں حدیثوں میں تضاد نہیں ہے۔ہوا یہ تھا کہ عائشہ نامی عورت نے آپ کے لئے منبر بنانے کا وعدہ کیا تھا۔جب اس نے وعدہ پورا کرنے میں دیر کی تو حضور ﷺ نے اس کو وعدہ یاد دلایا۔

باب نمبر ۶۴

من بنٰی مسجد ا

ترجمہ: جس نے مسجد بنوائی

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ یقول عندقول الناس فیہ حین بنی مسجد ا لرسول اللہ ﷺ انکم اکثر تم وانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من بنی مسجد ا قال بکیر حسبت انہ قال یبتغی بہ وجہ اللہ بنی اللہ لہ مثلہ فی الجنۃ۔

ترجمہ: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی تعمیر کے متعلق لوگوں کے اعتراضات کو سن کر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ بہت زیادہ تنقید کرنے لگے حالانکہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ جس نے مسجد بنائی بکیر (راوی) نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے مقصود خداوند تعالیٰ کی رضا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسا ہی ایک مکان جنت میں اس کے لیے بنائے گا۔

شرح:

اس حدیث شریف کے تحت ظہور الباری ترجمہ بخاری میں لکھتا ہے کہ جب پہلی مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو پختہ کروایا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر اعتراض کیا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ دین کے رموز سے واقف تھے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد جب ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے اور آپ کو حالات کا علم ہوا تو آپ نے ایک حدیث سنائی جس میں بصراحت اس بات کی پیشن گوئی تھی کہ ایک دن آئیگا کہ میری مسجد کی پختہ بنیادوں پر تعمیر ہوگی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو اپنے دورِ خلافت میں ذاتی خرچ سے پختہ کروایا تھا اور جب آپ کو یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنائی تو خوش ہو کر اپنی جیب سے پانچ سو دینار آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیئے اس کے علاوہ جب صحابہ نے اعتراض کیا تو آپ نے یہ حدیث پیش کی تھی کہ جس نے ایک مسجد تعمیر کی خدا جنت میں اس کے لئے ویسا ہی مکان بنائے گا۔ گویا آپ کے نزدیک کیفیت تعمیر اس اجر سے مراد ہے (تفہیم البخاری دیوبندی مطبوعہ کراچی)

نوٹ:

یہ حوالہ میں نے عمداً لکھا ہے تا کہ اس سے چند اختلافی مسائل کا حل عرض کروں (ا) حضرت عثمان کی توسیع مسجد نبوی پر صحابہ کرام نے اعتراض کیا بلکہ تعمیرات کے سلسلہ میں عرض کرونگا کہ حجرات ازواج مطہرات دور مسجد قدیم کے گرانے پر سخت اختلاف ہوا یہ صحابہ

کرام کی عادت پر ایک اعلیٰ دلیل ہے کہ وہ جو عمل حضور سرورِ عالم ﷺ کے وقت کے خلاف دیکھتے تو اس فعل کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور اسے بدعت وغیرہ کے لفظ سے تعبیر کرتے لیکن جب مسئلہ جمہور کے نزدیک قابل عمل پاتا تو وہی عمل معمول بہ ہوتا یا بعض موقعہ صحابی کا اجتہاد ہوتا جس پر وہ اختلاف کرنے والے صحابی اپنے اجتہاد یا زمانہ نبوی کے مطابق عمل فرماتے اس سے وہابی دیوبندی فائدہ اٹھا کر اکثر اہلسنت کے معمولات کو بدعت سیئہ میں داخل کرنے کی مذموم حرکت کرتے ہیں یہاں صرف اسکی مثال عرض کر دوں تاکہ اہل علم انکی مذموم حرکت سے آگاہ ہوں فقیر ایک نمونہ دیوبندیوں کے رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی کا ایک سوال اسکی کتاب ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' سے نقل کر کے اسکے جوابات عرض کرتا ہے۔

سوال:

آنحضرت ﷺ کے بلند پایہ صحابی نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے اور درود شریف پڑھنے والوں کو بدعتی فرماتے ہوئے مسجد سے خارج کر دیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس چیز کو تمہارے لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ پسند نہ کرے اُس چیز کو میں بھی تمہارے لئے پسند نہیں کرتا۔ اور ملا علی القاری حنفی نے حدیث اقلها تكفا کی شرح میں صحابہ اکرام کی سادہ زندگی کا نقشہ کھینچ کر بتایا ہے جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ اکرام کا گروہ ذکر اور درود شریف کو مسجدوں یا گھروں میں حلقہ بنا کر بلند آواز کے ساتھ نہ پڑھتے تھے۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک صفحہ ۲۰)

جواب (۱):

صحابہ کرام نے بہت سے امور کو بدعات کہا اور اسکے خلاف سختیاں بھی کیں لیکن شریعت میں وہ مروج ہیں تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ''بدعت ہی بدعت''۔

جواب (۲):

رسول اللہ ﷺ کا یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا کسی کام کو پسند نہ فرمانا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ کام کرنا ناجائز یا حرام ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بہت سے کاموں کو پسند نہیں فرمایا جن میں سے بلند عمارات بنانا بھی شامل ہے اور صحابہ کرام اچھا لباس، عمدہ کھانے، بلکہ جوتوں تک کو پہننا پسند نہ فرماتے تھے جیسا کہ ماہر سیرت کو معلوم ہے تو کیا وہابیوں دیوبندیوں کے نزدیک یہ مذکورہ بالا کام ناجائز اور حرام ہیں تو اعلان کریں اگر جائز اور حلال ہیں تو کیوں؟

جواب (۳):

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں کو اپنی کمال سادگی کی بنا پر مسجد سے چلے جانے کو فرمایا تھا وہ کون لوگ تھے۔ یقیناً وہ تابعین تھے جو کہ خیر القرون میں داخل ہیں۔ اُن کا صلوٰۃ وسلام کے لیے مسجد میں جمع ہو جانا ہی اس فعل خیر کے جواز پر کافی اور وافی دلیل ہے ہاں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا انہیں نکلوانا اسکی وجہ آئیگی ان شاء اللہ۔

جواب (۴):

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی ہیئت کذائیہ کو ناپسند کرتے ہوئے اُن کو صحابہ کرام کی کمال سادگی کی اتباع کی طرف اشارہ فرمایا۔ ورنہ حرمت اور عدمِ جواز کے الفاظ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی جانتے تھے۔

جواب (۵):

مولانا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی اصل عبارت سامنے ہو تو سوال خود بخود حل ہو سکتا ہے۔ مرقات کے قول سے پہلے ملاحظہ ہو صاحب مشکوٰۃ نے عبداللہ بن مسعود کا قول یوں نقل فرمایا ہے۔

عن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تو من علیه الفتنه اولئک اصحاب محمد ﷺ کانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا و اعمقها علما واقلها تکلفا۔ (آخر الحدیث مشکوٰۃ)

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص راستہ رنا چاہے پس وہ راستہ اختیار کرے اُن کا جو وفات پا چکے کیوں کہ زندہ فتنہ سے محفوظ نہیں اور وہ لوگ اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں وہ افضل ہیں اس امت کے زیادہ نیک تھے باعتبار دوسروں کے اور کامل تھے باعتبار علم کے اور بہت کم تھے تکلف کرتے۔

حضرت علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اقلها تکلفا کی شرح میں فرماتے ہیں۔

(اقلها تکلفا) ای فی العمل فانهم کانوا یمشون حفاة ویصلون علی الارض ویاکلون من کل آفیته ویشربون من سور الناس و کذافی العلم فانهم کانوا لا ینکلمون الافی مایعینهم ویقولون فیما لا یدرون لاندرئی و کانو ا یتد افعون الفتوٰی عن انفسهم ویشیرون الی من هواعلم منهم ....ولا یتحلقون للافکا ر والصلوٰت بر فع الصلوٰت فی المسجد ولا فی بیوتهم الخ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلدا صفحہ ۲۶۰)

ترجمہ: کم تھے باعتبار تکلف کے یعنی عمل میں پس وہ ننگے پاؤں چلتے تھے اور زمین پر نماز پڑھتے تھے اور ہر قسم کے برتنوں میں کھاتے اور لوگوں کا جوٹھا پیتے اور اسی طرح علم میں پس وہ غیر مفید باتیں نہ کرتے جو نہ جانتے اس کا انکار کر دیتے اور سائلوں کو اپنے سے زیادہ علم والے کے

پاس بھیج دیتے...... نہ مسجد میں نہ اپنے گھروں میں بلند آواز سے ذکر اور دُرود شریف پڑھنے کیلئے حلقے باندھتے۔

انتباہ:

کیا وہابیوں، دیوبندیوں کا ان تمام باتوں پر عمل ہے یا ان تمام سے لوگوں کو منع کرتے ہیں یا یہ تمام ان کے نزدیک ناجائز و حرام ہیں۔ ہرگز ان کے نزدیک تو صرف صلوٰۃ وسلام ہی ناجائز و حرام ہے اور یہ بھی اپنے پیشوا محمد ابن عبدالوہاب کی تقلید کی بنا پر نہ کہ تحقیق کی بنا پر چنانچہ شیخ نجدی کے متعلق شیخ الاسلام سید احمد بن ذینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کان ینھی عن الصلوٰۃ علی النبی ﷺ ویتاذی من سماعھا وینھی عن الا تیان بھا لیلۃ الجمعۃ وعن الجھر علی المنابر ویؤذی من یفعل ذالک و یعاقبہٗ اشد ا لعقاب حتی انہ قتل رجلا اعمی کان موذنا صالحا ذاصوت حسن نھا ہ عن الصلوٰۃ علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المنارہ بعد الا ذان فلم ینتھ واتی بالصلوٰۃ علی النبی ﷺ فامر بقتلہٖ فقتل ثم قال الربا بۃ فی بیت الخاطئۃ یعنی الذانیہ اقل اثما ممن ینا دی بالصلاۃ علی النبی ﷺ فی المنابر ۔(الدرر السنیّہ صفحہ ۴۸)

تھا منع کرتا (ابن عبدالوہاب) نبی ﷺ پر دُرود پڑھنے سے اور تکلیف محسوس کرتا تھا اُسکے سننے سے اور منع کرتا تھا جمعہ کی رات کو دُرود پڑھنے سے اور مناروں پر بلند آواز سے درود شریف پڑھنے سے اور ایسا کرنیوالوں کو سخت سزا دیتا تھا یہاں تک کہ قتل کروایا اس نے ایک نابینا موذن مرد صالح کو جس کی آواز بہت حسین تھی منع کیا تھا۔ اس کو اذان کے بعد منارے پر دُرود پڑھنے سے مگر وہ نہ منع ہوا پس حکم دیا اس کے قتل کا پھر قتل کیا گیا وہ پھر کہا (ابن عبدالوہاب نے) کہ زانیہ عورت کے گھر باجا وغیرہ بجانے سے نبی ﷺ پر بلند آواز سے دُرود پڑھنا زیادہ گناہ ہے۔

اور اس کی تصدیق حسین احمد صاحب کانگریسی دیوبندی نے اپنے رسالہ الشہاب الثاقب میں بھی کی ہے۔ اس نے لکھا ہے۔

وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ وسلام اور درود بر خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قراءت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ وقصیدہ ہمزیہ وغیرہ کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے اور ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۶۶)

بہر حال سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں یا کوئی اور صحابی رضی اللہ عنہ وہ ہر عمل کو اسطرح دیکھنا چاہتے جیسے حضور ﷺ کے زمانہ میں دیکھا لیکن اکثریت اس جدید عمل کی پابند ہو جاتی تو عملِ شرعی وہی طے پاتا جیسے مسجد نبوی کی تعمیر کا حال اوپر مذکور ہوا اس طریقہء صحابہ کی مزید توضیح کیلئے فقیر کا رسالہ "فضل المعبود فی شرح حدیث ابن مسعود" پڑھئے۔

(۲) حضرت امیر عثمان رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سنکر پانچسو (۵۰۰) دینار عطا فرمانا ہمارے طریقہء نعت خوانی پر نعت خوانوں کو کچھ روپے وغیرہ دینے کی دلیل ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث کی خوشی سے نوازا ہم صاحب حدیث

ﷺ کے کمالات سنکر روپے پیسے نچھاور کرتے ہیں۔ اس مسئلہ کو فقیر نے اپنے رسالہ ''نعت خوانی پر نبوی انعام'' میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

باب نمبر ۶۴

یا خذ بنصول النبل اذا مر فی المسجد

ترجمہ: جب مسجد سے گذرے تو اپنے تیر کے پھل کو تھامے رکھے

سفیان قال قلت لعمرو اسمعت جابر بن عبد اللہ یقول مر رجل فی المسجد و معہ سہام فقال لہ رسول اللہ ﷺ امسک بنصالھا ۔

ترجمہ: سفیان نے کہا کہ میں نے عمرو رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم نے جابر بن عبداللہ سے یہ سُنا ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی سے گذرا وہ تیر لئے ہوئے تھا رسول اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اس کے پھل کو تھامے رکھو۔

باب نمبر ۶۵

المرور فی المسجد

ترجمہ: مسجد سے گذرنا

عن النبی ﷺ قال من مر فی شیء من مساجد نا او اسواقنا بنبل فلیا خذ علی نصالھا لا یعقر بکفہ مسلما۔

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص ہماری مساجد یا ہمارے بازاروں سے تیر لئے ہوئے گذرے تو اسے اس کے پھل کو تھامے رکھنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ اپنے ہی ہاتھوں کسی مسلمان کو زخمی کردے۔

باب نمبر ٦٦

الشعر فی المسجد

ترجمہ: مسجد میں اشعار پڑھنا

ابو سلمة بن عبدالرحمن بن عوف انه سمع حسان ابن ثابت الانصاری یستشهد ابا هریرة انشدک الله هل سمعت النبی ﷺ یقول یا حسان اجب عن رسول الله اللهم ایده بروح القدس قال ابو هریرة نعم۔

ترجمہ: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے خبر پہنچائی۔ انھوں نے حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر گواہ بنا رہے تھے کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ اے حسان رسول اللہ ﷺ کی طرف سے (مشرکوں کو اشعار میں) جواب دو۔ اے اللہ حسان کی روح القدس (جبریل علیہ السلام) کے ذریعہ مدد کر۔ ابوہریرہ نے فرمایا ہاں میں گواہ ہوں۔

شرح:

تفہیم البخاری دیوبندی میں ہے کہ مشرکین عرب حضور ﷺ کی ہجو کہا کرتے تھے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ خاص طور سے ان کا جواب دیتے تھے۔ آپ دربار نبوی کے بلند پایہ شاعر تھے اور مشرکوں کو خوب جواب دیتے تھے۔ آپ کے اس سلسلہ میں واقعات بکثرت منقول ہیں۔ آں حضور ﷺ آپ کے جواب سے محظوظ ہوتے اور دعائیں دیتے۔ مسجد نبوی میں آپ کے لئے خاص طور سے منبر رکھ دیا جاتا اور آپ اسی پر کھڑے ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع میں اشعار سناتے جس میں خود حضور اکرم ﷺ بھی تشریف فرما ہوتے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسجد میں اشعار پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ وہ شریعت کی حدود سے باہر نہ ہوں۔ آں حضور ﷺ حضرت حسان کے ذریعہ مشرکین عرب کے خاص مزاج کے پیش نظر جواب دلواتے تھے۔ (ج ۱ صفحہ ۲۵۰)

تبصرہ اویسی غفرلہ:

دیوبندی مولوی نے بخل سے کام لیا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے شعر گوئی میں صرف ہجو کے لئے اشعار پڑھے۔ حالانکہ ہمہ اوقات ہجو کے اشعار نہیں ہوتے تھے بلکہ بسا اوقات وہ رسول اللہ ﷺ کی نعت گوئی بھی ہوتی بالخصوص یہ موقعہ تو تھا ہی نعت خوانی کا چنانچہ فیوض الباری میں ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد میں نعتیہ اشعار پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

گذرے تو آپ نے ٹوکا اس پر حضرت حسان نے زیر بحث حدیث بیان کی اور کہا میں تو حضور ﷺ کے سامنے بھی شعر پڑھتا تھا اور پھر حضرت ابو ہریرہ سے اس کی شہادت بھی دلوائی۔

حضرت حسان بڑے شاعر اور ادیب تھے۔ حضور سید عالم ﷺ کی مدح ثناء میں اشعار کہتے۔ اور حضور کی حمایت میں کفار کی ہجو فرماتے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے واسطے مسجد میں منبر بچھواتے اور اس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی مدح ثناء کرتے اور کفار کی ہجو فرماتے۔ حضور ﷺ ان کے متعلق فرماتے و جبریل معک ۔ جبریل تمہارے ساتھ ہیں (ابوداؤد) اور کبھی دعا دیتے اللھم ایدہ بروح القدس ۔ الٰہی روح القدس کے ساتھ حسان کی مدد فرما۔

فائدہ:

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حمد و نعت و منقبت و وعظ و حکمت پر مشتمل اشعار کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔ اور یہ کہ حضور ﷺ کی مدح و ثناء کرنا اور آپ کے دشمنوں کی ہجو کرنا باعثِ اجر و ثواب ہے۔ اور جن احادیث میں شعر پڑھنے کی ممانعت آتی ہے۔ اس سے مراد وہ شعر ہیں جو فضول، لغو اور خلافِ شرع و بے ہودہ مضامین پر مشتمل ہوں۔

یاد رہے کہ دیوبندیوں وہابیوں نے مروجہ نعت خوانی کو بدعتِ سیۂ میں داخل کیا ہے اسی لئے کہ اسکے متعلق کبھی خوب دل کی بھڑاس نکالتے ہیں لیکن دبے لفظوں میں اعتراف بھی کر جاتے ہیں فقیر نے اس موضوع پر دو رسالے لکھے (۱) نعت خوانی عبادت ہے (۲) نعت خوانی کی شرعی حیثیت۔

باب نمبر ۶۷

اصحاب الحراب فی المسجد

ترجمہ: حراب والے مسجد میں

ان عائشة قالت لقد رایت رسول الله ﷺ یوما علی باب حجر تی والحبشة یلعبون فی المسجد و رسول الله ﷺ یستر نی بردائه انظر الی کعبهم زادا براهیم بن المنذر قال حدثنا ابن وهب قال اخبر نی یونس عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة قالت رایت النبی ﷺ والحبشة یلعبون بحرابهم۔

ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک دن اپنے حجرہ کے دروازے پر دیکھا اس وقت حبشہ کے لوگ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی چادر مبارک میں چھپا لیا تا کہ میں انکے کھیل کو دیکھ سکوں منذر سے حدیث

میں یہ زیادتی منقول ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب کے واسطہ سے خبر پہنچائی۔ وہ عروہ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب کہ حبشہ کے لوگ چھوٹے نیزوں (حراب) سے مسجد میں کھیل رہے تھے۔

شرح:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ مسجد میں نہیں کھیل رہے تھے بلکہ مسجد سے باہران کا کھیل ہورہا تھا۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ بات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت نہیں ہے اوران کی تصریحات کے خلاف ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس کھیل پر ناگواری کا اظہار کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نیزوں سے کھیلنا صرف کھیل کود کے درجے کی چیز نہیں ہے بلکہ اس سے جنگی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں جو دشمن کے مقابلہ کے وقت کام آئیں گی۔ مہلب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ چونکہ مسجد دین کے اجتماعی کاموں کے لئے بنائی گئی ہے اس لئے وہ تمام کام جن سے دین کی اور مسلمانوں کی منفعتیں وابستہ ہیں۔ مسجد میں کرنا درست ہیں۔ اگرچہ بعض اسلاف نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسجد میں اس طرح کے کھیل قرآن وسنت سے منسوخ ہوگئے ہیں (تفہیم البخاری دیوبندی)

باب نمبر ٦٨

ذکر البیع والشراء علی المنبر فی المسجد

ترجمہ: مسجد کے منبر پر خرید وفروخت کا ذکر

عن عائشة قالت اتتها بريرة تسا لها فی کتابها فقالت ان شئت اعطیت اهلک ویکون الولاء لی وقال اهلها ان شئت اعطیتها مابقی وقال سفیان مرة ان شئت اعتقتها ویکون الولا ء لنا فلما جاءرسول الله ﷺ ذکر ته ذلک فقال ابتا عیها فاعتقیها فانما الولاؤلمن اعتق ثم قام رسول الله ﷺ علی المنبر وقال سفیان مرة فصعد رسول الله ﷺ علی المنبر فقال مابال اقوام یشتر طون شروطالیس فی کتاب الله من اشترط شرطا لیس فی کتاب الله فلیس له.وان اشترط مائة مرة ورواه مالک عن یحی عن عمرة ان بریرة ولم یذ کر صعد المنبر۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بریرہ رضی اللہ عنہا ان سے کتابت کے بارے میں مشورہ لینے آئیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے آقاؤں کو (تمھاری قیمت) دے دوں (اور تمہیں آزاد کرادوں) اور تمھارا ولا کا تعلق مجھ سے قائم ہو اور بریرہ کے

آقاؤں نے کہا (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہ اگر آپ چاہیں تو جو قیمت باقی رہ گئی ہے وہ دے دیں اور ولا کا تعلق ہم سے قائم رہے۔ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو میں نے ان سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو اور ولاء کا تعلق تو اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو آزاد کر دے۔ پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے۔ سفیان نے ایک مرتبہ کہا پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا جو ایسی شرائط کرتے ہیں جن کا کوئی تعلق کتاب اللہ سے نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط کرے گا جو کتاب اللہ میں ذکر شدہ شرائط کے غیر مناسب ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی چاہے سو مرتبہ کر لے۔ اس حدیث کی روایت مالک نے یحییٰ کے واسطہ سے کی وہ عمرہ سے کہ بریرہ اور انھوں نے منبر پر چڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔

شرح:

اس حدیث کو کتاب البیوع میں مفصلاً عرض کرینگے ان شاء اللہ۔

حل لغات:

الکتابۃ بمعنی جو لکھا جائے اور اصطلاح فقہ میں کوئی غلام اپنے آقا سے طے کر لے کہ ایک متعینہ مدت میں اتنا روپیہ یا کوئی اور چیز وہ اپنے آقا کو دے گا۔ اگر وہ اس مدت میں وعدہ کے مطابق روپیہ آقا کے حوالے کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا اسی کو کتابت یا مکاتبت کہتے ہیں غلام کی آزادی کے بعد بھی آقا اور غلام میں ایک تعلق شریعت نے باقی رکھا ہے جسے ولاء کہتے ہیں اور اس کے کچھ حقوق بھی ہیں۔ جسکی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

باب نمبر ۶۹

التقاضی والملازمۃ فی المسجد

ترجمہ: قرض کا تقاضہ اور قرض دار کا پیچھا مسجد تک کرنا

عن کعب انہ تقاضی ابن ابی حدرد دینا کان لہ علیہ فی المسجد فارتفعت اصواتھما حتی سمعھا رسول اللہ ﷺ وھو فی بیتہ فخرج الیھما حتی کسف سجف حجرتہ فنادی یا کعب قال لبیک یا رسول اللہ ﷺ قال ضع من دینک ھذا واوما الیہ ای الشطر قال لقد فعلت یا رسول اللہ قال قم فاقضہ۔

ترجمہ: کعب سے ہے کہ انھوں نے مسجد نبوی میں ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کا تقاضا کیا (اسی دوران میں) دونوں کی گفتگو تیز ہوگئی اور

رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے معتکف سے سن لیا۔آپ ﷺ پردہ ہٹا کر باہر تشریف لائے اور پکارا کعب!کعب رضی اللہ عنہ بولے لبیک یارسول اللہ ﷺ!آپ نے فرمایاتم اپنے قرض میں سے اتنا کم کردو۔آپ ﷺ کا اشارہ تھا کہ آدھا کم کردیں۔انھوں نے کہایا رسول اللہ ﷺ میں نے کردیا پھر آپ ﷺ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا اچھا اب اُٹھو اور ادا کردو۔

باب نمبر ۷۰

کنس المسجد والتقاط الخرق والقذی والعیدان

ترجمہ: مسجد میں جھاڑو دینا اور مسجد سے چیتھڑے کوڑے کرکٹ اور لکڑیوں کو چُن لینا

عن ابی ھریرۃ ان رجلا اسود او امراۃ سوداء کان یقم المسجد فمات فسال النبی ﷺ عنہ فقالو امات فقال افلا کنتم اذنتمونی بہ دلونی بہ علی قبرہ او قال قبرھا فاتی قبرہ فصلی علیھا ۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ایک حبشی مرد یا عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ایک دن اس کا انتقال ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسکے متعلق دریافت فرمایا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ تو انتقال کرگئی آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہ بتایا۔اچھا اس کی قبر تک مجھے لے چلو۔پھر آپ ﷺ قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز پڑھی۔

شرح:

راوی کو شک ہے کہ جھاڑو دینے والی عورت تھی یا مرد لیکن بیہقی وابن خزیمہ کی روایت میں تصریح ہے کہ وہ ایک خاتون تھی جسکا نام اُمِ مِحجن تھا رضی اللہ عنہا (فیوض الباری)

ردِ دیوبند:

اس حدیث سے دیو بندیوں کے رئیس المحرفین نے حاضر وناظر کے مسئلہ پر حملے کئے ہیں فقیر اسکے سوال کا جواب ضروری سمجھتا ہے۔

دیو بندی وہابی کا سوال یوں ہے۔

سوال:

صحیح بخاری ج اصفحہ ۶۵۔ مسلم ج اصفحہ ۳۰۹ طیالسی صفحہ ۳۲۱ وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرد یا عورت آنحضرت ﷺ کے عہد میں مسجد نبوی کی خدمت اور صفائی کیا کرتا تھا۔ وہ رات کے وقت فوت ہو گیا۔ صحابہ کرام نے اُس کو دفن کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع نہ دی کچھ عرصہ گذر گیا۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا وہ شخص خادم مسجد کہاں ہے۔ صحابہ کرام نے کہا اُس کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور ہم اُس کو دفن کر آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا" افلا آذنتمونی به دلو نی علٰی قبره "تم نے مجھے اُس کے جنازہ کی اطلاع کیوں نہیں دی چلو مجھے اُس کی قبر بتلاؤ۔ چنانچہ صحابہ کرام نے آپ کو اُس کی قبر بتلائی اور آپ نے اُس کیلئے دعا کی۔

اگر آنحضرت ﷺ قبر میں میت کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ تو اُس شخص سے بھی" ما تقول فی هٰذا الرجل "سوال ہوا ہو گا۔ اور فریقِ مخالف کے مذعوم کی بناء پر آپ وہاں تشریف لے گئے ہوں گے۔ اُس کو دیکھا ہو تو پھر کیوں پوچھتے ہیں۔ فلاں شخص کہاں ہے ؟ اس کو کیا ہوا تم نے مجھے جنازہ کی اطلاع کیوں نہ دی۔ اُس کی قبر بتلاؤ۔ کیا جناب رسول اللہ ﷺ نے دیدہ دانستہ صحابہ کرام سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ یہ جھوٹ ہو گا۔ یا سچ (العیاذ باﷲ) (آنکھوں کی ٹھنڈک صفحہ ۱۳۴)

تعلیم انسانیت کا مقصد ادا کرنا ہے۔

فنِ اصول میں ایک قاعدہ ہے کہ خصوص کی نفی سے عموم کی نفی نہیں ہوتی۔ (اتقان) مطول میں ہے" انتفاء الخاص لا یوجب انتفاء العام "اسی طرح مسلم اور اس کی شرح میں بھی ہے۔

مخالف نے واقعات و حکایات پیش کر کے مسئلہ کی بناء کھڑی کی جسے ہم نے مذکورہ قانون سے اُس کی تمام بنا کو توڑ کر رکھ دیا۔ ہمارے پیش کردہ دلائل میں سے لفظ "ھٰذا" عموم پر دلالت کرتا ہے۔ اور پھر ان واقعات میں یہ بھی نہیں کہ میں قبور میں جلوہ گر نہیں ہوتا۔ یہ تو شریعتِ مطہرہ کے قوانین کو مُرتب کرنے کی تعلیم تھی مثلاً ہر مسلم خواہ دنیوی مرتبہ میں بڑا ہو یا چھوٹا اِسلامی اخوت میں مساوات کا حق دار ہے۔ اسی لیے سرورِ عالم ﷺ نے صحابہ کرام کو تنبیہ کر دی کہ مجھے اطلاعِ دینی لازمی تھی۔ بلکہ موطا امام مالک ص ۷۸ والی حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے صحابہ کرام کو قبل از وقت خبر دار فرمایا کہ اُس کی موت کے بعد مجھے جنازہ کے لئے بُلانا قبر کے متعلق پوچھنے سے لاعلمی ثابت کرنا جہالت ہے۔ جبکہ حضور ﷺ اہلِ قبور کے نہ صرف اسماء جانتے بلکہ اُن کے اعمال سے بھی باخبر تھے۔ بُخاری شریف باب اثبات عذاب القبر میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "مرّا لنبی ﷺ بقبرین یعذ بان فقال انهما یعذ بان وما یعذ بان فی کبیرا ما احدهما ان لا یستر من البول واما الآخر فکان یمشی بالنمیمة الحدیث"

حضور علیہ السلام دو قبروں پر گذرے جن پر عذاب ہو رہا تھا۔ فرمایا کہ ان دونوں شخصوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی دشوار بات میں عذاب

نہیں ہورہا ہے۔ ایک ان میں سے پیشاب سے نہ بچتا تھا دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ اسی طرح سینکڑوں واقعات احادیث صحاح میں موجود ہیں۔ بلکہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے صدقے آپ کی اُمت میں سے بے شمار اولیاء کرام کو کشفِ قبور حاصل تھا۔ بلکہ یہ ایک فن ہے جو چند مجاہدات کے بعد ہر ایک کو حاصل ہوسکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ گکھڑوی اور اُس کی قوم نے حضور ﷺ کو اتنا گیا گذرا سمجھا کہ خادمِ خاص کی قبر کی لاعلمی بتلانے پر موٹی سرخیوں میں دلائل کی نشاندہی کی۔ حالانکہ اس میں تو لطیف اشارہ تھا کہ اے میری اُمت تم کسی ایک کو حقیر و ذلیل نہ سمجھنا بلکہ اُس کی موت کے بعد بھی اُس کی قبر پر جانا۔ اور آپ خود اسی لئے تشریف لے گئے تاکہ آئندہ نسل میں ایک قوم کی تردید ہوجائے تو قبور پر جانے سے روکتے پھریں گے۔

واضح باد! فقیر نے ''دلوں کے چین'' کے مقدمہ میں عرض کیا ہے، کہ ہمارا عقیدہ حضور ﷺ کے بارے میں نورانیت کے لئے ہے اور مخالف کی ہمیشہ عادت ہے کہ وہ ہمارے عقیدے کو نہ سمجھتے ہوئے جسمانیت مُبارکہ کی نفی کے دلائل پیش کرتا ہے۔ اور عرض کیا تھا کہ اس چالاکی سے عوام کو گمراہ کردیتے ہیں۔ چنانچہ ان مکاروں کی ایک غداری یہ بھی ہے جو دلیل ہذا میں پیش کی گئی ہے۔ اور سینکڑوں ایسی دلیلیں بنا کر عوام کو بہکاتے ہیں۔ پناہ بخدا۔

باقی رہا یہ سوال کہ رسول اللہ ﷺ نے دیدہ دانستہ الخ یہ بھی جھوٹ نہیں بلکہ مصلحت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ ایک حیثیت کا حکم دوسرے حکم کے منافی نہیں ہوتا اور ایک حیثیت کی وجہ سے سوال کیا جائے۔ اگرچہ علم بھی ہو تو جھوٹ نہیں ہوتا مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام بشری صورت میں تشریف لا کر حضور ﷺ سے پوچھتے ہیں، اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ احسان کیا ہے؟

حدیث یوں ہے:

عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ ذات یوم اذ طلع عینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لایری علیہ اثر السفر و لا یعرفہ منا احد حتی جلس الی النبی صلی ﷺ فاسند رکبتیہ الیٰ رکبتیہ و وضع کفیہ علی فخذیہ وقال یا محمد اخبرنی عن الاسلام، قال الاسلام ان تشھد ان لاالٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتوتی الزکوٰۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا قال صدقت فعجبنا لہ یسئلہ ویصدقہ قال فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن باللہ وملائکتہ و کتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتومن بالقدر خیرہ وشرہ قال صدقت قال فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک قال فاخبرنی عن الساعۃ قال ماالمسئول عنھا باعلم من السائل قال فاخبرنی عن امارتھا قال ان تلد الامۃ ربتھا وان تری الحفاۃ العراۃ العالۃ رعاء الشاء یتطاولون فی البیان قال ثم انطلق فلبثت ملیا ثم قال لی یاعمر اتدری من السائل قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانہ جبریل اتاکم یعلمکم دینکم (رواہ مسلم)

اب بتایئے کیا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اسلام، ایمان اور احسان کا علم نہیں تھا؟ یقینی تھا لیکن علم کے باوجود لاعلم بنے بیٹھے ہیں۔ اور سوال در سوال کر رہے ہیں۔ تو کیا معاذ اللہ جبرئیل علیہ السلام جھوٹ بول رہے ہیں۔ جھوٹ نہیں بلکہ بشری صورت میں تشریف لاکر سائل بنے۔ لیکن ملکی صورت کو پوشیدہ فرمایا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کا قبور میں جلوہ گر ہونا دوسری حیثیت سے ہے اور پھر قبور میں جلوہ گری عالمِ برزخ کا مسئلہ ہے۔ اور عالمِ دنیا میں دوسرے احکام ہیں کتاب حاضر و ناظر کے مقدمہ میں اسے تفصیل سے عرض کیا گیا ہے۔

حدیثِ پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایمان واسلام واحسان کے متعلق سوال کر کے جواب چاہا۔

وہابی نے مولانا محمد عمر صاحب پر طنزاً چند اعتراض کئے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ھلا آذنتمونی تم نے مجھ سے کیوں اجازت نہیں لی، یہ معنے کس کتاب میں ہے۔

(۲) پھر کس کتاب میں ملے گا کہ "فکانھم صغروا امرھا" کا یہ معنے ہے کہ صحابہ کرام نے بے اذنی کو معمولی سمجھا تھا۔

(۳) اس کا ثبوت کس کتاب میں ملے گا کہ اُس عورت کی ولایت آپ کے سپرد تھی۔

(۴) یہ بھی بتائیں کہ "دُلّونی علیٰ قبرہٖ" میں اجازت کے بغیر جنازہ پڑھانے کی تردید صحیح ہوئی یہ تردید تو بقول مولوی محمد عمر صاحب "ھلا آذنتمونی" کے جملہ سے ہو چکی ہے۔ اس کی کیا ضرورت رہی ہوش سے جواب دینا، (آنکھوں کی ٹھنڈک، ص ۱۲۵)

الجواب للسوال الاوّل:

اہلِ علم جانتے ہیں کہ احادیث کا مفہوم و مطلب لفظی ترجمہ سے ہٹ کر اصلی مقصد بیان کرنا جائز ہوتا ہے۔ حضرت مولٰنا محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کا اصلی مقصد بیان فرمایا ہے۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب کی تحقیق کا وہابی جاہل کو پتہ تو چل گیا ہوگا۔ لیکن ضدی ہوتا ہے لادوا کے مطابق اس کی ہٹ دھرمی کو توڑنے کے لیے گذارش ہے کہ حضرت مولٰنا محمد عمر صاحب نے "فکانھم صغروا امرھا" میں بھی حدیث شریف کے اصل منشاء کو بیان فرمایا ہے۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھا کہ ایسے معمولی انسان کے لئے حضور ﷺ کو کیوں تکلیف دی جائے۔ چنانچہ فیض الباری ج ۲ صفحہ ۵۷ میں ہے "فلم یو قظوا النبی ﷺ لکراھۃ ایقاظ النبی ﷺ وخفۃ امرہ عندھم" انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو بیدار نہ کیا تا کہ آپ کے آرام میں خلل نہ آئے اور پھر اس شخص کا معاملہ بھی معمولی سمجھا اور یہی بات وہابی بھی مانتا ہے۔ اور حضرت مولٰنا محمد عمر صاحب کا بھی یہی منشاء ہے۔ باقی رہا حضرت مولانا محمد عمر صاحب کا یہ فرمانا کہ صحابہ کرام نے بے اذنی کو معمولی سمجھا تھا یہ مبنی بر حقیقت ہے۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم نہیں تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت لینا ضروری ہے۔ اور نہ ہی اُنہیں علم تھا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بغیر ہم سے فرضیتِ نماز ساقط ہوگی۔ کیونکہ انہیں ان دونوں باتوں کا علم ہوتا تو حضور ﷺ کو ضرور بیدار کرتے، جیسے دوسری وقتی نمازوں کیلئے ہوتا۔ چنانچہ فرضیت کا حوالہ آپ پہلے جواب میں پڑھ چکے ہیں۔

دوسرا حوالہ کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بغیر اُن سے فرضیتِ صلوٰۃ جنازہ کا ساقط نہ ہونا حاشیہ بخاری ج ا صفحہ ۶۵ میں ہے کہ

ذکر السیوطی فی الموذج اللبیب انہ ذکر بعض الحنفیۃ انہ فی عھدہ لایسقط فرض الجنازۃ الابصلوتہ۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی الموذج اللبیب میں فرمایا کہ بعض حنفیوں نے ذکر فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں کسی سے نمازِ جنازہ کی فرضیت ساقط نہ ہوتی۔ جب تک آپ تشریف نہ لائے۔

فائدہ:

فیض الباری ج ا صفحہ ۵۷ میں اوپر والی عبارت کا خلاصہ نقل کر کے اذا مکن شرکۃ جبکہ آپ کی شرکت ممکن اضافہ فرما کر لکھا کہ قلت ومن ذھب ھذا المذھب فقد اصاب واجاد۔ میں کہتا ہوں کہ جو بھی بات کہہ گیا وہی مصیبت ہے اور بہت خوب۔

فقیر اویسی غفرلہٗ نے یہ جملہ اس لئے لکھ دیا کہ چور، ڈاکو یہ نہ کہہ دے کہ بعض حنفیوں کا قول غیر معتبر ہے اب یہ بات نہ کہہ سکیں گے کہ ان کے مُحدث صاحب نے اس مذہب کو اصوب واجود مانا ہے جس بات کو تمہارا گرُو اصوب واجود مان رہا ہے اسی بات کو حضرت مولٰنا محمد عمر صاحب اذنی کو معمولی سے تعبیر فرما رہے ہیں۔

الجواب للسوال الثالث

اندرونِ خانہ میں بیٹھ کر لکھ دینا کہ اس کا ثبوت کس کتاب میں ملے گا۔ الخ تم پر چونکہ خدا کی مار پڑی ہے کہ رات دن اللہ والوں کے عیوب ونقائص میں کاغذ سیاہ کرتے رہتے ہو۔ بڑی کتابوں کے حوالے لکھوں تو ہیرا پھیری کرو گے لو یہ تمہارے اپنے مولوی کی کتاب فیض الباری ج ا صفحہ ۵۷ ہے۔

واما فی الحدیث الباب فادعی الحنفیۃ ان النبی ﷺ کان ولیا فلا باس با عادتہ۔

یعنی اس باب میں احناف نے دعویٰ کیا ہے کہ چونکہ حضور ﷺ میت کے ولی تھے اس لیے آپ کا دوبارہ نماز پڑھنا صحیح ہوا۔

فائدہ:

بے چارہ تو ایک بی بی کی ولایت نبی ﷺ کی سپردگی کے لئے رو رہا تھا۔ اُس کے بڑے مولوی نے حضور ﷺ کی ولایت سب پر ثابت کردی۔

الجواب للسوال الرابع

جس کسی کا دماغ خراب ہوتا ہے تو پھر وہابی کی طرح مہمل اعتراض کرتا ہے وہابی جی "دلونی علیٰ قبرہٖ" میں اجازت کے بغیر نماز پڑھانے کی عملی تردید ہو رہی ہے۔ اس لئے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اجازت کے بغیر نماز پڑھ لی تو حضور ﷺ نے

افلا آذنتمونی میں اولاً علماً تردید فرمائی۔ اب علیٰ قبرہ عمل کر کے تردید فرمارہے ہیں۔ جیسے علم وعمل میں فرق ہے ایسے یہاں، لیکن وہابی بے چارے کو نہ علم کی خبر ہے نہ عمل کی۔

ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ نہایت ہی تحقیق سے جواب پیش کئے لیکن وہابی کو اپنی بدحواسی کا علاج کرنا چاہیئے کہ بارگاہِ نبوی میں گستاخی و بےادبی کی حدیں توڑ رہا ہے کہ احادیث کا مطلب اپنی رائے کے مطابق کرتا ہے۔ مثلاً اسی حدیث شریف میں کہا کہ آپ نے اس کے لیے دعا کی۔ صفحہ ۱۳۴ اور صفحہ ۱۲۸ پر لکھا، کھڑے ہو کر اُس کے لئے دعا کی یہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ کیونکہ تمام محدثین نے اُسے صلوٰۃِ جنازہ مراد لی ہے۔ اسی پر امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذاہب کی تحقیق شارحین نے لکھی، لیکن صرف تم ہی اپنی بدحواسی سے صرف دعا مراد لے رہے ہو۔ اور پھر حدیث کو نا تمام چھوڑ کر کچھ آگے نقل کرتا تو اہلِ حق خود ہی انصاف کرتے کہ حضور ﷺ کی شان کتنی بلند ہے کہ وہ نہ صرف اسی خادم مسجد کی قبر کے حال سے واقف تھے بلکہ جملہ اہل قبور کے معاملات سے باخبر تھے لیکن وہابی جانتا تھا کہ اگر میں سالم حدیث لکھوں تو میرا پول کھل جائے گا۔

فقیر اویسی رضوی غفرلہٗ مسلم شریف ج ۱ صفحہ ۳۱۰ سے سالم حدیث نقل کر کے حدیث کا اصل مقصد پیش کرتا ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنهٗ ان امراة سودا كانت تقم المسجد او شاباً فقدها رسول الله ﷺ فسال عنها او عنه فقالو امات قال افلا كنتم آذنتمونی قال فكانهم صغروا امرها او امرهٗ فقال دلونی علیٰ قبره فدلوه فصلی عليها۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ رنگ کی بی بی (یا ایک نوجوان) مسجد نبوی کو جھاڑو دیتی تھی اسے رسول پاک ﷺ نے موجود نہ پاکر پوچھا کہ وہ کہاں ہے۔ عرض کی وہ فوت ہوگئی ہے آپ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہ بتایا راوی کہتے ہیں کہ گویا اس کا معاملہ معمولی تصور کیا آپ نے فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ آپ کو اس کی قبر دکھائی گئی آپ نے نماز پڑھی۔

یہاں تک وہابی نے اردو ترجمہ غلط ملط کر کے حدیث کو لکھا اب آگے والا جملہ ملاحظہ ہو۔

ثم قال ان هذه القبور مملوة ظلمة علی اهلها وان الله نور ها لهم بصلوتی عليهم۔

پھر فرمایا قبریں ظلمات سے بھرپور تھیں۔ اللہ نے انہیں میری نماز کے صدقے نور سے معمور فرمادیا۔

فائدہ:

حدیث شریف میں کہیں نہیں ہے کہ مجھے قبر والے کا کچھ علم نہیں یا میں اُس کے سامنے ہوا تو میرے متعلق سوال وجواب ہوا یا نہ

(۱) اصل مقصد تو تھا صحابہ کرام کو آئندہ تنبیہ ہوجائے کہ میرے بغیر تمہارا جنازہ ادا کرنا نہ پڑھنے کے برابر ہوگا۔

(۲) انہیں معلوم ہوجائے کہ مجھے ہر فردِ امت کے ساتھ محبت ہے۔

(۳) آئندہ کسی کو معمولی سمجھ کر مجھے نہ بلوانا تمہاری غلطی ہے۔ اس سے حضور ﷺ کی تواضع کا اظہار ہوا کہ اتنی بلند ذات اپنے معمولی خادم کے لئے اپنے آرام وقرار کو قربان فرمادیتے ہیں۔

(۴) امت سے اتنا محبت ہے کہ ایک ایک کے معاملہ میں دخیل ہیں۔

(۵) ہر چھوٹے بڑے کے حقوق کی ادائیگی میں سرگرم ہیں۔

(۶) ہر ایک فرد امت کی ضروریات دینی ودنیوی میں اہتمام فرماتے ہیں۔ **کما قال النووی فی شرح مسلم فیه بیان ماکان علیه النبی ﷺ من التواضع والرفق با متہ وتفقد احوالھم والقیام بحقوقھم والاھتمام بمصالحم فی آخرتھم ودنیا ھم** (ج اصفحہ ۳۱۰)

ترجمہ: نووی نے شرح مسلم میں فرمایا کہ اس میں نبی علیہ السلام کی تواضع اور اپنی امت کے ساتھ مہربانی اور ان کے احوال تجسس اور ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے دنیا وآخرت کے مصالح کا اہتمام ثابت ہوا۔

اور **دلونی قبرہ** میں راز تھا جس سے آج تک تمام دیوبندی وہابی ناآشنا ہو کر اپنے نبی علیہ السلام کی بےادبی وگستاخی کر رہے ہیں حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ کہ اس میں حضور ﷺ کی علوشان کا بیان ہے۔ وہ بایں معنی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے علوشانی نماز جنازہ پڑھ لی تھی اور وہ ان سب کا نہ پڑھنے کے برابر، اب ان کا یہ عمل ضائع ہو گیا۔ حضور ﷺ کو یہ کب گوارا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل ضائع ہو جائے۔ آپ نے ان کے اسی ضائع شدہ عمل کو بچانے کے لئے فرمایا چلو مجھے وہ قبر دکھاؤ تاکہ سارے حضور ﷺ کے ساتھ مل کر نماز جنازہ ادا کریں۔ اور ضائع شدہ عمل کو حاصل فرمالیں۔ ورنہ اگر حضور ﷺ کو قبر کے متعلق لاعلمی تھی تو پھر سب کو قبر کی دلالت کے لئے فرمانے کا کیا مطلب قبر کی دلالت کے لئے صرف ایک فرد ہی کافی تھا۔

دیوبندی وہابی **دلونی علی قبرہ** پیش کر کے ایک میت کی لاعلمی کا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ حدیث شریف میں تمام قبور کے حالات کا علم واضح کر دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا **ان ھذاالقبور علوۃ ظلمۃ الخ** لیکن وہابی کی مثال اس کانے کی ہے کہ اسے بازار لے گئے تو دوبارہ جب دوسری طرف سے گذرا تو کہنے لگا کہ یہ لوگ کتنے چالاک ہیں آناً فاناً دوسرا بازار بنالیا۔ اس غریب کانے کو پھر بھی دوسرا بازار نظر تو آیا لیکن دیوبندی بےچارے کو حدیث شریف کا دوسرا حصہ سمجھ میں نہ آیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نہ صرف ایک قبر کو ملاحظہ کر رہا ہوں بلکہ قبرستان کے تمام قبور کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ سب کی سب ظلمات سے پُر ہیں۔ وہ میرے کرم کے منتظر ہیں۔ اب میں نے جو نماز پڑھی ہے میرے صدقے اللہ تعالیٰ نے ان کو نور سے بھرپور فرمادیا۔

سوال:

مؤطا امام مالک میں حدیث موجود ہے۔ کہ ایک غریب عورت بیمار ہو گئی۔ حضور ﷺ کو جب اس کی بیماری کی اطلاع ہوئی تو

آپ نے فرمایا اگر اُس کی وفات ہو جائے تو مجھے مطلع کرنا تا کہ میں اس کا جنازہ پڑھاؤں۔ تقدیراً اس کی وفات بھی اسی رات ہو گئی صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دیئے بغیر اس کو دفن کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی وفات کا علم تک نہ تھا۔ صبح ہوئی تو صحابہ نے اس بی بی کی وفات کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دی کہ فلاں عورت رات کو دفن کر دی گئی ہے آپ نے فرمایا'' الم امر تکم ان یو ذنونی بھا '' کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ مجھے ضرور اطلاع دینا۔ صحابہ کرام نے عذر پیش کیا۔ کہ حضور رات کا وقت تھا آپ آرام فرما رہے تھے ہم نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر دعا کی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا عقیدہ یہ نہ تھا کہ آپ میت کے پاس حاضر وناظر ہوتے ہیں ورنہ آپ کو اس کی اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی کہ حضرت فلاں عورت رات کو وفات پا چکی ہے'' ماتقول فی ھذا الرجل '' سے سوال اس سے بھی ہوگا۔ اور بقول مخالفین (یعنی اہلسنت) آپ وہاں حاضر ہو کر اس کو دیکھ بھی آئے ہوں گے۔ لیکن باوجود اس کے صحابہ کرام سے اس طرز سے گفتگو فرماتے ہیں کہ بالکل لاعلمی کا ثبوت ہو رہا ہے۔

حضرات (یعنی ناظرین) نبوت اور رسالت کا مرتبہ بہت بلند ہے پیغمبر ظاہر اور باطن قول اور فعل میں کبھی متضاد رنگ اختیار کر کے تلون مزاجی کا ثبوت نہیں دیا کرتے اور نہ ہی العیاذ باللہ اسکی نسبت ہی ان کی طرف کی جا سکتی ہے۔ یہ تو فریب کار لوگوں کا کام ہے کہ وہ ہاتھی کے دانتوں کا نمونہ ہوتے ہیں کہ'' کھانے کے اور دکھانے کے اور'' (آنکھوں کی ٹھنڈک صفحہ ۱۳۶)

جواب:

وہابی نے دوسری احادیث وحوالہ جات کی طرح اس حدیث میں بھی خیانت کی ہے اصل حدیث سنیئے۔

عن ابی اما ۃ بن سھل بن حنیف انہ اخبرہ ان مسکینۃ مر ضت فاخبر رسول اللہ ﷺ بمر ضھا قال و کان رسول اللہ ﷺ یعود المساکین وسئل عنھم فقال رسول اللہ ﷺ ماتت فازنونی بھا فتخرج بجنا ز تھا لیلاً فکر ھو از ن یو قظوا رسول اللہ ﷺ فلما اصبح رسول اللہ ﷺ اخبر بالذی کان من شانھا فقال الم امر کم ان توزونی بما فقالو ا یارسول اللہ ﷺ کر ھنا ان نخرج لیلا ولو قظک فخرج رسول اللہ ﷺ صف بالناس علی قبرھا کبرا ر بع تکبیرات۔

یعنی حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ فلاں مسکینہ عورت بیمار ہے۔ آپ کی عادتِ پاک تھی کہ آپ مسکینوں کی طبع پرستی فرماتے اوران کی ضروریات کے متعلق بھی سوال کرتے۔ آپ نے اس عورت کیلئے بھی فرمایا کہ جب مرجائے تو مجھے اطلاع دینا رات کو وہ فوت ہو گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو نہ جگایا۔ آپ کو صبح اس عورت کے متعلق اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں نہ فرمایا تھا کہ مجھے اطلاع دینا۔ عرض کی حضور! ہم نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا کہ آپ کے آرام میں خلل نہ آئے۔ آپ اس عورت کی قبر پر تشریف لے گئے اوراس کی قبر پر نماز ادا فرمائی اور لوگوں نے صف باندھ کر آپ کے پیچھے نماز ادا کی اور آپ نے چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث شریف میں کہیں یہ لفظ نہیں جو وہابی نے خیانۃً کر کے لکھا کہ آنحضرت ﷺ کو اس کی وفات کا علم تک نہ تھا۔ صرف اس نے صحابہ کرام کی اطلاع سے اجتہاد کیا اور کسی کو کسی معاملہ کی اطلاع دینے سے لاعلمی نہیں ہوتی۔ کیا اللہ تعالیٰ کو فرشتے ہمارے اعمال کی خبر نہیں دیتے وہابیوں کے اس قسم کے اجتہادات نے چورا ہے پر ان کی جہالت وحماقت کا بھانڈا پھوڑا اور کل قیامت میں اس کا روسیاہ ہوگا۔ دوسری خیانت یہ کی کہ نماز پڑھانے کی بات کو حذف کر کے کھڑے ہو کر دعا کی لکھ دیا۔ حالانکہ اس حدیث شریف کے تمام شارحین لکھ رہے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے اس عورت کی نماز جنازہ پڑھائی وہابی جاہل کو اور شروح پڑھنے کب نصیب۔ صرف اپنے مولوی محمد شفیع کا حاشیہ موطا امام مالک دیکھ لیتا ورنہ **صف بالناس علی قبرھا و کبر اربع تکبیرات** تو خود ہی بتاتے ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ناظرین کو اس کی اس دھوکہ سازی کا علم ہونا چاہیئے کہ اس نے یہ دھوکہ سازی اس لئے کی کہ نماز جنازہ کا لفظ اگر لکھ دوں تو لوگ سمجھیں گے کہ حضور ﷺ کی ہر قبر میں زیارت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نمازِ جنازہ کے لئے میت کا سامنے ہونا شرط ہے اور حضور ﷺ کا نماز جنازہ پڑھانے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے لئے اہلِ قبور سے حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس عورت کو سامنے پایا تو نماز پڑھائی ورنہ نماز جنازہ کیوں پڑھائی۔ اہلِ اسلام تو مانتے ہیں کہ عورت پر مٹی کا ڈھیر حضور ﷺ کے لئے حائل نہیں کیونکہ جملہ عالم آپ کے سامنے ہے۔ اسی لئے تو آپ نے جنازہ غائبانہ ادا کیا۔ **وفی المرقاۃ کشف النبی ﷺ عن سریر النجاشی حتی راہ وصلی علیہ احاشیہ موطاء للشفیع الدیوبندی** صفحہ ۷۹ نمبرا

نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے تھا۔ اور آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی حالانکہ دوسروں کے لئے جائز نہیں کیونکہ ہم حضور ﷺ کی طرح نہیں اور عورت پر بھی آپ نے اسی لئے نماز پڑھائی کہ وہ عورت حضور ﷺ کے سامنے تھی چنانچہ مولوی محمد شفیع حاشیۂ موطا صفحہ ۷۹ میں لکھتا ہے۔

لاینبغی ان یصلی علی جنازۃ قد صلی علیھا لیس النبی ﷺ فی ھذا یغرہ۔

حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے لئے لائق نہیں کہ وہ جنازہ پر نماز ادا کرے کیوں کہ اس معاملہ میں کسی دوسرے کا قیاس نہ کیا جائے۔

اس مختصر بحث سے ثابت ہو گیا کہ گھکڑوی نے خیانت کی اور خیانت کی یہی وجہ ہے۔ حضور ﷺ کا قبر پر تشریف لے جانے کا صحابہ کرام کا وہی عقیدہ تھا جو ہمارا ہے لیکن وہابی سے پوچھیئے کہ یہ عقیدہ صحابہ کرام نے کہاں بیان فرمایا ہے۔ یا تمہارا خانہ ساز قاعدہ ہے۔ باقی اطلاع دینے سے سمجھا ہے تو اطلاع دینا لاعلمی یا حاضر نہ ہونے کی دلیل کیسے بن سکتی ہے جب کہ یہی اللہ تعالیٰ کے لئے بھی روزانہ دوبار ہوتی ہے کہ صبح کے فرشتے شام کو ہمارے اعمال کی اطلاع دیتے ہیں اور شام والے صبح کو۔

اور قبر میں حضور ﷺ کے متعلق یقیناً سوال ہوا۔ کیونکہ بخاری شریف ودیگر صحاحِ ستہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس طرز پر سوال کرنا لاعلمی کا ثبوت نہیں بلکہ مصلحت دینی ہے۔ جو حضور ﷺ ہمیشہ ایک عالم کی بات دوسرے عالم کے متعلق

ظاہر نہ فرماتے بلکہ یہ بات ضروریات دین سے تھی۔

ویسے قاعدہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ ایک عالم کا مسئلہ دوسرے عالم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً ہم حضور ﷺ کو اور اسی طرح تمام حضرات انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم السلام کو حقیقی جسمانی حیوۃ کے ساتھ زندہ مانتے ہیں یہاں تک کہ روح اجسم اطہر سے نکلی تو اس کے فوراً بعد روح جسم اطہر میں لوٹائی گئی اس کے باوجود آپ پر تمام قوانین میت جاری کیئے گئے اور دفن بھی کیا گیا۔ اسی اثناء میں نہ حضور ﷺ کی حرکت جسمی کا ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی سانس کا آنا جانا بعد ازاں نہ خوراک و پوشاک اور نہ ہی پینا و دیگر ضروریات اگر کوئی منکر حیات انکار کرے گا تو جواباً کہا جائے گا کہ یہ لوازمات یعنی حرکت جسمانیہ سانس کا آنا جانا وغیرہ عالم دنیا کیلیئے ہیں اور برزخ کے احکام دوسرے ہیں۔ دیکھیئے اس حالت میں حضور ﷺ نے عالم برزخ کے جملہ امور اپنے اوپر جاری کئے۔ لیکن حیاۃ حقیقی کے نہ تم منکر ہو نہ ہم۔ اور پھر اس طریقہ اور روش سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ وہ حضور ﷺ کو مردہ سمجھ کر میت کے احکام جاری کر رہے تھے اگر ان کا عقیدہ حیوٰۃ کا تھا تو میت کے احکام کیوں جاری کئے اور پھر قبر انور میں کیوں دفن کر دیا۔ ماننا پڑا کہ ہر ایک عالم کے احکام اسی عالم سے متعلق ہوتے ہیں نہ لاعلمی ثابت ہوتی ہے اور نہ تلون مزاجی ہے اور نہ ہی فریب کاری اور نہ ہی ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور کی مثال چسپاں ہوتی ہے۔ البتہ جہالت وحماقت کا علاج نہ میرے پاس ہے اور نہ ہی اس کا کوئی علاج خالق کائنات نے پیدا کیا ہے۔

باب نمبر ۱۷

تحریم تجارۃ الخمر فی المسجد

ترجمہ: مسجد میں شراب کی تجارت کی حرمت کا اعلان

عن عائشۃ قالت لما انزلت الا یات من سورۃ البقرۃ فی الربو خرج النبی ﷺ الی المسجد فقراھن علی الناس ثم حرم تجارۃ الخمر۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب سورۂ بقرہ کی ربو سے متعلق آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور ان کی لوگوں کے سامنے تلاوت کی پھر شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا۔

شرح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مسجد میں محرمات کا ذکر ممنوع نہیں اور تحریم خمر کی آیات مسجد میں نازل ہوئیں ان میں خمر

(شراب) قرآن مجید اور مسجد میں ہوا یہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد ہے۔

باب نمبر ۷۲

الخدم للمسجد وقال ابن عباس نذرت لک مافی بطنی محررا للمسجد یخدمه

ترجمہ: مسجد کے لئے خادم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے (قرآن کی اس آیت) ''جو اولاد میرے بطن میں ہے اسے تیرے لیے آزاد چھوڑنے کی میں نے نذر مانی ہے'' کے متعلق فرمایا کہ مسجد کے لئے چھوڑ دینے کی نذر مانی تھی کہ اس کی خدمت کیا کرے گا

عن ابی هریرة ان امراة او رجلا کانت ثقم المسجد ولا اراه امراة فذکر حدیث النبی ﷺ انه صلی علی قبرها۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے ایک عورت یا مرد مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ ثابت نے کہا میرا خیال ہے کہ وہ عورت تھی۔ پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حدیث نقل کی کہ آپ ﷺ نے ان کی قبر پر نماز پڑھی۔

شرح:

یہ آیت پارہ ۳ میں ہے اسکی تفصیل وتشریح ''فیوض الرحمٰن'' میں پڑھیے مختصر یہ کہ حضرت عمران کی بیوی اور حضرت مریم کی والدہ کا واقعہ ہے اور آپ نے نذر مانی تھی کہ میرا جو بچہ پیدا ہوگا اسے وہ مسجد کی خدمت کے لئے وقف کر دیں گی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ گذشتہ اُمتوں میں بھی مساجد کی تعظیم کے پیش نظر اپنی خدمات اس کے لئے پیش کی جاتی تھیں اور وہ اس میں اس حد تک آگے تھے کہ اپنی اولاد کو مساجد کی خدمت کے لئے وقف بھی کر دیا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی امتوں میں اولاد کو نذر کر دینا صحیح تھا۔ چونکہ لڑکوں کی نذر یہ لوگ کیا کرتے تھے اور امرءۃ عمران کے لڑکی پیدا ہوئی اس لئے آپ نے اپنے رب سے معذرت کی

کہ "میرے رب میرے تو لڑکی پیدا ہوئی" الآیہ۔ حضرت عمران کی بیوی کا نام حنہ تھا۔
اور جس عورت کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے اسکی تفصیل بالتطویل گذشتہ اوراق میں گذری ہے۔

باب نمبر ۳۷

الا سیر او الغریم یر بط فی المسجد

ترجمہ: قیدی یا قرض دار جنھیں مسجد میں باندھ دیا گیا ہو

عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال ان عفریتامن الجن تفلت علی البارحة او کلمة نحوها لیقطع علی الصلوٰة فامکننی الله منه واردت ان اربطه الی سارية من سواری المسجد حتی تصبحوا او تنظروا الیه کلکم فذکرت قول اخی سلیمان رب هب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی . قال روح فرده خاسئا۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گذشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے پاس آیا۔ یا اس طرح کوئی ارشاد فرمایا وہ میری نماز میں خلل انداز ہونا چاہتا تھا لیکن خداوند تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دے دی اور میں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے کسی ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں تا کہ صبح کو تم سب بھی اسے دیکھو لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آ گئی "اے میرے رب مجھے ایسا ملک عطا کیجئے جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو" راوی حدیث نے بیان کیا کہ آں حضور ﷺ نے اس شیطان کو نامراد واپس کر دیا۔

شرح:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی پاک ﷺ کا جنات پر بھی قبضہ تھا اسکی تفصیل فقیر کی کتاب "جن ہی جن" اور "جن اور وہابی" میں دیکھئے۔

باب نمبر ۷۴

الاغتسال اذا اسلم و ربط الا سیر ایضافی المسجد وکان شریح یا مرا لغریم ان تحبس الی سارية المسجد

ترجمہ: جب کوئی شخص اسلام لائے تو اس کا غسل کرنا اور قیدی کو مسجد میں باندھنا۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ قرضدار کے متعلق حکم دیا کرتے تھے کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیا جائے

عن ابی ھریرۃ قال بعث النبی ﷺ خیلا قبل نجد فجاءت برجل من بنی حنیفۃ یقال لہ ثمامۃ بن اثال فربطوہ بساریۃ من سواری المسجد فخرج الیہ النبی ﷺ فقال اطلقوا ثمامۃ فانطلق الی نخل قریب من المسجد فاغتسل ثم دخل المسجد فقال اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے چند سوار نجد کی طرف بھیجے یہ لوگ بنوحنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا پکڑ لائے انھوں نے قیدی کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو (رہائی کے بعد) ثمامہ مسجد نبوی سے قریب ایک کھجوروں کے باغ تک گئے اور غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد الرسول اللہ۔

شرح:

ثمامہ بن اثال (رضی اللہ عنہ) کا مفصل واقعہ یوں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت کو حضرت محمد بن مسلمہ کے ساتھ نجد کی جانب روانہ فرمایا۔ وہ قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو جو اہلِ ثمامہ کا سردار تھا اور اس کا نام ثمامہ بن اثال تھا ہاتھ باندھ کر قید کر کے بارگاہِ نبوت میں لے آئے حضور ﷺ نے حکم دیا کہ مسجد کے کسی ایک ستون سے باندھ دو۔ اس کے بعد حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے فرمایا "اے ثمامہ! کیا حال ہے اور تیری رائے اپنے بارے میں کیا ہے؟" اس نے جواب دیا "اے محمد! (ﷺ) میں ٹھیک ہوں اگر آپ مجھے قتل کریں تو آپ ایک خونی کو ماریں گے" مطلب یہ کہ آپ ایسے شخص کو قتل کریں گے جو مستحق قتل ہے۔ اور اگر آپ احسان فرمائیں گے تو آپ ایک شکرگزار پر احسان فرمائیں گے" مطلب یہ کہ آپ اگر جاں بخشی فرمائیں گے تو میں احسان مند ہوں گا اور اگر آپ مجھ سے فدیہ میں مال چاہیں گے تو میں آپ جتنا مال چاہیں گے پیش کر دوں گا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اس کے پاس سے تشریف لے آئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو یہی سوال فرمایا اور یہی جواب اس نے دیا یہاں تک کہ تیسرے دن بھی اس نے یہی جواب دیا۔ تیسرے دن حکم فرمایا "اسے کھول دو اور رہا کر دو" اس کے بعد ثمامہ کھجور کے ایک درخت کے پاس گیا جو مسجد کے قریب ہی تھا۔ وہاں اس نے

غسل کیا اور مسجد میں داخل ہوکر بلند آواز سے کہا "اشھدان لا الہ الااللہ واشھدان محمداً عبدہٗ و رسولہ" اور اس نے کہا "اے محمد! (ﷺ) خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی آپ سے زیادہ میرے نزدیک دشمن نہ تھا اب آپ کا روئے انور میرے نزدیک تمام لوگوں کے چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اور کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ میرے نزدیک برا نہ تھا۔ اب تمام دینوں سے زیادہ مجھے آپ کا دین محبوب بن گیا ہے۔ اور کوئی شہر، آپ کے شہر سے زیادہ، مجھے مبغوض نہ تھا۔ اب آپ کا شہر، تمام شہروں سے زیادہ مجھے محبوب ہو گیا ہے۔ اس نے کہا "آپ کے لشکر نے مجھے پکڑلیا۔ میں چاہتا تھا کہ عمرہ بجالاؤں تو اب آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟" اس پر اسے حضور ﷺ نے بشارت دی اور حکم دیا کہ عمرہ بجالاؤ۔ جب ثمامہ مکہ کے قریب پہنچے تو کسی نے کہا تو صابی یعنی اپنے دین سے بر گشتہ ہو گیا ہے (اور دوسرے دین میں داخل ہو گیا ہے کفار مسلمانوں کو "صابی" کہا کرتے تھے۔ ان کا مقصود ومطلب یہ ہوتا تھا کہ دین حق سے نکل کر دین باطل اختیار کرلیا ہے۔ اس پر ثمامہ نے کہا خدا کی قسم میں صابی نہیں ہوا ہوں لیکن رسول خدا ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں۔ پھر کہا "خدا کی قسم تم ثمامہ سے گندم کا ایک دانہ نہ پاؤ گے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ اجازت نہ دیں گے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

باب نمبر ۷۵

الخیمۃ فی المسجد للمرضی و غیرھم

ترجمہ: مسجد میں مریضوں وغیرہ کے لئے خیمہ

عن عائشۃ قالت اصیب سعد یوم الخندق فی الاکحل فضرب النبی ﷺ خیمۃ فی المسجد لیعودہ من قریب فلم یرعھم وفی المسجد خیمۃ من بنی غفار الا الدم یسیل الیھم فقالو ایااھل الخیمۃ ما ھذا الذی یاتینا من قبلکم فاذا سعد یغزو جرحہ دما فمات منھا۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ غزوہ خندق میں سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ (اکحل) میں زخم آ گیا تھا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے مسجد میں ایک خیمہ نصب کر دیا تھا تا کہ آپ قریب رہ کر ان کی تیمارداری کیا کریں۔ مسجد ہی میں بنی غفار کے لوگوں کا بھی خیمہ تھا سعد رضی اللہ عنہ کے زخم کا خون (جو رگ سے بکثرت نکل رہا تھا) بہہ کر جب ان کے خیمہ تک پہنچا تو وہ گھبرا گئے۔ انھوں نے کہا کہ خیمہ والو! تمھاری طرف سے یہ کیسا خون ہمارے خیمہ تک آیا ہے۔ پھر انھیں معلوم ہوا کہ یہ خون سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے بہہ رہا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال اسی زخم سے ہوا۔

شرح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ زخمیوں اور مریضوں وغیرہ کو بھی مسجد میں رکھا جاسکتا ہے۔ بلا کسی خاص مجبوری کے۔ حدیث میں جو واقعہ ذکر ہوا ہے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسجد نبوی سے اس کا تعلق ہے لیکن سیرت ابن اسحاق میں یہی واقعہ جس طرح بیان ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مسجد نبوی کا نہیں بلکہ کسی اور مسجد سے اس کا تعلق ہے پھر یہاں خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب غزوات وغیرہ میں تشریف لے جاتے تو نماز پڑھنے کے لئے کوئی خاص جگہ منتخب فرمالیتے اور چاروں طرف سے کسی چیز کے ذریعہ اسے گھیر دیتے تھے۔ اصحاب سیر ہمیشہ اس کا ذکر مسجد کے لفظ سے کرتے ہیں حالانکہ فقہی اصول کی بناء پر مسجد کا اطلاق اس پر نہیں ہوسکتا اور نہ مسجد کے احکام کے تحت ایسی مساجد آتی ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قیام بھی اسی طرح کی مسجد میں تھا۔ کیونکہ غزوہ خندق سے فراغت کے فوراً بعد حضور ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تھا اور جیسا کہ حدیث میں ہے کہ غزوہ خندق میں آپ زخمی ہوئے تھے اسلئے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جب فوراً ہی بعد آپ بنو قریظہ کے محاصرہ کیلئے تشریف لے گئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے قریب رکھ کر ان کی دیکھ بھال کیلئے آپ نے اسی مسجد میں انھیں ٹھہرایا ہوگا جو بنو قریظہ کے محاصرہ کیوقت آپ نے وقتی طور پر نماز پڑھنے کیلئے بنائی ہوگی نماز پڑھنے کیلئے ایسی کوئی جگہ جسے اصحاب سیر مسجد کہا کرتے ہیں مسجد کے حکم میں نہیں ہے اور زخمی یا مریض کو بلا کسی خاص ضرورت کے ایسی مسجد میں ٹھہرانا درست ہے۔ مسجد نبوی بنو قریظہ سے تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے اس لئے آپ ﷺ جس وقت بنو قریظہ کا محاصرہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے اگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا ہوتا تو پھر انھیں قریب رکھ کر عیادت کا سوال کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔ ہم نے جو کچھ کہا ہے اس کے لئے ایک اور دلیل یہ ہے کہ بنو قریظہ نے ہتھیار ڈالنے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو فیصل مانا تھا کہ وہ جو کچھ کہیں گے ہم اسے ماننے کے لئے تیار ہیں۔ جاہلیت میں بنو قریظہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قبیلہ دونوں حلیف تھے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ حضرت سعد زخمی ہونے کی حالت میں ہی فیصلہ کے لئے تشریف لائے اور آپ نے اسی موقعہ پر ان کے لئے فرمایا کہ اپنے سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سعد وہیں کسی جگہ مقیم تھے۔

(فائدہ)

یہ واقعہ غزوہ احزاب کا ہے جس میں مدینہ سے باہر نکل کر خندق کھودی گئی تھی۔ اور تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ جاری رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس عرصہ کے لئے حضور ﷺ نے وہاں بھی کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر فرمائی تھی۔ اور حدیث زیر بحث میں جو حضرت سعد کے لئے خیمہ لگانے کا ذکر ہے وہ اسی جگہ پر تھا۔ چنانچہ خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب المفرد میں تشریح کی کہ رفیدہ ایک خاتون تھی جو زخمیوں کا علاج کرتی تھی۔ حضرت سعد انہیں کے پاس علاج کے لئے رکھے گئے تھے (اصابہ)

ابن سعد نے رفیدہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ ان کا خیمہ مسجد نبوی کے پاس ہی تھا اسی میں وہ بیماروں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔

بخاری میں بھی رفیدہ کے خیمہ اور جراحت خانہ کا ذکر ہے۔ نیز مسجد نبوی اس زمانہ میں ایسی نہ تھی جیسی اب ہے۔ اس کا کل رقبہ چھ ہاتھ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس میں بیماروں، مسافروں اور وفود کے خیموں کی گنجائش کہاں ہوگی۔ لہٰذا قرائن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خیمہ مسجد نبوی میں نہ تھا بلکہ غزوۂ احزاب کے موقع پر حضور ﷺ نے جو نماز پڑھنے کے لئے جگہ مقرر فرمائی تھی یہ خیمہ بھی اسی جگہ تھا۔

تعارف حضرت سعد بن معاذ:

آپ انصاری جلیل القدر اکابر و اخیار صحابہ سے ہیں۔ قبیلہ اوس کے سردار تھے، مدینہ میں عقبہ اولیٰ وثانیہ کے درمیان اسلام لائے۔ انہیں کی وجہ سے بنی عبدالاشہل اور ان کے خاندان والے اسلام لائے۔ انصار کے خاندانوں میں یہ پہلا خاندان تھا جس نے اسلام قبول کیا۔ حضور ﷺ نے انہیں سیدالانصار کا خطاب دیا۔ غزوہ بدر و اُحد میں شریک ہوئے اور جوانمردی کے ساتھ لڑے۔ جنگ خندق میں اکحل پر تیر لگا۔ خون بند نہ ہوسکا اور ایک ماہ بعد ۳۷ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ان کے انتقال سے عرش الٰہی لرز گیا۔ ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے (رضی اللہ عنہ)

ادبِ سعد رضی اللہ عنہ:

آپکو ایک فیصلہ کے لئے اسی زخمی حالت میں بلایا گیا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کی مجلس مبارک میں بیٹھ گئے تو ان کے زخم سے خون رک گیا۔ قبیلہ اوس کے لوگوں نے پھر وہی نرمی وشفقت کرنے کی بات حضرت سعد سے بنی قریظہ کے یہود کے لئے شروع کردی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق تم سے ہے کہ جو کچھ میں حکم کروں گا تم سب راضی ہوگے"۔ سب نے جواب دیا "ہم راضی ہوں گے"۔ ارباب سیر کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور آپ کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھ کے آپ کو خاص طور پر خطاب کرنے اور آپ ﷺ کی طرف رخ کو متوجہ کرنے سے اجتناب کیا اور کہا کہ "جو کوئی بھی یہاں موجود ہے میرے حکم پر راضی ہے؟" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "حکم وہی ہے جو تم حکم کروگے"۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ "بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کیا جائے اور ان کی عورتیں اور بچے غلام و باندی بنائے جائیں اور ان کے ساز وسامان اور اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے"۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اے سعد! ان کے بارے میں تم نے وہ حکم دیا ہے جو حق تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے حکم کیا تھا"۔ ایک روایت میں ہے کہ "فرمایا تم نے حکم خدا کے ساتھ حکم دیا ہے"۔ ایک روایت میں ہے کہ بحکم ملک یعنی تم نے ملک کے حکم سے حکم دیا ہے ملک بکسر لام بمعنی حق تعالیٰ اور بفتح لام بمعنی جبریل علیہ السلام، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اے سعد ان کے بارے میں حکم دو۔ اس پر حضرت سعد نے کہا "خدا اور اس کا رسول ﷺ حکم دینے کا سزاوار ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلاشبہ تمہیں حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ "ان کے بارے میں تم حکم کرو"۔

ابن کے بعد حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ "بنی قریظہ کے ہاتھوں کو گردن میں بندھے ہوئے مدینہ طیبہ لے جاؤ۔ اور قید کر دو"۔ ارباب سیر کہتے ہیں کہ قید کی حالت میں ان کے آگے کھجوریں ڈالدی جاتیں چونکہ ان کے ہاتھ بندھے ہوتے تھے وہ انہیں دانتوں سے اٹھا کر کھاتے تھے۔ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ زمین میں خوب گہرا گڑھا کھودا جائے خندق کی مانند اسکے بعد حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے حکم سے تلواریں کھینچ کر ان کی گردنیں اڑائیں اور خون کو خندق میں بہادیا، جب حی بن اخطب کو ہاتھ باندھے حضور ﷺ کے سامنے لایا گیا تو فرمایا" او دشمن خدا! بالآخر حق تعالیٰ نے تجھے میرے ہاتھ میں قید کرادیا۔ اور تجھ پر ذلت وخواری مسلط کر دی اور مجھ کو تجھ پر غالب کر کے حاکم بنایا۔ یہ بڑا شوخ چشم تھا ایسی ذلیل حالت میں بھی حضور اکرم ﷺ کو شوخ چشمی سے جوابات دیئے ۔ (تفصیل مدارج النبوۃ شریف میں ہے)

فائدہ:

اکحل بروزن افعل اسے عرق الحیاۃ ونہر البدن بھی کہتے ہیں۔ انسان کے ہر عضو میں اس کی شاخ ہوتی ہے۔ ران میں جو شاخ ہے اسے عرق النساء اور کمر میں ہے اسے ابہر ہاتھ کی کلائی میں ہے اسے اکحل کہتے ہیں اس کے کٹ جانے کے بعد عموماً خون بند نہیں ہوتا ہے۔ اور آدمی ہلاک ہو جاتا ہے (عینی ج ۲ صفحہ ۴۲۸)

باب نمبر ۷۶

ادخال البعير فی المسجد للعلة وقال ابن عباس طاف النبی ﷺ علی بعیرہ

ترجمہ: کسی ضرورت کی وجہ سے مسجد میں اونٹ لے جانا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا تھا

عن ام سلمة قالت شكوت الى رسول الله ﷺ انی اشتكی قال طوفی من وراء الناس وانت راكبة فطفت و رسول الله ﷺ يصلی الی جنب البيت يقراء بالطور و كتاب مسطور۔

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حجۃ الوداع میں اپنی بیماری کے متعلق کہا تو آپ نے فرمایا کہ

لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر طواف کر لو پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ ﷺ اس وقت بیت اللہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے آپ آیت والطور و کتاب مسطور کی تلاوت کر رہے تھے۔

شرح:

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بوجہ علالت طواف نہ کر سکی تھیں کہ حضور اقدس ﷺ واپس ہونے لگے۔ حضور ﷺ نے ان کو یہ ترکیب بتائی کہ جب لوگ نماز فجر پڑھ رہے ہوں تو تم اونٹ پر بیٹھ کر طواف کر لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بوجہ علالت یا نقاہت طواف نہ کر سکے تو سواری پر طواف کر سکتا ہے۔ رہ گیا امام بخاری کا اس حدیث سے استدلال کہ مسجد میں ضرورۃً اونٹ داخل کرنا جائز ہے۔ اسلئے ساقط ہے کہ عہد مبارک میں مسجد صرف مطاف تک تھی۔ اور مسجد حرام کی کوئی چار دیواری نہیں تھی ہو سکتا ہے حضرت ام المؤمنین نے یہ طواف کعبہ کے باہر کیا ہو۔

نجدی محمد بن عبدالوہاب:

اس نے حدیث مذکورہ کے مطابق اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنا چاہا تو عوام نے مرمت کر ڈالی۔ حالانکہ اس حدیث میں دوسرا احتمال بھی تو ہے لیکن اس نے احتمال اول پر عمل کیا۔ ہاں بیمار یا ضعیف کے لئے ایک بہتر صورت یہ ہے کہ اسے کوئی دوسرا کاندھے پر اٹھا کر طواف کرائے جیسے آجکل ہو رہا ہے کہ پالکی بنا کر دو آدمی اٹھا کر بیماروں، ضعیفوں کو طواف کراتے ہیں۔

باب نمبر ۷۷

، انس ان رجلین من اصحاب النبی ﷺ خرجا من عندالنبی ﷺ احد هما عباد بن بشر و احسب الثانی اسید بن حضیر فی لیلة مظلمة و معهما مثل المصبا حین یضیئا ن بین اید یهما فلما افتر قا صار مع کل واحد منهما واحد حتی اتی اهله

ترجمہ: انس نے بیان کیا کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کی مسجد سے نکلے۔ ایک عباد بن بشر اور دوسرے صاحب کے متعلق میرا خیال ہے کہ وہ اسید بن حضیر تھے۔ رات تاریک تھی اور ان

دونوں اصحاب کے پاس منور چراغ کی طرح کوئی چیز تھی جس سے آگے روشنی پھیل رہی تھی وہ دونوں اصحاب جب ایک دوسرے سے (راستے میں) جدا ہوئے تو دونوں کے ساتھ اسی طرح کی ایک ایک روشنی تھی۔ آخر وہ اس طرح اپنے اپنے گھر پہنچ گئے

شرح:

یہ باب عنوان سے ہے حدیث کو مساجد سے مناسب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی۔ یہ دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما نماز عشاء کے بعد دیر تک مسجد نبوی میں آں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔ پھر جب یہ باہر تشریف لائے تو رات اندھیری تھی اور صحبت نبوی کی برکت سے راستہ منور کر دیا گیا تھا۔ یہ حدیث ایک اعتبار سے دو صحابیوں کی کرامت ہے تو دوسری طرف حضور نبی پاک ﷺ کا معجزہ ہے اسطرح کے اور واقعات بھی منقول ہیں مثلاً (۱) حضرت قتادہ جب شب کو مجلس نبوی سے واپس ہوئے تو ان کے ہاتھ کی لاٹھی روشن ہوگئی (ابن عساکر) (۲) حضرت ابوعبس حضور ﷺ کے پیچھے پانچوں نمازیں پڑھ کر جاتے تو ان کا عصا روشنی دیتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ دار بنی حارثہ تک پہنچ جاتے بیہقی وغیرہ (عینی ج ۲ صفحہ ۴۳۱)"

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث مذکورہ اور دوسرے واقعات میں منکرین کرامات کا رد ہے۔

باب نمبر ۷۸

الخوخة والممر فی المسجد

ترجمہ: مسجد میں کھڑکی اور راستہ

عن ابی سعید الخدری قال خطب النبی ﷺ فقال ان اللہ سبحانہ خیر عبدا بین الدنیا و بین ما عندہ فاختار ما عند اللہ فبکی ابو بکر فقلت فی نفسی ما یبکی ھذا الشیخ ان یکن اللہ خیر عبد ا بین ا لدنیا و بین ما عندہ ہ فاختار ما عند اللہ عزوجل فکان رسول اللہ ﷺ ھوا لعبد و کان ابو بکر اعلمنا فقال یا ابا بکر لاتبک ان امن الناس علی فی صحبتہ و ما لہ ابو بکر و لو کنت متخذا من امتی خلیلا لاتخذت ابا بکر و لکن اخوۃ الاسلام و مودتہ لایبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر۔

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا (وہ جس کو چاہے اختیار کرے) بندہ نے آخرت کو پسند کرلیا۔ اس بات پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر خدا نے اپنے کسی بندہ کو دنیا اور آخرت میں سے کسی کو اختیار کرنے کو کہا اور بندہ نے آخرت اپنے لئے پسند کرلی تو اس میں ان بزرگ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے رونے کی کیا بات ہے۔ لیکن بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ ہی وہ بندہ تھے اور ابوبکر ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا۔ ابوبکر آپ روئیے مت، اپنی صحبت اور اپنی دولت کے ذریعہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے ابوبکر ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا لیکن اس کے بدلہ میں اسلام کی اخوت ومودت کافی ہے۔ مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔

شرح:

حضور نبی پاک ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا اس پر علماء نے بڑی طویل بحثیں کی ہیں۔ کہ خلیل کا مفہوم کیا ہے اور حبیب اور خلیل میں کیا فرق ہے۔ لیکن یہاں خلت سے مراد وہ تعلق ہے جو صرف خداوند تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہوسکتا ہے اور اسی وجہ سے آں حضور ﷺ نے ایسے الفاظ فرمائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے درمیان یہ تعلق ممکن ہی نہیں البتہ اسلامی اخوت ومحبت کا اعلیٰ سے اعلیٰ جو درجہ ہوسکتا ہے وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے درمیان قائم ہے (تفہیم البخاری دیوبندی)

(فائدہ)

ایسی روایات سے ہم نے استدلال کیا ہے کہ جہاں حقیقی معنی ہو وہاں حقیقی معنی موزوں ہے اور جہاں حقیقی معنی کے بجائے مجاز ہو تو مجاز لینا چاہئے جیسے یہاں سے اسی لئے ہم کہتے ہیں عبد حقیقی معنی میں اللہ تعالیٰ سے خاص ہے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ کوئی کسی کا بندہ نہ کہے لیکن مجازی معنی بمعنی خادم وغلام ہے جیسے عبدالرسول وعبدالنبی وغیرہ اسوقت حقیقی معنی کی آڑ دیکر شور مچانا اچھا نہیں یونہی حدیث شریف میں ہے کسی کو سید نہ کہو سید صرف اللہ ہے تو یہاں بھی یہی بات ہے کہ حقیقی سید اللہ تعالیٰ ہے مجازاً غیر اللہ کے لئے استعمال ہوگا۔

خوخہ۔ روزن خانہ۔ روشندان۔ بڑے دروازہ کی کھڑکی۔ اب بھی سیدنا ابوبکر کے باب پر یہی الفاظ کندہ ہیں۔ اس حدیث میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان ہے (۱) اعلم الناس (۲) اخوۃ اسلامی میں نمبر اول (۳) مسجد نبوی میں تمام دروازے بند سوائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے وہ اس لئے کہ مسجد میں داخلہ کے لئے ہر صحابی نے اپنے محاذ پر کھڑکیاں کھول رکھی تھیں تو حضور ﷺ نے تمام

بند کرادیئے سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے (۴) امن الناس۔ یہ وہ فضائل ہیں جو صدیق اکبر کے سوا کسی کو نصیب نہ ہوئے۔ ترمذی کی حدیث میں فرمایا جس کسی نے ہم پر احسان کیا اس کا بدلہ ہم نے دے دیا مگر صدیق کے احسانات ہم پر باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کا بدلہ دے گا۔ حضور سید عالم ﷺ کا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں مذکورہ بالا مقدس الفاظ ارشاد فرمانا کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ ہی تو وہ بات ہے جس کی وجہ سے پوری امت نے حضرت صدیق اکبر کو افضل الخلائق بعد الانبیاء تسلیم کیا ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا امن الناس۔ امتنان سے ہے یعنی مقصود کلام یہ ہے کہ صدیق اکبر کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ اگر کسی اور کے ہوتے تو وہ مجھ پر احسان جتاتا۔ علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: امتنان "احسان رکھنے کے معنی صحیح نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ پر کسی کا احسان نہیں۔

عن ابن عباس قال خرج رسول اللہ ﷺ فی مرضہ الذی مات فیہ عاصبا راسہ بخرقۃ فقعد علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال انہ لیس من الناس احد امن علی فی نفسہ وما لہ من ابی بکر بن ابی قحافۃ ولو کنت متخذ امن الناس خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن خلۃ الاسلام افضل سدوا عنی کل خوخۃ فی ھذا المسجد غیر خوخۃ ابی بکر۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرضِ وفات میں باہر تشریف لائے۔ سر سے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس نے ابوبکر بن قحافہ سے زیادہ مجھ پر اپنی جان ومال کے ذریعہ احسان کیا ہو اور اگر میں کسی کو انسانوں میں خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کا تعلق افضل ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کو چھوڑ کر اس مسجد کی تمام کھڑکیاں بند کردی جائیں۔

شرح:

جب مسجد نبوی کی ابتدائی تعمیر ہوئی تو قبلہ بیت المقدس تھا۔ پھر بیت اللہ الحرام قرار پایا جو مدینہ سے جنوب میں تھا۔ اس وقت مسجد نبوی کا دروازہ شمال کی طرف کردیا گیا تھا چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات مسجد کے چاروں طرف تھے۔ اور مسجد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے آنے جانے کے لئے کھڑکیاں اور دروازے بنائے گئے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے مشرق ومغرب کے دروازوں کو بھی بند کردینے کا حکم دیا۔ شمال کے ایک دروازے کو چھوڑ کر سارے دروازے اور کھڑکیاں بند کردی گئیں البتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کی کھڑکی رہنے دی گئی تھی اور اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ جب آپ (امام ہوں تو آنے جانے کی سہولت پوری طرح رہے (تفہیم البخاری دیوبندی)

فائدہ:

اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو علمِ غیب سے نوازا کہ آنے والے حالات سے کبھی صراحۃً ارشاد فرماتے اور کبھی

کنایۃً جیسے اوپر دیوبندی نے تسلیم کیا۔

سوال:

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے لئے بھی کھلا رکھنے کی روایت ہے تو پھر اس سے خلافت بلافصل کا استدلال کیسے ہو سکتا ہے۔

جواب:

ہاں ابتداء میں حضور ﷺ نے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حجرہ کا دروازہ بھی مسجد کی طرف کھلا رہنے کی اجازت دی تھی مگر مرض وصال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کو بھی بند کر دینے کا حکم دیا۔ صرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حجرہ کا دروازہ کھلا رہنے کی اجازت دی۔ تفصیل دیکھئے ''وفاء الوفا و خلاصۃ الوفاء'' اور ''محبوب مدینہ''۔

سوال:

مسجد سے گذرگاہ تو منع ہے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے کیسے اجازت ہے؟

جواب:

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ مختار کل ہیں کہ جس کے لئے جو چاہیں مختار و ماذون من اللہ ہیں اسی قبیل اختیار سے ہے کہ باب صدیق اکبر کے کھلے رہنے کی اجازت خصوصیات سے ہے جیسے سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو بحالت جنابت مسجد میں آنا حضور ﷺ نے جائز قرار دیا تھا۔

باب نمبر ۷۹

الا بواب والغلق للكعبة والمساجد

ترجمہ: کعبہ اور مساجد میں دروازوں کے بارے میں

قال ابو عبد الله وقال لی عبدالله بن محمد حدثنا سفیان عن ابن جریج قال قال لی ابن ابی ملیکة یا عبد الملک لو رایت مساجد ابن عباس رضی الله عنه وابو بها۔

ترجمہ: ابوعبداللہ یعنی (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن محمد نے کہا کہ ہم سے سفیان نے ابن جریج کے واسطہ سے بیان کیا انھوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ اے عبدالملک کاش تم ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مساجد اوران کے دروازوں کو دیکھتے۔

عن ابن عمران النبی ﷺ قدم مکة فدعاعثمان بن طلحة ففتح الباب فدخل النبی ﷺ وبلال واسامة بن زید و عثمان بن طلحة ثم اغلق الباب فلبث فیه ساعة ثم خرجوا قال ابن عمر فبدرت فسألت بلالا فقال صلّی فیه فقلت فی ای فقال بین الاسطوانتین قال بن عمر فذهب علی ان اساله کم صلی۔

ترجمہ: ابنِ عمر سے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے عثمان بن طلحہ کو بلوایا۔ انھوں نے دروازہ کھولا تو نبی کریم ﷺ بلال رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ اندر تشریف لے گئے۔ پھر دروازہ بند کردیا گیا اور وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر آئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا، انھوں نے بتایا کہ آں حضور ﷺ نے اندر نماز پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا کس جگہ کہا کہ دونوں ستونوں کے درمیان، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پوچھنا مجھے یاد نہ رہا کہ آپ ﷺ نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔

شرح:

چونکہ کعبہ معظّمہ کے دروازے بند کرنا کھولنا حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اسی لئے ان کا تعارف ملاحظہ ہو۔

تعارف عثمان بن طلحہ:

عثمان بن طلحہ صحابی رسول عبدری حجبی ہیں، صلح حدیبیہ میں مسلمان ہوئے۔ ان کے والد جنگِ اُحد میں بحالتِ کفر قتل ہوئے۔ کعبہ کی سدانت وحفاظت اور تالا و کنجی وغیرہ انہیں کی تحویل میں تھی۔ فتح مکہ کے دن آپ نے ان کو بلایا تو انہوں نے آکر دروازہ کھولا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو اوران کے چچا کے بیٹے شیبہ کو فرمایا۔ کعبہ کی کنجیاں لے لو۔ کوئی ظالم ہی تم سے چھینے تو چھینے پھر یہ مدینہ چلے گئے۔ وصالِ نبوی کے بعد مکہ آگئے۔ اور مکہ ہی میں ۴۲ھ میں انتقال فرمایا (رضی اللہ عنہ)

فتح مکہ:

حدیث الباب فتح مکہ کے موقعہ کی ہے مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے خانہ کعبہ کے گردوپیش کو بتوں کی نجاست و پلیدی سے پاک فرمایا تو ارادہ فرمایا کہ خانہ کعبہ میں داخل ہوں۔ اس وقت عثمان بن طلحہ کو بلایا تاکہ خانہ کعبہ کی چابی کو ان سے لیں چونکہ قدیم الایام سے اس کی چابی ان کے سپرد تھی۔ اور چابی عثمان کی والدہ کے قبضہ میں تھی جس کا نام سلاقہ بنت سعد تھا۔ عثمان والدہ کے پاس گئے

اوران سے چابی مانگی ان کی والدہ نے چابی دینے سے انکار کیا۔عثمان نے کہا خدا کی قسم چابی دو ورنہ اپنی کمر سے تلوار نکالتا ہوں۔پھر ماں کے ہاتھ سے چابی لیکر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کعبہ کا دروازہ کھولا۔(رواہ مسلم)

ابن سعد اپنی کتاب طبقات میں عثمان بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایسا دستور تھا کہ خانہ کعبہ کو دوشنبہ اور پنجشنبہ کے سوا نہ کھولتے تھے۔ایک دن حضور ﷺ، زمانہ جاہلیت میں میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے دروازہ کھولنے کے لئے فرمایا تاکہ اس جماعت کو جو آپ ﷺ کے ہمراہ تھی کعبہ میں داخل کریں۔میں نے حضور ﷺ کے ساتھ سختی برتی۔مگر حضور ﷺ نے صبر فرمایا اور بردباری سے کام لیا۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا "اے عثمان! ایک دن ہوگا کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں دیکھو گے یہاں تک کہ میں جسے چاہوں گا عطا فرماؤں گا" میں نے کہا اس دن قریش ہلاک وخوار ہو جائیں گے۔اس دن سے یہ بات میرے دل میں جگہ کر گئی کہ ضرور ایسا ہو کے رہے گا جب فتح کا دن آیا۔اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ "اے عثمان چابی لاؤ میں لایا اور میرے ہاتھ سے لے کر پھر میرے ہی ہاتھ میں دیدی اور فرمایا "لو قیامت تک کوئی تمہارے ہاتھ سے نہ لیگا مگر ظلم سے۔اے عثمان! میں نے ایک دن تم سے نہ کہا تھا کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عطا فرماؤں گا۔میں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! میں شہادت دیتا ہوں کہ یقیناً آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔عثمان کی جانب سے یہ تجدید وشہادت وایمان اس معجزے کے مشاہدے کی بنا پر ہے ورنہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت عثمان کا ایمان لانا حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ فتح مکہ کے سال سے پہلے ہے۔روایتوں میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو چابی کے لئے طلب فرمایا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے عرض کیا کعبہ کی کنجی انہیں عطا فرمائی جائے اور منصب سدانت کعبہ کو سقایہ کے ساتھ ان کے لئے جمع فرما دیں۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! منصب حجابت کعبہ کو اپنے اہل بیت کے سپرد فرمائیں جس طرح کہ سقایہ زمزم کو انہیں مرحمت فرمایا ہے (واللہ اعلم) حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ منصب حجابت کو اپنے لئے چاہتے تھے یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تقویت فرمارہے تھے کہ جس طرح سقایہ زمزم انہیں حاصل ہے اسی طرح حجابت کعبہ بھی انہیں ہی حاصل ہو۔اس پر حضور ﷺ نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ چابی کو حضرت عثمان بن طلحہ کے ہاتھ سے لے آئیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی "**ان اللہ یاء مرکم ان تو دوالامانات الیٰ اھلھا**" بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اس کے اہل کے سپرد فرمائیں۔پھر حضرت علی کو حکم دیا کہ چابی حضرت عثمان کے ہی ہاتھ میں دیدی جائے۔اور ان سے معذرت کرو۔جب حضرت علی مرتضی چابی لے کر ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا یہ کیا کہ زبردستی لے گئے اور معذرت کے ساتھ لے آئے؟ حضرت علی مرتضی نے فرمایا "تمہاری شان میں قرآنی آیت نازل ہوئی ہے اور حضرت جبرئیل نے آکر کہا ہے کہ جب تک روئے زمین پر بیت اللہ قائم ہے اس کی چابی اور اس کی سدانت قیامت تک انہیں کے لئے ہے۔اور جب حضرت عثمان بن طلحہ نے وفات پائی تو انہوں نے اپنے بھائی شیبہ کے سپرد کر دی۔حضرت عثمان کا کوئی فرزند نہ تھا۔اور انہیں کو بنی شیبہ کہتے ہیں۔

الغرض حضور اکرم ﷺ حضرت اسامہ، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عباس کو اس کے دروازہ پر کھڑا کیا۔ حضرت اسامہ اور حضرت بلال اندر چلے گئے اور دروازہ کو حضور ﷺ کے لئے بند کیا تا کہ اژدھام نہ ہو۔ حضور ﷺ طویل وقفہ تک اندر رہے اور خانہ کعبہ کے گوشوں میں دعا و تضرع فرماتے رہے اس کے بعد باہر تشریف لائے اور نکلتے وقت حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انبیاء و فرشتوں کی تصویروں کو جنہیں کفار نے دیوار ہائے کعبہ میں منقش کر رکھا ہے مٹا دو پھر انہوں نے تمام تصویروں کو مٹا دیا۔ مگر حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہم السلام کی اس تصویر کو باقی رکھا جس میں دونوں تیر و قمار ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا انہیں بھی مٹا دو یہ قوم نہیں جانتی کہ انبیاء ہرگز قمار نہیں کھیلا کرتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے ایک ڈول پانی کا طلب فرمایا اور ان دونوں تصویروں کو بھی دھو دیا۔ حضرت ابن عمر، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر دو رکعت نماز پڑھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جو حضرت اسامہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اندر نماز نہیں پڑھی۔ اعتماد و بھروسہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت پر ہے کیوں کہ وہ مثبت ہے نہ کہ حضرت اسامہ کی روایت پر کیوں کہ وہ نافی ہے اور اصول فقہ کے قواعد میں سے ہے کہ مثبت، نافی پر مقدم ہے کیوں کہ اس کے ساتھ علم کی زیادتی ہے نافی میں یہ نہیں ہے۔ اور یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے احوال شریف سے واقف تھے چونکہ وہ اول سے آخر تک حضور ﷺ کے ساتھ رہے اور حضرت اسامہ کو کسی کام سے باہر بھیجا گیا تھا اس بنا پر وہ نماز سے مطلع نہ ہوئے ظاہر ہے کہ وہ کام پانی کا ڈول لانے کا تھا تا کہ اس سے تصویروں کو دھویا جا سکے۔ جیسا کہ ایک روایت میں صراحت کے ساتھ بھی آیا ہے یہ ہے وجہ تطبیق و جمع، حضرت بلال اور حضرت اسامہ کی روایتوں کے درمیان اور حضرت اسامہ سے بھی ایک روایت میں ہے جیسا کہ مواہب لدنیہ میں امام احمد طبری سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے اندرونِ کعبہ نماز پڑھی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی ان دونوں روایتوں کی جمع میں علماء فرماتے ہیں کہ اسامہ جس روایت میں اثبات کرتے ہیں وہ اپنے غیر پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور جس میں نفی کرتے ہیں وہ اپنے علم کے بموجب نفی کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ حضور ﷺ نے نماز پڑھی ہے تو میں کہوں گا کہ میں نے نہیں دیکھا تو اس میں کوئی تناقص نہیں ہے۔

(کلھا از مدارج النبوۃ شریف جلد دوم)

تبصرہ اویسی غفرلہ:

اس مضمون میں بہت سے مضامین اہلسنّت کی تائید میں ہیں اس لئے فقیر مختصراً عرض کرتا ہے: (۱) حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے چابی دینے سے انکار کیا تو حضرت عثمان انہیں قتل کرنے کو تیار ہو گئے یہ ہے عشقِ رسول ﷺ (۲) حضور ﷺ فتح مکہ سے بڑا عرصہ پہلے انہی حضرت عثمان نے زمانہء جاہلیت میں حضور ﷺ کو چابی نہ دی اور سختی بھی کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی میں جسے چاہونگا عطا کرونگا یہ علم غیب رسول اللہ ﷺ ہے (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی بات رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا اعتراف تھا نا معلوم وہابی دیوبندی کون بلا ہیں کہ یہ الٹا علم غیب کو کفر و شرک کہتے ہیں۔ (۴) حضور

ﷺ نے حضرت عثمان کو چابی عطا کرتے وقت پرانی بات یاد دلائی کہ اے عثمان جیسے میں نے کہا اس طرح ہوا یا نہ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بھی اپنے علم غیب کے امور پر خوشی محسوس فرماتے ہیں اندازہ لگایئے کہ علم غیب ماننے والوں پر کتنا خوش ہونگے اور منکرین پر کتنا غضبناک، نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسول جل جلالہ و ﷺ (۵) آپ ﷺ نے علم غیب کے طور فرمایا کہ یہ چابی تمہارے سے کوئی ظالم ہی چھینے گا اور یہی عقیدہ حضرت عثمان کو تھا کہ مدینہ پاک کو جاتے وقت چچازاد کو فرمایا کہ چابی لے لو کوئی ظالم چھینے تو چھینے۔

نجدی ظالم:

مولانا تو کلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صدیاں بیت گئیں چابی حضرت عثمان بن طلحہ کے خاندان میں رہی ظالم نجدی نے آکر اس خاندان سے چابی چھین لی۔ (سیرت رسولِ عربی) اس سے مُہر ثبت ہوئی کہ نجدی ظالم ہے اور حضور ﷺ کا علم غیب حق ہے کہ حضرت عثمان کو چابی دے کر فرمایا کوئی ظالم ہی چھینے گا۔

(۶) جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ اپنے علم غیب کی تصدیق چاہی تو انہوں نے کلمۂ شہادت پڑھکر تصدیق کی اگرچہ وہ اس سے قبل مسلمان ہو چکے تھے لیکن بحالتِ کفر اس علم غیب کا انہیں یقین ہو چکا ہے اس سے واضح ہوا کہ خیر القرون کے کافروں کو علم غیب کی تصدیق سے ایمان نصیب ہوتا لیکن اس کے برعکس وہابی دیوبندی علم غیب کے عقیدہ والوں کو کافر و مشرک کہتے نہیں تھکتے معلوم ہوا کہ یہ اللہ و رسول ﷺ اور صحابہ کے باغی ہیں۔

ٹیڈی مجتہدین:

حضور نبی پاک ﷺ نے انبیاء و ملائکہ کی تصویریں مٹادیں لیکن ٹیڈی مجتہدین اپنے فاسد اجتہاد سے رسول اللہ ﷺ کی کاروائی کو غلط ثابت کرنے کی فکر میں ہیں۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

پیروں فقیروں کے عشاق:

اس واقعہ سے پیروں فقیروں کے عشاق بھی عبرت پکڑیں کہ جب حضور ﷺ نے حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی تصویروں کو بھی نہ چھوڑا۔ میرے پیر بھائی سنی برادری غور فرمائے کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھکر بھی کوئی عقیدت مند ہو سکتا ہے اور حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہم السلام سے بھی بڑھکر کوئی پیر و فقیر ہے جن کی تصویریں حضور ﷺ نے مٹادیں۔ آج تم ہم غریبوں کو نہیں مانتے تو یاد رکھنا کہ کل اگر رسول اللہ ﷺ نے تم سے منہ موڑ لیا تو پھر کیا کرو گے۔ (وما علینا الا البلاغ)

باب نمبر ۸۰

دخول المشرک فی المسجد

ترجمہ: مشرک کا مسجد میں داخل ہونا

ابا ھریرۃ یقول بعث رسول اللہ ﷺ خیلا قبل نجد فجاء ت برجلٍ من بنی حنیفۃ یقال لہ ثمامۃ بن اثالٍ فربطوہ بساریۃ من سواری المسجد۔

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند سواروں کو نجد کی طرف بھیجا، وہ لوگ بنوحنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال نامی کو پکڑ کر لائے اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔

باب نمبر ۸۱

رفع الصوت فی المسجد

ترجمہ: مسجد میں آواز اونچی کرنا

عن اسائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت الیہ فاذا عمر بن الخطاب فقال اذھب فاتنی بھذین فجسۃ بھما فقال ممن انتما اومن این انتماقالا من اھل الطائف قال لو کنتما من اھل البدر لاو جعتکما ترفعان اصوانکما فی مسجد رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: سائب بن یزید نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا کسی نے میری طرف کنکری پھینکی۔ میں نے جو نظر اُٹھائی تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سامنے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سامنے جو دو شخص ہیں انھیں میرے پاس بلالاؤ۔ میں بلالایا، آپ نے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے اور کہاں رہتے ہو۔ انھوں نے بتایا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیئے بغیر نہ رہتا۔ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اونچی آواز کرتے ہو۔

ان کعب بن مالک اخبرہ انہ تقا ضی بن ابی حدر د دینا کان لہ علیہ فی عھد رسول اللہ ﷺ فی المسجد فار تفعت اصواتھما حتی سمعھا رسول اللہ ﷺ وھو فی بیتہ فخرج الیھما رسول اللہ ﷺ حتی کشف سجف

حجرتہ و نادی کعب بن مالک فقال یا کعب فقال لبیک یا رسول اللہ ﷺ فاشار بیدہ ان ضع الشطر من دینک قال کعب قد فعلت یا رسول اللہ ﷺ قال رسول اللہ ﷺ فاقضہ۔

ترجمہ: کعب بن مالک نے خبر دی کہ انھوں نے ابن ابی حدرد سے اپنے ایک قرض کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد نبوی کے اندر تقاضا کیا۔ دونوں کی آواز (باہمی جواب وسوال کے وقت) اونچی ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے معتکف سے سنا۔ آپ ﷺ اُٹھے اور معتکف پر پڑے ہوئے پردہ کو ہٹایا۔ آپ ﷺ نے کعب بن مالک کو آواز دی، یا کعب! کعب بولے لبیک یارسول اللہ! آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ وہ اپنا آدھا قرض معاف کر دیں۔ کعب نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے معاف کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا اچھا آپ چلو قرض ادا کر دو۔

شرح:

حدیث عمر رضی اللہ عنہ اس پر نص ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ خصوصاً مسجد نبوی میں کہ وہاں حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں۔ جس طرح حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں حضور ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنا حرام تھا۔ ارشاد ہے: یا یھا الذین امنو الا ترفعو ا اصواتکم فو ق صوت النبی۔ اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو۔ اسی طرح بعد وصال بھی مواجہ اقدس میں آواز اونچی کرنی حرام ہے جیسا کہ آج نجدیوں کی بے ادبیوں کے باوجود اسی طرح ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد میں فی مسجد رسول اللہ کی قید احترازی نہیں، واقعی ہے۔ ان کے فعل کی شناعت کو مزید واضح کرنے کے لئے فرمایا ہے کہ اگر تم یہاں کے شہری ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔

ادب وعقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

نہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ طائف کو سزا کی جھڑکی دی ہر صحابی رضی اللہ عنہ اسطرح کے ادب سے سرشار تھا چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی سے میخ ٹھوکنے کی آواز سنی تو اسے کہلوا بھیجا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ سے شرم نہیں آتی یونہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے گھر کے کواڑ نہ بنوائے بلکہ کپڑوں کے پردوں پر گذارہ فرمایا کہ کہیں کواڑ کھولنے اور بند کرتے وقت اونچی آواز نہ ہو جائے۔ اس قسم کے واقعات فقیر کی کتاب ''ادبِ صحابہ'' میں پڑھیے۔ بلکہ شاہان ترک نے جب مسجد نبوی کی تعمیر کی تو انجینئروں کو حکم تھا کہ اگر اینٹ وغیرہ کو چھوٹا بڑا کرنے کی ضرورت ہو تو مسجد شریف سے دور جا کر درست کرو بلکہ انہوں نے مسجد کے معماروں اور مزدوروں کو تعمیر کے دوران باوضو رہنے کا حکم فرمایا، تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''تاریخ مسجد نبوی'' میں۔

باب نمبر ۸۲

الحلق والجلوس فی المسجد

ترجمہ: مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنا

عن ابن عمر قال سال رجل النبی ﷺ وھو علی المنبر ماتری فی صلوٰۃ اللیل قال مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی واحدۃ فاوترت لہ ما صلی وانہ کان یقول اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا فان النبی ﷺ امربہ۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا۔ اس وقت آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے کہ رات کی نماز کس طرح پڑھنے کے لئے آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو، دو رکعت کر کے اور جب طلوع صبح صادق قریب ہونے لگے تو ایک رکعت اور اس میں ملا لینا چاہیے یہ ایک رکعت اس کی نماز کو طاق بنا دے گی اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ رات کی آخری نماز کو طاق رکھا کرو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

ابن عمر ان رجلا جاء الی النبی ﷺ وھو یخطب فقال کیف صلوٰۃ اللیل فقال مثنی مثنی فاذا خشیت الصبح فاوتر بواحدۃ توتر لک ماقد صلیت وقال الولید ابن کثیر حدثنی عبید اللہ بن عبداللہ ان ابن عمر حدثھما ان رجلا نادی النبی ﷺ وھو فی المسجد۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے۔ آنے والے نے پوچھا۔ رات کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا دو، دو رکعت کر کے۔ پھر جب طلوع صبح صادق کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت اور ملا لو تا کہ تم نے جو نماز پڑھی ہے اسے یہ ایک طاق بنا دے اور ولید بن کثیر نے کہا کہ مجھ سے عبید اللہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو آواز دی جب کہ آپ مسجد میں تھے۔

حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال انا مالک عن اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ ان ابا مرۃ مولٰی عقیل بن ابی طالب اخبرہ عن ابی واقد اللیثی قال بینما رسول اللہ ﷺ فی المسجد فا قبل نفر ثلثۃ فا قبل اثنان الٰی رسول اللہ ﷺ و ذھب واحد فاما احد ھما مرای درجۃ فی الحلقۃ فجلس واما الا خر فجلس خلفھم واما الا خر فاد برذا ھبا فلما فرغ رسول اللہ ﷺ قال الا اخبرکم عن النفر الثلثۃ اما احد ھم فاوی الی اللہ فاواہ اللہ واما الا خر فاستحی فاستحی اللہ منہ واما الاخر فا عرض فاعرض اللہ عنہ۔

ترجمہ: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا کہ ہمیں مالک نے خبر دی اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ کے واسطہ سے کہ عقیل بن ابی طالب کے مولیٰ ابو مرہ نے انھیں خبر پہنچائی۔ واقد لیثی کے واسطہ سے انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ تین

آدمی باہر سے آئے دو تو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضری کی غرض سے آگے بڑھے لیکن تیسرا چلا گیا۔ باقی ماندہ دو میں سے ایک نے درمیان میں خالی جگہ دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا۔ دوسرا شخص سب سے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا تو واپس جا رہا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ان تینوں کے متعلق ایک بات نہ بتاؤں۔ ایک شخص تو خدا کی طرف بڑھا اور خدا نے اسے اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا (یعنی پہلا شخص) رہا دوسرا تو اس نے خدا سے حیاء کی اس لئے خدا بھی اس سے رک گیا۔ تیسرے نے روگردانی کی اس لئے خدا نے بھی اس کی طرف سے اپنی رحمت کا رخ موڑ لیا۔

باب نمبر ۸۴

الا ستلقاء فی المسجد

ترجمہ: مسجد میں چت لیٹنا

عن عباد بن تمیم عن عمه انه رای رسول الله ﷺ مستلقیا فی المسجد واضعا احدی رجلیه علی الا خری و عن ابن شهاب عن سعید بن المسیب کان عمرو عثمان یفعلانِ ذلک۔

ترجمہ: عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ سے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ آپ اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔ ابن شہاب سے مروی ہے وہ سعید بن مسیب سے کہ عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس طرح لیٹتے تھے۔

شرح:

سوال: چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے کی ممانعت بھی آئی ہے لیکن باب کی روایات کے علاوہ دوسری روایات میں جواز ثابت ہوتا ہے۔

جواب: اس صورت میں ہے جب ستر عورت کا اہتمام پوری طرح نہ ہو سکے لیکن اگر پورا اہتمام اس کا کوئی شخص کرتا ہے پھر اس طرح چت لیٹ کر سونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آنحضور ﷺ عام لوگوں کی موجودگی میں اس طرح نہیں لیٹتے تھے۔ بلکہ خاص استراحت کے وقت آپ کبھی اس طرح لیٹے ہوں گے۔ جبکہ دوسرے لوگ وہاں موجود نہیں ہوں گے

ورنہ عام مجمعوں میں آپ جس وقار کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تھے اس کی تفصیلات بھی احادیث میں موجود ہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس دور میں عام عرب اور خود حضور ﷺ چادر باندھتے تھے جس میں شرمگاہ کھل جانے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ بعض نے کہا پاجاموں میں اس کا خطرہ نہیں۔ لیکن ستر کے آثار واضح ہوتے ہیں فلہٰذا اس سے بھی احتراز کرنا چاہیئے۔ ہاں اس طرح کا لیٹنا نبی کریم ﷺ نے جواز کے لئے کیا ہوگا ورنہ طبی اصول پر ایسا سونا دماغی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

باب نمبر ۸۴

المسجد یکون فی الطریق من غیر ضررٍ بالناس فیه وبهٖ قال الحسن وایوب ومالک

ترجمہ: عام گزرگاہ پر مسجد بنانا، جب کہ کسی کو اس سے نقصان نہ ہو اور حضرت حسن بصری اور حضرت ایوب اور حضرت مالک رحمہم اللہ نے بھی یہی کہا ہے کہ جائز ہے

عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ زوج النبی ﷺ قالت لم اعقل ابوی الا وھما یدینان الدین ولم یمر علینا یوم الا یاتینا فیه رسول اللہ ﷺ طرفی النھار بکرۃً و عشیۃً ثم بدا لابی بکر فابتنیٰ مسجدا بضناءِ دارہٖ فکان یصلی فیهِ ویقرئو االقران فیقف علیهِ نساء المشرکین وابناءُ ھم یعجبون منهُ وینظرون الیهِ وکان ابوبکر رجلا بکاءً ولا یملک عینیه اذا قراء القران فانزع ذلک اشراف قریش من المشرکین.

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین اسلام کا متبع پایا اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گذرا جس میں رسول اللہ ﷺ صبح و شام دن کے دونوں وقت ہمارے گھر تشریف نہ لائے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سمجھ میں ایک صورت آئی اور انہوں نے گھر کے سامنے ایک مسجد بنائی۔ آپ اس میں نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے وہاں تعجب سے کھڑے ہو جاتے اور آپ کی طرف دیکھتے رہتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے گریہ کرنے والے تھے جب قرآن پڑھتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا قریش کے مشرک سردار

اس صورتِ حال سے گھبرا گئے۔

شرح:

حضور سرورِ عالم ﷺ بار بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی پاک ﷺ کی نگاہوں میں کتنی قدر و منزلت تھی اس پر مزید تفصیل کتب سیر میں ہے۔

کفار عورتوں پر اثر:

یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے روانہ ہوئے تو شہر مکہ کے لوگوں نے کہا وہ ہم میں سے کس طرح باہر نکل سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ حضرت ابوبکر کو واپس لائے اور یہ واپسی رک الغمام سے ہوئی تھی۔ مکہ والے یہیں سے لوٹا کر مکہ مکرمہ لائے تھے۔ اور جب قبیلہ کے سردار مالک بن دغنہ کے قریب پہنچے تو اس نے حضرت ابوبکر کو جگہ دی اور قریش کے شر سے اپنی پناہ میں لے لیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں رب العزت کی عبادت کرنے لگے۔ انہوں نے مکان کے صحن میں ایک کوٹھری مسجد کی بنائی جس میں وہ نماز پڑھتے، تلاوتِ قرآن کرتے اور روتے تھے۔ کیونکہ حق تبارک وتعالیٰ نے ان کا دل بہت نرم پیدا فرمایا تھا وہ بکثرت رویا کرتے تھے۔ تلاوتِ قرآن کے وقت تو ان کی آنکھیں اپنے قابو میں ہی نہ رہتی تھیں۔ اس کے بعد مشرکوں کی عورتیں، بچے، باندیاں اور ان کے مرد ارد گرد آ کر کھڑے ہونے لگے اور قرآن کریم کو سن کر حیرت و تعجب کیا کرتے۔ یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص تھی۔ کسی اور صحابی کی اس میں ان کے ساتھ شرکت نہ تھی۔ خصوصاً ایسے نازک وقت میں کہ اسلام مخفی تھا، اس زمانہ میں انہوں نے علانیہ مسجد بنائی اور اس میں عبادت اور تلاوت شروع کی۔ مشرکین اور صنادید قریش نے اس پر ابنِ دغنہ سے یہ خطرہ بیان کیا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچیاں پاگل نہ ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر کو اپنے اس عمل سے باز رہنے کو کہیں۔ اور اگر انہیں اپنے رب کی عبادت اتنی ہی پیاری ہے تو وہ گھر میں چھپ کر کریں۔ اور اگر وہ اعلانیہ ہی عبادت کرنے پر اصرار کریں تو تم اپنے اس عہد کو توڑ دینا جو تم نے ان کے ساتھ کیا ہے اور ان کو اپنی پناہ میں لیا ہے۔ تاکہ ہماری طرف سے تمہاری عہد شکنی نہ ہو"۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سنیں تو آپ نے ابن دغنہ سے کہا میں تمہارے عہد و پناہ کو توڑتا ہوں کیوں کہ میں اپنے رب کی پناہ پر راضی ہوں (رضی اللہ عنہ) (مدارج النبوۃ)

تبصرہ اویسی غفرلہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی قابل رشک ہے کہ جان خطرہ میں ڈال کر دشمنوں کو واضح طور پر فرما دیا کہ مجھے صرف اللہ کی پناہ کافی ہے۔

باب نمبر ۸۵

الصلوٰۃ فی مسجد السوق وصلیٰ ابن عون فی مسجد فی دارٍ یغلق علیھم الباب

ترجمہ: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا، ابن عون نے ایک ایسی گھر کی مسجد میں نماز پڑھی جس کے دروازے عام لوگوں پر بند تھے

عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال صلوٰۃ الجمیع تزید علیٰ صلوتہٖ فی بیتہٖ وصلوتہٖ فی سوقہٖ خمسا وعشرین درجۃ فان احدکم اذا توضا فاحسن الوضوء واتی المسجد لا یرید الاصلوٰۃ لم یخط خطوۃ الا رفعہ اللّٰہ بھا درجۃ وحط منہ بھا خطیئۃ حتی ید خل المسجد واذا دخل المسجد کان فی صلوۃ ما کانت تحسبہ وتصلی الملائکۃ علیہ مادام فی مجلسہٖ الذی یصلی فیہ اللھم اغفرلہ اللھم ارحمہ مالم یوء ذ یحدث فیہٖ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی کہ آپ نے فرمایا جو جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ گھر کے اندر یا بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے کیونکہ جب کوئی شخص وضو کرے اور اس کے تمام آداب کا لحاظ رکھے۔ پھر مسجد میں صرف نماز کی غرض سے آئے تو اس کے ہر عمل پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ اس کا بلند فرماتا ہے اور ایک گناہ اس سے معاف کرتا ہے۔ اس طرح وہ مسجد کے اندر آئے گا۔ مسجد میں آنے کے بعد دیر تک نماز کے انتظار میں رہے گا اسے نماز ہی کی حالت میں شمار کیا جائے گا۔ اور جب تک اس جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے۔ ملائکہ اس کے لئے رحمتِ خداوندی کی دعائیں کرتے ہیں۔ ''اے اللہ اس کی مغفرت کیجئے۔ اے اللہ اس پر رحم کیجئے۔'' بشرطیکہ ریاح خارج کر کے تکلیف نہ دے۔

وفی القوم ابوبکر وعمر فھا باہ ان یکلماہ و فی القوم رجل فی یدیہ طول یقال لہ ذو الیدین قال یا رسول اللّٰہ انسیت ام قصرت الصلوٰۃ قال لم انس ولم تقصر فقال اکمایقول ذوالیدین فقالو انعم فتقدم فصلیٰ ما ترک ثم سلم ثم کبر وسجد مثل سجودہٖ او اطول ثم رفع راسہ وکبر ثم کبر وسجد مثل سجودہٖ او اطول ثم رفع راسہ وکبر فربما سالوہ ثم سلم فیقول نبئت ان عمر ان قال ثم سلم۔ (بخاری)

ترجمہ: اس وقت ان لوگوں میں ابوبکر وعمر بھی تھے مگر وہ حضور ﷺ سے بات کرنے میں ڈرے اور لوگوں میں ایک شخص جس کے ہاتھ کچھ

لبے تھے اس کو ذوالیدین کہتے تھے وہ بول اٹھا یارسول اللہ کیا آپ بھول گئے یا نماز کم ہوگئی حضور ﷺ نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی ہوئی ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا ذوالیدین صحیح کہتا ہے لوگوں نے عرض کی جی ہاں یہ سن کر آپ آگے بڑھے اور جتنی نماز چھوڑ دی تھی وہ ادا فرمائی۔ پھر آپ نے سلام پھیرا اور پھر اللہ اکبر کہا اور سجدہ سہو کیا عام سجدوں کی طرح یا ان سے کچھ لمبا پھر آپ نے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہہ کر دوسرے سجدے میں گئے۔ یہ سجدہ بھی عام سجدوں کی طرح تھا یا ان سے کچھ طویل۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا ابن سیرین سے کئی بار لوگوں نے پوچھا کہ (سجدہ سہو کے بعد) آپ نے سلام پھیرا تو انہوں نے کہا مجھے خبر دی گئی ہے کہ (عمران بن حصین) نے اس حدیث میں کہا کہ پھر آپ نے سلام پھیرا۔

شرح:

حدیثِ ہذا مسائلِ ذیل پر مشتمل ہے (۱) سہو کے سجدے دو ہیں (۲) سجدۂ سہو سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے (۳) حدیث زیر بحث سے یہ استدلال کیا گیا کہ اگر کوئی سہواً بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھا دے۔ پھر بات کرے یا مسجد سے نکل آئے یا نماز کی جگہ سے ہٹ جائے پھر اسے معلوم ہو کہ بجائے چار کے دو رکعت پڑھی گئی ہیں۔ تو اس صورت میں از سرِ نو نماز کی ضرورت نہیں بلکہ باقی ماندہ نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کرے نماز درست ہو جائے گی۔ اور احناف کے نزدیک مسئلہ یہ ہے۔ اگر بھولے سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور اسی جگہ قبلہ کو منہ کئے ہوئے بیٹھا ہے اور کلام بھی نہیں کیا ہے یا قبلہ سے منہ ہٹا لیا مگر مسجد ہی میں ہے۔ اور کلام نہیں کیا ہے تو اس صورت میں باقی ماندہ نماز پوری کر کے سجدہ سہو کر لے لیکن اگر کلام کیا یا مسجد سے باہر نکل گیا۔ تو اب نماز فاسد ہو جائے گی از سرِ نو پڑھے۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ حدیث ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھولے سے دو رکعت پڑھائیں اور سلام پھیر دیا۔ پھر وہاں سے ہٹ گئے اور بات کی تو آپ نے از سرِ نو نماز پڑھی تھی اور انہوں نے یہ کام صحابہ کے سامنے کیا اور کسی نے اعتراض نہ کیا اس سے واضح ہوا کہ حدیث زیر بحث منسوخ ہے۔ اسی طرح اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا کہ نماز میں سہواً کلام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ یہ اس زمانے کا معاملہ ہے جبکہ نماز میں کلام کرنے کی ممانعت نہیں آئی تھی۔ زیادہ تفصیل کے لیئے "فیوض الباری" پارہ دوم دیکھیئے۔

حضور ﷺ سے بات کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

علامہ نووی نے اسی حدیث کے ماتحت لکھا ہے کہ زیر بحث حدیث میں یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے اور حضور ﷺ نے صحابہ سے بات کی اور یہ مسئلہ متفقہ ہے۔ کہ حضور ﷺ سے بات کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ علامہ نووی علیہ الرحمۃ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ان ھذا خطاباً للنبی ﷺ دجو اباو ذلک لاتبطل عند ناو لا مسند غیرنا

نوٹ: اس کے متعلق فقیر کا رسالہ "ابن النیان فی النبی آخر الزمان" اور دوسرا رسالہ "کعبے کا کعبہ" پڑھئے۔

باب نمبر ۸۶

باب المساجد التی علی طرق المدینة او الموضع التی صلی فیھا النبی ﷺ.

ان مسجدوں کے متعلق جو مدینہ کے راستوں پر ان مقامات پر واقع ہیں جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی۔

شرح:

حضور سید عالم ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب سفر کے لئے روانہ ہوتے یا کسی معرکہ میں شرکت فرماتے تو جہاں قیام ہوتا وہاں نماز پڑھنے کے لئے ایک جگہ مخصوص فرما لیتے تھے۔ اصحاب سیر ان مخصوص جگہوں کو مسجد ہی موسوم کر دیتے ہیں۔ اگر چہ وہ مسجد فقہی نہیں ہوتی تھی۔ سفر میں حضور ﷺ نے جس جگہ نماز پڑھی، صحابہ کرام نے ان مقامات پر بطور یادگار اور تبرک کے لئے مسجد بنا دی چنانچہ مکہ و مدینہ میں اس نوع کی مساجد آج بھی موجود ہیں۔

موسیٰ بن عقبه قال رایت سالم بن عبدالله یتحریٰ اماکن من الطریق فیصلی فبها ویحدث ان اباه کان یصلی فیها وانه رای النبی ﷺ یصلی فی تلک الامکنة وحدثنی نافع عن ابن عمر انه کان تصلی فی تلک الامکنة وسالت سالما فلا اعلمه الا وافق نافعاً فی الامکنة کلها الا انهما اختلفا فی مسجد بشرف الروحاء (بخاری)

ترجمہ: موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ (مدینہ و مکّہ) کے راستوں میں متعدد جگہوں کو ڈھونڈ ھ کر وہاں

نماز پڑھتے اور فرماتے کہ ان کے باپ عبداللہ بن عمر وہاں نماز پڑھا کرتے اور عبداللہ بن عمر نے ان مقامات پر نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا مجھ سے نافع نے بیان کیا انہوں نے ابن عمر سے کہ وہ ان مقامات میں نماز پڑھتے تھے اور میں نے سالم سے ان مقامات کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے وہی مقام بتائے جو نافع نے بتائے تھے مگر شرف کی مسجد کے متعلق دونوں نے اختلاف کیا۔

شرح:

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ صالحین کے آثار سے برکت لینا اور اسے متبرک سمجھنا جائز ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مکہ و مدینہ کے ان مقامات کو ڈھونڈھ کر نماز ادا کرتے تھے جہاں حضور سید عالم ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی۔

ابنِ تیمیہ کا رد اور تبرکات:

ابن تیمیہ نے اسی حدیث کے ماتحت لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے تو ان مقامات پر اتفاقاً نماز پڑھی تھی۔ لہٰذا اگر کسی کو ان مقامات پر اتفاقاً نماز کا موقع آجائے تو پڑھ لے۔ اور لیکن ایسے مقامات کو ڈھونڈھ کر وہاں نماز پڑھنا درست نہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے۔ ابن تیمیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے تو نہیں بڑھ سکتے۔ جب ایک جلیل القدر صحابی نے ان مقامات پر برکت کے حصول کے لئے قصد کر کے نماز پڑھی تو اس کے جواز میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ اس پر بھی اگر ابن تیمیہ سختی کریں تو یہ ان کی ذاتی رائے ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مقابل اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ علاوہ ازیں ایک حضرت عبداللہ بن عمر کیا متعدد صحابہ نے حضور ﷺ کے آثار مبارکہ سے برکت حاصل کی ہے۔ متعدد صحابہ کرام حضور ﷺ کو محض اس لئے اپنے گھر لے گئے تاکہ حضور ﷺ وہاں کسی جگہ نماز ادا کریں اور صحابہ نے اسی جگہ کو بطور تبرک نماز پڑھنے کے لئے مقرر کر لیا۔ کیا یہ سب صحابہ غلطی پر تھے؟

تابعین اور تبرکات:

سالم بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی کنیت ابو عمران ہے۔ قریشی عدوی مدنی ہیں۔ فقہائے مدینہ سے ہیں اور تابعین کے سرخیل ہیں۔ ۱۰۶ھ میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ یہ بھی ان مقامات کا قصد کر کے نماز پڑھتے تھے جہاں حضور سید عالم ﷺ نے بحضور رب العالمین اپنی جبین نیاز جھکائی تھی۔ پھر صحابہ میں سے کسی نے ان حضرات کے فعل پر اعتراض بھی نہیں کیا: اجماعِ صحابہ کی دلیل ہے۔

انتباہ:

نجدی اسی لئے تبرکات کے دشمن ہیں کہ انہیں ابن تیمیہ کی تعلیم مقدم ہے حالانکہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین اور

اسلاف صالحین تبرکات کے قائل ہیں۔

شرف الروحا:

اختلفافی شرف الروحا ۔ یہ ایک مقام ہے جو مدینہ سے ۳۶ میل پر واقع ہے (مسلم شریف) حضور ﷺ نے فرمایا اشرف الروحا جنت کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ اور مجھ سے پہلے ۷۰ انبیاء کرام نے یہاں نماز پڑھی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کے ارادہ سے یہاں سے گذرے تھے۔ حضرت رافع اور سالم دونوں ان مواضع کے بتانے میں جس جگہ حضور ﷺ نے نماز ادا کی متفق رہے صرف سرف الروحا کی مسجد میں مختلف تھے۔

حافظ ابن حجر وعلامہ عینی نے لکھا کہ حضرت ابن عمران مقامات پر جہاں حضور ﷺ نے نماز پڑھی سنت ومتبرک جانتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے ایک سفر میں دیکھا کہ لوگ ایک جگہ کی طرف دوڑے جارہے ہیں پوچھا تو بتایا گیا اس جگہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔ لوگ بھی وہیں نماز پڑھنے کے لئے جارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب نماز کا وقت یہاں آجائے تو پڑھ لو ورنہ گذر جاؤ۔ اہل کتاب اسلیئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے آثار انبیاء کو ڈھونڈا۔ اور وہاں گرجے اور چرچ (**اتخذ وھا کنائس وبیعا**) بنالئے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک روایت ہے جس کی سند کا پتہ نہیں۔ علاوہ ازیں اس سے آثار صلحا کی تعظیم وتکریم اور وہاں قصد کر کے جانے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ علامہ عینی وحافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے لکھا۔

قلت ان عمر انما خشی ان یلتزم الناس الصلوٰۃ فی تلک المواضع۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کیا کہ بعض لوگ کہیں اس کو واجب نہ سمجھ لیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ حضور ﷺ یا کسی بزرگ نے نماز پڑھی ہے۔ اسی جگہ نماز پڑھنے کو فرض یا واجب سمجھنا ممنوع ہے لیکن بطور تبرک وہاں قصد کر کے جانا اور نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے اس کو پسند فرمایا اور اس پر عمل کیا ہے (فتح الباری وعینی ج ۲)

بلکہ مستحب ہونا چاہئے کیونکہ صحابہ نے آثار نبوی سے برکت حاصل کی ہے۔

تعارف حضرت نافع:

حضرت نافع بن سرجس دیلمی اکابر تابعین سے ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابن عمر وابوسعید سے ۔۔یث کی سماعت کی نہایت ثقہ راویوں میں ان کا شمار ہے۔ حضرت ابن عمر کی حدیث کا بڑا حصہ انہیں سے مروی ہے۔ حضرت امام مالک فـ ـتے ہیں۔ جب نافع کے واسطے سے حدیث سن لیتا ہوں تو کسی اور راوی کے سننے سے بے فکر ہو جاتا ہوں۔ حضرت نافع کا لقب ام العلم

ہے۔عمر بن عبدالعزیز نے حضرت نافع کو اہل مصر کے لئے حدیث کا معلم مقرر کیا تھا۔امام بخاری فرماتے ہیں اصح الاسانید مالک عن نافع عن ابی عمر۔حضرت نافع کا بیان ہے کہ عبداللہ بن جعفر نے حضرت ابن عمر سے مجھے بارہ ہزار درہم میں اور ابن عامر نے ۳۰ ہزار درہم میں خریدنا چاہا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور مجھے للہ آزاد فرما دیا۔آپ نے فرمایا میں نے ۳۰ سال حضرت ابن عمر کی خدمت کی اور ان سے علم حاصل کیا۔حضرت نافع نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی (اکمال تذکرۃ الحفاظ)

حل لغات:

ذوالحلیفہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے ۴ میل پر واقع ہے یہاں سے اہل مدینہ احرام باندھتے ہیں۔ سمرۃ، کیکر کے درخت کو کہتے ہیں۔بطحا۔پانی بہنے کی جگہ۔شفیر کے معنی طرف کے ہیں۔شرقیہ۔بطحا کی صفت ہے۔تعریس۔کے معنی رات کے آخر حصہ میں آرام کرنے کے لئے مسافر کا اترنا۔اکمۃ۔ٹیلا۔خلیج کا اطلاق بڑی اور چھوٹی دونوں نہروں پر آتا ہے اور بعض نے کہا خلیج اس وادی کو کہتے ہیں جس میں گہرائی ہو۔کثب۔جمع کثیبہ کی۔ریت کا ٹیلہ۔فدحاء حو کے معنے بہانے کے ہیں۔حافتہ کے معنی جانب۔عرق چھوٹا پہاڑ۔سرحۃ ضخمہ بڑا درخت رویثہ ایک قریہ ہے جو مدینہ سے ایک فرسخ پر واقع ہے۔وُجاہ کے معنی مقابلہ۔بطح۔کشادہ جگہ۔سھل یفضی افضاء کے معنی دفع۔وصول اور خروج کے ہیں۔قلعۃ۔مرتفع زمین۔عرج ایک قریہ ہے۔مدینہ کی طرف سے مکہ کے راستہ پر اس کے اور رویثہ کے درمیان ۱۴ میل کا فاصلہ ہے۔ھضبۃ ایک پہاڑ ہے جو زمین پر منبسط ہے۔رضم بڑا پتھر یا اس کا ایک حصہ،سلمات۔بڑے پتھر۔روحا۔ایک موضع ہے۔مدینہ سے ۳۶ میل پر کماذکرہ المسلم۔ھرشی ایک پہاڑ ہے جو مدینہ اور شام کے راستہ کے درمیان واقع ہے اور جحفہ کے قریب ہے۔کراع اطراف غلوہ کے معنی جہاں تیر جا کر پڑے۔

ان عبدا للہ بن عمر اخبرہ ان رسول اللہ ﷺ کان ینزل بذی الحلیفۃ حین یعتمرو فی حجتہ حین حج تحت سمرۃ فی موضع المسجد الذی بذی الحلیفۃ و کان اذارجع من غزوۃ و کان فی تلک الطریق اوحج او عمرۃ ھبط بطن واد فاذاظھر من بطن وادا ناخ بالبطحاء التی علی شفیر الوادی الشرقیۃ فعرس ثم حتی یصبح لیس عندالمسجد الذی بحجارۃ ولا علی الاکمۃ التی علیھا المسجد الذی کان ثم خلیج یصلی عبداللہ عندہ فی بطنہ کثب کان رسول اللہ ﷺ ثم یصلی فد حا فیہ السبیل بالبطحا حتیٰ دفن ذلک المکان الذی کان عبد اللہ یصلی فیہ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ حضور ﷺ جب بارادہ عمرہ جاتے اسی طرح جب حجۃ الوداع میں حج کے لئے جاتے تو ذوالحلیفہ میں اس ببول کے درخت کے نیچے قیام فرماتے۔جہاں اب مسجد ذوالحلیفہ ہے۔اور آپ جب جہاد سے یا حج یا عمرہ سے واپس آتے اور اس راستہ میں ہوتے تو وادی عقیق کے نشیب میں اترتے جب وہاں سے اوپر چڑھتے تو اپنی اونٹنی بطحا میں بٹھاتے جو وادی کے کنارے

مشرق کی طرف ہے۔ پھر پچھلی رات کو یہاں آرام فرماتے صبح تک۔ یہ مقام اس مسجد کے پاس نہیں ہے جو پتھر کی بنی ہوئی ہے اور نہ اس ٹیلے پر جس پر مسجد ہے وہاں ایک گہرا نالہ تھا۔ عبداللہ بن عمر اس کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کے نشیب میں ریت کے ٹیلے تھے۔ رسول اللہ ﷺ وہاں نماز پڑھا کرتے تھے لیکن نالے کے بہاؤ نے وہاں کنکریاں بہائیں اور اس مقام کو پاٹ دیا۔ جہاں عبداللہ نماز پڑھتے تھے۔

وان عبدالله بن عمر حدثه ان النبی ﷺ صلی حیث المسجد الصغیر الذی دون المسجد الذی بشرف الروحاء و قد کان عبدالله یعلم المکان الذی کان صلی فیه النبی ﷺ یقول ثم عن یمینک حین تقوم فی المسجد تصلی و ذلک المسجد علی حافة الطریق الیمنی وانت ذاهب الی مکة بینه وبین المسجد الاکبر رمیة بحجر او نحو ذلک وان ابن عمر کان یصلی الی العرق الذی عند منصرف الروحاء و ذلک العرق انتهی طرفه علی حافة الطریق دون المسجد الذی بینه وبین المنصرف وانت ذاهب الی مکة وقد ابتنی ثم مسجد فلم یکن عبدالله بن عمر یصلی فی ذلک المسجد کان یترکه عن یساره ووراءه ویصلی امامه الی العرق نفسه وکان عبدالله یروح من الروحاء فلا یصلی الظهر واذا اقبل من مکة فان مر به قبل الصبح بساعة او من اخر السحر عرس حتی یصلی بها الصبح۔

ترجمہ: اور عبداللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا۔ کہ نبی ﷺ نے وہاں نماز پڑھی ہے جہاں اب چھوٹی سی مسجد ہے اس مسجد کے قریب جو شرف الروحا میں ہے اور عبداللہ بن عمر اس مقام کا پتہ بتاتے تھے جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ کہتے تھے جب تو مسجد میں نماز پڑھے تو وہ جگہ تیرے دائیں ہاتھ کی طرف پڑتی ہے۔ اور یہ چھوٹی مسجد دائیں ہاتھ کے کنارے پر واقع ہے مکہ کو جاتے ہوئے اس میں اور بڑی مسجد میں ایک پتھر کی مار کا فاصلہ ہے یا اس سے کچھ کم یا زیادہ۔ اور عبداللہ بن عمر اس چھوٹی پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے تھے جو روحا کے اخیر کنارے پر ہے اور یہ پہاڑی وہاں ختم ہوئی جہاں راستہ کا کنارہ ہے۔ اس مسجد کے قریب جو اس کے اور روحا کے آخری حصہ کے بیچ میں ہے۔ مکہ کو جاتے ہوئے اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے۔ تو عبداللہ بن عمر اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے پہاڑ کی طرف۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سورج ڈھلنے کے بعد روحا سے چلتے تھے۔ پھر ظہر کی نماز جب تک اس مقام پر نہیں پہنچتے نہیں پڑھتے جب وہ وہاں پہنچتے تو ظہر پڑھتے اور مکہ سے مدینہ جاتے اور صبح ہونے سے گھڑی بھر پہلے یا آخر سحری کے وقت تک وہاں پہنچتے تو وہاں اترتے فجر کی نماز وہیں پڑھتے۔

وان عبدالله حدثه ان النبی ﷺ کان ینزل تحت سرحة زخمة دون الرویثة عن یمین الطریق ووجاه الطریق فی مکان بطح سهل حتی یفضی من اکمة دوین برید الرویثة بمیلین وقد انکسر اعلاها فانثنی فی جوفها وهی قائمة علی ساق وفی ساقها کثب کثیرة وان عبدالله ابن عمر حدثه ان النبی ﷺ صلی فی طرف قلعة من وراء

العرج وانت ذاهب الى هضبة عند ذلك المسجد قبران او ثلاثة على القبور رضم من حجارة عن يمين الطريق عند سلمات الطريق بين اولئك السلمات كان عبدالله يروح من العرج بعد ان تميل الشمس بالها جرة فيصلى الظهر فى ذلك المسجد و ان عبدالله بن عمر حدثه ان رسول الله ﷺ نزل عند سرحات عن يسار الطريق فى مسيل دون هر شى ذلك المسيل لاصق بكراع هر شى بينه وبين الطريق قريب من غلوة وكان عبدالله بن عمر يصلى الى سرحة هى اقرب السرحات الى الطريق وهى اطولهن وان عبدالله بن عمر حدثه ان النبى ﷺ ينزل فى المسيل الذى فى ادنى مر الظهران قبل المدينة حين تهبط من الصفروات تنزل فى بطن ذلك المسيل عن يسار الطريق وانت ذاهب الى مكة ليس بين منزل رسول الله ﷺ وبين الطريق الا رمية محجر وان عبد الله بن عمر حدثه ان النبى ﷺ كان ينزل بذى طوى ويبيت حتى يصبح يصلى الصبح حين يقدم مكة و مصلى رسول الله ﷺ ذلك على اكمة غليظة ليس فى المسجد الذى بنى ثمه ولكن اسفل من ذلك على اكمة غليظة وان عبدالله بن عمر حدثه ان النبى ﷺ استقبل فرضتى الجبل الذى بينه و بين الجبل الطويل نحو الكعبة فجعل المسجد الذى بنى ثم يسار المسجد بطرف الاكمة و مصلى النبى ﷺ اسفل منه على الاكمة السوداء تدع من الاكمة عشرة اذرع اونحوها ثم نصلى مستقبل الفرضتين من الجبل الذى بينك و بين الكعبة ۔

ترجمہ: اورعبداللہ بن عمر نے نافع کو بیان کیا کہ نبی ﷺ ایک بڑے درخت سے اترتے جو رُویثہ کے پاس ہے۔ راستے کے دائیں طرف اور راستہ کے سامنے کشادہ نرم ہموار جگہ میں یہاں تک کہ اس ٹیلے سے پار ہوجاتے جو رویثہ کے رستہ سے دو میل کے قریب ہے اس درخت کا ایک حصہ ٹوٹ گیا ہے اور بیچ میں سے دوہرا ہوکر جڑ پر کھڑا ہے اس کی جڑ میں بہت سے ریت کے ٹیلے ہیں۔ اورعبداللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اس ٹبہ کے کنارے پر نماز پڑھی ہے جہاں سے پانی ہضبہ کو جاتے ہوئے اترتا ہے اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں۔ ان قبروں پر اوپر تلے پتھر رکھے ہوئے ہیں راستہ سے دائیں طرف ان بڑے پتھروں کے پاس جو راستے میں ہیں۔ ان کے بیچ میں عبداللہ بن عمر دوپہر کو سورج ڈھلنے کے بعد عرج سے چلتے پھر ظہر کی نماز اس مسجد میں پڑھتے۔ اورعبداللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا کہ نبی ﷺ ان بڑے درختوں کے پاس اترے جو راستہ سے بائیں طرف ہرشی کے نالہ پر واقع ہے۔ یہ نالہ ہرشی کے کنارے سے مل گیا ہے اس میں اور راستہ میں ایک تیر کی مار کا فاصلہ ہے اورعبداللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا کہ نبی ﷺ اس نالے میں اُترا کرتے جو مرالظہران کے نشیب میں واقع ہے مدینہ کے سامنے صفراوات سے اترتے وقت آپ اس نالے کے نشیب میں اترتے راستہ سے بائیں طرف مکہ کو جاتے ہوئے حضور ﷺ جہاں اترا کرتے تھے۔ اس میں اور راستہ میں ایک پتھر کی مار کا فاصلہ ہوتا۔ اورعبداللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا کہ نبی ﷺ ذی طوی میں اترتے اور رات کو صبح تک وہیں رہتے صبح کی نماز پڑھ کر مکہ میں آتے اور ذی طوی میں رسول اللہ ﷺ ایک ٹیلے پر نماز پڑھتے۔ یہ وہ جگہ نہیں ہے جہاں اب مسجد بن گئی ہے۔ بلکہ اس سے نیچے اُتر کر ایک سخت ٹیلہ ہے۔ اور

عبداللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا۔ کہ نبی ﷺ نے ان پہاڑوں کے دونوں کونوں کی طرف رخ کیا۔ جو کعبہ کی طرف آپ کے اور لمبے پہاڑ کے بیچ میں تھا تو عبداللہ بن عمر نے اس مسجد کو جو وہاں بن گئی ہے اس مسجد کے بائیں طرف کیا جو ٹیلے کے کنارے پہ ہے اور نبی ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ اس سے کچھ کم وبیش وہیں نماز پڑھتے تو تیرا رخ پہاڑ کے دونوں کناروں کی طرف ہوگا یعنی اس پہاڑ کے جو تیرے اور کعبہ کے بیچ میں ہے۔

شرح:

حضرت علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ یہ ہیں وہ مقامات جہاں حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان مقامات پر بطور تبرک نماز پڑھی۔ اور اس باب میں حضرت عمر سے جو مروی ہے کہ وہ اس کو مکروہ قرار دیتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکروہ اس صورت میں قرار دیا ہے جبکہ کوئی ان مقامات پر نماز پڑھنے کو جن میں حضور ﷺ نے نماز پڑھی ہے فرض یا واجب جانے علامہ بغوی شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر کوئی ان مقامات پر نماز پڑھنے کی نذر مانے جن میں حضور ﷺ نے نماز پڑھی ہے تو اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ نیز جن مسجدوں کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ ان میں سے اکثر کے نشانات مٹ گئے ہیں۔ البتہ مسجد ذوالحلیفہ اور چند ایک موجود ہیں۔

شرح:

مسجد السوق یہ باب ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ سب سے مبغوض جگہ بازار ہیں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے مسجدوں کو استثناء فرمایا کہ اسی حدیث کا پہلا جملہ کہ محبوب ترین جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مساجد ہیں تو مساجد جہاں ہونگی وہ جگہ خیر وبرکت ہی قرار پائیگی۔

نماز باجماعت:

حدیث شریف میں نماز باجماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے (سوال) اس بیان میں روایات مختلف کیوں ہیں مثلاً عام روایات میں یہی ہے کہ نماز باجماعت بہ نسبت تنہا کے پچیس درجے زائد ہے۔ مگر بعض روایتوں میں ستائیس درجے بھی آیا ہے۔ بلکہ ایک روایت میں چھتیس درجے بھی وارد ہے۔ بعض میں پچاس بھی۔

(جواب)

محدثین کرام نے اسکے مختلف جوابات لکھے ہیں مثلاً فرمایا کہ تعداد خاص مراد نہیں کثرت مراد ہے اور یہ عام قاعدہ ہے کہ جہاں

بھی تعداد مختلف بیان کی جائے وہاں کثرت مراد ہوتی ہے یہاں سب میں عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یہ نمازی اور وقت اور حالت کے اعتبار سے مختلف ہے۔

نماز باجماعت کا ثواب:

دور حاضرہ میں اکثریت نماز سے محروم ہے جو پڑھتے ہیں وہ بھی اکثر باجماعت کا اہتمام بہت کم فرماتے ہیں بلکہ بعض علماء و پیر کہلوانے والے تو اکثر اس میں سستی وکاہلی کے شکار ہیں اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

باب نمبر ۸۷

تشبیک الا صابع فی المسجد و غیرہ

ترجمہ: مسجد وغیرہ میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا

ابن عمر و قال شبک النبی ﷺ اصابعه و قال عاصم بن علی فا عاصم بن محمد قال سمعت هذا الحدیث من ابی فلم احفظه فقومه لی واقد عن ابیه قال سمعت ابی وهو یقول قال عبدالله بن عمر وقال رسول الله ﷺ یا عبدالله بن عمر و کیف بک اذا بقیت فی حثالة من الناس بهذا۔

ترجمہ: ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا اور عاصم بن علی نے کہا کہ ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا کہا کہ ہم نے اس حدیث کو اپنے والد سے سنا لیکن مجھے حدیث یاد نہیں رہی تھی پھر واقد نے اپنے والد کے واسطہ سے نقل کر کے مجھے بتایا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ عبداللہ بن عمرو سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو تمھارا کیا حال ہوگا جب تم برے لوگوں میں رہ جاؤ گے (اس طرح یعنی آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے میں داخل کر کے صورت واضح کی)

عن ابی موسی عن النبی ﷺ انه قال ان المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضا و شبک اصا بعه۔

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعری سے وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں مثل عمارت کے ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے اور آپ نے (تمثیلا) ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔

عن ابی هریرة قال صلیٰ بنا رسول الله ﷺ اهدی صلوتی العشی قال ابن سیرین قد سما ها ابو هریرة ولکن نسیت انا قال فصلی بنا رکعتین ثم سلم فقام الی خشبة معروضة فی المسجد فاتکا علیها کانه غضبا ن ووضع یده الیمنیٰ علی الیسریٰ و شبک بین اصا بعه ووضع خده الایمن علیٰ ظهر کفه الیسریٰ وخرجت السرعان من ابواب المسجد فقالو ا قصرت الصلوٰة وفی القوم ابو بکر و عمر فهابا ه ان تکلماه وفی القوم رجل فی یدیه طول یقال له ذوالیدین قال یارسول الله انسیت ام قصرت الصلوٰة قال لم انس ولم تقصر فقال اکما یقول ذو الیدین فقالو انعم فتقلام فصلیٰ ما ترک ثم سلم ثم کبر و سجدمثل سجوده او اطول ثم رفع راسه وکبر ثم کبر و سجد مثل سجو ده او اطول ثم رفع راسه وکبر فربما سالوه ثم سلم فیقول نبئت ان عمران بن حصین قال ثم سلم ۔

ترجمہ: ابو ہریرہ نے کہا کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے زوال کے بعد کی دو نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی۔ ابن سیرین نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نام لیا تھا لیکن میں بھول گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد ایک لکڑی کے گٹھے سے جو مسجد میں پڑا ہوا تھا ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ آپ اس کا اس طرح سہارا لئے ہوئے تھے جیسے آپ بہت ہی غصہ ہوں اور آپ نے اپنے ہاتھ کو بائیں پر رکھا اور ان کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا اور آپ نے اپنے داہنے رخسار مبارک کو بائیں ہاتھ کی پشت کا سہارا دیا جو لوگ مسجد سے جلدی نکل جایا کرتے تھے وہ دروازہ سے باہر جا چکے تھے۔ لوگ کہنے لگے کہ نماز (رکعتیں) کم کر دی ہیں؟ حاضرین میں ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) بھی تھے لیکن انکو بھی بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انھیں میں ایک شخص تھے جن کے ہاتھ لمبے تھے اور انھیں ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ بھول گئے یا نماز (کی رکعتیں) کم کر دی گئیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کی رکعتوں میں کمی ہوئی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر پوچھا کیا ذوالیدین کہہ رہے ہیں۔ حاضرین بولے کہ جی ہاں! آخر آپ آگے بڑھے باقی رکعتیں پڑھیں، پھر سلام پھیرا تکبیر کہی اور سجدہ کیا۔ معمول کے مطابق یا اس سے بھی طویل سجدہ۔ پھر سر اُٹھایا اور تکبیر کہی پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا معمول کے مطابق یا اس سے بھی طویل۔ پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی تلامذہ ابن سیرین سے پوچھتے کہ کیا پھر سلام پھیرا تو وہ جواب دیتے مجھے معلوم ہوا ہے کہ عمران بن حصین کہتے تھے کہ پھر سلام پھیرا۔

شرح:

التشبیک: ایک کو دوسرے میں داخل کرنا۔ ملانا (المنجد) عموماً اس کا اطلاق انگلیوں کا دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنے پر ہوتا ہے۔ یا عبداللہ: اسمیں حضور نبی پاک ﷺ نے آنے والے حالات کی طرف اشارہ فرمایا کہ فتنے برپا ہونگے دین بچانا مشکل ہو

جائیگا اور یہ حالات ہوئے اسی کو ہم علم غیب سے تعبیر کرتے ہیں اور مخالفین اسے پیشگوئی کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں بیشک نام بدلو لیکن اصل کام نہیں بگڑتا ہے۔ بہر حال ہے یہ علم غیب۔ کالبنیان: ایک دوسرے کے ساتھ جوار کی طرح۔ حدیث میں مسلمانوں کو باہم اتفاق واتحاد کے ساتھ رہنے کی تلقین کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے جیسے ایک دیوار دوسری دیوار کیلئے اور ایک اینٹ دوسری اینٹ کیلئے مضبوطی کا باعث ہوتی ہے۔ یہ ہی شان مسلمان کی ہونی چاہیے کہ وہ دوسرے مسلمان کے لئے تقویت کا باعث بنے نہ کہ تخریب وتفریق کا۔

سوال:

بعض احادیث میں تشبیک کی ممانعت آئی ہے؟

جواب:

بلا فائدہ اگر کوئی تشبیک کرے تو منع ہے۔ لیکن اگر وعظ ونصیحت کے دوران مثال دینے اور بات سمجھانے کے لئے تشبیک کی جائے تو جائز ہے۔ لہٰذا جن حدیثوں میں تشبیک کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اس سے مراد بلا وجہ تشبیک ہے (عینی ج ۲ صفحہ ۴۵۳)

باب نمبر ۸۸

المساجد التی علٰی طرق المدینۃ والمواضع التی صلی فیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: مدینے کے راستے میں وہ مساجد اور جگہیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی

۴۶۴، حدثنا محمد بن ابی بکر المقدمی قال ثنا فضیل بن سلیمان قال ثنا موسی بن عقبہ رایت سالم بن عبداللہ یتحری اماکن من الطریق فیصلی فیہا ویحدث ان اباہ کان یصلی فیہا وانہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی تلک الاسکنۃ قال و حدثنی نافع عن ابن عمر انہ کان یصلی فی تلک الاسکنۃ وسالت سالما فلا اعلمہ الا وافق نافعا فی الاسکنۃ کلہا الا انہما اختلفا فی مسجد بشرف الروحاء۔

ترجمہ: ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ (مدینہ سے مکہ تک) راستے میں مخصوص جگہوں کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ان کے والد

(ابن عمر رضی اللہ عنہ) بھی ان مقامات میں نماز پڑھتے تھے اور میں نے سالم سے پوچھا تو مجھے خوب یاد ہے کہ انہوں نے بھی نافع کی حدیث کے مطابق ہی تمام مقامات کا ذکر کیا البتہ مقام شرف روحا کے متعلق دونوں کا بیان مختلف تھا۔

شرح:

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ اپنے والد کے طریقہ پر تھا کہ جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو تبرک کی تلاش رہتی تھی یہ بھی والد گرامی کے نقش قدم پر چل کر تبرک کی تلاش میں رہتے تھے نہ صرف یہ بلکہ ہر صحابی و تابعی و تبع تابعین وائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تا حال یہی حال تھا اور ہے سوائے نجدیہ وہابیہ کے۔

عبدالله بن عمر اخبره ان رسول الله ﷺ كان ينزل بذى الحليفة حين يعتمرو فى حجة حين حج تحت سمرةٍ في موضع المسجد الذى بذى الحليفة وكانِ اذارجع من غزوة وكان في تلك الطريق اوحج او عمرةٍ هبط بطن وادفاذا ظهر من بطن واد اناخ بالبطحاء التى على شفير الوادى الشرقية فعرس ثم حتى يصبح ليس عندالمسجد الذى بحجارةٍ ولا على الاكمة التى عليها المسجد كان ثم خليج يصلى عبدالله عنده في بطنه كثب كان رسول الله ﷺ ثم يصلى فدحا فيه السيل بالبطحاءِ حتى دفن ذلك الكان الذى كان عبدالله يصلى فيه وان عبدالله بن عمر حدثه ان النبى ﷺ صلى حيث المسجد الصغير الذى دون المسجد الذى بشرف الروحاءِ وقد كان عبدالله يعلم المكان الذى كان صلى فيه النبى ﷺ يقول ثم عن يمينك حين تقوم فى المسجد تصلى وذلك المسجد على حافة الطريق اليمنى وانت ذاهب الى مكة بينه وبين المسجد الاكبر رمية بحجر او نحو ذالك وان ابن عمر كان يصلى الى العرق الذى عند منصرف الروحاء وذلك العرق انتهىٰ طرفة على حافة الطريق دون المسجد الذى بينه وبين المنصرف وانت ذاهب الى مكة وقدابتنى ثم مسجد فلم يكن عبدالله ابن عمر يصلى فى ذلك المسجد كان يتركه عن يساره وورآءه ويصلى امامه الى العرق نفسهٖ وكان عبدالله بيروح من الروحاء فلا يصلى الظهر حتى ياتى ذلك المكان فيصلى فيه الظهر واذا اقبل من مكة فان مربهٖ قبل الصبح وان عبدالله حدثه ان النبى ﷺ كان ينزل تحت سرحةٍ مخمة دون الرويثة عن يمين الطريق و وجاه الطريق فى مكان بطح سهل حتىٰ يفضى من اكمة دوين بريد الرويثة بسيلين وقد انكسر اهلاها فانثنىٰ فى جوفها وهى قائمة علىٰ ساق وفى ساقيها كثب كثيرة وان عبدالله بن عمر حدثه ان النبى ﷺ صلىٰ فى طرف تلعة من وراء العرج انت ذاهب الى هضبة عند ذلك المسجد قبران او ثلاثة على القبور رضم من حجارة عن يمين الطريق عند سلمات الطريق بين اولئك السلمات كان عبدالله يروح من العرج بعد ان تميل الشمس

بالها جرة فيصلى الظهر فى ذلك المسجد وان عبدا لله بن عمر حد ثه ان رسول الله ﷺ نزل عند سرحات عن يسار الطريق فى مسيل دون هرشى ذلك المسيل لاصق بكراع هرشىٰ بينه وبين الطريق قريب من غلوة وكان عبدالله ابن عمر يصلى الى سرحةٍ هى اقرب السرحات الى الطريق وهى اطوالهن وان عبدالله ابن عمر حدثه ان النبى ﷺ كان ينزل فى المسيل الذى فى ادنى مر الظهران قبل المدينة حين تهبط من الصفراوات تنزل فى بطن ذلك المسيل عن يسار الطريق وانت ذاهب الى مكة ليس بين منزل رسول الله ﷺ وبين الطريق الا رمية بحجر وان عبدالله بن عمر حدثه ان النبى ﷺ كان ينزل بذطوى و يبيت حتى يصلى الصح حين يقدم مكة ومصلى رسول الله ﷺ ذلك على اكمة غليظةٍ ليس فى المسجد الذٰ ى بنى ثمه ولكن اسفل من ذ لك و على اكمة غليظة وان عبدالله بن عمر حد ثه ان النبى ﷺ استقبل فرضتى الجبل الذى بينه وبين الجبل الطويل نحو الكعبة فجعل المسجد الذى بنى ثم يسار المسجد بطرف الاكمة ومصلىٰ النبى ﷺ اسفل منه على الاكم دالسوداء تدع من الاكمة عشرة اذرع اونحوها ثم تصلى مستقبل الفرضتين من الجبل الذى بينك وبين الكعبة.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ جب عمرہ کے لئے تشریف لے گئے اور حج کے موقع پر جب۔ حج کے ارادہ سے نکلے تو ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا۔ ذوالحلیفہ کی مسجد سے متصل ایک ببول کے درخت کے نیچے اور جب کسی غزوہ سے واپس ہو رہے تھے اور اس ذوالحلیفہ سے ہو کر گزرتا یا حج یا عمرہ سے واپسی ہو رہی ہوتی تو وادیٔ عقیق کے نشیبی علاقے میں اترتے۔ پھر جب وادی کے نشیب سے اوپر آتے تو وادی کے بالائی کنارے کے اس مشرقی حصہ پر پڑاؤ ہوتا جہاں کنکریوں اور ریت کا کشادہ نالا ہے۔ یہاں آپ رات کو صبح تک آرام فرماتے تھے۔ اس وقت آپ اس مسجد کے قریب نہیں ہوتے جو پتھروں کی ہے۔ آپ اس ٹیلے پر بھی نہیں ہوتے تھے جس پر مسجد بنی ہوئی ہے۔ وہاں ایک گہری وادی تھی۔ عبداللہ وہیں نماز پڑھتے تھے۔ اس کے نشیب میں ریت کے ٹیلے تھے اور رسول اللہ ﷺ یہیں نماز پڑھتے تھے کنکریوں اور ریت کے کشادہ نالہ کی طرف سے سیلاب نے آ کر اس جگہ کے آثار نشانات کو مٹا دیا جہاں عبداللہ بن عمر نماز پڑھا کرتے تھے اور عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی جہاں اب شرف۔ روحاء والی مسجد کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ عبداللہ بن عمر اس کی نشاندہی کرتے تھے جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی تھی کہتے تھے کہ یہاں تمہاری داہنی طرف جب تم مسجد میں (قبلہ رو ہو کر) نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے ہو۔ جب تم کہ جاؤ (مدینہ سے) تو یہ چھوٹی مسجد راستے کے داہنی جانب پڑتی ہے۔ اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان پھینکے ہوئے بہت سے پتھر یا اس جیسی کچھ چیزیں پڑی ہوئی ہیں اور ابن عمر (مشہور و معروف وادی) عرق الظبیۃ میں نماز پڑھتے تھے جو مقام روحاء کے آخر میں ہے اور اس عرق الظبیۃ کا کنارہ اس راستے پر جا کر ختم ہوتا ہے جو مسجد سے قریب

ہے۔مسجد اور روحاء کے آخری۔۔۔۔حصہ کے درمیان مکہ جاتے ہوئے اب یہاں ایک مسجد کی تعمیر ہوگئی ہے۔عبداللہ بن عمر اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنے بائیں طرف مقابل میں چھوڑ دیتے تھے اور آگے بڑھ کر خاص وادی عرق الظبیۃ میں نماز پڑھتے تھے عبداللہ بن عمر روحاء سے چلتے تو ظہر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھتے تھے جب تک اس مقام پر نہ پہنچ جائیں جب وہ یہاں آ جاتے پھر ظہر پڑھتے اور اگر مکہ سے آگے ہوتے صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے یا سحر کے آخری میں وہاں سے گذرتے تو صبح کی نماز تک وہیں آرام کرتے اور فجر کی نماز پڑھتے اور عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ راستے کے داہنی طرف مقابل میں ایک گھنے درخت کے نیچے وسیع اور نرم علاقہ میں قیام فرماتے تھے جو قریہ رُوثیہ کے قریب تھا۔ پھر آپ اس ٹیلہ سے جو رُوثیہ کے راستے سے قریب دو میل کے ہے جارہے تھے۔اب اس کے اوپر کا حصہ ٹوٹ کر درمیان میں اٹک گیا ہے۔درخت کا تنا اب بھی کھڑا ہے اور اس کے اردگرد ریت کے تودے بکثرت پھیلے ہوئے ہیں اور عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے قریہ عرج کے قریب اس نالے کے کنارے نماز پڑھی جو پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے پڑتا ہے۔اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں۔ان قبروں پر پتھروں کے بڑے بڑے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں۔راستے کے داہنی جانب درختوں کے پاس ان کے درمیان میں ہو کر نماز پڑھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قریہ حرج سے سورج ڈھلنے کے بعد چلتے اور ظہر اسی مسجد میں آکر پڑھتے تھے اور عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے راستے کے بائیں طرف ان گھنے درختوں کے پاس قیام کیا جو ہرشی پہاڑ کے قریب نشیب میں ہیں۔یہ ڈھلوان جگہ ہرشی کے ایک کنارے سے ملی ہوئی ہے۔یہاں سے عام راستہ تک پہنچنے کے لئے تقریباً پونے تین فرلانگ کا فاصلہ پڑتا ہے۔عبداللہ بن عمر اس گھنے درخت کے پاس نماز پڑھتے تھے جو ان تمام درختوں میں راستے سے سب سے زیادہ قریب ہے اور سب سے لمبا درخت بھی یہی ہے اور عبداللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اس نشیبی جگہ میں اترتے تھے جو وادی مرالظہر ان کے قریب ہے۔مدینہ کے مقابل جب کہ مقام صفر ادات سے اترا جائے نبی کریم ﷺ اس ڈھلوان کے بالکل نشیب میں قیام کرتے تھے۔یہ راستے کے بائیں جانب پڑتا ہے جب کوئی شخص مکہ جارہا ہو۔راستے اور رسول اللہ ﷺ کی منزل کے درمیان صرف پتھر کے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مقام ذی طویٰ میں قیام فرماتے تھے۔رات وہیں گذارتے تھے اور صبح ہوتی تو نماز فجر یہیں پڑھتے۔مکہ جاتے ہوئے یہاں نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ ایک بڑے سے ٹیلے پر تھی۔اس مسجد میں نہیں جواب بنی ہوئی ہے بلکہ اس سے نیچے ایک بڑا ٹیلہ تھا اور عبداللہ بن عمر نے حضرت نافع سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پہاڑ کی ان دو گھاٹیوں کا رُخ کیا جو اس کے اور جبل طویل کے درمیان کعبہ کی سمت میں ہیں۔آپ اس مسجد کو جواب وہاں تعمیر ہوئی ہے اپنی بائیں طرف کر لیتے تھے۔ٹیلے کے کنارے اور نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اس سے نیچے ٹیلے پر تھی۔ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر پہاڑ کی دونوں گھاٹیوں کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے جو تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

شرح:

اس طویل حدیث میں جن مقامات میں نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے ان میں سے تقریباً اکثر کے آثار ونشانات اب مٹ چکے ہیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اب ان میں صرف مسجد ذی الحلیفہ اور روحا کی مساجد جن کی اسی اطراف کے لوگ تعین کرسکتے ہیں باقی رہ گئی ہیں اس کے علاوہ اس حدیث میں جس سفر کی نمازوں کا ذکر ہے وہ سات دنوں تک جاری رہا تھا۔ اور آپ نے پینتیس نمازیں راستے میں پڑھی ہوں گی لیکن راویان حدیث نے اکثر کا ذکر نہیں کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ وادیِ روحاء میں آں حضور ﷺ نے نماز پڑھی اور پھر فرمایا کہ یہاں ستر انبیاء نے نمازیں پڑھی ہیں۔ ابن عمر کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ جن مقامات میں نبی کریم ﷺ نے نمازیں پڑھیں وہاں پہنچ کر نماز کے لئے خاص طور سے اہتمام کرنا اوران سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے ویسے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع سنت میں انتہائی شدت مشہور ہے لیکن دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل ہے کہ اپنے کسی سفر میں انہوں نے دیکھا کہ لوگ ایک خاص جگہ نماز پڑھنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کررہے تھے۔ پوچھا کہ کیا بات ہے لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے یہاں نماز پڑھی تھی اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کی نماز کا وقت ہوگیا ہے تو پڑھے ورنہ آگے چلے۔ اہل کتاب اس لئے ہلاک ہوگئے کہ انہوں نے انبیاء کے آثار کو تلاش کرکر کے ان پر عبادت گاہیں بنائیں۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان ان تمام لوگوں کی زیارت سے متعلق ہے جو ان مقامات کی بغیر نماز کے زیارت کرنا پسندیدہ خیال کرتے ہیں انہیں یہ خوف تھا کہ ایسے افراد کہیں ان مقامات پر نماز پڑھنا واجب نہ سمجھ بیٹھیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسے افراد سے انھیں اس طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس سے پہلے حضرت عتبان کی حدیث گذر چکی ہے کہ آں حضور ﷺ نے ان کے گھر ایک جگہ اس لئے نماز پڑھی تھی تاکہ عتبان وہاں نماز پڑھا کریں۔ (تفہیم البخاری، دیوبندی)

تبصرہ اویسی غفرلہ:

دیوبندی نے اپنا مذہب پس پشت ڈال کر تبرک کو بالآخر مان لیا ہاں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے تردید کرنی چاہئے لیکن قدرت نے سیدھی راہ دکھادی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف بھی صحیح ہے اور انکے بیٹے کا بھی (رضی اللہ عنہ)۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کو تبرک کی تلاش:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان مقامات پر نماز پڑھنے کا کتنا اہتمام فرمایا کرتے تھے، جہاں حضور اقدس ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں۔ یہ سوائے حصولِ برکت کے اور کس مقصد سے ہوسکتا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام، صحابہ عظام و اولیائے امت و صالحین امت نے جہاں نماز پڑھی ہو، عبادت کی ہو، وہاں سے برکت حاصل کرنا صحابہ کرام کی سنت اور کم ازکم مستحب ضرور ہے۔ یہی تمام

علماء سلف وخلف کا مذہب ہے۔ علامہ عینی وعلامہ عسقلانی وعلامہ قسطلانی نے یہی لکھا ہے۔ امام قاضی عیاض فرماتے ہیں، حضور ﷺ کی تعظیم واجلال شان ہی میں سے یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام متعلقات کی تعظیم کرے۔ حضور کی طرف منسوب ان تمام جگہوں کی اور مشاہدو معابد کی جو حرمین طیبین کے راستے میں ہیں اکرام کرے۔ بلکہ کہیں بھی ہوں سب کی تعظیم وتکریم کرے۔ بلکہ ان چیزوں کا بھی جن کو دست مبارک نے مَس کیا ہو۔ حضرت صفیہ بنت نجدہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اپنے سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نہیں مونڈاتے تھے، دریافت کیا گیا تو فرمایا، ان کو کس دل سے الگ کراؤں، ان کو حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک نے مَس کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منبرِ اقدس کے اس حصے پر ہاتھ رکھ کر چوم لیتے جہاں نبی پاک ﷺ رونق افروز ہوتے تھے۔ تبرکات کے متعلق فقیر کا رسالہ ''احسن البرکات'' پڑھیے۔

حل لغات:

ذوالحلیفہ۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی جانب چار میل کے فاصلے پر ایک قدیم مشہور بستی ہے، جو اہل مدینہ کی میقات ہے۔ اس کو اب بیرِ علی کہا جاتا ہے۔ میقاتوں میں سب سے دور یہی میقات ہے۔ سَمُرہ۔ ببول کا درخت جو عرب میں بہت بڑا ہوتا ہے۔ بطحاء۔ وہ کشادہ نالہ جس میں ریت اور کنکریاں ہوں۔ شفیر۔ کنارہ۔ تعریس۔ مسافر کا اخیر رات میں آرام کرنے کے لئے پڑاؤ کرنا۔ خلیج۔ بڑے دریا یا سمندر سے جو پانی کی چھوٹی سی چھیر نیز کسی بڑے نالے سے جو چھوٹا گہرا نالہ نکلے اسے خلیج کہتے ہیں۔ اکمۃ۔ پہاڑی، ٹیلہ۔ کثب کثیبۃ کی جمع ہے، ریت کا ٹیلہ۔ فدحا، دحو۔ کا فعل ماضی۔ دحا پر فاء۔ داخل ہے۔ بہالے گیا، برابر کردیا۔ حافۃ، کنارہ۔ عرق، چھوٹا پہاڑ۔ سرحۃ۔ بڑا گنجان درخت۔ ضخمۃ۔ موٹا بڑا۔ رویثہ۔ مدینہ سے سترہ فرسنگ کے فاصلہ پر ایک بستی کا نام۔ وجاہ سامنے۔ بطح۔ کشادہ ریت، کنکریلی زمین۔ سھل۔ نرم ہموار زمین۔ یفضی۔ کا مصدر افضاء ہے۔ افضاء کے معنی واپس ہونا۔ پلٹنا ہے۔ چلے جانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ تلعۃ، اونچی زمین۔ عرج، حرمین کے راستے میں ایک بستی ہے۔ رویثہ سے چودہ میل کے فاصلے پر۔ ھضبۃ۔ زمین کے برابر ایک پہاڑی ہے۔ رضم۔ بڑا پتھر یا اس کا کچھ حصہ۔ سلمات۔ سلمۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی بڑے پتھر کے ہیں۔ روحاء۔ مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ایک آبادی ہے۔ ھرشی۔ مدینہ طیبہ اور شام کے راستے میں ایک پہاڑ ہے جو جحفہ کے قریب ہے۔ کراع، اطراف، غلوۃ، درمیانی قوت سے کمان سے تیر چلایا جائے تو جہاں جاکر گرے۔ صفراوات، مرالظہر ان کے بعد کچھ پہاڑوں یا وادیوں کا نام ہے (نزہۃ القاری)

(فائدہ)

حضرت علامہ عینی حنفی وعلامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہما اللہ کے زمانہ تک باقی تھیں وہ یہ ہیں۔

(۱) مسجد قباء (۲) مسجد فضیخ جو قبا کے مشرق کی طرف ہے (۳) مسجد بنی قریظہ (۴) مسجد مشربہ ام ابراہیم (۵) مسجد بنی ظفر بقیع کے مشرق کی

طرف ہے جسے مسجد بغلہ بھی کہتے ہیں (۶) مسجد بنی معاویہ جسے مسجد الاجابت بھی کہتے ہیں (۷) مسجد فتح جو سلع پہاڑ کے نزدیک ہے (۸) مسجد قبلتین جو بنی سلمہ میں ہے (عینی ج ۲ صفحہ ۴۶۹ ۔ قسطلانی فتح الباری)

باب نمبر ۸۹

سترة الامام سترہ من خلفه

ترجمہ: امام کا سُترہ پیچھے والوں کا یعنی مقتدیوں کا سُترہ ہے

ان عبدالله بن عباس قال اقبلت راکبا علی حمار اتان وانا یومئذ قد ناهزت الاحتلام و رسول الله ﷺ یصلی بالناس بمنی الی غیر جدار فمررت بین یدی بعض الصف فنزلت وارسلت الا تان ترتع و دخلت فی الصف فلم ینکر ذلک علی احد۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اس زمانہ میں میں قریب البلوغ تھا۔ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں دیوار کے سوا کسی اور چیز کا سترہ کر کے لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے صف کے بعض حصے سے گذر کر میں سواری سے اترا۔ گدھی کو میں نے چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور صف میں آ کر شریکِ (نماز) ہو گیا کسی نے اس کی وجہ سے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔

ابن عمر ان رسول الله ﷺ کان اذا خرج یوم العید امر بالحربة فتوضع بین یدیه فیصلی الیها والناس وراء ہ وکان یفعل ذلک فی السفر فمن ثم اتخذها الامراء ۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن (مدینہ سے) باہر تشریف لے جاتے تو چھوٹے نیزہ (حربہ) کو گاڑنے کا حکم دیتے وہ جب گاڑ دیا جاتا تو آپ اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ یہی آپ سفر میں بھی کیا کرتے تھے۔ خلفاء نے اسی طرز عمل کو اختیار کر لیا ہے۔

عن عوف بن ابی حجیفة قال سمعت ابی یقول ان النبی ﷺ صلیٰ بهم بالبطحاء وبین یدیه عنزة الظهر رکعتین والعصر رکعتین تمر بین یدیه المراء ۃ والحمار ۔

ترجمہ: عون بن ابی جحیفہ سے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو بطحاء میں نماز پڑھائی۔ آپ کے سامنے عنزہ (ڈنڈا جس کے نیچے پھل لگا ہوا ہو) گاڑ دیا گیا تھا۔ ظہر کی دو رکعت عصر کی دو رکعت (مسافر ہونے کی وجہ سے) آپ کے سامنے سے عورتیں اور گدھے اس وقت گذر رہے تھے۔

شرح:

حدیث میں ہے کہ کالے کتے۔ گدھے یا عورتیں اگر نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذریں تو نماز میں خلل پڑتا ہے اور اسی وجہ سے راوی نے خاص طور پر اس کا ذکر کیا کہ گدھے پر سوار لوگ اور عورتیں نمازیوں کے سامنے سے گذر رہے تھے۔ حدیث میں ایک ساتھ مختلف چیزوں کو جمع کر کے بیان کر دیا گیا ہے کہ ان ان کے سامنے سے گذرنے سے نماز میں خلل پڑتا ہے اس کی تفصیل نہیں بتائی گئی کہ وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اگر سامنے سے گذریں تو توجہ بٹتی ہے اور ذہن میں وساوس پیدا ہوتے ہیں۔ حدیث میں عورتوں کو گدھے کے برابر نہیں بتایا گیا بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ اس صنف میں مردوں کے لئے جو کشش ہے نمازی کے سامنے سے گذرنے کے وقت اس کی وجہ سے نماز میں خلل پڑ سکتا ہے جو نماز کے لئے مضر ہے۔

حل لغات:

بطحاء۔ مکہ سے باہر ایک موضع کا نام ہے جسے ابطح بھی کہتے ہیں۔

سُترہ کے مسائل:

(۱) ہاتھ میں کوئی آلہ رکھنا (خصوصاً سفر میں) جس سے دشمن کو دفع کر سکے۔ مستحب ہے (۲) امام و منفرد صحراء میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں سے لوگوں کے گذرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ گاڑیں (۲) امام کا سترہ مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔ مقتدی کو جدید سترہ کی ضرورت نہیں اور سترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو یا زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔ سترہ نزدیک ہونا چاہئے سترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو۔ بلکہ دائیں یا بائیں ابرو کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ اگر سترہ نصب کرنا ناممکن ہو تو کوئی چیز آڑی رکھ دے یہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ دے۔ غرضیکہ جو چیز بھی آڑ بن سکے وہ سترہ کے کام آ سکتی ہے۔ مثلاً لکڑی۔ پتھر۔ درخت۔ آدمی جانور وغیرہ۔ مگر آدمی کو اس حال میں سترہ بنایا جائے جب اس کی پیٹھ مصلی کی طرف ہو کیونکہ مصلی کی طرف منہ کرنا منع ہے۔

سترہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اب سترہ کے آگے سے گذرنا جائز ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی نے بلا سترہ شارع عام پر نماز پڑھی اور عورت و مرد، جانور وغیرہ آگے سے گذرے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

لطیفہ:

بعض لوگ نماز پڑھتے ہوئے اپنے آگے لکیر کھینچ دیتے ہیں اس لکیر کھینچ دینے سے نمازی کے آگے سے گذرنا جائز نہ ہوگا۔ البتہ اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ شیطان قریب نہ آئے گا جیسے لیلۃ الجن میں حضور ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر زمین پر دائرہ بنا دیا تھا۔ جس کو حصار کہتے ہیں۔ یہ حصار جو عامل لوگ کرتے ہیں۔ حدیث لیلۃ الجن ہی سے مستفاد ہے (فیوض الباری مع حاشیہ)

تائیدالاحناف:

چونکہ امام ساری قوم (مقتدیوں) کا بارگاہِ الٰہی کا نمائندہ ہے اسی لئے اسکا سترہ تمام قوم کے لئے کافی رہیگا۔یہی نکتہ قرأۃ خلف الامام کا ہے کہ امام کی قرأۃ مقتدیوں کے لئے کافی ہوئی جیسے مقتدیوں کے لئے علیحدہ سترہ کی ضرورت نہیں ہوتی انہیں اپنی قرأۃ کی ضرورت نہیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے قرأۃ الامام قراۃ له ، امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ ہے اسکی تحقیق فقیر کے رسالہ "قرأۃ خلف الامام" میں پڑھیے۔

باب نمبر ۹۰

قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترة

ترجمہ: مصلی اور سُترہ میں کتنا فاصلہ ہونا چاہئیے

عبدالعزیز ابن ابی حازم عن ابیه عن سهل بن سعد قال کان بین مصلی رسول الله ﷺ وبین الجدار ممر الشاه۔

ترجمہ: ابن ابی حازم نے اپنے والد کے واسطہ سے بیان کیا۔وہ سہل بن سعد سے انھوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے سجدہ کرنے کی جگہ اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گذر سکنے کا فاصلہ تھا۔

عن سلمة قال کان جدار لمسجد عندالمنبر ما کادت الشاة نجوزها۔

ترجمہ: سلمہ نے بیان کیا انھوں نے فرمایا کہ مسجد کی دیوار اور منبر کے درمیان بکری کے گذر سکنے کا فاصلہ تھا۔

شرح:

تفہیم البخاری کے حاشیہ پر دیوبندی لکھتا ہے کہ مسجد نبوی میں اس وقت محراب نہیں تھا اور آپ منبر کے بائیں طرف کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے۔لہٰذا منبر اور دیوار کا فاصلہ بعینہٖ وہی تھا جو آپ کے اور دیوار کے درمیان ہوسکتا تھا۔

تبصرہ اویسی غفرلہ:

دیوبندی نے اعتراف کیا ہے کہ محراب معروف جو آجکل مساجد میں مروج ہے حضور سرورِعالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں نہ تھا یعنی یہ محراب مروج بدعت ہے اسپر فقیر کا رسالہ "تحفه الاریب فی بدعة المتحاریب" مطبوعہ ہے پڑھیے۔(خوب ہے الحمدللہ) تو ہمارا دیوبندیوں ، وہابیوں سے سوال ہے کہ یہ بدعت اتنی قابل قبول ہے کہ جہاں اسلام ہے وہاں مسجد ہے جہاں مسجد ہے

وہاں محراب بھی ہے تو یہ بدعت اگر قابل قبول ہے تو دوسری بدعات حسنہ بالخصوص متعلقات نبوت وولایت بھی قبول کر لیجئے ورنہ ہمیں کہنا پڑ یگا کہ تمہیں نبوت وولایت سے دشمنی ہے۔

باب نمبر ۹۱

الصلوٰۃ الی الحربة

ترجمہ: چھوٹے نیزہ (حربہ) کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا

عن عبدالله بن عمر ان النبی ﷺ کان یر کزله الحربة فیصلی الیها۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کے لئے حربہ گاڑ دیا جاتا تھا۔ اور آپ اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

باب نمبر ۹۲

الصلوٰۃ الی العنزة

ترجمہ: عنزہ (وہ ڈنڈا جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا

عون بن ابی جحیفة قال سمعت ابی قال خرج علینا النبی بالهاجرة فاتی بو ضوء فتوضا فصلّٰی بنا الظهر والعصر وبین یدیه عنزة و المراءة والحمار یمر ان من ورائها۔

ترجمہ: کہا کہ ہم سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا۔ کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا انھوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ دوپہر کے وقت باہر تشریف لائے۔ آپ کی خدمت میں وضو کا پانی پیش کیا گیا جس سے آپ نے وضو کیا۔ پھر ہمیں آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر کی بھی۔ آپ کے سامنے عنزہ گاڑ دیا گیا تھا۔ اور عورتیں اور گدھے پر سوار لوگ اس کے پیچھے سے گذر رہے تھے۔

انس بن مالک قال کان النبی ﷺ اذا خرج لحاجته تبعته انا و غلام ومعنا عکازة او عصا او عنزة ومعنا اداوة فاذا فرغ من حاجته ناولناه الاداوة ۔

ترجمہ: انس بن مالک سے سنا انھوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جب رفع حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو اور ایک لڑکا آپ کے پیچھے پیچھے جاتا تھا۔ ہمارے ساتھ عکازہ (وہ ڈنڈا جسکے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) یا چھڑی یا عنزہ ہوتا تھا اور ہمارے ساتھ ایک برتن بھی ہوتا تھا جب حضور ﷺ حاجت سے فارغ ہو جاتے تو آپکو وہ برتن دیتے تھے۔

باب نمبر ۹۳

السترة بمكة و غيرها

ترجمہ: مکہ اور اس کے علاوہ دوسرے مقامات میں سُترہ

عن ابی جحیفة قال خرج علینا رسول الله ﷺ بالھا جرة فصلی بالبطحاء الظهر والعصر رکعتین ونصب بین یدیه عنزة وتوضاء فجعل الناس یتمسحون بوضوءہ۔

ترجمہ: حکم کے واسطہ سے بیان کیا۔ وہ ابو جحیفہ سے انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس دوپہر کے وقت تشریف لائے اور آپ نے بطحاء میں ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ کے سامنے عنزہ گاڑ دیا گیا تھا اور جب آپ ﷺ نے وضو کیا تو لوگ آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو اپنے بدن پر لگانے لگے۔

شرح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سترہ کے مسئلہ میں مکہ اور دوسرے مقامات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ اس موقعہ پر یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ خاص بیت اللہ کے سامنے نماز اگر کوئی شخص پڑھ رہا ہے اور طواف کرنے والے اس کے سامنے سے آجا رہے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ بیت اللہ کا طواف بھی نماز کے حکم میں ہے۔ یہ مسئلہ امام طحاوی نے اپنی مشکل الآ ثار میں ذکر کیا ہے۔ اس میں ان وہمی لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ معظّمہ میں سترہ کی ضرورت نہیں سترہ کی بابت مکہ معظّمہ و مدینہ طیبہ بلکہ ہر جگہ برابر ہے۔

باب نمبر ۹۴

الصلوٰۃ الی فی الاسطوانۃ

ترجمہ: ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھنا

و قال عمر المصلون احق بالسواری من المتحدثین الیھا ورای ابن عمر رجلا یصلی بین اسطوانتین فادناہ الی ساریۃ فقال صل الیھا ۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والے ستونوں کے ان لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں جو اس پر ٹیک لگا کر باتیں کریں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا تو اسے ایک ستون کے قریب کر دیا اور فرمایا کہ اس کو سامنے کر کے نماز پڑھو (تاکہ گذرنے والے کو تکلیف نہ ہو)۔

یزید بن ابی عبید قال کنت اتی مع سلمۃ بن الاکوع فیصلی عندالا سطوانۃ التی عندالمصحف فقلت یاابا مسلم اراک نتحری الصلوۃ عندھذہ الاسطوانۃ قال فانی رایت النبی ﷺ یتحری الصلوۃ عندھا ۔

ترجمہ: یزید بن ابی عبید نے بیان کیا کہا کہ میں سلمہ بن اکوع کے ساتھ (مسجد نبوی میں) حاضر ہوا کرتا تھا سلمہ ہمیشہ اس ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھتے تھے جو مصحف کے پاس تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ اے ابو مسلم میں دیکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ انھوں نے اس پر فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خاص طور سے اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

عن عمر وابن عامر عن انس بن مالک لقد ادرکت کبار اصحاب النبی ﷺ یبتدرون السواری عندالمغرب وزاد شعبۃ عن عمر و عن انس حتی یخرج النبی ﷺ ۔

ترجمہ: انس بن مالک سے انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے کبار اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا کہ وہ مغرب (کی اذان) کے وقت ستونوں کے سامنے جلدی سے پہنچ جاتے تھے۔ شعبہ نے عمرو سے وہ انس رضی اللہ عنہ سے (اس حدیث میں) یہ زیادتی کی ہے۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے۔

شرح:

اس باب میں فقیر نے مسجد نبوی شریف کے ستون ہائے رحمت پر کچھ عرض کرنا ہے۔ اس سے پہلے ایک غلطی کا ازالہ کردوں وہ یہ کہ حرمین شریف جانے والے حضرات حیران ہو جاتے ہیں جب نجدی لوگ اور اکثر عوام مغرب کی اذان کے بعد دو نفل دوگانہ پڑھتے ہیں

اور پھر انکے لئے حدیث بخاری مزید پریشانی کا موجب بنتی ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان دو رکعتیں ابتداء اسلام میں پڑھ لی جاتی تھیں لیکن اس پر عمل ترک کر دیا گیا کیونکہ شریعت کو مغرب کی نماز اور نماز میں زیادہ اتصال مطلوب ہے شوافع کے نزدیک دو رکعت پڑھنا مستحب ہے نجدی اسی پر عمل کرتے ہیں لیکن احناف اذان وصلوٰۃ کے درمیان اتصال کے قائل ہیں وہ مذکورہ بالا روایت کو منسوخ یا غیر معمول بہ سمجھتے ہیں لیکن نجدیوں اور وہابیوں پر تعجب ہے کہ صرف دو نفل پڑھنا ہوتا تو اسکے لئے صرف پانچ منٹ ہی کافی ہیں لیکن یہ وقت ضائع کرتے ہوئے اذان ونماز کے درمیان اتنا وقت ضائع کرتے ہیں جیسے ظہر وغیرہ میں وقت صرف کیا جاتا ہے یہ انکی احناف سے ضد ہے اور بس۔

فائدہ:

قدیم دور میں مسجد نبوی میں ایک ستون تھا جس کے پاس قرآن مجید رکھا ہوا تھا۔ یہ قرآن مجید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں رکھا گیا۔ اس کو ستون مصحف اور ''اسطوانۃ المہاجرین'' بھی کہتے ہیں تاریخ مدینہ لابن نجار میں ہے۔ مہاجرین قریش اس ستون کے پاس اکٹھے ہو کر نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے تھے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اگر لوگ اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی فضیلت کو جان لیں تو قرعہ اندازی تک نوبت پہنچ جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چپکے سے وہ ستون حضرت عبداللہ بن زبیر کو بتا دیا تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن زبیر اکثر وہاں نماز پڑھتے۔

باب نمبر ۹۵

الصلوٰۃ بین السواری فی غیر جماعۃ

ترجمہ: نماز دوستونوں کے درمیان بلا جماعت تنہا پڑھنا

عن ابن عمر قال دخل النبی ﷺ البیت واسامۃ بن زید و عثمان بن طلحۃ وبلال فاطال ثم خرج و کنت اول الناس دخل علی اثرہ فسالت بلالا این صلی فقال بین العمودین المقدمین۔

ترجمہ: ابن عمر سے کہا کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اسامہ بن زید، عثمان بن طلحہ اور بلال بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ دیر تک اندر رہے۔ پھر باہر آئے اور میں پہلا شخص تھا جو آپ کے بعد داخل ہوا میں نے بلال سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے کہاں نماز پڑھی تھی۔ انھوں نے بتایا کہ پہلے دوستونوں کے درمیان۔

عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ دخل الکعبۃ واسامۃ بن زید و بلال و عثمان بن طلحۃ الحجبی فا غلقھا

علیہ و مکث فیھا وسالت بلالا حین خرج ما صنع النبی ﷺ قال جعل عمودا عن یسارہ و عمودا عن یمینہ و ثلثۃ اعمدۃ وراءہ وکان البیت یومئذ علی ستۃ اعمدۃ ثم صلی وقال لنا اسمعیل حدثنی مالک فقال عمودین عن یمینہ۔

ترجمہ: خبر دی نافع کے واسطہ سے وہ عبداللہ بن عمر سے کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور اسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ حجبی بھی (رضی اللہ عنہم) پھر دروازہ بند کر دیا اور اس میں ٹھہرے رہے جب بلال باہر آئے تو میں نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے اندر کیا کیا تھا انھوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے ایک ستون کو تو بائیں طرف چھوڑا اور ایک کو دائیں طرف اور تین کو پیچھے اور اس زمانہ میں بیت اللہ میں چھ ستون تھے۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور ہم سے اسمعیل نے کہا کہ مجھ سے مالک نے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ دائیں طرف آپ ﷺ نے دو ستون چھوڑے تھے۔

عبداللہ کان اذا دخل الکعبۃ مشی قبل وجھہ حین یدخل وجعل الباب قبل ظھرہ فمشی حتی یکون بینہ و بین الجدار الذی قبل وجھہ قریبا من ثلثۃ اذرع صلی یتوخی المکان الذی اخبرہ بہ بلال ان النبی ﷺ صلی فیہ قال ولیس علی احد نا باس ان صلی فی ای نواحی البیت شاء۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو چند قدم آگے کی طرف بڑھتے دروازہ پشت کی طرف ہوتا اور آپ آگے بڑھتے جب ان کے اور ان کے سامنے کی دیوار کا فاصلہ تقریباً تین ہاتھ رہ جاتا تو نماز پڑھتے۔ اس طرح آپ اس جگہ نماز پڑھنا چاہتے تھے جس کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو بتایا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے یہیں نماز پڑھی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ بیت اللہ میں جس جگہ بھی ہم چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

شرح:

یہ بیانات فتح مکہ کے بعد کعبہ شریف میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے دخول اور اس میں نماز پڑھنے کی تفصیل ہیں۔ حضور ﷺ نے کعبہ کے اندر جو نماز پڑھی تو دو ستون آپ کی دائیں طرف اور ایک بائیں طرف اور تین پیچھے تھے کیونکہ جب کعبہ کے چھ ستون تھے تو ایک طرف آپ کے دو ستون اور ایک طرف ایک ستون رہا ہوگا۔ ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ اگر منفرد بلا جماعت دو ستون کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے۔ اور مقتدی اگرچہ دو ہوں ان ستونوں کے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور حدیث مستدرک وحاکم میں بسند صحیح جو آیا کہ ستونوں کے درمیان نماز مت پڑھو تو یہ ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو۔

تائید احناف:

ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کے متعلق سلف میں بھی اختلاف رہا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مکروہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''لاتصفو ابین الاساطین واتموا الصفوف'' ظاہر ہے کہ یہ نہی بھی اسی صورت سے متعلق ہے جبکہ باجماعت نماز پڑھی جائے چنانچہ اتموا الصفوف کا لفظ اس پر دال ہے۔

فائدہ:

حضرت حسن وابن سیرین، سعید ابن جبیر، ابراہیم تیمی، سوید بن عقلہ کے نزدیک بھی ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر جگہ تنگ ہو تو حرج نہیں۔

(فائدہ)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کراہت کا سبب انقطاع ہے جو تسویہ صفوف کے منافی ہے۔

(مسئلہ)

اگر دو ستونوں کے درمیان امام کا قیام ایسے ہو کہ اسکے پاؤں کا اکثر حصہ ستونوں سے پیچھے کی طرف ہو تو نماز بلا کراہت ہو جائیگی۔

فائدہ:

شہر مکہ میں داخلہ کے بعد آپ بیت اللہ شریف میں تشریف لائے نماز پڑھی اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک فرمایا اس کے بعد آپ کے دستِ مبارک پر بیعت سے مشرف ہونے والوں کا تانتا بندھ گیا، آپ نے خانہ کعبہ کی کلید جناب عثمان بن طلحہ شیبی کو دوبارہ عنایت فرمائی۔ یہ پرانے کلید بردار تھے اور ہجرت سے قبل ایک بار جب آپ نے ان سے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولنے کی فرمائش کی تھی تو انہوں نے خانہ کعبہ کا دروازہ نہیں کھولا تھا اس وقت آپ نے فرمایا تھا...... ''عثمان! عنقریب وہ دن آنے والا ہے جبکہ کنجی میرے قبضہ میں ہوگی اور جس کو میں چاہوں گا اس دونگا''۔ اسکی تفصیل خوب ہے فقیر نے تفصیل عرض کردی ہے اسی موقعہ پر آپ ﷺ نے دشمنان اسلام کو عام معافی کا اعلان فرمایا سوائے چند ایک کے انکا تفصیلی حال فقیر کی تصنیف ''گستاخوں کا برا انجام'' میں پڑھیے۔ اگرچہ عام معافی کا اعلان ہو چکا تھا مگر چند افراد مخصوص جرائم کے باعث اس عام معافی سے مستثنیٰ تھے لیکن آخر کار وہ بھی سرورِ کونین ﷺ کی رحمت وشفقت سے محروم نہ رہے۔ ہم یہاں اجمالی طور پر ان کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

عکرمہ بن ابوجہل:

عکرمہ اس شخص کے بیٹے تھے جسے حضور ﷺ نے "ابوجہل" کا لقب دیا تھا اور جسے اپنی قوم کے فرعون سے تعبیر فرمایا تھا۔ اس کی تمام تر جدوجہد اور تگ و دو رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی کے لئے وقف تھی۔ اور اسلام اور داعی اسلام ﷺ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں پیش پیش تھا عکرمہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر تھے، فتح مکہ کے دن مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے لیکن اسلام کی شان و شوکت دیکھ کر فرار ہو گئے۔ ان کی اہلیہ مشرف با اسلام ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ سے اپنے شوہر کے لئے امان حاصل کر کے ان کی تلاش میں نکلیں، حسنِ اتفاق سے شوہر تک ان کی رسائی اس وقت ہوئی جب کہ وہ ساحل سمندر پر پہنچ چکے تھے اور ایک جہاز پر سوار ہونے والے تھے بیوی نے انہیں دیکھتے ہی کہا: جئتک من احلم الناس و زصلهم واکرکهم ۔ (میں ایسے شخص کے پاس سے تمہارے پاس آ رہی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم و بردبار، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے زیادہ شریف ہیں) مژدہ باد کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں معاف کر دیا ہے! یہ خوشخبری سن کر عکرمہ وطن واپس آ گئے۔ جس وقت بارگاہ نبوت میں پہونچے ہیں تو رسول اللہ ﷺ اس طرح انہیں خوش آمدید کہنے کے لئے اٹھے کہ دوش مبارک سے چادر مبارک ڈھلک گئی اور آپ نے ارشاد فرمایا مرحبا بالراکب المهاجر (اے تارکِ وطن سوار! تم خوب واپس آئے) اس کا تفصیلی حال فقیر کی کتاب "شہد سے میٹھا محمد نام" میں پڑھئے۔

صفوان بن امیہ:

صفوان وہ ہیں کہ جن کی تمام عمر اسلام کی مخالفت میں گذری، اشعار کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتے ہوئے۔ سینہ میں بغض و عداوت کی بھڑکتی ہوئی آگ سے مجبور ہو کر ایک تیز تلوار زہر میں بجھائی اور عمیر بن وہب کو مدینہ منورہ اس مقصد سے روانہ کیا کہ وہ اس تلوار سے اس شمع فروزاں کو گل کر دے جس کی ایمان بخش روشنی سے کفر کی تاریکیاں چاک ہو رہی تھیں۔ پروردگار عالم نے آپ کو اس سازش سے مطلع کر دیا اور اپنے ارادہ میں کامیاب ہونے سے قبل عمیر بن وہب ایک گرفتار مجرم کی حیثیت سے دربار نبوت میں حاضر تھا۔ اس نے رحمتِ عالم ﷺ سے معافی کی درخواست کی چنانچہ انہیں معاف کر دیا گیا لیکن اس سازش کے روح رواں صفوان بن امیہ کا جرم برقرار تھا، فتح مکہ کے موقع پر جب انہیں عام معافی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا اور وہ فرار ہو گئے تو سابق شریکِ سازش عمیر بن وہب نے ان کے لئے امان کی درخواست کی نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمائی بلکہ جب انہوں نے آپ سے کوئی نشانی طلب کی تو آپ نے انہیں وہ عمامہ عطا فرمایا جو فتح مکہ کے دن آپ کے زیب فرق تھا۔ عمیر نے جدہ پہونچ کر صفوان کو مژدہ سنایا اور کہا: رسول اللہ ﷺ تم میں سب سے زیادہ بردبار اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ صفوان بن امیہ مکہ معظمہ واپس آ گئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر غور و فکر کے لئے دو ماہ کی مہلت طلب کی، آپ نے دو ماہ کے بجائے چار ماہ کی مہلت عطا فرمائی اس مہلت کا یہ مطلب نہ تھا کہ مدتِ معینہ کے بعد انہیں قتل کر دیا جائے گا بلکہ چار ماہ کے بعد عدم اطاعت کی صورت میں وہ جہاں سے آئے تھے وہاں

دوبارہ جاسکتے تھے صفوان بن امیہ اسی حالت کفر میں آپ کے ساتھ حنین وطائف کے معرکوں میں بھی شریک رہے بالآخر اسلام کی خوبیوں اور آپ کے بے مثال کردار سے متاثر ہوکر از خود مسلمان ہو گئے۔

عبداللہ بن ابی سرح:

عبداللہ کو کتابت وحی کی خدمت سپرد تھی لیکن ان پر اس طرح شیطان کا غلبہ ہوا کہ مرتد ہو گئے اور مشرکین مکہ کی شیطانی رسوم و عبادات کی تعریف کرنے لگے۔ انہوں نے نہایت شرمناک اور سنگین جرم کا ارتکاب کیا تھا اس کے باوجود جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں اپنے ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امان کی درخواست کی تو آپ نے انہیں معاف فرمادیا اور عبداللہ بن ابی سرح اپنے گناہوں سے تائب ہوکہ دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

عبداللہ بن زبعری:

عبداللہ اشعار کے ذریعہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے ، ان کے متعلق بھی یہ حکم تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں یہ فرار ہوکر نجران چلے گئے لیکن خود ہی وہاں سے واپس آ کر اس بارگاہ قدس میں حاضر ہو گئے جہاں سے بڑے بڑے مجرم اپنے ظلم کے بدلہ، عفوودرگذر اور رحمت وشفقت کی سوغات لے کر لوٹ رہے تھے، عبداللہ بن زبعری نے بطور معذرت چند اشعار پڑھے اور مشرف با اسلام ہو گئے ان اشعار میں دو شعر یہ بھی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ ''اے رسول خدا! میری زبان اس نقصان کی تلافی کرنے والی ہے جو میری ہلاکت (کفر) کے زمانے سے متعلق ہے''۔ نہ صرف میں بلکہ میرے جسم کا ایک ایک ریشہ اور ایک ایک رواں آپ پر ایمان لے آیا ہے اور میں دل وجان سے اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی نذیر اور خدا کے پیغمبر ہیں۔

وحشی بن حرب:

وحشی وہی شخص ہیں۔ جن کی ذات سے اسلامی تاریخ کے تلخ ترین حادثہ کی یاد وابستہ ہے یہ رسول اکرم ﷺ کے محبوب ومشفق چچا، سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں وحشی کو بھی عام معافی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا لیکن جب وہ کلمہ پڑھتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ان کا اسلام تسلیم فرمالیا، پھر آپ نے ان سے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی کیفیت دریافت فرمائی اور جب انہوں نے واقعہ بیان کیا تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور ارشاد فرمایا'' .... وحشی! تمہارا قصور معاف ہے لیکن تم میرے سامنے نہ آیا کرو، تمہیں دیکھ کر حمزہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے .....'' (مفہوم)

کعب بن زہیر:

کعب وہ ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجو کی تھی، فتح مکہ کے موقع پر فرار ہو گئے اور ایک عرصہ تک دربدر ٹھوکریں کھانے کے بعد اچانک حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ سے معافی کی درخواست کی تو حضور ﷺ نے ان کا قصور معاف فرمادیا اور وہ مسلمان ہو گئے اسلام لانے کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا اور جب وہ اس شعر پر پہنچے:

ان الرسول لسیف یستضاء به ﴿☆﴾ مهند من سیوف الهند مسلول

تو آپ نے شعر کی اصلاح فرماتے ہوئے کو لنور اور سیوف الھند کو سیوف اللہ سے تبدیل کر دیا۔

ہبار بن اسود:

ہبار آپ کی صاحبزادی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے قاتل تھے، جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہو رہی تھیں تو ہبار نے ان کے نیزہ مارا اور وہ اونٹ سے گر پڑیں، جس کی وجہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حمل ساقط ہو گیا اور پھر اس صدمہ سے وہ جانبر نہ ہو سکیں، رسول اکرم ﷺ کو اس واقعہ سے سخت رنج ہوا تھا، جب اس حادثہ کی یاد آتی تو آپ آبدیدہ ہو جاتے تھے، ہبار نے آپ سے اپنی تقصیرات کی معافی کے لئے درخواست کی تو آپ نے انہیں بھی معاف فرمادیا اور پھر وہ اسلام لے آئے۔

ہندہ:

ہندہ ابوسفیان کی بیوی تھیں اور اپنے شوہر کی طرح اسلام کی عداوت میں پیش پیش تھیں، جنگِ اُحد کے موقع پر خواتینِ عرب کے ساتھ رجزیہ اشعار گا گا کر مشرکین مکہ کا دل بڑھا رہی تھیں اسی جنگ میں سید الشہداء حضرت حمزہ شہید ہوئے تو انہوں نے ان کے اعضاء قطع کر کے ہار بنایا اور ان کا جگر نکال کر چبایا، صرف یہی نہیں بلکہ فتح مکہ کے دن جب ابوسفیان نے شہر میں آکر حضور ﷺ کی آمد اور آپ کی جانب سے عام معافی کا اعلان کیا تو ہندہ ان کی داڑھی پکڑ کر بولی، لوگو اس احمق کو قتل کر دو، یہ بکواس کر رہا ہے! اگرچہ ہندہ کے قتل کا حکم تھا لیکن ...... انکے معافی طلب کرنے پر انہیں بھی رحمۃ للعلمین ﷺ نے معاف فرمادیا اور پھر وہ اسلام لے آئیں رسول کائنات رسول اللہ ﷺ کے عضو عام و خلق عظیم کو دیکھ کر جناب ہندہ خاموش نہ رہ سکیں اور عرض کیا "یارسول اللہ آج سے پہلے مجھے آپ سے زیادہ کسی سے نفرت نہیں ہوتی تھی۔ لیکن آج، مجھے آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے"، رسول اللہ ﷺ نے سنا تو اللہ مالک الملک کا شکر ادا کیا اور پھر دیر تک آپ اللہ رب العزت کی حمد و ثنا بیان فرماتے رہے۔

انتباہ:

بعض بدقسمت شیعہ ان پیر بعض سنی بھی شامل ہیں حضرت ہندہ حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض و عداوت بلکہ سَبّ وشتم کرتے ہیں محض یزید کی وجہ سے ایسے لوگوں کا انجام برباد ہوگا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ''امیر معاویہ'' میں۔

باب نمبر ۹۶

الصلوٰۃ علی الراحلة والبعیر والشجر والرحل

ترجمہ: سواری، اونٹ، درخت اور کجاوہ کو سامنے کرکے نماز پڑھنا

عن ابن عمر عن النبی ﷺ انه کان یعرض راحلة فیصلی الیها قلت افرایت اذاهبت الرکاب قال کان یاخذ الرحل فیعد له فیصلی الی اخرته او قال مؤخره وکان ابن عمر یفعله۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپ اپنی سواری کو سامنے کرکے عرض میں کر لیتے تھے اور اس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ عبیداللہ بن عمر نے نافع سے پوچھا کہ جب سواری اُچھلنے کودنے لگتی تو اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے (آں حضور ﷺ اس وقت کیا کرتے تھے) نافع نے جواب دیا کہ اس وقت کجاوے کو اپنے سامنے کر لیتے تھے اور اس کے آخری حصے کی (جس پر سوار ٹیک لگاتا ہے۔ ایک کھڑی سی لکڑی) کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے تھے، ابن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے۔

باب نمبر ۹۷

الصلوٰۃ الی السریر

ترجمہ: چارپائی کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنا

عن عائشة قالت اعدلتمونا بالکلب والحمار لقد ایتنی مضطجعةً علی السریر فیجیء النبی ﷺ فیتوسط السریر فیصلی فاکره ان اسخه فانسل من قبل رجلی السریر حتی انسل من لحافی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتوں اور گدھوں کے برابر بنا دیا حالانکہ میں چارپائی پر لیٹی

ہوتی تھی اور خود نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ چارپائی کو اپنے سامنے کر لیا پھر نماز ادا فرمائی مجھے اچھا نہیں معلوم ہوا کہ میرا جسم سامنے آ جائے اس لئے میں چارپائی کے پایوں کی طرف سے آہستہ سے نکل کر اپنے لحاف سے باہر آ گئی۔

شرح:

اس حدیث شریف کی تفصیل یوں ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ جب نماز پڑھتے تو چارپائی آپ کے اور قبلہ کے بیچ میں ہوتی۔ اس لئے فیتوسط السریر کے معنی یہ ہیں۔ آپ اس چارپائی یا تخت کو اپنے اور قبلہ کے درمیان کر لیتے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس چارپائی پر آرام فرما ہوتیں۔ اس سے واضح ہوا کہ نمازی کے آگے اگر عورت یا مرد ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی کہ اگر کوئی نمازی کے آگے بیٹھا ہو یا لیٹا ہوا اور وہاں سے جانا چاہے تو بیٹھا بیٹھا کھسک جائے۔ کھڑا ہو کر نہ نکلے۔ جیسے جناب عائشہ رضی اللہ عنہ لیٹے لیٹے وہاں سے کھسک گئی تھیں۔

یاد رہے کہ عرب میں چارپائی کھجور کی پتلی شاخوں اور رسی سے بنتے تھے۔ یہاں پر یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ چارپائی کو بطور سترہ استعمال کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چارپائی پر لیٹی ہوئی تھیں اور آپ ﷺ نے ان کے لیٹے رہنے میں کوئی حرج محسوس نہیں فرمایا۔

باب نمبر ۹۸

لیردوا لمصلی من مربین یدیه ورد ابن عمر فی التشهد وفی الکعبة وقال ان ابی ان یقاتله قاتله

ترجمہ: نماز پڑھنے والا اپنے سامنے سے گزرنے والے کو روک دے۔ ابن عمر نے کعبہ میں جبکہ آپ تشہد کے لئے بیٹھے ہوئے تھے روک دیا تھا۔ اور اگر وہ لڑائی پر اتر آئے اُس سے لڑنا بھی چاہیے

ان ابا سعید قال قال النبی ﷺ وحدثنا آدم ابن ابی ایاس ناسلیمان بن المغیرة قال نا حمید بن هلال العدوی قال نا ابو صالح السمان قال رایت ابا سعید الخدری فی یوم جمعةٍ یصلی الیٰ شی یستره من الناس فارادشاب من ابی معیطٍ ان یجتاز بین یدیه فدفع ابو سعید فی صدرہٖ فنظر الشاب فلم یجد مسافا الابین یدیه فعاد لیجتاز فدفعه ابو

سعید اشد من الاولی فنال من ابی سعید ثم دخل علی مروان فشکا الیه مالقی من ابی سعید و دخل ابو سعید خلفه علی مروان فقال مالک ولابن اخیک یااباسعید قال سمعت النبی ﷺ یقول اذا صلی احدکم الی شیٔ یستره من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیه فلیدفعه فان ابی فلیقاتله فانما هو شیطان.

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حمید بن بلال عدوی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوصالح سمان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ کسی چیز کی طرف رُخ کئے ہوئے لوگوں کے لئے اسے سترہ بنائے ہوئے تھے۔ ابومعیط کے خاندان کے ایک جوان نے چاہا کہ آپ کے سامنے سے ہوکر گزر جائے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر دھکا دے کر باز رکھنا چاہا، جوان نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن کوئی راستہ سوائے سامنے سے گزرنے کے نہ ملا۔ اس لئے وہ پھر اسی طرف سے نکلنے کے لئے لوٹا۔ اب کی ابوسعید نے پہلے سے بھی زیادہ زور سے دھکا دیا۔ اسے ابوسعد سے شکایت ہوئی اور وہ اپنی یہ شکایت مروان کے پاس لے گیا۔ اس کے بعد ابوسعید بھی تشریف لے گئے۔ مروان نے کہا اے ابوسعید آپ میں اور آپ کے بھائی کے بچے میں کیا معاملہ پیش آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا تھا کہ جب کوئی شخص نماز کسی چیز کی طرف رُخ کر کے پڑھے اور اس چیز کو سترہ بنا رہا ہو پھر بھی اگر کوئی سامنے سے گذرنا چاہے تو اسے دھکا دے دینا چاہئے۔ اگر اب بھی اسے اصرار ہو تو اس سے لڑنا چاہئے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

شرح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث باب ھٰذا کے تحت لکھی ہے اس کی ابتدا یوں ہے کہ:

ابوصالح سمان کہتے ہیں، میں نے حضرت ابوسعید خدری کو دیکھا وہ جمعہ کے دن لوگوں سے آڑ کئے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ ابومعیط کے بیٹوں میں ایک نوجوان ولید نے ان کے سامنے سے گذرنا چاہا تو ابوسعید نے اسکے سینہ پر ایک مکّا مارا اس نے دیکھا تو سوائے ان کے سامنے سے گذرنے کے اور کوئی راستہ نہ پایا اس لئے پھر گذرنا چاہا تو ابوسعید نے پہلے سے زیادہ زوردار مکّا مارا اس نے وقت کے حاکم (گورنر) مروان سے شکایت کی ابوسعید بھی اس کے پیچھے پہنچ گئے مروان نے کہا کہ اے ابوسعید آپ کے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان کیا جھگڑا ہے تو ابوسعید نے اسے یہی حدیث سنائی۔

(لطیفہ)

آجکل حرمین طیبین میں اس حدیث پر عمل کا عجیب منظر ہوتا ہے کیونکہ مختلف مما لک سے مختلف مذاہب کے لوگ ہوتے ہیں اور عوام نمازی کے آگے گذرنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے ایسی حدیثوں میں عمل کرنے والے خوب ہاتھ ہلاتے جھٹکے دیتے ہیں۔

باب نمبر ۹۹

اثم الما ربین یدی المصلی

ترجمہ: مُصلّی کے سامنے سے گذرنے پر گناہ

عن بسر بن سعید ان زید بن خالد ارسلہ الیٰ ابی جھیم یسا لہ ماذا سمع من رسول اللہ ﷺ فی الما ربین یدی المصلی فقال ابو جھیم قال رسول اللہ ﷺ لویعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین خیر لہ من ان یمر بین یدیہ قال ابو النضر لاادری قال اربعین یوما اوشھر ا اوسنۃ۔

ترجمہ: عمر بن عبیداللہ کے مولیٰ ابونضر سے بیان کیا وہ بسر بن سعید سے کہا کہ زید بن خالد نے انھیں ابوجہیم کی خدمت میں ان سے پوچھنے کے لئے بھیجا کہ انھوں نے نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنے والے کے متعلق نبی کریم ﷺ سے کیا سُنا ہے۔ ابوجہیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ اگر مُصلّی کے سامنے سے گذرنے واالا جانتا کہ اس کا گناہ کتنا بڑا ہے تو اس کے سامنے سے گذرنے پر چالیس (سال) وہیں کھڑے رہنے کو ترجیح دیتا۔ ابوالنضر نے کہا مجھے یاد نہیں کہ انھوں نے چالیس دن کہا یا مہینہ یا سال۔

شرح:

نمازی کے آگے سے گذرنا سخت گناہ ہے۔ احادیث میں اسکی وعیدیں وارد ہیں (۱) حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی نمازی کے آگے سے گذرنے کے گناہ کو جانتا تو وہ سو برس کھڑے رہنے کو ایک قدم چلنے سے بہتر جانتا (ابن ماجہ)

(۲) کعب احبار نے فرمایا نمازی کے سامنے سے گذرنے والا جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو زمین میں دھنس جانے کو گذرنے سے بہتر جانتا۔ اسی لئے شریعت مطہرہ نے نمازی کے آگے سترہ کا حکم فرمایا ہے گذرنے والے کو روکنے کی تجویزیں بھی بتائی ہیں اور اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے کہ نمازی کو مقاتلہ (لڑائی جھگڑے کی اجازت بخشی ہے) لیکن یہاں مقاتلہ کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس سے ہاتھاپائی شروع کردے یا اس کے کپڑے وغیرہ گھسیٹے۔

بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر نمازی کے روکنے (اسکی تجویز احناف نے بتائی ہے) سے نہ رکے تو نمازی اپنے دل میں اس گذرنے کو سخت برا سمجھے۔ اسی لئے حدیث شریف میں گذرنے والے کو شیطان کہا ہے لیکن یہاں بھی شیطان کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس نے شیطانی عمل کیا ہے۔ اسکی مثال وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو قتل کے لئے فرمایا، از من عمل الشیطان، اسکی تحقیق فقیر نے اسی شرح بخاری میں عرض کردی ہے۔

احناف کی تجاویز:

میدان اور بڑی مسجد میں نمازی کے قدم سے موضع سجود تک گزرنا جائز ہے۔ موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجود ہے۔ اسکے درمیان سے گذرنا ناجائز ہے اور مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوارِ قبلہ تک کہیں سے گذرنا جائز نہیں۔ اگر نمازی سُترہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے تو سترہ کے بعد سے گذرنے میں حرج نہیں۔ نمازی کے سامنے سترہ نہیں اور کوئی شخص گذرنا چاہتا ہے۔ یا سُترہ ہے مگر وہ شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گذرنا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گذرنے سے روکے اور گذرنے سے روکنے کے طریقے احناف کے نزدیک حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) اگر نماز جہری ہے تو زیادہ بلند آواز سے قراءت کر کے روکے اور اگر نماز سرّی ہے تو ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارہ سے منع کرے یا سبحان اللہ کہہ کر منع کرے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ مثلاً کپڑا پکڑ کر جھٹکنا یا مارنا۔ کیونکہ اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز جاتی رہیگی۔

سوال:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے مکا مارا اور بار بار مارا یہ عمل کثیر ہے انکے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:

چونکہ وہ مستقل مجتہد ہیں اور جمہور کے خلاف مجتہد کا اجتہاد خطائی دوسروں کے لئے قابل عمل نہیں اور خود انکے لئے بھی گناہ نہیں۔ اور انکا اجتہاد حدیث کے ظاہر پر ہے اور ہم اسے مجاز پر محمول کرتے ہیں جسکی تفصیل اوپر گذری ہے۔

انتباہ:

نمازی کے آگے گذرنے پر عوام کوئی پرواہ نہیں کرتے بالخصوص حرمین طیبین میں حالانکہ اسکا سخت گناہ اور وعید ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

باب نمبر ۱۰۰

استقبال الرجل الرجل وهو يصلي . وكره عثمان ان يستقبل الرجل و هو يصلي وهذا اذا شتغل به فاما اذا لم يشتغل به فقد قال زيد بن ثابت ما باليت ان الرجل لايقطع صلوٰة الرجل

ترجمہ: نماز پڑھتے میں ایک مصلی کا دوسرے شخص کی طرف رُخ کرنا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھتے وقت کسی دوسرے کی طرف رُخ کرنے کو ناپسند فرمایا لیکن اس وقت جب کہ مصلی کی توجہ سامنے والے کی طرف ہو جائے لیکن اگر اس کی طرف کوئی توجہ نہیں تو زید بن ثابت نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ایک شخص دوسرے کی نماز کو نہیں توڑ سکتا

عن عائشة انه ذكر عندها ما يقطع الصلوٰة فقالو ا يقطعها الكلب و الحمارو المراء ة فقالت لقد جعلتمونا كلا با لقد رايت النبي ﷺ يصلي واني لبينه وبين القبلة وانا مضطجعة على انسرير فتكون لي الحاجة واكره ان استقبله فانسل انسلا لا وعن الا عمش عن ابراهيم عن الا سود عن عائشة نحوه۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ ان کے سامنے تذکرہ چلا کہ نماز کو کیا چیزیں توڑ دیتی ہیں لوگوں نے کہا کہ کتا۔ گدھا۔ عورت (بھی) نماز کو توڑ دیتی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے ہمیں کتوں کے برابر بنا دیا۔ حالانکہ میں جانتی ہوں نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپ ﷺ کے اور قبلہ کے درمیان (سامنے) چار پائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے ضرورت پیش آتی تھی اور یہ بھی اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا کہ خود کو آپ ﷺ کے سامنے کر دوں۔ اس لئے میں آہستہ سے نکل آتی تھی۔ اعمش نے ابراہیم سے وہ اسود سے انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح حدیث بیان کی۔

شرح:

چونکہ بعض لوگوں نے اس کے ظاہری الفاظ پر ہی حکم لگا دیا تھا۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید کی ضرورت سمجھی اس کے علاوہ اس حدیث سے یہ بھی شبہ ہوتا تھا کہ نماز کسی دوسرے کے عمل سے بھی ٹوٹ سکتی ہے۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان لگایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی یعنی کسی دوسرے کا کوئی عمل خاص طور سے سامنے سے گذرنا۔

مسئلہ:

اس سے واضح ہوا کہ اگر عورت نمازی کے آگے سورہی ہو تو حرج نہیں۔ البتہ اس طرح نماز پڑھنے سے خشوع وخضوع میں فرق آئے تو بہتر یہ ہے کہ نہ پڑھے اور یہ عورت ہی کے ساتھ کیا خاص ہے ہر وہ چیز جو نماز میں خلل انداز ہوسکے اس کے سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا اچھا نہیں۔

مسئلہ:

غیر نمازی اگر کوئی فعل کرے تو نمازی کی نماز میں کوئی فساد نہیں آئیگا۔

لطیفہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا اور دیگر خواتین کا ذکر کتوں وگدھوں کے نام کے ساتھ گوارہ نہیں فرماتیں اور آپ اسے گستاخی اور بے ادبی سمجھتی ہیں تو پھر ہم اہلسنت اشرفعلی تھانوی کی حفظ الایمان کی عبارت کس طرح گوارہ کرسکتے ہیں جبکہ اس نے صراحتہً نبی پاک ﷺ کے علم اقدس کو پاگلوں۔ جانوروں وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دیدی۔ اسی پر امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اسکی گرفت فرمائی لیکن تنبیہات کے باوجود وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ بالآخر اسی عبارت پر علمائے عرب وعجم نے دیوبند کے ستونوں پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا تفصیل دیکھئے حسام الحرمین شریف وغیرہ

نکتہ:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف خواتین کے ساتھ کتوں وغیرہ کے نام ذکر کرنے کو تشبہ بتایا چنانچہ اسی بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ" شبهتمونا بالحمرو الکلاب "تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں سے تشبیہ دیدی حالانکہ حدیث شریف میں حرف تشبیہ نہیں ہے صرف نام کا ذکر نام کے ساتھ ہے اور اشرفعلی تھانوی نے تو لفظ ایسا تشبہ صاف لکھکر واضح طور تشبیہ کا مرتکب ہوا" فرقیت از کجا تا کجا"۔

سوال:

جب صریح احادیث میں ایسے الفاظ ہیں یعنی عورت اور کتے اور گدھے کے نمازی کے آگے سے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو پھر بی بی صاحبہ کو انکار کیوں؟

جواب:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوسری مرویہ روایات پہونچی نہیں ہونگی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسئلہ سن کر اس پر سوال کرنا ان کے اجتہاد پر مبنی ہوگا۔ ہماری گفتگو حدیث شریف کی حیثیت سے نہیں بلکہ بی بی صاحبہ کی تشبیہ سے ناگواری کی ہے۔ (فلیتامل)

باب نمبر ۱۰۱

الصلوٰۃ خلف النائم

ترجمہ: سوئے ہوئے شخص کے سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا

عن عائشة قالت كان النبي ﷺ يصلي وانا راقدة معترضة على فراشه فاذا اراد ان يوتر ايقظني فاوترت ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے بیان کیا۔ وہ فرماتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے رہتے تھے اور میں عرض میں اپنے بستر پر سوئی رہتی۔ جب وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی تھی۔

باب نمبر ۱۰۲

التطوع خلف المراة

ترجمہ: نفل نماز عورت کے سامنے ہوتے ہوئے پڑھنا

ابی سلمة بن عبدالرحمن عن عائشة زوج النبي ﷺ انها قالت كنت انام بين يدي رسول الله ﷺ ورجلاى في قبلته فاذا سجد غمزني فقبضت رجلي فاذا قام بسطتهما قالت والبيوت يومئذ ليس فيها مصابيح .

ترجمہ: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے وہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سو جایا کرتی تھی میرے پاؤں آپ کے سامنے (پھیلے ہوئے) ہوتے تھے پس جب آپ سجدہ کرتے تو پاؤں کو ہلکے سے دبا دیتے اور میں انھیں سکیڑ لیتی پھر جب قیام فرماتے تو میں انھیں پھیلا لیتی۔ اس زمانہ میں گھروں کے اندر چراغ نہیں تھے۔

باب نمبر: ۱۰۳

من قال لا یقطع الصلوٰۃ شیء

ترجمہ: جس نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی

عن عائشة ذکر عندها مایقطع الصلوٰة الکلب والحمار والمراة فقالت شبهتمونا بالحمر والکلاب والله لقد رایت النبی ﷺ یصلی وانی علی السریر بینه وبین القبلة مضطجعة فتبدولی الحاجة فاکره ان اجلس فاوذی النبی ﷺ فانسل من عند رجلیه۔

ترجمہ: وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ان کے سامنے ان چیزوں کا ذکر چلا جو نماز کو توڑ دیتی ہیں یعنی کتا، گدھا اور عورت، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ہمیں گدھوں اور کتوں کی طرح بنا دیا حالانکہ خود نبی کریم ﷺ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ میں، چارپائی پر آپ ﷺ کے اور قبلہ کے درمیان (سامنے) لیٹی رہتی تھی۔ مجھے کوئی ضرورت پیش آتی اور چونکہ مجھے یہ بات پسند نہ تھی کہ آپ ﷺ کے سامنے (جب کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوں) بیٹھوں اور اس طرح آپ ﷺ کو تکلیف ہو اس لیے میں آپ ﷺ کے پاؤں کی طرف خاموشی کے ساتھ نکل جاتی تھی۔

شرح:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ اگر نمازی کے سامنے کتا یا گدھا یا عورت گذر جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس نظریہ کی تردید فرمائی اور کہا میں تو حضور ﷺ کے سامنے لیٹی ہوئی تھی اور حضور ﷺ نماز میں مشغول ہوتے تو جب میرے حضور ﷺ کے سامنے لیٹے رہنے سے نماز میں فساد نہیں آتا تو عورت کے گذر جانے سے کیسے فساد آئے گا۔ امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہوا کہ بنی آدم کا نمازی کے آگے سے گذر جانا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

باب نمبر ۱۰۴

اذا حمل جاریة صغیرة علیٰ عنقم فی الصلوٰۃ

ترجمہ: نماز میں اگر کوئی اپنی گردن پر کسی بچی کو اُٹھالے

عن ابی قتادۃ الانصاری ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی وھو حامل امامة بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ ولابی العاص بن ربیعة بن عبدشمس فاذا سجدو ضعھا واذا قام حملھا۔

ترجمہ: ابوقتادہ انصاری سے کہ رسول اللہ ﷺ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے وقت اٹھائے رہتے تھے ابوالعاص بن ربیعہ بن عبدشمس کی حدیث میں ہے کہ جب سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اُٹھا لیتے۔

شرح:

امام بخاری علیہ الرحمۃ اس باب میں بتانا چاہتے ہیں کہ جب چھوٹی بچی کو اُٹھائے ہوئے نماز پڑھنا نمازی کے لئے مضر نہیں تو اس کا نمازی کے آگے سے گذرنا کیونکر مضر ہوگا۔ صاحب بدائع نے لکھا ہے کہ عمل کثیر وہ ہے۔ جس میں دونوں ہاتھ استعمال کئے جائیں۔ اور یہ نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ اور عمل قلیل یہ ہے کہ جس میں دونوں ہاتھ استعمال نہ ہوں۔ مثلاً اگر کسی نے تیر کو اٹھایا اور چلایا تو یہ عمل کثیر ہے۔ کسی عورت نے بچہ کو اٹھایا اور دودھ پلایا یہ بھی عملِ کثیر ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور بچہ کو ایک ہاتھ سے بھی اٹھایا جا سکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب بچے کو کندھے پر بٹھایا جائے تو وہ خود بخود چمٹ بھی جاتا ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کا یہ فعل عملِ کثیر نہیں۔ اس طرح عمل کرنے سے نماز میں فساد نہیں آتا۔

فائدہ:

امامہ بنت زینب خود نبی پاک ﷺ کے اوپر چڑھ جاتی تھیں اور جب حضور نبی پاک ﷺ سجدہ میں جاتے تو صرف اشارہ کر دیتے اور آپ چونکہ باشعور تھیں اسلئے اشارہ پاتے ہی اتر جاتی تھیں۔ راوی نے اسی کو "صلی وھو حامل لھا" سے تعبیر کیا ہے اور عمل قلیل ہے جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی حضور نبی پاک ﷺ نے یہ عمل بھی صرف امت کی تعلیم کے لئے کیا تھا۔ عمل کے ذریعہ کسی بات کی تعلیم فطرت کو اپیل کرتی ہے اور جس طرح بچے زندگی کے طور طریق ماں باپ کے عمل سے سیکھتے ہیں امت بھی اپنے نبی کے عمل سے دین کے طور طریقے سیکھتی ہے۔

لطیفہ:

وہابی غیر مقلد مدعی ہیں کہ ہم صرف حدیث نبوی پر عمل کرتے ہیں تو اس حدیث پر عمل کرلیا کریں کہ نواسیوں کو نماز میں لاکر اپنے اوپر بٹھایا کریں لیکن یہ انکے لئے مشکل ہے جنکی نواسیاں تو دور کی بات ہے انکی بیچاروں کی شادیاں بھی نہیں ہوئیں تو عاشقان حدیث کو انکے لئے بھی کوسبیل بنانی چاہئے تاکہ اس حدیث پر عمل ہوجائے ''لایومن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ''۔ہم ایسے مواقع پر کہتے ہیں کہ حضور نبی پاک ﷺ جواز کے لئے فرماتے نہ یہ کہ وہ کام ہمیشہ کرتے رہو مثلاً غیر مقلدین کو دیکھئے کہ جوتے سے نماز پڑھنا ننگے سر نماز پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ:

حضور نبی پاک ﷺ نے امت کو پیار کا سبق دیا ہے جیسے سیدہ امامہ کو نماز کی حالت میں ان کے چڑھ جانے کو گوارہ فرمایا تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لئے تو بار ہا ہوا۔

تعارف سیدہ اُمامہ رضی اللہ عنہا:

حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس ﷺ کو جو بے پناہ محبت تھی اس کا ایک اندازہ اس حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث سے ہوتا ہے۔ایک مرتبہ کسی نے خدمت اقدس میں ہار پیش کیا۔تو فرمایا۔اپنے اہلِ میں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اسے یہ ہار دونگا۔عورتوں نے کہا اب یہ ہار ابن ابی قحافہ کی بیٹی (عائشہ) لیجائیگی۔حضورﷺ نے حضرت امامہ کو بلایا۔اور انھیں پہنادیا۔ایک بار نجاشی نے کچھ زیور بھیجے جس میں سونے کی انگوٹھی تھی یہ بھی حضرت امامہ کو عطا کی۔حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد یہ حضرت شیر خدا کے حبالۂ عقد میں آئیں۔اور حضرت کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ نے پیغام دیا اور ایک لاکھ دینار کی پیشکش کی۔حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق رد کردیا اور مغیرہ بن نوفل بن حارث سے نکاح فرمایا اور انھیں کی زوجیت میں واصل بحق ہوئیں۔

باب نمبر ۱۰۵

اذا صلی الی فراش فیه حائض

ترجمہ: ایسے بستر کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا جس پر حائضہ عورت ہو

عن الشیبانی عن عبدالله بن شداد بن الهاد قال اخبرتنی میمونة بنت الحارث قالت کان فراشی حیال مصلی النبی ﷺ فربما وقع ثوبه علی وانا علی فراشی ۔

ترجمہ: میمونہ بنت الحارث نے فرمایا کہ میرا بستر نبی کریم ﷺ کے برابر میں ہوتا تھا اور اکثر آپ ﷺ کا کپڑا (نماز پڑھتے میں) میرے اوپر آ جاتا تھا۔ میں اپنے بستر پر ہی ہوتی تھی۔

عبدالله بن شداد ابن الهاد قال سمعت میمونة تقول کان النبی ﷺ یصلی وانا فی جنبه نائمة فاذا سجد اصابنی ثوبه وانا حائض ۔

ترجمہ: عبداللہ بن شداد بن ہاد نے بیان کیا۔ کہا کہ میں نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ فرماتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور میں آپ ﷺ کے برابر میں سوتی رہتی جب آپ سجدہ میں جاتے تو آپ ﷺ کا کپڑا مجھ کو چھو جاتا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

شرح:

اگر نمازی حائضہ عورت کے قریب نماز پڑھے تو نماز درست ہے۔ حائضہ کا بچھونا خواہ آگے ہو یا دائیں بائیں۔ اگر نمازی کا کپڑا حائضہ کے جسم سے چھو جائے پھر بھی کوئی حرج نہیں اور نماز درست ہے۔

فائدہ:

اس سے ثابت ہوا بحالت نماز اگر اپنی عورت کے جسم سے نمازی کے بدن کا کوئی حصہ لگ جائے تو نماز میں فساد نہیں آتا۔

تائید احناف:

حدیث ہٰذا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مس مراۃ ناقض وضو نہیں ہے۔

باب نمبر ۱۰۶

هل يغمز الرجل امراته عند السجود لكى يسجد

ترجمہ: کیا سجدہ کرتے وقت مرد اپنی بیوی کو سجدہ کی گنجائش کے لئے چھوسکتا ہے

عن عائشة قالت بئسما عد لتمونا بالكلب والحمار لقد رايتنى ورسول الله ﷺ يصلى وانا مضطجعة بينه وبين القبلة فاذا ارادن يسجد غمز رجلى فقبضتهما ۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہمیں کتوں اور گدھوں کے برابر بنا کر تم نے بُرا کیا۔ خود نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے میں آپ ﷺ کے سامنے لیٹی تھی۔ جب سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں کو چھودیتے تھے اور میں انہیں سکیڑ لیتی تھی۔

باب نمبر ۱۰۷

المراة تطوح عن المصلى شيئا من الاذى

ترجمہ: عورت جو نماز پڑھنے والے سے گندگی کو ہٹادے

عن عبدالله قال بينما رسول الله ﷺ قائم يصلى عند الكعبة وجمع قريش فى مجالسهم اذ قا ل قائل منهم الا تنظرون الى هذا المرائى ايكم يقوم الى جزور ال فلات فيعمد الى فرثها ود مها وسلاها فيجى به ثم يمهله حتى اذا سجد وضعه بين كتفيه فانبعث اشقاهم فلماسجدرسول الله ﷺ وضعه بين كتفيه وثبت النبى ﷺ ساجدا فضحكو احتى مال بعضهم على بعض من الضحک فانطلق منطلق الى فاطمة وهى جويرية فاقبلت تسعى و ثبت النبى ﷺ ساجدا حتى القته عنه واقبلت عليهم تسبهم فلما قضى رسول الله ﷺ الصلوٰة مال اللهم عليک بقريش اللهم عليک بقريش اللهم عليک بقريش ثم سمى اللهم عليک بعمرو بن هشام و عتبة بن ربيعه وشيبة بن ربيعة والوليد بن عتبة وامية بن خلف و عقبة بن ابى معيط و عمارة بن الوليد قال عبد الله فوالله لقد رايتهم صر عى يوم بدر ثم سحبوا الى القليب

قلیب بدر ثم قال رسول اللہ ﷺ واتبع اصحاب القلیب لعنۃ ۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک قریشی بولا۔ اس ریاکار کو نہیں دیکھتے؟ کیا کوئی بنی فلاں کے ذبح کئے ہوئے اونٹ تک جانے کے لیے تیار ہو اور وہاں سے گوبر خون لائے پھر یہاں انتظار کرے جب یہ (آں حضور ﷺ) سجدہ میں جائیں تو گردن پر رکھ دے (اس کام کو انجام دینے کے لیے) ان میں کا سب سے زیادہ بدبخت شخص اٹھا اور جب رسول اللہ ﷺ سجدہ میں گئے تو اس نے آپ ﷺ کی گردن مبارک پر یہ غلاظتیں ڈال دیں۔ ان کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ سجدہ ہی کی حالت میں سر کو کئے رہے۔ مشرکین (یہ دیکھ کر) ہنسے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر لوٹنے پوٹنے لگے۔ ایک شخص (غالباً ابن مسعود رضی اللہ عنہ) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔ آپ ابھی بچی تھیں۔ آپ دوڑتی ہوئی تشریف لائیں۔ حضور اکرم ﷺ اب بھی سجدہ ہی میں تھے۔ پھر ان غلاظتوں کو آپ ﷺ کے اوپر سے ہٹایا اور مشرکین کو مخاطب کر کے انھیں برا بھلا کہا۔ پھر جب حضور نبی پاک ﷺ نے نماز پوری کر لی تو فرمایا ''خدایا قریش پر عذاب نازل کر، خدایا قریش پر عذاب نازل کر، خدایا قریش پر عذاب نازل کر پھر نام لے کر کہا۔ خدایا عمرو بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمار بن ولید کو ہلاک کر دے''۔ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا۔ خدا شاہد ہے کہ میں نے ان سب کو بدر کی لڑائی میں خاک و خون میں پایا۔ انھیں گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں پھینک دیا گیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کنوئیں والے خدا کی رحمت سے دور کر دیئے گئے۔

شرح:

اس حدیث شریف میں نبی پاک ﷺ کے اعلانِ نبوت کے فوراً بعد کا حال ہے اور اس سے بڑھکر آپ پر سنگین حالات گذرے، تفصیل کتب سیر میں ہے فقیر مختصر سا خاکہ پیش کرتا ہے۔

یاد رہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے نبوت کے پہلے تین سال خفیہ طور پر دعوت و تبلیغ شروع فرمائی پھر حق تعالیٰ نے آپ پر آیہ کریمہ نازل فرمائی ''فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین'' یعنے جو کچھ حکم دیا گیا ہے اسے ظاہر فرمایئے اور دعوت و تبلیغ کو آشکارا کیجئے اور مشرکوں کی جانب سے روگردانی فرمایئے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد، قرآن کو با آواز بلند پڑھنا ہے۔ صدع کے اصلی معنیٰ ظاہر کرنے اور ممتاز کرنے کے ہیں۔ اور مراد، اظہار حجت اور حق و باطل کے درمیان فرق و امتیاز کرنا ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ان کے خداؤں اور معبودوں سے تعرض نہ کیا۔ جب تک حضور ﷺ نے یہ حکم دیا کہ بت اور اس کے پوجنے والے سب جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے تب وہ حضور اکرم ﷺ کی ایذا رسانی کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور سب کے سب حضور ﷺ کی عداوت و مخالفت میں متفق ہو گئے۔ یہ واقعہ نبوت کے چوتھے سال کا ہے اسکے بعد اذیتوں کا سلسلہ سخت سے سخت تر جاری رہا جسکا ایک نمونہ اوپر حدیث شریف میں مذکور ہوا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا:

آپ (رضی اللہ عنہا) نے حضور اقدس والد گرامی ﷺ کو جب اس حال میں دیکھا ہوگا تو بچپن کی حالت میں اُن پر کیا گذری ہوگی لیکن استقامت کا یہ حال ہے کہ حضور والد گرامی ﷺ کی خدمت میں سرگرم ہیں اور جرأت کا حال یہ ہے کہ کفار مکہ کی کھلم کھلا مذمت فرمارہی ہیں اگرچہ بعد کو ابوجہل لعین نے آپ کو بھی اذیت پہونچائی لیکن اس وقت کسی کو اس قسم کی جرأت نہ ہوسکی۔

کفار پر دعاء جیسے فرمایا ویسے ہوا:

حضور سرورِ عالم ﷺ مجسم رحمت ہیں کسی سے سخت اذیت کے باوجود بھی رحمت کی دعائیں مانگتے لیکن یہاں نام لے کر ان سب کو جہنم رسید فرمایا اسمیں اہلسنت کے دومسئلوں کی تائید ہے (۱) علم غیب یعنی آپکو علم تھا کہ ان کمبختوں کو دولت اسلام بالکل نصیب نہ ہوگی اور قاعدہ کلیہ ہے حضور ﷺ نے جس کے لئے جس طرح کی دعاء کی اسکے ساتھ اسی طرح ہوا بدبختی اور جہنمی ہونے کی دعا فرمائی تو وہی ہوا جیسے یہاں ہوا اگر کسی کیلئے خیر کی دعا مانگی تو اسے خیر و بھلائی اور جنت نصیب ہوئی۔ (۲) ہمارا عقیدہ ہے کہ تیرے منہ سے جو بات نکلی وہ ہوکر رہی اسے ہم مختارِ کل سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن کا اس وقت حضور نبی پاک ﷺ نے نام لے لے کر انکی گرفت کی دعا فرمائی وہ میدان بدر میں پوری ہوئی کہ ہم نے ان سب کو آنکھوں سے دیکھا کہ وہ کس طرح ذلیل وخوار ہوکر موت کے گھاٹ اترے اسکی تفصیل بدر کے مضامین میں آئیگی۔

(ان شاء اللہ تعالیٰ ثم رسول اللہ ﷺ)

ھذا رقم قلم الفقیر القادری ابا الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور۔ پاکستان

الحمد للہ آج ۲۷ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ ۵ مارچ بروز اتوار بموقعہ عرس سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ ''دارالتصنیف'' میں سوا بارہ بجے پارہ دوم کی شرح ختم شد۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی آخرت کے احوال ومناظر پر بے مثال تصنیف

اَلبُدورالسّافرہ فی احوال الآخِرہ

(المعروف احوالِ آخرت)

مصنف

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

حضرت علامہ مولانا حمزہ علی قادری صاحب مدظلہ العالی

ناشر

عطاری پبلشرز (مدینۃ المرشد) کراچی

ملنے کا پتہ

قطب مدینہ پبلشرز، نزد عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ (پرانی سبزی منڈی) کراچی

فون موبائل: 0300-2474833 0300-92499927

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (پ۱۵، بنی اسرائیل، آیت ۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

انوارِ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

جس میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے ہر پہلو پر نامور علمائے محققین کے بلند پایہ علمی و تحقیقی مقالات کو جمع کیا گیا ہے۔ جس میں علم و فضل کے علاوہ مخالفین کے اعتراضات کے دندان شکن جواب دیئے گئے ہیں۔

مرتبہ

پیر طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد زین العابدین شاہ راشدی صاحب مدظلہ العالی
(ایم۔اے)

سعادتِ اہتمام

ابوالرضا محمد طارق قادری عطاری

ناشر

مکتبہ امام غزالی کراچی

فون نمبر موبائل: 0300 - 2218289

علاماتِ قیامت پر ایک جامع اور منفرد پیشکش جو قاری کو اس عنوان پر دیگر تمام کتب سے بے نیاز کر دے

الاشاعة لاشراط الساعة

المعروف قیامت کی نشانیاں

حضرت علامہ سید شیخ عبدالرسول برزنجی ثم المدنی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۱۰۳ھ)

استاذ العلماء فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی قادری رضوی مدظلہ العالی

☆ ترجمہ آسان اور سلیس اردو میں ☆ بعض مقامات پر حواشی کا اضافہ ☆ ہر قرآنی آیات کے ساتھ سورت کا نام اور آیت نمبر

☆ ابتداء میں علامہ برزنجی علیہ الرحمہ کی سیرت پر ایک مقالہ ☆ ہر قرآنی آیت کے ساتھ ترجمہ کنز الایمان

☆ ملک کے نامور محقق علماء و مشائخ کی تقریظات سے آراستہ

کمپوزنگ موتی جیسی، ٹائیٹل بہت خوبصورت اور اعلیٰ چھپائی اور مضبوط جلد کے ساتھ

﴿صفحات 486﴾

﴿ہدیہ 300 روپے﴾

بزم اُویسیہ رضویہ پبلشرز، کراچی

قطب مدینہ پبلشرز، نزد عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ (پرانی سبزی منڈی) کراچی

فون موبائل: 0300-2474833 0300-92499927